

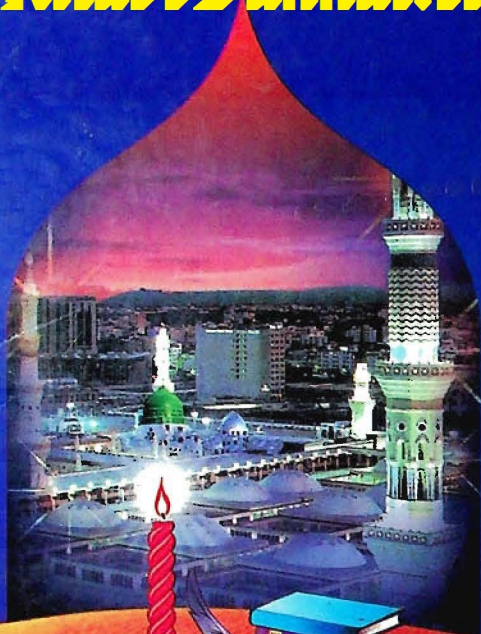
تقریباً ڈاکٹر کا فضل احمد

قرآنِ صُورِ فقہ کی تاریخ

عہدِ رسالت ﷺ سے عہدِ حاضر تک

جناب ڈاکٹر فاروق حسن صاحب

www.KitaboSunnat.com



کتاب الایمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی رومہ

معدنہ البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

فہم اصول فقہ کی تاریخ

عہد رسالت ﷺ سے عہد حاضر تک

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

فِرَاقِ صَوْلِ فِقْمِ كِي تَارِيخِ

عہدِ رسالت ﷺ سے عہدِ حاضر تک

جنابِ اٹرافاروق حسن صاحب

www.kitabosunnat.com

اُردو بازار، ایم ایس جیل روڈ
کراچی پاکستان 2213768

دَارُ الْإِشَاعَةِ

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
 طباعت : اکتوبر ۲۰۰۶ء علی گرانفس
 ضخامت : 960 صفحات

251
 فارغ

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

..... ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
 بیت العلوم 20 نا بھروڈ لاہور
 مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
 یونیورسٹی بک ایجنسی خیر بازار پشاور
 مکتبہ اسلامیہ گی اڈا۔ ایبٹ آباد

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
 بیت القرآن اردو بازار کراچی
 بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
 مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد
 مکتبہ المعارف محلہ جنگل۔ پشاور
 کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Islamic Books Centre
 119-121, Halli Well Road
 Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
 London
 Tel : 020 8911 9797, Fax : 020 8911 8999

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
 182 SOBIESKI STREET,
 BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
 6665 BINTLIFF, HOUSTON,
 TX-77074, U.S.A.

عرضِ ناشر

شریعت محمدی ﷺ اپنی جامعیت، کاملیت و ہمہ گیریت کے ساتھ ایسے جامع اصولوں پر مشتمل ہے جو ہر عہد کے جدید معماروں کو راست بنیاد پر غذا فراہم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صحابہ کرامؓ کو کسی بھی قسم کی کوئی دشواری پیش آتی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ اس ابدی صداقت کی جامع تشریح فرما دیتے کہ خالق کائنات نے حضور ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عنایت فرمائی تھی آپ ﷺ نے اجتہاد کیا، صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالت میں اجتہاد کیا۔ غرض عہدِ رسالت میں فنِ اصول فقہ کی اگرچہ باضابطہ تدوین نہیں ہوئی تھی لیکن اصول و ضوابط موجود تھے۔ مردِ ایام کے ساتھ اسلام کی روشنی پھیلتی چلی گئی قوموں کے اختلاط اور معاشرتی ضرورتوں نے نئے مسائل کو جنم دیا تو دیگر علوم کی طرح فنِ اصول فقہ کی بھی مستقل باضابطہ تدوین ہوئی اور ہر دور میں محدثین، محققین و مؤلفین نے انہی اصول و قواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح و تشریح کی۔

عصر حاضر میں کوئی ایسی جامع تصنیف نہ تھی جس میں فنِ اصول فقہ کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ ہو اسی ضرورت کے پیش نظر ڈاکٹر فاروق حسن صاحب کی نادر، وقیع، تاریخی و تحقیقی کاوش پیش خدمت ہے جس میں انہوں نے عہدِ رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک فنِ اصول فقہ کی تاریخ، خصوصیات، مصنفین کے مناہج، کتبِ اصولیین کا تعارف، اہمیت، محاسن و معائب اور شروح و حواشی کا ارتقائی انداز سے تحقیقی و جامع تجزیہ پیش کیا ہے تاکہ قارئین ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کئے جانے والے کام سے آگاہ ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قارئین کے لئے مفید اور ہمارے لئے ذخیرہٴ آخرت بنائے۔ آمین

ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمد ونصلی وسلم علی رسولہ الکریم
وعلی الہ واصحابہ وذریتہ و اهل بیتہ اجمعین

حرف تحسین

کمال صرف اور صرف ذات باری کو سزاوار ہے اور وہی ذات الوجود ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے اسی کمال
کل نے ایک پیکر کمال و جمال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مبعوث فرما کر انسانیت پر احسانِ عظیم فرمایا۔
اسی پیکر کمال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ نوع انسان کو شریعت کاملہ اور اس کے ابدی و دائمی اصول و ضوابط عطا
ہوئے جسے وارثین خاتم الانبیاء نے علم اصول فقہ کے نام سے مدون کر کے فرائض تبلیغ اور حفاظت دین کا حق ادا کر دیا۔

مجھے یہ جان کر انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ میرے مایہ ناز تلمیذ خاص ڈاکٹر فاروق حسن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ
”فن اصول فقہ کی تاریخ“ از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر زیور طباعت سے آراستہ و پیرستہ ہو کر لیل علم و دانش سے
داو تحسین وصول کر رہا ہے، جو اس کا حق ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں جن میں جامعیت کاملیت، آفاقیت، عملیت و ہمہ
گیریت بھی نمایاں ہیں۔ خاتم الانبیاء محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب الهاشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی
کتاب قرآن کریم خاتم الکتاب ہے اور یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملنے والے معجزات میں زندہ و جاوید معجزہ ہے اور تمام
انبیاء علیہم السلام پر آپ کو فضیلت و برتری حاصل ہے آپ کو ایسی خصوصیات اور امتیازات عطا ہوئے جو کسی اور کو حاصل نہیں
ہوئے۔ آپ کی بعثت گورے اور کا لے تک کے تمام انسانوں کی طرف ہوئی۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ خصوصیات عطا ہوئیں جو مجھ سے قبل کسی کو حاصل نہیں تھیں۔ ان
میں سے ایک یہ ہے کہ ”ہر نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا لیکن آپ نے فرمایا: ”بعثت الی الاحمر والاسود“
(مشفق علیہ) یعنی میرے بعثت سرخ اور کا لے سب کی طرف ہوئی ہے۔

مشرق و مغرب اور قطب جنوبی و شمالی پر بسنے والوں کی ضروریات، حالات و اصول اور مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
زمانہ مسلسل تغیر پذیر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں میں ترمیم و تہجیح و اصلاح کی ضرورت رہتی ہے کیونکہ وہ
محدود انسانی ذہن کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسی صورت میں پیش آمدہ نت نئے مسائل اور بدلتے
تقاضوں کا اطمینان بخش حل پیش کر سکے گی جب اس کے اصول و قواعد دائمی اور ابدی ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات اور فیصلوں میں اصول کا فرما ہوتے تھے، بعد میں یہی ”علم اصول فقہ“ کے
نام سے معروف ہو گئے۔ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے فقہ اور اصولی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے کتب کے
فیض یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان اصولوں کے اولین محافظ ہیں۔ جب علوم و فنون کی تدوین کا رواج نہیں تھا
تو یہ اصول و قواعد اور احکام میں پوشیدہ عنوانوں اور حکمتوں کا علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور پھر بہت سے آئمہ کرام رحیم اللہ نے

اس فن کی حفاظت و تدوین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

چار آئمہ کرام کو شہرت و دوام نصیب ہوئی اور ان میں سے امام اعظم ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ) نے فقہ اسلامی کے قواعد و ضوابط کی جس منہج کی بنیاد ڈالی۔ انہیں ہر زمانے و علاقے میں اُمت محمدیہ کی اکثریت میں پذیرائی اور قبولیت عامہ حاصل رہی فقہ حنفی اور ان کے اصول و قوانین میں پائے جانے والی کشش کے باعث اکثریت نے ان کی تقلید اختیار کی۔ بے شمار محدثین و محققین نے آپ کے اصول و قواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح و تشریح کی اور آج دنیا کی دو تہائی سے زائد مسلمان آبادی فقہ حنفی کے مطابق اپنی عبادات اور معاملات کو انجام دے رہی ہے۔

آئمہ کرام رحمہم اللہ کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں مختلف زبانوں میں مؤلفین و محققین نے فن اصول فقہ کو موضوع سخن بنایا۔ منظوم و منثور مختصر و مطول کتابیں تصنیف کی گئیں۔ مسلمانوں کے علاوہ مستشرقین جیسے جوز شاخت وغیرہ نے بھی اس فن پر قلم اٹھایا۔

زیر نظر کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہے جو حسن انسانیت اور تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقہ اور اصولی محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب البہاشی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عصر حاضر تک کے اصولیین اور ان کی خصوصیات کا جامع انداز میں احاطہ کرتی ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ارض و سماء نے اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور اجازت عطا فرمائی۔ صحابہ کرام ﷺ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اجتہاد کیا اور ان کے اجتہاد کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور جب صحابہ کرام کے فیصلے اور اجتہادات تعلیم کئے گئے اصول و ضوابط کے مطابق ہوتے تو آپ خوشی کا اظہار فرماتے، ان کی تائید و توثیق فرمادیتے اور اگر ان کے فیصلے و اجتہادات شریعت کی رُو یا کسی اصول و ضابطہ سے تصادم ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا اظہار فرماتے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اجتہاد بغیر اصول و ضوابط کے ممکن نہیں ہے۔ دور قدسی کا روانہ نہ ہونے کے سبب ان کی تدوین بعد میں عمل میں آئی لیکن تفویض کئے گئے اصولوں کے مطابق اجتہاد کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاج میں شامل تھا اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ عدم تدوین عدم موجود پر دلالت نہیں کرتی اصول فقہ کے اصول و ضوابط موجود تھے مگر ان کی تدوین بعد میں ہوئی۔

زیر نظر کتاب ”فن اصول فقہ کی تاریخ“ از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر، علوم جدیدہ و قدیمہ سے مزین فاضل محقق میر نے تلخیص و تالیف ڈاکٹر فاروق حسن نے دوران تحقیق پگڈنڈوں سے گزر کر سفر تحقیق کی صعوبتوں اور کوفتوں کو برداشت کر کے لاہور یونیورسٹی کی خاک چھان کر ایک ایسی نادر، وقیح اور تاریخی و تحقیقی کاوش پیش کی جو کہ نہ صرف ارباب علم و دانش کے لئے ایک انمول علمی تحفہ ہے بلکہ فن اصول فقہ میں ایک گرانقدر اضافہ بھی ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو فاضل محقق ڈاکٹر فاروق حسن اور ناشر ظلیل اشرف عثمانی اور قارئین کے لئے

سرمایہ آخرت بنائے اور قارئین کو اس سے نفع پہنچائے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

صدر شعبہ القرآن، والسنہ۔ کلیہ معارف اسلامیہ

جامعہ کراچی۔ کراچی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

مختصر تعارف مصنف

ڈاکٹر فاروق حسن MED یونیورسٹی کراچی کے شعبہ علوم انسانی میں اسٹنٹ پروفیسر ہیں جہاں وہ اسلامیات کے علاوہ دیگر مذاہب کے طلبہ و طالبات کی Ethical Behavior کی کلاسیں بھی باقاعدگی سے لیتے ہیں۔ 2001ء میں جامعہ کراچی سے پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد کی نگرانی میں اصول فقہ میں Ph.D. کی ڈگری حاصل کی۔ 1993ء میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں M. A. کیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ وہ فاضل عربی میں بھی پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ قانون کی ڈگری گورنمنٹ انس ایملی اے کالج کراچی سے حاصل کی۔ جلد۱۰ الاذہر مصر سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 2002ء میں انڈونیشیا میں بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے مذہب اور امن کے موضوع پر منعقدہ عالمی کانفرنس میں بمصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ وہ ایران اور مصر میں بھی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔

مختصر تعارف کتاب :

☆ اس کتاب میں ایک ہزار سے زائد اصولیین کی فن اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتابوں کا تعارف آسان انداز و اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی سو سے زائد اہم کتابوں کا ارتقائی انداز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے جس میں مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات اہمیت، محاسن و معائب اور اس پر لکھی جانے والی شروح و حواشی وغیرہ کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ قاری ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کئے جانے والے کام سے آگاہ ہو سکے۔

☆ مختلف ممالک کے معروضی سیاسی و جغرافیائی حالات میں فن اصول فقہ کن نشیب و فراز سے گزرتا رہا اور کس طرح ہمارا حال ماضی سے مربوط رہا مختصر جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی حفاظت کرنے والوں کے ذکر کے دوران اہم اور نایاب تاریخی اور علم الرجال پر کتابوں کا تعارف بھی ہو گیا جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

☆ اول تا آخر تمام عنوانات و مضامین میں حسن ترتیب، تسلسل، جامعیت و یکسانیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

☆ مستند کتابوں کے مکمل حوالہ جات اور حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

☆ اس کتاب میں اہم مصادر و مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ یہ کتاب جامعات، لاء کالجز، دینی مدارس، اساتذہ، دانشوران ملت، طلبہ و عوام کے ساتھ تشنگان علم اصول فقہ کے لئے ایک بہترین اور انمول تحفہ ہے۔

☆ اور مختصر یہ کہ کتاب تاریخ فن اصول فقہ پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں اپنی اس سعی و کاوش کو تاریخ اسلام کے پہلے فقہ اصولی محسن انسائنت۔ دافع ظلمات، ساقی کوثر، شافع الہدٰی بنسین محمد بن عبداللہ بن عبدالطلب البہاشی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ مجھ ناچیز کی یہ کوشش بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے گی اور قیامت کے دن میری اور میرے شیخ و والدین اور جملہ متعلقین کی مغفرت کا سبب بنے گی۔ (انشاء اللہ)

ڈاکٹر فاروق حسن

DR. FAZAL AHMED

LL.B., B.Ed. M.A. (Islamic Studies)
M.A. (Islamic History), Ph.D. (Islamic Studies)
Fazil-e-Dars-e-Nizami, Fazil-e-Arabic
Fazil-e-Tarjumatul Qur'an
Fazil-e-Tajweed-wo-Oairal

Professor :
Department of Islamic Learning
Faculty of Islamic Studies
University of Karachi
Karachi-75270 Pakistan
Phone :
479001-10/Ex. 2390, 2394

Ref: _____

Date: _____

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ فاروق حسن ولد حبیب حسن نے یہ مقالہ میری نگرانی میں مکمل کر لیا ہے۔
اُن کا یہ کام تحقیقی نوعیت کا ہے ، لہذا میں P. H. D. کی سند کی غرض سے مقالہ جمع کرانے کی
اجازت دیتا ہوں۔

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

صدر شعبہ القرآن، والن۔ کلیہ معارف اسلامیہ

جامعہ کراچی۔ کراچی

اظہارِ تشکر

میں سب سے پہلے اپنے اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے یہ مقالہ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے بعد میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رئیس کلیہ معارف اسلامیہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں جن کی انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے اساتذہ کرام خصوصاً محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب کا ممنون ہوں جن کی اس مقالہ نگاری کے دوران نگرانی، معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایت میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور سرمایہ افتخار ہے۔

میں اس تحقیقی کاوش کو اپنے شیخ حضرت شجاع الدین احمد حفظہ اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ سمجھتا ہوں جنہوں نے میری سوچوں کو درست سمت دی، میرے باطنی شعور کو بیدار کر کے قدم قدم پر میری رہنمائی اور اصلاح فرمائی۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے میرے لئے میرے والدین و اساتذہ، قارئین اور دارالاشاعت کے محترم خلیل اشرف عثمانی صاحب کے لئے ذخیرہ آخرت اور قارئین کے لئے مفید بنائے۔ (آمین)

لِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوْلًا وَاٰخِرًا

فاروق حسن

فہرست مضامین حصہ اول فن اصول فقہ کی تاریخ و تالیف رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک

۷	حرف تحمیں
۹	مختصر تعارف مصنف
۱۱	تصدیق نامہ
۱۲	اظہار تشکر
۱۳	فہرست مضامین
۲۱	مقدمہ
۲۵	اصول فقہ کا نشا و ارتقاء
۲۵	باب اول : اصول فقہ کا مفہوم، موضوع، استمداد، حکم، فائدہ و دواضع
۲۷	فصل اول : اصول فقہ کا مفہوم اور اس کا تحقیقی تجزیہ
۲۷	علم اصول فقہ کی حقیقت
۳۱	الفقہ کے لغوی و اصطلاحی معنی
۳۳	قرآن کریم میں بعض دلائل
۳۴	احادیث مبارکہ سے بعض دلائل
۳۵	کلمات اصول الفقہ کی تقدیم و تاخیر
۳۵	فقہاء کے نزدیک ”الفقہ“ کے اصطلاحی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ
۳۶	اصولیین کے نزدیک فقہ کے اصطلاحی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ
۴۰	”اصول الفقہ“ کے مابین اضافت کی تشریح
۴۰	مختلف ادوار کے اصولیین سے منقول فقہ کی تعریفات کا تحقیقی تجزیہ
۴۱	سابقین اصولیین سے منقول تعریفات کے اسالیب کی درجہ بندی اور ان کا باہمی
۴۱	فرق
۴۲	فقہ کی مجموعی تعریفات کی تاریخی ارتقائی تناظر میں مرحلہ وار درجہ بندی

- ۴۳ ”اصول الفقہ“ کے مختلف لقمی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ
- ۴۴ ”اصول الفقہ“ کی تعریفات میں اختلاف کی وجہ
- ۴۴ اصول الفقہ“ کی لقمی معنی پر اکتفاء کرنے کا سبب
- ۴۴ قاضی بیضاوی سے منقول الفقہ کی تعریفات کا تحقیقی تجزیہ
- ۵۳ قاضی بیضاوی سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف اور اس کا تحقیقی تجزیہ
- ۵۷ فقہ و اصول الفقہ کے مابین بعض اہم فوارق
- ۵۷ فقہ و اصولی کے مابین فرق
- ۵۷ فقہ و اصول فقہ کے مابین منطقی تفریق و توضیح
- ۵۸ اصول فقہ کو علم اصول فقہ کہنے کی وجہ
- ۵۹ اصول فقہ کا موضوع اور اس کا تحقیقی تجزیہ
- ۵۹ اصول فقہ کے موضوع میں علماء کے مذاہب
- ۶۰ اولہ کو احکام پر مقدم کرنے کی وجہ
- ۶۰ کیا کسی ایک فن کے متعدد موضوعات ہو سکتے ہیں؟
- ۶۰ کیا کثرت موضوع کثرت علم پر دلالت کرتے ہیں؟
- ۶۱ اولہ یا احکام میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے والوں کے خلاف دلیل
- ۶۲ فقہ و اصول فقہ کے موضوع میں باہمی فرق
- ۶۳ علم اصول فقہ کا استمداد علم کلام، لغت عربیہ و احکام شرعیہ ہیں
- ۶۳ علم اصول فقہ کے تعلم کا حکم
- ۶۵ علم اصول فقہ کا تاریخی، علمی و عملی، اجتہادی و تقابلی و دینی فائدہ
- ۶۹ علم اصول فقہ کا واضح
- ۶۹ پہلی رائے: امام جعفر و باقر صادقین واضح ہیں اور اس رائے کا تحقیقی جائزہ
- ۷۲ دوسری رائے: امام ابوحنیفہ اصحاب اس علم کے واضح ہیں
- ۷۴ تیسری رائے: امام شافعی اس علم کے واضح ہیں
- ۷۷ تینوں آراء کا تاریخی تناظر میں تحقیقی جائزہ

۷۹ علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مناجیح
 ۸۰ تقلیدی دور میں اصول فقہ کی تدوین کے طریقے و رجحانات
 ۸۰ اصول فقہ کی تدوین کا پہلا طریقہ، اصول الشافعیہ یا اصول متکلمین
 پہلے خالص نظریاتی طریقہ تدوین میں بعض متکلمین کی شمولیت اور اس کے اثرات
 کا تحقیقی جائزہ

۸۱ پہلے طرز تصنیف کو اختیار کرنے والے کلامی مذاہب
 ۸۳ پہلے طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات
 ۸۳ اصول الشافعیہ یا اصول المتکلمین طرز کی بعض اہم اور بنیادی کتب
 ۸۵ اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ : طریقہ الاحناف
 ۸۶ اصول الشافعیہ و اصول حنفیہ میں فرق و امتیاز کی مثال سے توضیح
 ۸۷ حنفی طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات
 ۸۸ حنفی طریقہ پر لکھی جانے والی اصول فقہ کی بعض اہم کتب
 ۸۹ اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ متاخرین علماء کا طریقہ تدوین
 ۸۹ متاخرین کے طریقہ تدوین پر اصول فقہ کی بعض اہم و بنیادی کتب

۹۳ عہد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ و عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشا و ارتقاء
 ۹۳ عہد رسالت مآب ﷺ میں اصول فقہ (۱۱ھ-۱۱ھ)-----
 ۹۵ مضرت منفعت پر غالب ہونے کی وجہ سے شراب کی تدریجی حرمت-----
 ۹۷ رسالت مآب ﷺ نے قرآن کریم کے مطلق کو مقید فرمایا-----
 ۹۸ قرآن کے عمومی احکام میں آپ ﷺ نے تخصیص یا استثناء فرمایا-----
 ۹۹ بعض عمومی احکام میں تخصیص کی احادیث صحیحہ سے مثالیں-----
 ۱۰۰ اس بارے میں فقہاء کرام کے چند اقوال-----
 ۱۰۲ اسلامی قانون کے دو ارتقائی مراحل-----
 ۱۰۳ مدنی دور میں قانون سازی-----
 ۱۰۳ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی-----

- ۱۰۴ ----- آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اجتہاد کا وقوع
- ۱۰۶ ----- فقہاء کے اقوال وحدیث سے اس کا ثبوت
- آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو قواعد اصولیہ کے مطابق اجتہاد کرنے کی اجازت وتعلیم دی اس کا وقوع اور ان سے مستفاد -----
- ۱۰۷ -----
- ۱۰۸ ----- حدیث معاذ میں سنت کے بعد اجماع کا ذکر نہ ہونے کی وجہ
- استنباط واستخراج مسائل کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ اجتہاد کے اہل تھے اس بارے میں حدیث اور اس سے نکلنے والے نتائج -----
- ۱۱۲ -----
- ۱۱۳ ----- عہد رسالت مآب ﷺ میں اجتہاد کی تشریحی حیثیت
- ۱۱۴ ----- حقیقت وفات نبی ﷺ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد و اختلاف
- ۱۱۴ ----- تدفین رسول ﷺ وخلافت رسول ﷺ کے مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف
- ۱۱۷ ----- عہد خلافت راشدہ میں اصول فقہ (۴۱ھ-۱۱ھ)
- ۱۱۷ ----- عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں شرعی مسائل کی تحقیق کا اسلوب
- ۱۱۹ ----- عہد فاروقی میں مسائل کی تحقیق کا شرعی اسلوب
- شبلی نعمانی کی رائے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قیاس کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری کو بھیجے گئے خط کے بارے میں بعض مسلمان ومستشرق مفکرین کی آراء اور ان کا تحقیقی تجزیہ -----
- ۱۲۲ ----- بعض معاملات کے حل کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف استدلالات اور پیش نظر اصول استنباط
- ۱۲۴ ----- اس بارے میں بعض مفکرین کی آراء
- ۱۳۳ ----- عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشا و ارتقاء (۴۱ھ-۱۳۲ھ)
- ۱۳۳ ----- عہد تابعین میں اصول فقہ (اجتہاد و استدلال)
- ۱۳۳ ----- دوسری صدی ہجری کے وسط تک اصول فقہ پر کام کی رفتار کا جائزہ
- ۱۳۴ ----- عہد تابعین کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار

۱۳۷	عہد عباسی کے اصولین اور ان کی اصول فقہ میں خدمات کا تاریخی تحقیقی تجزیہ (عہد عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)	فصل چہارم
۲۰۳	عہد عباسی کے اصولین اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ (پانچویں صدی ہجری کے آغاز سے سلطنت عباسیہ کے زوال تک)	فصل پنجم
۲۰۳	دینی و سیاسی صورتحال کا مختصر جائزہ	
۲۰۴	سقوط بغداد کے بعد اسلامی دنیا کی حالت پر ایک نظر	
۲۰۶	تقلیدی رجحان کی عکاسی پر دو کتابوں کے اسالیب سے مثالیں	
۲۰۶	چھٹی صدی ہجری کے بعض اصولین اور ان کی علمی مراکز پر ایک طائرانہ نظر	
۲۸۹	تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	باب دوم
۲۹۱	ساتویں صدی ہجری کے اصولین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	فصل اول
۳۹۷	آٹھویں صدی ہجری کے اصولین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	فصل دوم

فہرست مضامین حصہ دوم

فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک

۴۹۱	حصہ دوم : فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک	
۴۹۳	فصل سوم : نویں صدی ہجری کے اصولین اور ان کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	
۴۹۳	نویں صدی ہجری میں سیاسی اور علمی و دینی حالات پر ایک طائرانہ نظر	
۵۳۹	فصل چہارم : دسویں صدی ہجری کے اصولین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	
۵۳۹	دسویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر	
۵۶۵	فصل پنجم : گیارھویں صدی میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ	
۵۶۵	گیارھویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر	
	فصل ششم : بارھویں، تیرھویں اور چودھویں صدی میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	
۵۸۹		

۵۸۹	بارہویں، تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں علمی، دینی و سیاسی حالت پر ایک طائرانہ نظر	
۵۹۱	بارہویں صدی ہجری کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	
۶۰۹	تیرہویں صدی ہجری کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	
۶۳۵	چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی کتب کا مختصر تعارف	
۶۵۱	منتخب فقہی مذاہب کا تعارف و نشا و ارتقاء	باب سوم :
۶۵۳	حنفی مذہب اور اس کا نشا و ارتقاء	فصل اول :
۶۸۱	مالکی مذہب اور اس کا نشا و ارتقاء	فصل دوم :
۶۹۳	شافعی مذہب اور اس کا نشا و ارتقاء	فصل سوم :
۷۰۵	حنبلی مذہب اور اس کا نشا و ارتقاء	فصل چہارم :
۷۱۷	اہل سنت کے متروک مذاہب اور ان کا نشا	فصل پنجم :
۷۲۷	مذاہب شیعہ اور ان کا نشا و ارتقاء	فصل ششم :
۷۳۹	احکام شریعت کے ماخذ	باب چہارم :
۷۴۱	احکام شریعت کے منفق علیہ ماخذ	فصل اول :
۷۴۱	الکتاب	
۷۴۹	السنۃ	
۷۵۷	الاجماع	
۷۶۵	القیاس	
۷۷۵	احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ	فصل دوم :
۷۷۵	استحسان	
۷۸۵	مصالح مرسلہ/استصلاح	
۷۹۳	استصحاب	

۷۹۷	سد الذرائع
۸۰۴	عرف و عادت
۸۰۸	قول / مذہب صحابی
۸۱۱	شرائع من قبلنا
۸۱۷	خلاصہ (نتائج)
۸۱۹	
۸۲۳	۱۔ فہرست آیات قرآنیہ
۸۳۱	۲۔ فہرست احادیث مبارکہ
۸۳۷	۳۔ فہرست شخصیات
۸۷۵	۴۔ فہرست مصادر الکتاب
۹۰۹	۵۔ فہرست فرق، اہم و قبائل
۹۱۷	۶۔ فہرست اماکن
۹۳۵	فہرست مراجع التحقیق

فہارس :



مقدمہ

زیر نظر مقالہ کا موضوع تحقیقی کے لئے اس وجہ سے منتخب کیا گیا کیونکہ اصول فقہ کے مرحلہ وار عہد بہ عہد تاریخی ارتقاء اور اصولیین کی خدمات پر تحریر و تدوین و تحقیق کے حوالے سے اب تک کوئی قابل ذکر کام نظر سے نہیں گزرا۔ متقدمین نے جتنی کتابیں فن اصول فقہ پر لکھیں تقریباً وہ سب قدیم اصطلاحات و اسلوب پڑنی ہیں، جن کی زبان و بیان کے لحاظ سے نہایت اداق ہونے کے سبب عوام تو کجا خواص بھی ان سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے بہت سے مؤلفین نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سہل اسلوب کو اپنایا۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کو تفصیلاً تاریخی نقطہ نظر سے بیان کرنے کی طرف توجہ مرکوز نہیں کی۔ متقدمین میں تو اس کا رواج نہیں تھا کہ اصولیین اور ان کی خدمات کو علیحدہ سے عہد بہ عہد تاریخی تناظر میں پیش کیا جائے۔

دور حاضر کے مؤلفین^۱ اپنی کتاب کے مقدمہ کے ابتدائی چند اوراق میں تاریخ اصول فقہ بیان کرتے ہوئے اصولیین اور ان کی بعض کتب کا اشارہ تذکرہ کر دیتے ہیں مگر فن اصول فقہ کے نشا و ارتقاء، عہد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ، عہد بنو امیہ و عہد بنو عباسیہ اور پھر دور حاضر تک یہ فن کن تاریخی ادوار سے گذر کر ہم تک پہنچا اور یہ کہ ہمارا حال کس طرح ہمارے ماضی سے مربوط ہے اس بارے میں ہمیں کسی کتاب کا علم نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) نے طبقات الاصولیین^۲ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی جو اب مفقود ہو چکی ہے۔ دور حاضر کی چند کتابوں کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔ جن میں اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تذکرہ ملتا ہے :

- ۱۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین لعبد اللہ مصطفیٰ المرغنی
- ۲۔ کتاب اصول الفقہ تاریخہ و رجالہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان
- ۳۔ معجم الاصولیین لدکتور محمد مظہر بقا
- ۴۔ اصول الفقہ نشاتہ و تطوره و الحاجۃ الیہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان
- ۵۔ دراسۃ تاریخیۃ للفقہ و اصولہ و الاتجاہات التی ظہرت فیہما لمصطفیٰ سعید الخن
- ۶۔ علم الاصول تاریخا و تطور العلی الفاضل القانینی النجفی

تفصیلات کے لئے دیکھیے :

۱۔ اصول فقہ، مقدمہ : محمد ابو زہرہ قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۹۷ء اور مقدمہ ابو جنید فی اصول الفقہ عبد الکریم زبیران۔ لاہور فاران

۲۔ الفتح المبین۔ فی طبقات الاصولیین، عبد اللہ مصطفیٰ المرغنی، مقدمہ ص ۱۰، بیروت، مجامعین درج سنہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

مگر فرسوس یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتب یا تو بہت مختصر ہیں یا ان میں فن اصول فقہ پر زیادہ اور تاریخ اصول فقہ پر کم بحث کی گئی ہے یا سابقہ کتاب کی کچھ اضافے و تبدیلی کے ساتھ نقل ہے۔ مثلاً شیخ المرآئی کی کتاب ”الفتح العسین“ اصولیین اور ان کی خدمات کے بارے میں ایک ابتدائی کوشش تھی مگر اس کتاب میں غلطیاں تھیں جن میں سے بعض کی طرف دکتور شعبان نے متوجہ کیا اور ان کی تصحیح کی المرآئی نے اپنی اس کتاب میں بحذف تکرار تین سو پچاسی (۳۸۵) اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا ذکر کیا اور مقدمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس پر مزید کام کی گنجائش ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

”نرجو ان یاتى بعدنا من يستوعب رجال الاصول استيعابا تاما اذ لنا لاندعى الاحاطة“

بجميع الرجال كما لاندعى العصمة عن الخطأ و التقصير“

ترجمہ : ”یقیناً ہمارے بعد اصول فقہ پر کام کرنے والے لوگ اس کام کو شرح و سطر کے ساتھ انجام دیں گے اور ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے تمام اصولیین کا احاطہ کر لیا ہے، اور نہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا کام ہر قسم کی غلطی اور کمی سے پاک ہے۔“

دکتور شعبان اسماعیل نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے رجال الاصول پر کتاب تالیف کی لیکن دکتور مظہر بقا کے قول کے مطابق انہوں نے المرآئی کی بعض اغلاط کی تصحیح تو کر دی لیکن وہ خود بھی کئی غلطیاں کر گئے اور یہ کہ انہوں نے الفتح العسین میں مذکور اصولیین میں سے سوائے چھبیس (۲۶) کے سب ذکر کر دیئے اور ان میں انیس (۱۹) اصولیین کا اضافہ بھی کیا۔ اس طرح مذکورہ الذکر ابتدائی دونوں کتابوں میں مجموعی طور پر چار سو چار (۴۰۴) اصولیین کا ذکر آیا ہے۔ بعد میں دکتور مظہر بقا نے اس کی کوپورا کرنے کی غرض سے معجم الاصولیین کے نام سے کتاب تالیف کی مگر وہ اب تک نامکمل ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا دیگر کتب میں جزوی طور پر اصولیین اور ان کی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ کسی نے بھی کتاب کے مشتملات، مناجح اور مختلف ادوار میں اس سے متعلق کام کی تفصیلات کا ذکر نہیں کیا۔

ان مذکورہ باتوں کی بناء پر اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ بحیثیت فن اصول فقہ کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ نئے اسلوب میں پیش کیا جائے اور مزید یہ دیکھا جائے کہ یہ فن کن تاریخی ادوار سے گذر کر ہم تک پہنچا۔ اس مقالہ میں تاریخ اسلام کے پہلے اصولی یعنی حضور اکرم ﷺ سے لے کر چودہویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی خدمات کا حتی الامکان احاطہ کیا گیا ہے۔ مقالہ کو چار ابواب پر اور ہر باب کو چند فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے جن کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

پہلا باب اصول فقہ کے نشا و ارتقاء میں ہے جو پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل میں اصول فقہ کا مفہوم موضوع، استمداد، حکم، فائدہ اور اوضاع کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان کا تقابلی، تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مختلف مناجح اور امتیازی خصوصیات کو بہان کیا گیا ہے۔

تیسری فصل..... میں عبد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ اور عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کے نشا و ارتقاء کو بیان کیا گیا ہے۔

چوتھی فصل..... میں عہد عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی تناظر میں احاطہ کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل..... میں پانچویں صدی ہجری کے آغاز سے سلطنت عباسیہ کے زوال تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرا باب..... اس میں تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے جو چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ساتویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

تیسرا باب..... منتخب فقہی مذاہب کے تعارف اور ان کے نشا و ارتقاء میں ہے۔ یہ باب چھ فصلوں پر مشتمل ہے اس میں حنفی، مالکی، شافعی و حنبلی مذاہب کے علاوہ اہل سنت کے بعض متروک مذاہب اور شیعہ مذاہب کا نشا و ارتقاء بھی شامل ہے۔

چوتھا باب..... شریعت کے ماخذ میں ہے جو مندرجہ ذیل دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں احکام شریعت کے متفق علیہ اور دوسری فصل میں شریعت کے مختلف فیہ ماخذ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ مختلف فیہ ماخذ میں منتہین و منکرین کے دلائل بیان کرنے کے بعد ان کا تقابلی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

راقم نے اپنے اس علمی و تحقیقی سلسلہ میں یہاں کئی اصول قائم کئے ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل صراحت کے متقاضی ہیں :

- ۱۔ ہم نے شخصیات کی علم اصول فقہ میں مشغولیت و تدریس و تصنیف اور اصولی خدمات کو پیش نظر رکھا ہے۔
- ۲۔ راقم نے اس مقالہ کو اصولیین کی ہجری تاریخ و وفات کی زمینی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ تاریخ و ولادت معلوم ہونے کی صورت میں اسے بھی نام کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ مقالہ میں اصولیین کے نام کے مشہور حصے کے بیان پر اکتفاء کیا ہے جبکہ مکمل نام کا حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اصولیین کی جائے ولادت و وفات اور عیسوی تاریخ کو بھی ممکنہ صورت میں حواشی میں بیان کر دیا گیا ہے۔
- ۳۔ اصولیین کا مسلک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ) معلوم ہونے کی صورت میں نام کے ساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے۔

- ۴۔ راقم نے اصول فقہ کی بعض منتخب کتابوں کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے جس میں اس کتاب کے اسلوب، اہمیت، محاسن و معائب اور مختلف ادوار میں اس پر لکھی جانے والی کتب (شروح، حواشی، تعلیقات، محاضرات، نظم، نشر وغیرہ) کا مؤلفین کی تاریخ وفات کی جبری زہنی ترتیب پر وہیں ذکر کر دیا ہے اور تفصیلات کا علم ہونا جانے کی صورت میں انہیں اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔
- ۵۔ کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مختلف طباعتوں اور اس پر تحقیقی کام اور اس کے مخطوطے یا نسخے کی کسی جگہ موجودگی کا علم ہو سکا ہے تو اسے ذکر دیا ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے ایران اور مصر کا سفر کیا، کئی ماہ تک اسی مقصد سے قیام مصر میں جامعہ الازہر کے اساتذہ سے بالعموم اور کتب خانوں کو چھانا اور اس فن کے اساتذہ بالخصوص سابق شیخ الجامعہ الازہر شیخ فتاح شیخ اور صلاح زیدان وغیرہ سے تعلیم، مشورہ و رہنمائی حاصل کی۔
- ۶۔ مقالہ میں اختصار کو پیش نظر رکھا اور غیر ضروری طوالت سے گریز کیا اور تعارف میں صرف اصولی، فقیہ، مجتہد، عارف، عالم وغیرہ کے الفاظ پر اکتفاء کیا ہے۔
- ۷۔ صرف ان اصولیین کا ذکر کیا جن کی تاریخ وفات کا علم ہو سکا۔
- ۸۔ راقم کو یہ اعتراف ہے کہ اصولیین کی خدمات کے سلسلے میں یہ تحقیقی کام حرف آخر نہیں ہے۔ ابھی بہت سے گوشے ایسے نکل سکتے ہیں جن پر کام کی گنجائش ہے۔ میں نے ان کوششوں کو آئندہ محققین کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ امید ہے کہ میرا یہ مقالہ آئندہ کے محققین کے لئے رہنمائی کا کام انجام دے گا۔



باب اول

اصول فقہ کا نشأ و ارتقاء

- فصل اول : اصول فقہ کا مفہوم، موضوع، استمداد، حکم، فائدہ و واضح
- فصل دوم : علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مناج
- فصل سوم : عہد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ اور عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشأ و ارتقاء
- فصل چہارم : عہد عباسی کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ
(عہد عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)
- فصل پنجم : عہد عباسی کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ
(پانچویں صدی کے آغاز سے دولت عباسیہ کے زوال تک)

اصول فقہ کا مفہوم اور اس کا تحقیقی جائزہ

علم اصول فقہ کی حقیقت..... "اصول الفقہ" کا کلمہ علوم شرعیہ میں سے ایک مخصوص علم کا نام ہے اور یہ کلمہ ایک مخصوص علم کا نام بننے سے پہلے دو الفاظ سے مرکب اضافی تھا۔ اس کا پہلا لفظ "اصول" مضاف اور دوسرا "الفقہ" مضاف الیہ ہے۔ جس طرح کہ عبد اللہ وغیرہ کے مرکب کلمات ایک مخصوص شخص کا نام بننے سے پہلے مرکب اضافی تھے۔ مرکب اضافی ہونے کی بناء پر "اصول الفقہ" کا ہر جزء الگ معنی پر دلالت کرتا ہے پھر اس کو ایک خاص نئے معنی کی طرف منتقل کر کے ایک فن بمسمیٰ "اصول الفقہ" کا لقب و علم بنا دیا گیا تو یہ مرکب بطور مفرد مستعمل ہونے لگا۔ اب جس طرح لفظ "انسان" میں "ان" اور لفظ "زید" میں "زی" کے علیحدہ سے کوئی معنی نہیں اسی طرح لفظی تعریف میں ان کلمات کی علیحدہ سے کوئی حیثیت نہیں۔

اصولیین دو طرح سے اصول فقہ کے معنی یا تعریف بیان کرتے ہیں ایک اضافی اور دوسرے لفظی۔ اضافی معنی کی مراد اس وقت تک سمجھ نہیں آتی جب تک اس کے جزاء اول مضاف (اصول) اور جز ثانی مضاف الیہ (الفقہ) اور ان کے مابین پائی جانے والی اضافت کو بیان نہ کیا جائے۔ جبکہ لفظی معنی میں اس کے اجزاء کی توضیح سے صرف نظر کر کے علوم شرعیہ کے ایک فن کے طور پر اس کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

اصول فقہ کی اضافت کے اعتبار سے تعریف..... اس کے تحت "اصول الفقہ" کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں گے اور پھر اصولیین کے یہاں ان میں سے جس معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔

"اصول" کے لغوی و اصطلاحی معنی..... اصول جمع ہے اس کا مفرد "اصل" آتا ہے جس کے لغو اور اصطلاحاً کئی معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ اصل کے لغوی معنی مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ ما ینبئ علیہ غیرہ سواء کان البناء حسیا او عقلیا او عرفیا^۱ (جس پر کسی دوسری شے کی بنا کی جائے خواہ وہ بنا حسنی، عقلی یا عرفی ہو)۔ التفتیح والتوضیح میں ہے۔ الاصل ما یتنبئ علیہ غیرہ فلا یبناء شامل للابتناء الحسی وهو ظاہر والابتناء العقلی وهو ترتب الحكم علی دلیل^۲۔ اس میں صرف "ابتناء العقلی" یعنی حکم کو اس کی دلیل پر مرتب کرنے کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ یعنی دلیل حکم کے لئے اصل ہے اور حکم اس کے لئے فرع ہے۔

^۱ لسان العرب، جمال الدین محمد بن محمد بن کریم ابن منظور الافریق المصری متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹/۱ بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ، ۱۹۵۵ء۔ قاموس المحیط محمد الدین البغوی ذرا یادی ۳، ۳۲۸ میں اس کا معنی اعلیٰ مذکور ہیں۔ معرکتیہ التجاریہ الکبریٰ سنہ ۱۲۶۶ھ، ۱۹۹۶ء

^۲ التفتیح والتوضیح، صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود غنی متوفی ۲۷۷ھ، ۱۵/۱ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۳۱۶ھ، ۱۹۹۶ء

”نظم الورقات“ شیخ العریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ) نے فرمایا :

فالاصل ما علیہ غیر بنی - والفرع ما علی سوا ینبئہ لہ
اس میں انہوں نے فرع کی تعریف کا اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فرع ”بے جو کسی دوسری چیز پڑتی ہو۔“

سید علوی مالکی شرح نظم الورقات میں اس شعر کے تحت فرماتے ہیں : الاصل لغة : هو الشيء المحسوس او المعقول الذی ینبئ علیہ غیرہ کاصل الجدار الذی هو اساسہ لہ (لغت میں اصل اس محسوس و معقول شے کو کہتے ہیں جس پر کسی دوسری کی بناء رکھی گئی ہو۔ جیسے اصل الجدار وہ ہے جس پر اس (دیوار) کی بنیاد ہے)۔

تجزیہ :

ابو الحسن بصری معتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) نے بھی تقریباً اسی طرح کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا : ”هو ما ینبئ علیہ“ اور ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۳۶ھ) نے منتہی السؤل کے باب القیاس میں ”ما ینبئ علیہ غیرہ“ اور ”مالا یفتقر الی غیرہ“ کے الفاظ کے ساتھ دونوں لغوی تعریفیں بیان کیں اور کہا کہ دونوں تعریفیں درست ہیں مگر ساتھ یہ بھی کہا کہ ”خلافاً للحنابلہ والبصری“۔ (حنابلہ اور ابواسن بصری نے اس تعریف سے اختلاف کیا ہے) مگر ان میں سے کسی کی وجہ اختلاف بیان نہیں کی گئی۔ ہمارے خیال میں شاید اختلاف کی بنیاد یہ ہو کہ بیٹے کی بنیاد باپ پر ہوتی ہے مگر اہل عرب ”ان الولد ینبئ علی الوالد“ (بیٹے کی بنیاد باپ پر ہے) نہیں بولتے بلکہ فرع (اس کی فرع ہے) بولتے ہیں۔ اس لئے یہ تعریف دخول غیر سے مانع نظر نہیں آتی۔

۲۔ المحتاج الیہ (جس کی طرف احتیاج [ضرورت] ہو)

امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اھصول میں یہی معنی ذکر کئے ہیں۔

(تجزیہ) : درخت اپنے کمال میں پھل کا محتاج ہوتا ہے مگر پھل کو درخت کی اصل نہیں کہا جاتا اس لئے یہ معنی درست نہیں ہے۔ صاحب التفتیح والتوضیح نے امام رازی کے اس معنی پر شدید تنقید کی اور اسے غلط قرار دیا اور کہا کہ اس تعریف میں علت فاعلی، علت صوری، علت غائی اور وہ الات جن کی مدد سے کوئی چیز بنائی جاتی ہے، سب شامل ہو گئے ہیں کیونکہ فعل ان کا محتاج ہوتا ہے اور ان اشیاء کی مدد کے بغیر چیزیں نہیں بنائی جاسکتیں، حالانکہ ان تمام اشیاء کو کوئی اصل نہیں کہتا۔ لہذا یہ تعریف درست نہیں۔ ۵

۳۔ فایستند تحقق الشيء الیہ (کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جس چیز کی طرف رجوع ہو وہ اصل ہے)۔

سیف الدین المدنی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے الاحکام میں یہ معنی ذکر کئے ہیں۔ ۱۔

۱۔ تسہیل الطرقات فی نظم الورقات۔ شرف الدین یحییٰ بن بدر الدین العریطی شافعی۔ ص ۱۵۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۱۱ھ

۲۔ شرح تسہیل الطرقات۔ سید محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۵۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۱۱ھ

۳۔ منتہی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل۔ جمال الدین ابومرعثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی متوفی ۵۷۱ھ۔ ص ۱۲۳۔ مصر مطبعہ السعادیہ ۱۳۲۶ھ

۴۔ المحصول فی علم الاصول۔ محمد بن عمر بن الحسن الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، ۹/۱۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

۵۔ التفتیح والتوضیح۔ ص ۲۲-۲۱۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ

۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی المدنی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱۰/۱۔ بیروت، دارالفکر ۱۳۱۱ھ۔ ۱۹۹۲ء

۳۔ مامنہ الشنی (جس سے کوئی شئی نکلے)

امام اسنوی شافعی (متوفی ۶۷۷ھ) نے نہایت السول میں یہ معنی ذکر کئے ہیں۔^۱

(تجزیہ) اگر "اصل الشنی" وہ ہے جس میں سے کوئی چیز نکلے، تو ایک دس میں سے نکلتا ہے مگر ایک کے لئے دس اصل نہیں لہذا یہ معنی بھی درست نہیں ہیں۔

۵۔ منشا الشنی^۲ (کسی شئی کے پیدا ہونے کی جگہ)

اصولیین کے یہاں پہلے اور پانچویں معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ پانچ معنی کے علاوہ بھی اس کے مختلف معنی بتائے گئے ہیں مثلاً فقال شاشی نے کہا: "الاصل" ما تفرع عنہ غیرہ "و الفرع" ما تفرع عن غیرہ (اصل وہ ہے جس سے کوئی دوسری شئی تفرع ہو اور فرع وہ ہے جو کسی شئی سے تفرع ہو) علامہ الماوردی نے حاویہ میں فرمایا: "الاصل ما دل علی غیرہ و الفرع ما دل علی غیرہ"۔ صیرفی نے الدلائل میں لکھا: "کل ما اثر معرفة شئی، ونبہ علیہ فهو اصل له، فعلوم الحس اصل، لانها تنم معرفة حقائق الاشياء، واعدادہ فرع له"^۳

اصل کا مقابلہ اس کا مقابلہ فرع ہے جس کی تعریف ہے:

الفرع هو الشئی الذی یبنی علی غیرہ كفروع الشجرة لاصولها وفروع الفقه لاصولہ^۴

(فرع وہ شئی ہے جس کی اساس کسی اور پر ہو جیسے درخت کی شاخوں (فروع) کی بنیاد اس کی جڑ (اصول) پر ہے ایسے ہی فروع فقہ کی بنیاد اس کے اصول پر ہیں۔

اصطلاحی معنی لفظ "اصل" کے کئی اصطلاحی معنی بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے مشہور معنی مندرجہ ذیل ہیں:

اول الدلیل ۵

فقہ کی کتابوں میں اصل کا دلیل کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جب یہ بولا جاتا ہے کہ: "اصل هذه المسألة: الكتاب والسنة" تو اس کا مطلب ہوتا ہے: الدلیل هذه المسألة اور "الاصل فی وجوب الصلوة قوله تعالى و اقيموا الصلوة"^۱ تو مطلب ہوتا ہے: الدلیل فی وجوب الصلوة اور اسی طرح الاصل فی تحريم الزنى قوله تعالى ولا تقربوا الزنى^۲ کا مطلب ہوتا ہے: الدلیل فی تحريم الزنى۔

^۱ نہایت السول، جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۶۷۷ھ/۱۸۱۱ء بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۵-۱۹۸۳ء

^۲ حوالہ سابق ۳ مقدمہ الاشارة فی اصول الفقه۔ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد یوب الاندلسی القرطبی الباجی الذہبی

المالکی (۳۰۳ھ-۳۵۰ھ) ص ۳۷-۳۸ مکتبہ نزار صھطفی الباز طبع مانی ۱۳۱ھ-۱۹۹۷ء تحقیق عادل عبدالجود علی محمد عوض

^۳ شرح تسهیل الفرقۃ۔ محمد بن طلحہ مالکی۔ ص ۱۹۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۱ھ ۵ نہایت السول۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۶۷۷ھ/۱۸۱۱ء۔

بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۵-۱۹۸۳ء ۱ الحجج ۸۸ ۲ الاسراء ۳۳

ثانی..... الرجوع ۱

اس کی مثال یہ ہے کہ جب بولا جاتا ہے ”الاصل فی الکلام الحقیقة“ (کلام میں اصل حقیقت ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب قرینہ نہ ہو تو سامع کے لئے اس کے حقیقی معنی ترجیحاً مراد ہوں گے نہ کہ مجازی معنی۔ اور اسی طرح جب قرآن و قیاس باہم متعارض ہوں تو کہا جاتا ہے فالقرآن اصل بالنسبة للقیاس (قرآن بہ نسبت قیاس کے اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قرآن کو قیاس پر ترجیح ہوگی۔

ثالث..... القاعدة / القاعدة المستمرة / القاعدة الكلية ۲

رسالت مآب ﷺ کے فرمان لا ضرر ولا ضرار ۳ (بہ نقصان پہنچاؤ اور نہ اٹھاؤ) کے بارے میں کہا جاتا ہے فہذا القول اصل من اصول الشریعة (یہ قول شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قاعدة من قواعدہا (اس کے قواعدوں میں سے ایک قاعدہ ہے)۔

جب کہا جاتا ہے کہ: ”اباحة المینة للمضطر علی خلاف الاصل“ تو اس کا مطلب ہوتا ہے ”علی خلاف القاعدۃ الكلية الشریعة“ (حالت اضطرار میں مردار کھانے کی اباحت خلاف الاصل ہے یعنی شریعت کے عام قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے)

اور جب کہا جاتا ہے کہ ”الاصل ان الامر المجرد عن القران يقتضی الوجوب وان النهی عن القران یقتضی التحريم“ (امر جب قرآن سے خالی ہو تو وجوب کا تقاضہ کرتا ہے اور نہی جب قرآن سے خالی ہو تو تحريم کا تقاضہ کرتی ہے) یہ ایک اصل یعنی قاعدہ ہے۔

رابع..... الصورة المقیس علیہا ۴ (ایسی صورت جس پر قیاس کیا جائے)

مثلاً جب کہا جاتا ہے: التالف للوالدین اصل یقاس علیہ الضرب فی الحرمة بجماع الایذاء فی کل (والدین کو مارنے کی حرمت کے بارے میں تالف کا حکم اصل ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تالف کے حکم پر قیاس کر کے جمیع ایذاء کی حرمت کا حکم لگایا گیا ہے۔

خامس..... الاصل بمعنی المستصحب ۵

جب کہا جاتا ہے کہ ”الاصل فی الاشیاء اباحة“ (اشیاء میں اصل اباحت ہے) یا ”والاصل فی الاتمان البراءة“ (انسان کی اصل برأت ہے) یعنی انسان اس وقت تک متہم متصور نہیں ہوگا جب تک اس کے خلاف تہمت دلیل سے ثابت نہ ہو جائے۔

۱۔ اصول الفقہ۔ بدران، ابوالعینین ص ۲۲، مردار العارف ۱۹۶۵ء، نہیہ۔ الرسول، امام اسنوی شامی متوفی ۶۷۷ھ۔ ۱۹۱ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء ۲۔ حوالہ سابق ۳۔ سنن ابن ماجہ۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، ابواب الاحکام۔ باب من بنی حقہ ما یضر بجارہ ۴۔ اصول الفقہ محمد زکریا البردوسی ص ۲۳۔ دارالافتاء ۱۹۸۵ء، نہیہ۔ الرسول، امام اسنوی شامی متوفی ۶۷۷ھ۔ ۱۹۱۱ء، اصول الفقہ، بدران، ابوالعینین ص ۲۲۔ ۵۔ اصول الفقہ۔ بدران، ابوالعینین ص ۲۲۔ مردار العارف ۱۹۶۵ء

اسی طرح جب کہتے ہیں: ”من يتقن الطهارة وشك في الحدث فلا يصل الطهارة ای المستصح وهو الطهارة“ (جس شخص کو با وضو ہونے کا یقین ہو اور بے وضو ہو جانے کا شک ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ ناصح یعنی اپنی با وضو حالت پر ہے)

اصل کے ان مذکورہ معانی میں سے اضافت کے وقت اصطلاح اصولین میں پہلے معنی مراد ہوتے ہیں تو اس طرح لفقہ کے معنی ”ادلة الفقه“ ہوئے اور ابھی ذکر کیا گیا کہ فقہاء کے یہاں بھی یہ معنی زیادہ مشہور و مستعمل ہیں: ”اصل الحكم من الكتاب اية كذا من السنة حديث كذا“ تو مطلب ہوتا ہے اس حکم کی کتاب و سنت سے دلیل یہ ہے۔ اصول الفقہ“ کی ترکیب میں ایک شبہ کا ازالہ..... شرف الدین العربی نے اپنی نظم میں ایک نکتہ کی توجہ دلائی۔ وہ فرماتے ہیں:

هاك اصول الفقه لفظا لقبا للفن من جزائين قد تركبا

الاول الاصول ثم الثانی الفقه و الجزان مفردان ۱

شارح علوی مالکی دوسرے شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”لما الجزء الاول لفظ الاصول واما الثانی لفظ الفقه مفردان ای غیر مرکب فالمراد

بالافراد هنا ضد التركيب لا ضد التشبيه والجمع فان لفظ الاصول جمع كما لا يخفى“ ۲

(پہلا جزء لفظ اصول ہے اور دوسرا لفظ الفقه ہے۔ اور یہ دونوں اجزاء (اصول اور فقہ) مفرد ہیں یعنی مرکب نہیں ہیں۔

یہاں افراد سے مراد ترکیب کی ضد ہے۔ تشبیہ و جمع کا مقابل نہیں تو یہ کہ لفظ الاصول جمع ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے)۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ”اصول“ جمع ہے اور ”الفقه“ واحد ہے اس لئے یہ ترکیب عدم مطابقت کی وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتی ہے تو اس کے جواب میں کہا کہ لفظ ”الاصول“ ظاہراً جمع ہے مگر لغوی ترکیب کے اعتبار سے مفرد ہی ہیں۔

”الفقه“ کے لغوی و اصطلاحی معنی..... اصول الفقه کے دوسرے جزء ”الفقه“ جو مضاف الیہ ہے اس کی لغوی و اطلاعی معنی اور ان کی تشریح سے قبل لغت کے اعتبار سے لفظ ”الفقه“ کا اعراب جاننا ضروری ہے۔ اس لئے مختلف ارباب کی مناسبت سے اس کے معنی مندرجہ ذیل ہیں لغت کے اعتبار سے فقہ باب سماع یسمع معنی جاننا اور فقہ باب رسم یکرم معنی فقیہ ہو جانے اور دونوں طرح درست ہے۔ لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے:

وَلَفَقَهُ فِقْهًا بِمَعْنَى عِلْمٍ عِلْمًا..... وَوَقَدَ فِقْهًا فِقْهًا وَهُوَ فِقْهِيَةٌ مِنْ قَوْمِ فِقْهَاءَ ۳

”الفقه“ کے لغوی معنی..... الفقه کے لغوی معنی کے بیان میں لغویین اور اصولین کی مختلف و متعدد آراء ہیں۔

۱ تسهیل الطرقات فی نظم الوردات۔ شرف الدین العربی شافعی۔ ص ۱۰۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۸۱ھ

۲ شرح تسهیل الطرقات۔ محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۰

۳ لسان العرب۔ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ۔ ۵۲۲/۱۱۳۔ بیروت دار صادر ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء

۱۔ فہم غرض المتکلم من کلامہ^۱ (متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ جانا)

ابو الحسن معتزلی نے "المعمد" میں اور پھر ان کی پیروی کرتے ہوئے امام رازی نے الحصول میں فقہ کے یہ معنی ذکر کئے ہیں۔ مگر اس تعریف سے اتفاق کرنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ پرندوں کی بولی سے ان کی غرض سمجھ جانے کے باوجود اسے فقہ نہیں کہا جاسکتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: وان من شئیء الا یسبح بحمدہ ولكن لا تفقہون تسبیحہم^۲ (اور اس کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے)۔ اس آیت مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متکلم کی غرض سمجھ نہ آنے پر بھی فقہ کا لفظ استعمال کیا۔ اگر فقہ کے معنی میں متکلم کی غرض جان لینا ضروری ہوتا تو متکلم کی غرض سمجھ نہ آنے پر فقہ کا لفظ یہاں مستعمل نہ ہوتا۔

۲۔ فہم الاشیاء الدقیقة^۳ (اشیاء دقیقہ کے نہم کا نام فقہ ہے)

اور اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ اہل عرب "فقہت کلامک" (میں نے تمہارے کلام سے اغراض و اسرار کو سمجھ لیا) تو استعمال کرتے مگر وہ یہ نہیں بولتے کہ "فقہت ان السماء فوقنا" (میں نے جان لیا کہ آسمان ہمارے اوپر ہے) کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آسمان ہمارے اوپر ہی ہوتا ہے اور اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی وقت فہم نہیں پائی جاتی۔ یہ موقف اختیار کرنے والے کہ لفظ فقہ دقیق شئیٰ کے ادراک پر دلالت کرتا ہے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وهو الذی انشاکم من نفس واحدة فمستقر ومستودع قد فصلنا الایات لقوم یفقیہون"^۴ (اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی۔ بے شک ہم نے تفصیل سے دلیلیں بیان کر دیں ان لوگوں کے لئے جو حقیقت کو سمجھتے ہیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: قالوا یشعیب ما نفقہ کثیرا مباحا تقول"^۵ (وہ بولے: اے شعیب ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو) کی اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ اس میں ادراک اسرار دعوت کی نفی مراد تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جو دعوت تم دے رہے ہو اس کے اسرار کو ہم نہیں سمجھ پارہے ہیں ورنہ ظاہر اتو وہ سمجھ ہی رہے تھے۔ اور "وان من شئیء الا یسبح بحمدہ ولكن لا تفقہون تسبیحہم" میں بھی یہی مراد ہے کہ ہر شئیٰ کی تسبیح کے اسرار کو اللہ جانتا ہے ورنہ ظاہراً تو معمولی عقل والا شخص بھی جانتا ہے کہ ہر شے کو اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔^۶

۱۔ المعتمد فی اصول الفقہ۔ ابو الحسن محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی متوفی ۳۳۶ھ۔ ۱۰۳۴ھ/۲۔ بیروت، دارالکتاب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔

۱۹۸۳ء۔ ان کے الفاظ ہیں: اما فی اللغۃ، فهو المعرفۃ مقصد المتکلم، بقول فقہت کلامک ای عرفت قصدک بہ۔

المحصول فی علم الاصول، امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ/۹۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

۳۔ نہایت السول۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۶۷۷ھ/۱۹۔ بحوالہ شرح المنہج لابن اسحاق شیرازی

۴۔ الموسوعۃ الفقہیہ/۱۱۔ ۱۲۔ ملخص، آئمہ۔ اجزاء، کویت، وزارت الاوقاف الشؤون الاسلامیہ، طبع ثانی ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء

رشید رضا مصری، محمد عبدہ کی تفسیر کے سیاق میں بیان کرتے ہیں :

” ذکر ت هذه المادة في عشرين موضعا من القرآن تسعة عشر منها تدل على ان المراد نوع

خاص من دقة الفهم والتعمق في العلم.....“^۱

(یادہ [فقدانے] جمع مشتقات کے ساتھ) قرآن کریم میں بیس مقامات پر آیا ہے جس میں سے انیس (۱۹) جگہ ایک

خاص قسم کے وقت ہم اور علمی گہرائی پر دلالت کرتا ہے۔)

۳۔ الفہم

لسان العرب میں فقہ کا معنی مطلقاً فہم کے بھی مذکورہ ہیں : والفقه في الاصل الفهم يقال : اوتى فلان فقهاً في الدين اى فهماً منه^۲ (فقہ اصل میں فہم مطلق کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں کو دین میں فقہ عطا کی گئی، یعنی اس کا فہم دیا گیا)۔ ابن قدامہ حنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) اور ابن اللخام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ) نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔^۳

یہاں فقہ کا معنی مطلقاً فہم کے ہیں خواہ مفہوم دقیق ہو یا نہ ہو اور وہ متکلم کی غرض جان کر ہو یا کسی اور ذریعہ سے ہو اور یہی معنی راجح ہیں۔ قرآن وحدیث سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے۔ چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

قرآن کریم سے بعض دلائل :

☆ ابن ما تکنونوا یدر حکم الموت فمال هؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثاً.^۴
(جہاں کہیں تم ہو گے تمہیں موت آئے گی..... تو اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے)۔

☆ قالوا یسعی ما نفقه کثیراً مما تقول .^۵
(وہ بولے اے شعیب ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو)۔

☆ تسبح له السموات السبع وان من شئی الا یسبح بحمده ولكن لا تفقہون تسبیحہم .^۶
مذکورہ بالا آیات قرآنیہ میں فقہ کے معنی مطلقاً فہم کے آئے ہیں اور لغوی اعتبار سے اس کی تخصیص پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

^۱ تفسیر النار الشیخ عبدہ۔ سید محمد رضا مصری نے سورۃ الاعراف کی آیت ۱۹ کے کلمات ”لهم قلوب لا یفقہون بها“ کے تحت کو ذکر کیا۔

^۲ لسان العرب۔ ابن منظور افریقی متوفی ۱۱۱۱ھ، ۸۹۱ھ، بیروت، دار صادر، ۱۳۷۲ھ۔ ۱۹۵۵ء

^۳ روضة الناظر و روضة السائل فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل۔ مؤلف الدین عبداللہ بن احمد قدامہ المقدسی (۵۴۱ھ-۶۲۰ھ) ص ۳۳، ۳۴، الطبعة الاستثنائیہ ۱۳۸۵ھ۔ ائقصر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل، علی بن محمد بن عباس بن شیبان الجعلی حنبلی، ابن اللخام متوفی ۸۰۳ھ

ص ۳۶ تحقیق محمد مظہر بقاء، مکہ، المکتبہ جامعہ الملک عبدالعزیز، ۱۹۸۰ء۔ ۱۳۰۰ھ

ک النساء: ۷۸ ۵ ہود: ۹۱ ۶ الاسراء: ۳۳

احادیث مبارکہ سے بعض دلائل..... لفظ فقہ اپنے جمیع مشتقات کے ساتھ صحاح ستہ، مسند دارمی، مؤطا امام مالک اور مسند احمد بن حنبل میں تقریباً ایک سو چار (۱۰۴) مقامات پر بخلاف تکرار آیا ہے۔ جن میں سے اکثر مقامات میں اسی مفہوم میں آیا ہے۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

☆ من یرد اللہ بہ خیراً یفقهہ فی الدین۔^۱

(اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔)

ایک موقع پر سرور کونین ﷺ صحابہ کرام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا :

☆ ان الناس لکم تبع وان رجلاً یاتونکم من الارض یتفقہون فی الدنیا فاذا اتوکم فاستوصوا بہم خیراً۔^۲

(لوگ تمہارے تبع ہیں کچھ لوگ تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے آئیں تو انہیں اچھی طرح فہمائش و نصیحت کرو۔)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

☆ والناس معادن خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا۔^۳

(لوگ کان کی مثل ہیں ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ بوجہ حاصل کر لیں۔)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے :

”اللہم علمہ الکتاب“^۴ اور ”فقہ فی الدین“^۵ اے اللہ ان کو کتاب کا علم اور اس کا فہم عطا فرما۔

علامہ سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے ”الاحکام“ میں فقہ کے انہی معنی کو اختیار کیا ہے۔^۶

۳۔ العلم والفہم :

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے المستصفیٰ میں فقہ کے لغوی معنی ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

والفقہ عبارة عن العلم والفہم فی اصل الوضع . یقال : فلان یفقه الخیر والشر .

ای یعلمہ ویفہمہ .^۷

^۱ المعجم المفہرس للفاظ الحدیث النبوی۔ ای ونسک پر فسنج۔ ۱۸۹/۵۔ ۱۹۲۔ مطبعہ بریل لندن ۱۹۶۹ء

^۲ الصحیح البخاری والمسلم : کتاب العلم ^۳ الجامع الترمذی : العلم

^۴ الصحیح البخاری۔ باب بدء الخلق، ابواب المناقب، باب قول اللہ تعالیٰ ”یا یہا الناس انا خلقکم من ذکر وانثی“ امام مسلم نے اس کو اپنی صحیح میں کتاب الفعائل میں حضرت یوسف کے فضائل میں بیان کیا۔

^۵ صحیح بخاری۔ باب قول النبی ﷺ ”اللہم علمہ الکتاب“۔

^۶ لسان العرب۔ ابن منظور لغزالی، متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹/۱، بیروت دارصادر، ۱۳۷۲ھ۔ ۱۹۵۵ء۔

^۷ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۹/۱، بیروت، دار الفکر، ۱۳۱۶ھ۔ ۱۹۹۶ء۔

^۸ المستصفیٰ۔ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، ۳/۱، کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۳۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

(اور فقہ اپنے اصل وضع کے اعتبار سے علم و فہم سے عبارت ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں خیر و شرکی فقہ رکھتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو جانتا اور سمجھتا ہے)۔

اس معنی پر قرآن کریم سے استدلال یہ آیت مبارکہ ہے: **و احصل عقدہ من لسانی یفقہوا قولی** ^۱ ای یعلموا المراد منه ویفقہومہ (اور کھول دے میری زبان کی گرہ کو تاکہ وہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں یعنی ان کی مراد کا علم و فہم پالیں)۔

کلمات ”اصول الفقہ“ کی تقدیم و تاخیر جمہور کا طریقہ و معمول رہا ہے کہ وہ جب اصول الفقہ کی اضافی تعریف کا ارادہ کرتے تو پہلے مضاف یعنی اصول کی تعریف بیان کرتے اور پھر مضاف الیہ یعنی ”الفقہ“ کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ اگر اس کے برخلاف پہلے مضاف الیہ (الفقہ) کو اور پھر مضاف (اصول) کا بیان و تشریح ہو تو بھی درست ہے۔ علامہ سیف الدین امدی نے ”الاحکام“ میں پہلے الفقہ اور پھر الاصول کو بیان کیا اور اس کے جواز کے بارے میں فرمایا:

”اصول الفقہ“ قول مؤلف من مضاف، هو الاصول ومضاف الیہ، هو الفقہ، ولن نعرف المضاف قبل معرفة المضاف الیہ، فلا جرم انه یجب تعریف الفقہ اولاً، ثم معنی الاصول ثانیاً۔ ^۲
 (”اصول الفقہ“ مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ایک قول ہے اور وہ ”الاصول“ اور ”الفقہ“ ہیں اور ہم مضاف الیہ کی معرفت حاصل کے بغیر ہرگز مضاف کو نہیں کریں گے اور الفقہ کی تعریف پہلے اور پھر ثانیاً اصول کے معنی بیان کرنے کے پابندی میں کوئی حرج نہیں ہے)

اہل حقیقت یعنی صوفیاء فقہاء اور اصولیین کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی مختلف ہیں۔ اہل حقیقت کے یہاں فقہ اصطلاحی یہ ہے کہ الجمع بین العلم والعمل لقول الحسین البصری انما الفقہ المعروض عن الدینا الزاهد فی الاحرۃ البصیر فی عیوب نفسہ ^۳ (فقہ علم و عمل کی جامعیت کا نام ہے۔ حضرت حسن بصری نے فقیہ کی تعریف میں فرمایا کہ فقہ وہ ہے جو دنیا سے روگردانی کرے، و آخرت سے رغبت رکھے، اپنے ذاتی عیوب سے باخبر ہو)۔ چونکہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں اس لئے اس پر مزید کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم فقہاء کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی کو کچھ تفصیل سے اور اصولیین کے یہاں اس کے معنی کو زیادہ تفصیل سے بیان کریں گے اور ان کا تحقیقی جائزہ لیں گے۔

فقہ کے اصطلاحی معنی:

فقہاء کے نزدیک ”فقہ“ کے اصطلاحی معنی اور اس کا تحقیقی تجزیہ:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار میں ہے: ”حفظ الفروع و اقلہ ثلث“ ^۴ (فقہ مسائل کے یاد رکھنے کا نام ہے اور حفظ مسائل کا کتر مرتبہ یہ ہے کہ تین مسائل یاد ہوں) اور پھر انہوں نے صاحب متن کی پیروی کرتے ہوئے کتاب ”الوصایا“ میں اس کے مفہوم میں پائی جانے والی وسعت کو یہ کہہ کر کچھ محدود کر دیا:

^۱ ط: ۲۸-۲۷ ^۲ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امادی شافعی متوفی ۶۳۶ھ، ۹/۱، بیروت دار الفکر ۱۳۷۱ھ۔ ۱۹۹۶م۔

^۳ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار۔ علاء الدین محمد بن علی محمد اصبہلی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، ۵/۱، کراچی ایچ ایم سعید کتب خانہ سنہ۔ ^۴ حوالہ سابق

”وعن ابی یوسف یدخلون اوصی بثلث ما لہ الی الفقہاء دخل منه من یدقق النظر فی المسائل الشرعیة وان علم ثلث مسائل مع ادلتها کذا فی الفنیة قال حتی قبیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیة“^۱

(اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ثلث مال کی فقہاء کے لئے اس وصیت میں صرف وہی داخل ہوگا جو مسائل شرعیہ میں دقیق نظر رکھتا ہو۔ اگرچہ تین مسائل کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو اور اسی طرح ”الغنیہ“ میں ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ کوئی ہزاروں مسائل (بلا اولہ) حفظ کر لے وہ اس وصیت میں داخل نہیں ہوگا۔)

فقہاء سے منقول فقہ کے اصطلاحی مفہوم کی بحث کا خلاصہ :

فقہ اصطلاحی کی بحث فقہ کی کتب میں کھری پڑی ہے اور اس پر مختلف ادوار میں مختلف انداز سے بحث کی گئی ہے جن کے فرادہ بیان کی ضرورت نہیں مگر ان کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جملہ تعریفات کا محور و موطن ہیں اور مندرجہ ذیل دو معنی میں سے کسی ایک پر فقیہ کا اطلاق ہوتا ہے :

اول..... فقیہ وہ ہے جو شریعت کے ان عملی احکام میں سے ایک طائفہ کا حافظ ہو جو کتاب و سنت میں واردہ ہیں یا جن پر اجماع ہو چکا ہے یا معتبر قیاس شرعی سے مستنبط ہیں یا کسی اور دلیل سے اولہ کی طرف راجع ہوں۔ چاہے یہ احکام اسے اولہ کے ساتھ یاد ہوں یا بغیر اولہ کے اور ان کے نزدیک اصولیین کی طرح فقیہ کا مجتہد ہونا بھی ضروری نہیں ہوتا..... اور جہاں تک فقیہ بننے کے لئے احکام کی ادنی مقدار (تین مسائل) کے حفظ ہونے کا تعلق ہے تو اب عرف میں یہ بات متروک ہو چکی ہے کہ جس کو بھی تین مسائل دلائل یا بغیر دلائل یاد ہوں اس کو فقیہ کا لقب دے دیا جائے ہم اپنا عرف خود مقرر کر کے کہہ سکتے ہیں کہ فقیہ کے لقب کا اطلاق صرف اس پر کیا جائے کہ جو فقہ کے منتشرہ ابواب سے حکم کا موطن اس حیثیت سے جانتا ہو کہ ضرورت پڑنے پر ان کی طرف آسانی سے رجوع کر سکے۔ قدیم عرف (تین مسائل کا حفظ) پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض اسلامی شہروں میں تو یہاں تک رواج تھا کہ وہ حافظ قرآن پر بھی فقیہ کا اطلاق کرتے خواہ وہ اس کا معنی بھی نہ جانتا ہو۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ فقیہ انفس کا اطلاق اسی پر ہوگا جو وسعت نظر و فکر اور قوی نفس و ادراک کا مالک ہونے کے ساتھ فقہی ذوق سلیم رکھتا ہو اگرچہ مقلد ہی کیوں نہ ہو۔

دوم..... اس کے دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ فقہ کا اطلاق احکام اور شریعت کے عملی مسائل کے مجموعہ پر ہو اور یہاں یہ اطلاق کرنا مصدر پر اطلاق کے قبیل سے ہوگا اور اس سے حاصل ہونے والا مقصد اسی طرح سے ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول : ”ہذا خلق اللہ“^۲ سے مخلوقہ مراد ہے۔^۳

اصولیین کے نزدیک فقہ کے اصطلاحی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ..... مختلف ادوار میں فقہ اصطلاحی کی مختلف تعریفیں ذکر کی گئیں ان مختلف ادوار میں اصولیین سے منقول فقہ اصطلاحی کے مطالعہ کے دوران ایک تاریخی تدریجی ارتقاء نظر آتا ہے۔ ہم اپنی بات کی وضاحت میں منتخب اور مختلف تعریفات ذکر کریں گے۔ ادا با امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منقول تعریف پہلے بیان کی جائے گی جو وسعت پڑی ہے اور پھر فقہ اصطلاحی کے دائرہ مباحث کی وسعت میں کمی آنے کے بعد کی

۱۔ الدر الختاری شرح تہذیب الاحصار، علاء الدین محمد بن علی محمد الحسکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، کتاب الوصایا۔ باب الوصیہ لایلا قارب وغیر ہم ص ۳۳۰۔

۲۔ لقمان : ۱۱

۳۔ کراچی ایچ ایم سعید کمپنی سنہ

الموسوعہ الفقہیہ - ۱۴۱۱ھ، ۱۵، کویت و وزارة الاداقاف و الشؤون الاسلامیہ، طبع ثانی ۱۴۰۲ھ - ۱۹۸۳ء

مختلف تعریفات ذکر کریں گے اور قاضی بیضاوی سے منقول تعریف پر مفصل کلام کریں گے۔ اس بحث کے آخر میں تحقیقی تجزیہ میں ان تعریفات سے حاصل ہونے والے نتائج اور ان میں پائی جانے والی قدر مشترک و مختلف کو زیر بحث لائیں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے: ”معرفة النفس مالها وما عليها“^۱ فقہ کی اس تعریف میں اعتقادات (علم الکلام) اور وجدانیات (علم تصوف) بھی شامل تھے اور اس کی اس بات سے بھی تائید ہو جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے علم کلام کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی تھی، جس کا نام ”الفقہ الاکبر“ رکھا۔ مذکورہ تعریف میں لفظ ”معرفة ادراک الجزئیات عن دلیل“ (دلیل سے جزئیات کے ادراک) کا نام ہے جو صرف مجتہد کو حاصل ہے تو معرفت کے استعمال سے تقلید خارج ہوگی۔

مالها وعلیها کے احتمالات

☆ ممکن ہے کہ مالها سے مراد ما ینتفع به النفس ہو جو ثواب کی صورت میں ہو اور ما علیها سے مراد ما ینتضر به فی الاخرہ ہو جو عتاب و عقاب کی صورت میں ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”لها ما کسبت و علیها ما اکتسبت“^۲ لہذا مکلف جو کام بھی کرے گا وہ ان چھ حالتوں سے خالی نہیں ہوگا۔ واجب، مندوب، مباح، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی یا حرام۔ ان میں سے ہر ایک کی دو دو طرفین ہیں۔ ایک میں اس کام کا کرنا اور دوسرے میں ترک اعدم فعل اس طریقے پر کل بارہ صورتیں بن جائیں گی۔ ان میں سے فعل واجب، فعل مندوب، مما ینتاب علیہ میں سے ہیں اور فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب، مما یعاقب علیہ میں سے ہیں اور باقی سات صورتیں لا ینتاب ولا یعاقب علیہ میں شامل ہیں۔

☆ ممکن ہے مالها سے عذاب کا نہ ملنا اور ما علیها سے عذاب کا ملنا تو پھر فعل حرام، مکروہ تحریمی اور ترک واجب، مما یعاقب علیہ میں سے ہو جائیں گے اور باقی نو صورتیں مما لا یعاقب علیہ میں سے ہوں گی۔

☆ ممکن ہے کہ مالها میں نفع سے ثواب اور ما علیها میں ضرر سے عدم ثواب مراد ہوں، تو پھر فعل واجب اور مندوب، مما ینتاب علیہ میں سے ہوں گے اور باقی دس صورتیں مما لا ینتاب علیها میں سے ہوں گی۔

واضح رہے کہ نفع سے مراد عدم العقاب پہلے جو صورتیں بیان ہوتی ہیں وہ بالواسطہ ہیں۔ وہ اس طرح کہ سات ان میں سے ایسی نکلتی ہیں جو لایتاب و لایعاقب علیہ میں سے تھیں اور جو صورتیں بعد میں بیان ہوئیں وہ بلا واسطہ ہیں۔

☆ ممکن ہے مالها سے مراد ما یجوز لها مراد ہلاؤ اس میں مذکورہ بالا صورتوں میں سے نو صورتیں داخل ہیں اور تین صورتیں یعنی فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب خارج ہیں۔ جبکہ فعل واجب، ترک حرام اور مکروہ تحریمی مما یوجب علیها میں داخل ہیں اور فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب دونوں قسموں (یعنی ما یجوز لها و یوجب علیها) سے خارج ہیں۔

^۱ شرح الفقہ الاکبر۔ ملاحظی قاری حنفی ستونی ۱۰۱۳ھ ص ۱۰۰، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

☆ ممکن ہے کہ ما لہا سے مایجوز لہا اور ما علیہا سے مایحرم علیہا مراد ہو، تو اس حالت میں بارہ کی بارہ صورتیں ان دونوں کو شامل ہو جائیں گی، وہ اس طرح کہ جو اس کے لئے جائز ہیں وہ مایجوز لہا میں اور جو ناجائز ہیں وہ مایحرم علیہا میں داخل ہیں۔ ان تمام احتمالات یعنی صورتوں میں سے جن میں درمیانی واسطہ نہیں پڑتا وہ مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔^۱

تعریف فقہ میں النفس سے مراد..... یہاں النفس کے دو معنی ہو سکتے ہیں :

(۱) رُوح و بدن کا مجموعہ۔ کیونکہ اکثر احکام کا تعلق بدن کے ساتھ ہے۔

(۲) یا اس سے مراد نفس انسانیت یعنی رُوح ہو۔ صرف رُوح مراد لینے پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ متکلمین کے نزدیک رُوح مجرد کاکوئی وجود نہیں۔ لہذا النفس سے صرف رُوح مراد لینا درست نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہاں مراد رُوح مجرد نہیں بلکہ وہ رُوح ہے جس نے بدن انسانی میں حلول کیا ہوا ہے۔ تو اس اعتبار سے فقط رُوح کا معنی مراد لینا بھی درست ہے کیونکہ افعال و اعمال کا تعلق اسی سے ہوتا ہے اور بدن اس کے لئے آلہ ہے۔^۲

اصحاب امام شافعی "اشاعرہ" نے یہ تعریف کی :

" العلم بالا احکام الشرعية العملية من ادلتها التفصيلية "

(شریعت کے عملی احکام کا ادلہ تفصیلیہ سے جانا فقہ ہے)۔^۳

امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے فرمایا :

" فی اصطلاح العلماء عبارة : عن الاحکام الشرعية العملية المستدل علی اعيانها ، بحيث

لا يعلم كونها من الدين ضرورة "۔^۴

امام رازی کی تعریف پر صدر الشریعہ کی تنقید..... صدر الشریعہ نے اس تعریف میں لا یعلم کونہا من الدين ضرورة کی قید پر تنقید کی اور اسے غیر ضروری قرار دیا۔^۵

علامہ سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے یوں تعریف کی :

الفقه مخصوص بالعلم الحاصل بجملة من الاحکام الشرعية الفروعية بالنظر والاستدلال .^۶

(فقہ احکام شرعیہ کلیہ سے نظر و استدلال کے ذریعے حاصل ہونے والے مخصوص علم کا نام ہے)

۱۔ التفتیح والتوضیح والتلویح۔ صدر الشریعہ، سعد الدین تفتازانی متوفی ۹۲ھ ص ۲۳۔۲۵۔ کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ

۲۔ التوضیح حاشیہ التلویح۔ حاشیہ نمبر ۵۸ ص ۲۹، کراچی میر محمد کتب خانہ

۳۔ التفتیح والتوضیح والتلویح۔ ص ۲۶، کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ

۴۔ المحصول فی علم الاصول۔ امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، ۱۰/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

۵۔ شرح التلویح علی التوضیح لمتن التفتیح۔ ص ۳۳۔۳۴، کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ

۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی متوفی ۶۳۱ھ، ۹/۱، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء

ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) نے ان کلمات کے ساتھ تعریف کی :

العلم بالاحكام الشرعية العملية من ادلتها التفصيلية بالاستدلال.^۱
(شریعت کے عملی احکام کا اولہ تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ جاننا فقہ ہے)

یہ تعریف اشاعرہ سے منقول تعریف کی مثل ہے اس میں صرف لفظ "لا استدلال" کا اضافہ ہے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ علم اللہ علم الرسول ﷺ، علم جبرائیل علیہ السلام اور علم عقلا، فقہ کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ ان کے علم کا حصول بلا استدلال نہیں ہوتا۔ صدر الشریعہ حنفی کی "بالاستدلال" کے اضافہ پر تنقید : صدر الشریعہ حنفی (متوفی ۱۲۷۷ھ) نے فرمایا : ولا شک الہ مکور (اور بلا شبہ وہ [لفظ الاستدلال] مکرر ہے) وہ اس طرح کہ اولہ تفصیلیہ سے بھی تو بغیر استدلال علم حاصل نہیں ہوتا تو دوبارہ اس کی تکرار بلا فائدہ ہے۔^۲

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۷۵ھ) نے یہ تعریف کی :

العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسب من ادلتها التفصيلية.^۳

اصول فقہ کے لفظی معنی بتانے کے بعد اس تعریف پر ہم مفصل کلام کریں گے۔

صدر الشریعہ حنفی (متوفی ۱۲۷۷ھ) نے ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) اور امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) وغیرہ کی تعریفات پر تنقید کرنے کے بعد ان کلمات کے ساتھ فقہ کی تعریف بیان کی :

بل هو العلم بكل احكام الشرعية العملية التي قد ظهر نزول الوحي بها والتي انعقد الاجماع عليها من ادلتها مع ملكة الاستنباط الصحيح منها.^۴

(فقدان تمام احکام شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام ہے جو پذیر و ردی ہمارے سامنے ظاہر ہوئے ہوں یا اولہ شرعیہ سے ان احکام شرعیہ پر صحیح نتائج کا استنباط کرنے کے ملکہ کے ساتھ ظاہر ہوئے ہوں)۔

صدر الشریعہ کی تعریف پر شارح علامہ تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) نے چار اعتراضات کئے اور پھر خود ہی ان کے جوابات بھی دیئے۔^۵

ابن اللحام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ) نے یہ تعریف بیان کی :

العلم بالاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية بالاستدلال.^۶

اصول فقہ کی اضافی تعریف کے تیسرے جزء "اضافت کو بیان کرنے کے بعد مذکورہ تعریفات کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

^۱ کتاب مختصر المنتہی الاصولی - جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی متوفی ۵۷۱ھ ص ۳- مصر قاہرہ مطبعہ کردستان

العلمیہ ۱۳۲۶ھ ۲ شرح التلویح علی التوضیح ص ۲۸- کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ

^۳ لہایۃ السؤل - جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ ص ۲۶۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ- ۱۹۸۳ء شرح

البدخش، محمد بن حسن البدخی، ۲۶-۲۵/۱، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ- ۱۹۸۳ء

^۴ التوضیح، صدر الشریعہ، ص ۳۶- کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ ۵ التلویح اخترازی، ص ۳۶- کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ

^۵ الخضر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل علی بن محمد علی بن عباس بن شیبان ابی حنبل، ابن اللحام متوفی ۸۰۳ھ ص ۳۱- تحقیق محمد

مظہر بقا، مکتبہ المدائن، عبدالعزیز ۱۹۸۰ء- ۱۴۰۰ھ

اصول الفقہ کے مابین ”اضافت“ کی مختصر تشریح : یہ ایک ظاہری جزء ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے مابین نسبت سے عبارت ہے۔ کیونکہ جب تک مضاف اور مضاف الیہ میں اضافت نہیں ہوگی ان کو باہمی طور پر مربوط کر کے مطلوبہ معنی حاصل نہیں کئے جاسکتے۔

اضافت اختصاص کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر مضاف اسم جامد ہو تو اختصاص مطلق کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ”حجر زید“ اور اگر مضاف اسم مشتق ہو تو مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ مشتق کے معنی میں اضافیت کے ساتھ اختصاص کا فائدہ ہوتا ہے، جیسے ”غلام زید“ میں غلام کو غلامیت کے معنی میں ”زید“ کے ساتھ اختصاص کا فائدہ ہوا۔

مذکورہ بالا تعریفات کا تحقیقی تجزیہ : فقہ کی تعریف میں معرفین کہیں احکام کو عملیہ کے وصف کے ساتھ متصف کرتے ہیں اور کہیں فرعیہ و فرعہ کے ساتھ یہ سب درست ہیں۔ عملیہ اس لئے کہ وہ احکام مکلفین کے اعمال سے متعلق ہوتے ہیں اور فرعیہ اس لئے کہ وہ ان احکام فقہیہ سے متفرع ہوتے ہیں جو اپنی صحت میں اللہ اور اس کی صفات اور اس کے رسول کے لائے ہوئے احکام کے سچ ہونے کے اعتقاد پر موقوف ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط تک توصل حاصل ہوتا ہے۔

موسوعہ جمال ناصر میں ”الفقہ عند الاصولیین“ کے تحت جو بحث کی گئی ہے اس کا خلاصہ مندرج ذیل ہے :

”جو کچھ وحی الہی سے رسالت مآب ﷺ پر قرآن و سنت میں احکام عملیہ کے بارے میں نازل ہوا کبھی ان احکام عملیہ کی دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہوتی ہے، اس قسم میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

اس کی صورتوں میں سے ایک صورت تو وہ ہے جو ضروری اور شعائر اسلام سے متعلق ہے۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ و حج کا وجوب وغیرہ اور دوسری صورت نظری ہے۔ اس کا حکم بھی نص کی طرح قطعی ہوگا وہ اجماع ہے۔

اگر کسی بارے میں اجماع ہو جائے تو وہ قطعی الثبوت ہے۔ کبھی احکام عملیہ کی دلیل ”قطعی الثبوت ظنی الدلالہ“ ہوتی ہے۔ کبھی ”ظنی الثبوت قطعی الدلالہ“ اور کبھی ظنی الثبوت ظنی الدلالہ ہوتی ہے :

ان میں سے اخیر الذکر تین میں اجتہاد ہو سکتا ہے اور ان سے مستنبط احکام ”ظنی“ اور ”اجتہادی“ ہوں گے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ پیش کی جاسکتی ہے : ”وامسحوا

برؤسکم“^۱ (اور اپنے سر کا مسح کرو)۔ یہ آیت (دلیل) مسح راس کے وجوب کے بارے میں ”قطعی الثبوت و قطععی الدلالہ“ ہے اور مسح راس کا حکم قطعی ہے۔ لیکن مسح راس کی مقدار کل یا ربع یا بعض کے

بارے میں اس کی دلالت ظنیہ ہے اور کسی بھی مقدار کو اختیار کرنا ظنی اور اجتہادی ہوگا۔“

اصولیین نے فقہ کے اصطلاحی معنی میں اس کے اسی معنی کے بجائے وصفی کا اعتبار کیا ہے یعنی مسائل و احکام کی معرفت کے بجائے استخراج، تفہیم اور استنباط کو لازم قرار دیا ہے اور پھر متقدمین اصولیین نے بالعموم اور متاخرین نے بالخصوص فقہ کی اصطلاحی تعریف میں وصفی معنی پر خوب بحث کی۔ مختلف ادوار میں مختلف الفاظ کے ساتھ تعریفات کی گئیں، آنے والوں نے کبھی سابقین سے منقول تعریفات کی کبھی تائید، تنقید و حذف و اضافہ کیا تو کبھی خود ہی کوئی نئی تعریف کر ڈالی۔

سابقین سے منقول تعریفات کے اسالیب کی درجہ بندی : سابقین سے منقول تمام تعریفات مندرجہ ذیل تین اسالیب میں سے کسی نہ کسی ایک طرز پر ضرور مٹی ہوتی ہیں۔

پہلا طریقہ : یہ جمہور اصولیین کا طریقہ ہے۔ اس کے مطابق فقہ کی تعریف ابو الاحقاق شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) کے اسلوب پر مٹی ہے جسے انہوں نے اپنی کتاب ”اللمع“ میں اختیار کیا۔ ان کے مطابق تعریف یہ ہے: ”ان الفقہ معرفة الاحکام الشرعیۃ النی طریقھا الاجہاد“ (فقہ احکام شرعیہ کی معرفت کا نام ہے جو اجتہاد سے حاصل ہوئی ہے)۔ دوسروں نے بھی اسی مفہوم کو پیش کرتے ہوئے فقہ کی یہ تعریف کی: ”انہ العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ بالاستدلال“ بعض بالاستدلال کے بجائے ”من ادلتھا التفصیلیۃ“ کہہ دیتے ہیں تو اس تعریف کے مطابق ذوات و صفات کا علم فقہ نہیں ہے، کیونکہ وہ احکام کا علم نہیں ہے اور احکام عقلیہ، حیہ، وضعیہ مثلاً حساب، ہندسہ، موسیقی اور نحو و صرف کے احکام کے علم کو فقہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کے احکام شرعی نہیں ہیں۔ اسی طرح اصول دین اور اصول فقہ کے احکام کے علم کو بھی فقہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کے احکام شرعیہ علمیہ ہیں، علمیہ نہیں اور استدلال کی قید سے علم جبریل علیہ السلام، علم رسول اللہ ﷺ اور علم مقلد غیرہ نکل گئے۔ عورتوں، بچوں اور عوام کو صلاۃ و صوم وغیرہ کے وجوب کا جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بغیر استدلال کے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی فقہ کی تعریف میں داخل نہیں اس اعتبار سے فقہ علم اجتہادی کا نام ہوا اور فقہیہ مجتہد کہلاتا ہے۔

دوسرا طریقہ : یہ وہ طریقہ ہے جس کو صدر الشریعہ حنفی نے اصول بزدوی میں منقول تعریف سے کچھ تصرف کے ساتھ نتیجہ میں بیان کیا اور ان الفاظ کے ساتھ فقہ کی تعریف کی: ”الفقہ بانہ العلم بکل الاحکام الشرعیۃ العملیۃ التی قد ظہر نزول الوحی بہا والی انعقد الاجماع علیہا من ادلتھا مع الملکۃ الاستنباط الصحیح منها“ اس تعریف کے مطابق فقہ کا معنی اس وقت ثابت ہوگا جب احکام شرعیہ عملیہ کا علم بلا واسطہ اس کے ادلہ سے حاصل ہو، چاہے ادلہ قطعہ ہوں یا ظنیہ۔

پہلے اور دوسرے اسلوب کی تعریفات میں فرق : پہلے اور دوسرے طریقہ میں فرق یہ ہے کہ دوسرے طریقہ میں پہلے کی طرح علم کے حصول میں استدلال یعنی اجتہاد کی شرط نہیں رکھی گئی بلکہ صدر الشریعہ کے یہاں استنباط صحیح کا ملکہ ہونا ضروری ہے۔ اب اس طریقہ کے مطابق فقہ وہ ہے جس میں اجتہاد کی اہلیت ہو، اگرچہ اس سے اجتہاد کا وقوع نہ ہوا ہو۔

تیسرا طریقہ : یہ وہ طریقہ ہے جس کو صرف ابن اہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) نے اپنی کتاب ”الحریر“ میں اختیار کیا۔ ان کے مطابق احکام شرعیہ کے صرف قطعی علم کا نام فقہ ہے اور احکام مظنونہ کے علم کو فقہ نہیں کہہ سکتے۔

تینوں اسالیب کی تعریفات کا فرق : تینوں اسالیب کے مطابق جو تعریفات کی درجہ بندی کی گئی ہے اس کا فرق اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے:

(۱) پہلے گروہ کے اصولیین نے ظلمات کے علم کو فقہ کہا۔

(۲) آخری گروہ نے کہا کہ فقہ کے علم کا اطلاق صرف قطعیات پر ہوتا ہے۔

(۳) جبکہ دوسرے درمیانی گروہ کے مطابق فقہ شریعت کے قطعی و ظنی دونوں طرح کے احکام کے علم کو شامل ہے۔

علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں شرح التقریر سے نقل کیا کہ ایک سے زائد متاخرین نے اس عموم کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی حق ہے۔ اور اس پر سلف و خلف کا عمل ہے مگر شارح نے سلف و خلف کے اس پر عمل ہونے کا جو دعویٰ کیا اس کی وافی میں تصدیق نہیں کی جاسکتی۔^۱

فقہ کی مجموعی تعریفات کی تاریخی ارتقائی تناظر میں مرحلہ وار درجہ بندی فقہ کی تعریف میں جو تبدیلیاں آتی رہیں اور مختلف ادوار میں اُس کی وسعت سے تنگی کی جانب رجحان کے سلسلہ کو تین تاریخی و ارتقائی مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ : یہ وہ ابتدائی زمانہ ہے جب فقہ شرع کا مترادف سمجھا جاتا تھا اور ہر اس شئی کی معرفت فقہ کی تعریف میں شامل تھی جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، خواہ اس کا تعلق عقیدہ، اخلاق یا جوارح کے افعال سے تھا۔ امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تعریف ”معرفة النفس مالها وما عليها“ میں اسی وسعت کو مد نظر رکھا۔ ان کی علم العقائد پر کتاب ”الفقه الاکبر“ کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ ان کے نزدیک فقہ تین اقسام پر مشتمل ہوگی، پہلی قسم ”الفقه الاکبر“ ہے۔ جو اعتقادات سے متعلق ہوگی کیونکہ اگر اعتقاد صحیح نہ ہوں تو بدنی اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں۔ دوسری قسم ”الفقه الاوسط“ ہے جس کا قلبی خلوص و نیت سے تعلق ہے کیونکہ جیسی نیت ہوگی ویسا ہی عمل کا ثمرہ ہوگا۔ تیسری قسم ”الفقه الاصغر“ ہے جو ظاہری اعضاء کے اعمال مثلاً رکوع، سجود وغیرہ سے متعلق ہے کیونکہ جب تک ان کا علم اور ان کی درستگی نہیں ہوگی، اعمال صحیح نہیں ہوں گے۔

دوسرا مرحلہ : یہ وہ زمانہ ہے جس میں فقہ کی تعریف میں پائی جانے والی وسعت میں کچھ تخصیص پیدا ہوگی۔ علم العقائد کی علیحدہ فن کی حیثیت سے بنیاد پڑگئی اور اسے علم العقائد، علم التوحید، علم الکلام اور علم اصول الدین کے ناموں سے موسوم کیا جانے لگا تو فقہ سے یہ علم خارج ہو گیا۔ اس دور میں فقہ کی تعریف اس طرح کی جانے لگی۔

العلم بالا حکام انفرعية الشرعية المستمدة من الادلة التفصيلية .

اس تعریف میں ماسوی الاصلیہ، سب فرعیہ ہیں۔ یعنی جو عقائد کے علاوہ ہیں وہ سب فرعیہ ہیں کیونکہ عقیدہ شریعت کی اصل ہے اور ہر شئی کی درستگی کا انحصار اسی کی درستگی پر ہے۔ یہ تعریف احکام شرعیہ عملیہ یعنی وہ جو جوارح کے ذریعہ انجام دیئے جاتے ہیں کو اور احکام شرعیہ قلبیہ مثلاً ریا، کبر، حسد، عجب کے حرام ہونے اور تواضع، دوسروں کی بھلائی کے حلال ہونے کو بھی شامل تھی۔

تیسرا مرحلہ : اس دور میں کی گئی تعریفات میں مزید تخصیص پیدا کر دی گئی اور آج تک اسی تخصیص پر عمل جاری و ساری ہے۔ اور اب اس طرح تعریف کی جانے لگی :

۱۔ موسوعہ جمال عبدالناصر فی الفقہ الاسلامی، ۱۰/۱۱۔ ۱۱، مصر قاہرہ وزارت الاوقاف ۱۳۸۱ھ

”الفقه هو العلم بالاحكام الشرعية الفرعية العملية المستمدة من الادلة التفصيلية“^۱

اس کے نتیجے میں احکام شرعیہ فرعیہ جن کا تعلق دل سے تھا وہ الگ ہو گئے۔ اور ان کا نام علم تصوف یا علم اخلاق پڑ گیا۔

اصول فقہ کے لفظی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ : اہل علم، اصول فقہ اور ان کی طرح کے علوم مثلاً فقہ وغیرہ کا اطلاق کبھی ان مسائل کلیہ پر کرتے ہیں جس میں اس کے موضوع کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔ اور کبھی ان کا اطلاق ان کے قواعد کے ادراک یعنی معرفت و تصدیق اور بھی ان قواعد کے مزاولہ اور کثرت غور و غوض سے حاصل ہونے والے ملکہ استخراج پر کرتے ہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی بھی علم کی تعریف مذکورہ تین معانی میں سے کسی ایک کے مطابق کی جاتی ہے مگر اصول فقہ واحد علم ہے جس کی تینوں معانی کے مطابق تعریف کی گئی ہے۔ اس کی دلائل سے وضاحت مندرجہ ذیل ہے :

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اصول فقہ کی یہ تعریف بیان کی :

اصول الفقه عبارة عن : مجموع طرق الفقه على سبيل الاجمال وكيفية الاستدلال بها وكيفية حال المستدل بها.^۲

سیف الدین الامدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے یہ تعریف کی :

اصول الفقه : هي ادلة الفقه وجهات دلالاتها على الاحكام الشرعية، وكيفية حال المستدل بها، من جهة الجملة لامن جهة التفصيل.^۳

(تجزیہ) : مذکورہ بالا دونوں تعریفیں پہلے معنی کے مطابق ہیں۔

ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۳۶ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی :

اماحده لقباً : فالعلم بالقواعد التي يتوصل بها الى استنباط الاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها التفصيلية.^۴

(اصول فقہ ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن سے احکام شرعیہ فرعیہ کا دلائل سے استنباط کرنا حاصل ہو۔)

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی :

اصول الفقه : معرفة دلائل الفقه اجمالاً وكيفية الاستفادة منها وحال المستفيد.^۵
(اصول فقہ فقہ کے اجمالی دلائل اور ان سے استفادہ کی کیفیت اور مستفید (مجتہد) کے حال کی معرفت کا نام ہے)

۱۔ موسوعہ الفقہیہ ۱۲/۱۳-۱۳، لخص، کویت، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ طبع ثانی ۱۳۰۳ھ-۱۹۸۳ء

۲۔ المحصول فی علم الاصول، محمد بن عمر بن الحسین الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، ۱۱/۱، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۸ھ-۱۹۸۸ء

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الامدی ابو الحسین علی بن ابی علی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱۰/۱، بیروت دارالفکر ۱۳۶۷ھ-۱۹۹۶ء

۴۔ شرح العبد علی مختصر ابن الحاجب، عبد الدین عبد الرحمن بن احمد الانجلی شافعی متوفی ۶۵۶ھ، ۱۸/۱، بصر مطبعہ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۶۶ھ

۵۔ نہایۃ السؤل، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن السنوسی شافعی متوفی ۶۷۷ھ، ۲۵/۱، ۲۳، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۳ء

ابن حاجب اور قاضی بیضاوی کی تعریفات کا تجزیہ: ابن حاجب اور قاضی بیضاوی کی تعریفیں دوسرے اور تیسرے معنی کے مطابق کی گئی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن حاجب کی تعریف میں علم اور بیضاوی کی تعریف میں معرفت کے الفاظ ہیں۔ دونوں کا اطلاق تصدیق اور اس ملکہ پر ہوتا ہے جس کا اس معنی میں ذکر کیا گیا ہے۔

اصول فقہ کی تعریف میں اختلاف کی وجہ: اصول فقہ کے لقیسی معنی میں اختلاف اس لئے نظر آتا ہے کہ مختلف اصولیین کے پیش نظر مذکورہ معانی میں سے کوئی نہ کوئی معنی رہتا تو اس کی روشنی میں وہ تعریفی کلمات کا انتخاب کرتے تو وہ خود بخود دوسرے معنی کے لحاظ سے کی گئی تعریف سے مختلف ہو جاتی اور ان کے نزدیک الفاظ کی یکسانیت سے زیادہ وہ معانی اہم ہوتے جس سے مقصد کا صحیح طور پر اظہار ہو سکتا تھا اسی لئے ایک ہی معنی کی مختلف تعریفات میں بھی الفاظ کے چناؤ میں فرق نظر آتا ہے۔ بہر حال تعریفات میں اختلاف کے باوجود اپنی اپنی جگہ درست تھیں اور معرفتین کی نیت پر کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا اور وہ سب قابل احترام ہیں۔

اصول فقہ کی لقیسی معنی پر اکتفا کرنے کا سبب: کتب اصول کے فقہ کے مطالعہ کے دوران یہ نظر آتا ہے کہ بعض اصولیین نے اپنی کتب میں اصول فقہ کے لقیسی معنی تو ذکر کئے مگر اس کے اضافی معنی نہیں بتائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن اصولیین کے پیش نظر اختصار تھا انہوں نے طوالت سے بچنے کے لئے صرف لقیسی معنی بتانے پر اکتفا کیا اور اضافی معنی اور ہر جزء کی تفصیلات نہیں بتائیں۔ قاضی بیضاوی ان میں سے ہیں جن کے پیش نظر اختصار تھا جبکہ دوسری طرف جن اصولیین کا مقصد تفصیل سے بیان کرنا تھا، تو انہوں نے اضافت کے اعتبار سے بھی تعریف کی اور مضاف، مضاف الیہ اور اضافت کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا اور کسی نے صرف مضاف اور مضاف الیہ کو ذکر کیا مگر شہرت کی بناء پر اضافت کو بیان نہیں کیا۔ جیسے صدر الشریعہ نے التقیح والتوضیح میں ایسا ہی کیا۔۔۔۔۔ لہذا دونوں طرح کے معرفتین ومولفین کا یہ طرز عمل درست قرار پایا اور وہ مصیب ٹھہرے۔

اصول فقہ کے لقیسی و اضافی معنی کے فرق پر ایک طائرانہ نظر..... اصول فقہ کے لقیسی و اضافی معنی میں دو طرح سے فرق کیا جاسکتا ہے۔

فرق (۱): لقیسی تعریف اس علم کا لقب و علم ہے جبکہ اضافی معنی موصل الی العلم ہیں۔

فرق (۲): لقیسی تعریف کے تین لازمی اجزاء ہوتے ہیں۔

(۱) دلائل کی معرفت (۲) استفادہ کی کیفیت

(۳) مستفید (مجتہد) کا حال جبکہ اضافی تعریف دلائل خاصہ کا نام ہے۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول لقیسی تعریف اور اس کی تشریح:

ہم نے اصول فقہ کی کئی تعریفیں نقل کی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تعریفات اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ سب اپنی اپنی جگہ درست ہیں اگرچہ تقریباً ہر نئی تعریف کرنے والے کے ذہن میں سابقین کی تعریف میں کچھ کمی رہ جانے کا

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

تصور رہتا تھا اس لئے وہ ایک نئی تعریف کر دیتے۔ اس عمل سے اس فن کو نئی تازگی و توانائی ملتی رہی اور مختلف جہتوں سے اس پر غور و خوض اور تصحیح و تشریح کے عمل نے اس کے پوشیدہ پہلوؤں کو نمایاں کر دیا۔ اس طرح تعریفیں بھی ارتقائی مراحل سے گزرتی رہیں ان سب پر یہاں تفصیلی کلام مشکل ہے۔ ہم نے قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول اصول فقہ کی لغوی تعریف کو شہرت کی بناء پر تشریح کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ صدر اول اور پندرہویں صدی کے درمیانی زمانے کے اصولی ہیں یعنی انہوں نے نویں صدی ہجری کے آخری زمانے میں وفات پائی اور وہ شاید امام رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) اور ابن حاجب ماکی (متوفی ۶۳۶ھ) وغیرہ سے منقول تعریفات کو دیکھ چکے ہوں گے اور پھر اس طرح کی تعریف کی۔ قاضی بیضاوی نے اصول فقہ کی لغوی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

”اصول الفقہ معرفة دلالات الفقہ اجمالاً، و کیفیت الاستفادة منها و حال المستفید.“
(اصول فقہ فقہ کے اجمالی دلائل اور ان سے استفادہ کی کیفیت اور مستفید کے حال کی معرفت کا نام ہے)

تعریف کی تشریح :

قولہ ”معرفة“ تعریف میں ضمت ہے جو اولہ، احکام اور ان کے علاوہ کی معرفت سب کو شامل ہے۔ اس میں کثیر معرفت ہے اور وہ جب مفرد کے ساتھ متعلق ہوتی ہے تو متعدی بیک مفعول ہوتی ہے اور اس کا معنی تصور ہوتا ہے جیسے جب ”عرفت محمداً“ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے ”نصورتہ“ (میں نے اس (محمد) کا تصور کیا) اور لفظ علم زیادہ تر تعلق کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور متعدی بدو مفعول ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا معنی تصدیق ہوتا ہے۔ مثلاً جب کہا جاتا ہے ”علمت ان الله واحد“ تو مطلب ہوتا ہے ”صدقت بوجدانیہ“ (میں نے اس کی وحدانیت کی تصدیق کی)۔ کبھی معرفت تعلق کے ساتھ متعدی بدو مفعول ہوئی تو اس وقت اس کا معنی بھی تصدیق ہوگا۔ مثلاً جب کہا جاتا ہے ”عرفت ان الله واحد“ تو مطلب ہوتا ہے صدقت (میں نے تصدیق کی) اور کبھی علم مفرد کے ساتھ متعلق ہوتا ہے تو اس وقت اس کا معنی تصور ہوگا: جب ”علمت محمداً“ بولا جاتا ہے تو اس کا معنی ”نصورتہ“ ہوتا ہے۔

علم و معرفت میں سے جب کسی کی بھی نسبت حادث کی طرف جاتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کبھی سابق میں مجہول (نامعلوم) تھی مگر جب ان میں سے کسی کی بھی نسبت اللہ رب العزت کی طرف جائے گی تو اس کا معنی یہ نہیں ہوگا کہ کبھی سابق میں مجہول تھی۔ مثلاً عام حالات میں جب ”محمد عرف المسألة او علمها“ (محمد کو مسئلہ کا علم یا معرفت حاصل ہوئی) تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں علم یا معرفت پہلے نہ تھی پھر ہوگئی۔ کیونکہ جب بھی حادث کے ساتھ نسبت ہوگی تو یہی معنی ہوگا۔ اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

”والله اخبر حکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئاً“

(اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے)۔

مگر جب کسی نے کہا: "اللہ عالم بکذا" یا "عارف بہ" تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اسے پہلے سے اس کے بارے میں علم یا معرفت نہ تھی اب ہوئی۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا جمیع اشیاء سے متعلق علم ازلی ہے۔ عالم کا اطلاق اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر کیا جاتا ہے مگر عارف کا نہیں، باوجود اس کے کہ "عارف اللہ" کے کہنے کا مطلب بھی "عالم" ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ سے جاننے والا چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء تو قیفی ہیں اس لئے عالم ہی بولا جائے گا۔

قاضی بیضاوی نے اپنی اس تعریف میں علم کے بجائے معرفت کو کیوں منتخب کیا؟

شاید انہوں نے اپنی اس تعریف میں علم کے بجائے معرفت کو اس لئے پسند کیا کہ مسائل اصولیہ دو قسم پر ہیں:

(۱) وہ جن سے ذات باری تعالیٰ کا قصد ہوتا ہے جیسے علم کلام کے مسائل۔ اور یہ اس بات کو واجب کرتا ہے کہ دلیل قطعی ہو تو اس طرح تصدیق ظنی نہیں بلکہ قطعی ہو جائے گی۔

(۲) وہ جو مسائل علیہ کے لئے وسیلہ ہوتے ہیں جیسے علم اصول کے مسائل، تو یہاں تصدیق عام ہوگی خواہ ظنی ہو یا قطعی۔

چونکہ قاضی بیضاوی کے یہاں علم کا اطلاق صرف قطعیات پر ہوتا ہے اور لفظ معرفت کا اطلاق تصدیق پر ہے جو قطعیات و ظلیات دونوں کو شامل ہے اس لئے انہوں نے مسائل اصولیہ کے لئے لفظ معرفت کا اسی مناسبت سے استعمال کیا، کیونکہ ان کے یہاں ان مسائل اصولیہ کا قطعی ہونا شرط نہیں ہے۔ مگر جن حضرات نے مسائل اصولیہ کو قطعیات میں شمار کیا انہوں نے لفظ "العلم" کے ساتھ تعبیر کو درست جانا۔ واضح رہے کہ یہاں معرفت سے مطلق اور اک مراد ہے جو تصور و تصدیق دونوں کو شامل ہے۔ لیکن جب اس معرفت کی اضافت دلائل کی طرف کردی اور ان سے مراد مسائل اصولیہ اور قواعد کلیہ ہیں تو تصور خارج ہو گیا، کیونکہ معرفت مفرد کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی بلکہ وہ نسبت کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔

قولہ "دلائل" دلائل جمع ہے اور اس کی واحد دلیل ہے لغت میں اس کے یہ معنی مذکور ہیں: "یطلق علی ما يستدل به"^۱ (جس کے ذریعے استدلال کیا جاسکے) اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں:

"ما يمكن التوصل بصحيح النظر فيه الى المطلوب خبری"^۲

(جس سے مطلوب خبری کی طرف صحیح فکر سے توصل ممکن ہو)

اس تعریف سے ظاہر ہوا کہ دلیل جو قطعیت کا فائدہ دے قطعی ہوگی اور جو ظن کا فائدہ دے ظنی ہوگی۔ پہلی بات کی مثال یہ ہے کہ عالم کے حادث ہونے کی دلالت پر ہم کہیں: العالم متغیر و کل متغیر حادث فالتیجۃ: العالم حادث اور دوسری بات کی مثال یہ ہے جیسے بھرے ہوئے بادل دیکھ کر یہ ظن کر لینا کہ بارش ہو جائے گی۔

امام اسنوی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ) نے فرمایا:

"اعلم ان التعبير بالادلة مخرج لكثير من اصول الفقه كالمومات و اخبار الاحاد والقياس والاستصحاب وغير ذلك، فان الاصوليين وان سلموا العمل بها، فليست عندهم ادلة للفقه بل امارات فان الدليل عندهم لا يطلق الا على المقطوع به"^۳

۱۔ مختار الصحاح۔ محمد ابی بکر بن عبدالقادر الرازی متوفی ۶۰۷ھ، ص ۳۵۲ فصل الدال والبال باب اللام، مصر، مصطفیٰ البانی الحلبي سنہ ۱۲۸۰ھ

۲۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول۔ محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ص ۵۳۱، قاهرہ دارالکتبی سنہ ۱۳۸۰ھ

۳۔ نہایۃ السؤل، جمال الدین عبدالرحیم بن اسحاق الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، ص ۲۲۰، بیروت دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۴ء

(جان لو کہ ادلہ کے ساتھ تعبیر دینے سے بہت سی چیزیں اصول فقہ سے خارج ہو گئیں جیسے عومات، اخبار احاد، قیاس و استحباب وغیرہ۔ اگر اصولیین ان کے عمل کو تسلیم کرتے بھی ہیں تو ان کے نزدیک انہیں فقہ کے ادلہ کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ وہ اُسے امارات کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ادلہ کا اطلاق صرف قطعیات پر ہی ہو سکتا ہے۔ مگر جمہور کی بات زیادہ مناسب ہے کہ دلیل کا اطلاق ظنی اور قطعی دونوں پر ہوتا ہے۔

ابو اسحاق شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) نے فرمایا :

”وقال اكثر المتكلمين لا يستعمل الدليل الا فيما يؤدى الى العلم فاما فيما يؤدى الى الظن فلا يقال له دليل وانما يقال له اماره وهذا خطأ لان العرب لا تفرق في تسمية بين ما يؤدى الى العلم او الظن فلم يكن لهذا الفرق وجه“^۱

(بہت سے متکلمین نے کہا کہ لفظ دلیل کا استعمال صرف اس پر ہو سکتا ہے جو علم ”قطعی“ کے معنی ادا کرے اور جنوں کے معنی ادا کرے اسے دلیل نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اسے امارات کہتے ہیں۔ مگر ان کی یہ بات غلطی پر ہی ہے کیونکہ اہل عرب علم اور ظن کے معنی دینے والی اشیاء کے ناموں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ لہذا تفریق کی یہ توجیہ درست نہیں ہے)

شیخ جلال الدین محلی شافعی (متوفی ۷۲۳ھ) نے فرمایا :

”ومعنى الوصول اليه بما ذكر : علمه أو ظنه شمل التعريف القطعي كالعالم لوجود الصانع والظني كالنار لوجود الدخان“^۲

(اور اس کی طرف وصول کے جو معنی علم یا ظن ذکر کئے گئے۔۔۔۔۔ تعریف قطعی کو شامل ہے جیسے عالم کی صانع کے وجود پر دلالت اور ظن کو شامل ہے جیسے دھوئیں کے وجود کی آگ پر دلالت)

شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے فرمایا :

”وشمل التعريف الدليل القطعي والظني“^۳

(اور ”الدلیل“ کی تعریف قطعی وظنی دونوں کو شامل ہے)

شیخ مہلادوی حنفی (متوفی چودھویں صدی ہجری) نے فرمایا :

”يكون الدليل الشرعي عندنا نوعين قطعي وهو الكتاب والسنة المتواترة والاجماع وظني وهو خبر الاحاد والقياس“^۴

(ہمارے نزدیک دلیل شرعی دو قسموں پر ہے۔ (ا) ظنی اور وہ کتاب اللہ، سنت متواترہ، اجماع ہیں اور (دوم) ظنی ہے جو خبر احاد اور قیاس پر مشتمل ہے)

۱۔ کتاب الملع۔ ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۷۶ھ ص ۷، مصر مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۹۸۷ء۔ ۱۹۸۸ء

۲۔ شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع۔ جلال الدین محمد بن احمد محلی الشافعی متوفی ۸۲۳ھ، ۱۲۶۱ھ، ۱۱۷۷ھ، ۱۱۷۷ھ، ۱۱۷۷ھ مطبوعہ ریح المطابع سنند

۳۔ غایۃ الوصول۔ شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا انصاری شافعی متوفی ساتویں صدی ہجری ص ۲۰، مصر مطبوعہ مکتبۃ الباب فی السنند

۴۔ تسہیل الوصول الی علم الاصول۔ محمد عبدالرحمن عبدالکلاوی حنفی چودھویں صدی ہجری کے عالم تھے ص ۱۸، مصر مطبوعۃ الباب فی السنند ۱۳۳۱ھ

محمد صالح العثیمین (معاصر) نے فرمایا :

”فالمراد ”معرفة“ العلم والظن لان ادراك الاحكام الفقهية قديكون يقينيا

وقديكون ظنيا كما في كثير من مسائل الفقه“۔^۱

(”معرفت“ سے مراد علم ظن ہیں۔ کیونکہ فقہ کے بہت سے مسائل میں کبھی احکام کا ادراک یقینی ہوتا ہے اور کبھی ظنی)

قولہ ”دلائل الفقه“ : امام اسنوی نے فرمایا :

قولہ : ”دلائل الفقه“ هو جمع مضاف ، وهو يفيد العموم فيعم الادلة المتفق عليها والمختلف فيها ، وحينئذ فيحترز به عن ثلاثة اشياء ، احدهما : معرفة غير الادلة كمعرفة الفقه ونحوه الثاني : معرفة ادلة غير الفقه كادلة النحو والكلام الثالث : معرفة بعض ادلة الفقه كالباب الواحد من اصول الفقه ولا يكون اصول الفقه ولا يسمى العارف به اصوليا ، لان بعض الشئى لا يكون نفس الشئى“۔^۲

(”دلائل الفقه“ جمع مضاف ہے اور وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے تو یہ متفق علیہ اور مختلف فیہ دونوں ادلہ کو عام ہوگا اور اس سے تین چیزوں سے احتراز ہو جائے گا۔ اول (ادلہ کے سوا کی معرفت جیسے فقہ وغیرہ کی معرفت سے اور دوم) یہ کہ فقہ کے علاوہ دیگر مثلاً نحو وکلام کے ادلہ سے اور سوم) یہ کہ بعض ادلہ کی معرفت جیسے اصول فقہ کا ایک باب، سے احتراز ہو گیا۔ یوں وہ اصول فقہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے جاننے والے کو اصولی کہا جائے گا۔ کیونکہ کسی چیز کا بعض نفسی نہیں ہوتا)

معلوم ہوا کہ دلائل فقہ کی طرف جمع مضاف ہیں جو عموم کا فائدہ دیتا ہے تو اس کا معنی ”جميع ادلة الفقه“ ہو جائیں گے اور اس میں متفق علیہ ادلہ جیسے کتاب و سنت اور مختلف فیہ ادلہ جیسے قول صحابی اور شراعیع من قبلنا شامل رہیں گے اور ان کے قول معرفت دلائل الفقه کا مطلب ”معرفة الاحوال المتعلقة بهذه الادلة“ ہوگا مثلاً مجتہد کا یہ جاننا کہ وہ امر جو قرینہ سے خالی ہو و جب کا فائدہ دیتا ہے اور نبی جو قرآن سے خالی ہو تحریم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ کہ اجماع حکم قطعی ہے یا ظنی؟ وغیرہ اور اس کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ”معرفة دلائل الفقه“ سے اس کا تصور مراد لے یعنی وہ یہ تصور کر لے کہ ”الکتاب“ وہ ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی اس کی تلاوت کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور بشر کو اس کی مثل کلام لانے سے عاجز کر دیتی ہے اس لئے کہ ”تصورات ادلہ“ علم اصول فقہ کے مقاصد میں سے نہیں ہیں اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ادلہ کی معرفت سے مراد اس کا حفظ ہے کیوں کہ ادلہ کے حفظ کا اصول سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اصول ان پر موقوف ہیں۔

وقوله ”اجمالا“ اس بارے میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں :

قول اول یہ (اجمالا) معرفت کا مفعول ہے مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ عرف متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔

قول دوم ”اجمالا“ تمیز ہے جو مضاف سے منقول ہے اور اصل عبارت یہ ہوگی۔ ”معرفة اجمال ادلة

الفقه“ مگر یہ فساد معنی پڑتی ہے لہذا درست نہیں ہے۔

۱ الاصول من علم الاصول۔ محمد صالح العثیمین ص ۵۵، قاہرہ، مکتبۃ المدینہ ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۳ء

۲ نہایۃ السؤل۔ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ، ۲۱/۱، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۳ء

قول سوم..... "اجمالاً" معرفت سے حال ہے مگر یہ بھی معنی بردار معنی ہے وہ اس طرح کہ اصول سے مراد اولہ کی اجمالی معرفت مراد نہیں بلکہ اولہ اجمالی کی تفصیلی معرفت ہے۔

قول چہارم..... قول اصح کے مطابق یہ اولہ سے حال واقع ہوا ہے۔

عمر بن عبد اللہ نے سلم الوصول لعلم الاصول میں فرمایا :

وانما يقال : ان دلائل جمع و اجمالاً مفرد و هذا لا ضرر فيه ، لان اجمالاً مصدر بوصف به الجمع والمفرد و هو هنا بمعنى مجمل كانه قال : معرفة دلائل الفقه مجملة ، ومعنى الحال

من المضاف اليه فى مثل هذا التركيب جائز لقوله تعالى : (ملة ابراهيم حنيفاً)۔

(اور یہ کہا جائے کہ دلائل جمع ہیں اور اجمالاً مفرد تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اجمالاً مصدر ہے جو مفرد جمع

ہوتا ہے اور یہاں (اجمالاً) مجمل کے معنی میں ہے گویا کہ فقہ کے مجمل دلائل کی معرفت کہا اور اس طرح کی ترکیب میں

مضاف ایسے حال آتا جائز ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ملة ابراهيم حنيفاً)

اس کی تاویل کی طرف احتیاج کی وجہ سے صاحب جمع الجوامع نے اس سے عدول کیا اور انہوں نے فرمایا :

(اصول الفقه دلائل الفقه الاجمالية)۔

(اصول فقہ "فقہ" کے اجمالی دلائل ہیں)

اس میں انہوں نے اجمالیہ کو دلالت کا صریح وصف بنایا ہے۔

اولہ اجمالیہ سے مراد : اس سے مراد اولہ کلیہ ہیں ان کو "اجمالیہ" اس لئے کہتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیل میں جائے

بغیر اجمالی طور پر ان کی تعریف کی جاتی ہے۔

اولہ کی انواع : بالعموم اولہ کی دو انواع ہیں اولہ کلیہ اور اولہ جزئیہ۔

اولہ کلیہ : یہ وہ ہیں جو کسی حکم معین پر دلالت نہیں کرتے جیسے امر وہی مطلق۔

اولہ جزئیہ : یہ وہ اولہ ہیں جو حکم معین پر دلالت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول (واقموا

الصلاة)۔ اور (ولا تقربوا الزنا)۔ جب اولہ جزئیہ غیر محصورہ ہوں اور اولہ کلیہ کے

تحت داخل ہوں تو وہ علم اصول کے علاوہ کسی اور فن میں زیر بحث لائے جاتے ہیں کیونکہ

اصول فقہ میں تو صرف اولہ کلیہ کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

امام تقی الدین اسکی شافعی (متوفی ۵۲ھ) نے فرمایا :

"ففى الادلة اعتباران، الاعتبار الاول: من حيث كونها معينة، وهذه وظيفة الفقيه وهى

الموصله القرية الى الفقه، والفقيه قد يعرفها بادلها اذا كان اصولياً، وقد يعرفها بالتقليد،

۱ سلم الوصول لعلم الاصول . عمر بن عبد اللہ ، ۱۱۲/۱ ، آل عمران : ۹۵

۲ جمع الجوامع ، تاج الدین عبد الوہاب ابن اسکی ، ۳۲۱/۱ - ۳۳۳ ، مطبع اصح الطابع سنہ

۳ البقرہ : ۳۳ ۴ الاسراء : ۳۲

ویتسلمہا من الاصول، ثم ہو یرتب الاحکام علیہا، فمعرفةہا حاصلۃ عنہ۔ والاعتبار الثاني: من حیث کونها کلیة، اعنی يعرف ذلك الکلی المندرج فیہا وان لم يعرف شیئا من اجزائها، وهذه وظيفة الاصولی، فمعلوم الاصولی الکلی، ولا معرفة له بالجزئی من حیث کونه اصولیا، ومعلوم الفقیہ الجزئی ولا معرفة له بالکلی، من حیث کونه فقیہا، ولا معرفة له بالکلی الا لکونه مندرجافی الجزئی المعلوم، واما من حیث کونه کلیا فلا۔ فالادلة الا جمالية هی الکلیة، سمیت بذلك لانہاتعلم من حیث الجملة لا من حیث التفصیل، وهی توصله بالذات الی حکم اجمالی مثل کون کل ما یؤمر به واجبا، وکل منہی عنه حراما ونحو ذلك وهذا لا یسمى فقیہا فی الاصطلاح“^۱

(اولہ میں دو اعتبارات ہیں پہلا اعتبار ان کے معین ہونے کی حیثیت سے ہے اور یہ فقیہ کا کام ہے اور وہ اولہ فقہ کے قریب پہنچانے والے ہیں اور فقیہ کبھی احکام کو اولہ سے جانے گا اگر وہ اصولی ہے اور کبھی تقلید کے ذریعے جانے گا اور ان احکام کو اصول سے اخذ کرنے گا پھر وہ ان احکام کو اولہ پر مرتب کرے گا تو ان کی معرفت اس کو حاصل ہوگی اور دوسرا اعتبار ان اولہ کے کلی ہونے کی حیثیت سے ہے میری مراد یہ ہے کہ ان اولہ کو کلی میں مندرج ہونے کی حیثیت سے جانے گا۔ اگرچہ وہ ان کے اصول و اجزاء سے واقف نہیں تھا اور یہ اصولی کا کام ہے وہ اصول کو کلی حیثیت سے جانتا ہے نہ کہ جزئی حیثیت سے، جبکہ فقیہ جزئی حیثیت سے احکام کے اولہ کو جانے کا نہ کلی ہونے کے اعتبار سے پس اسے کلی کی معرفت صرف اس قدر ہوگی کہ وہ جزئی میں مندرج ہوتے ہیں نہ کہ اس حیثیت سے کہ وہ کلی ہیں اولہ اجمالیہ کلیہ ہیں اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اجمالی حیثیت سے جانے جاتے ہیں نہ کہ تفصیلی طور پر اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے حکم اجمالی تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ ہر امر و وجوب کے لئے اور ہی حرام کے لئے ہوتی ہے اور اس کا نام فقہ نہیں رکھا جاتا)

”اجمالا“ کی قید کا فائدہ اس کے ذکر سے علم خلاف نکل گیا کیونکہ اس میں فقہ کے تفصیلی دلائل کی معرفت مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان سے احکام کا استنباط ہو سکے بلکہ اس لئے کہ وہ آدہ بن سکے جس کے ذریعے وہ اپنے امام کے نقطہ نظر کا دفاع کر سکے اور اس کے بارے میں کبھی اس کے پاس کوئی مستند دلیل بھی نہیں ہوتی جس سے وہ استدلال کر سکے۔ کیونکہ اگر خلاف مستند دلیل پیش کر کے استدلال کر سکے تو وہ اصولی اور مجتہدانہ حیثیت کا حامل ہو جائے گا خلاف شخص فقہی دلائل اور اس کے احوال کا محقق نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے امام کی بات پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس مسئلہ میں اجمالی طور پر اتنا ہی جانتا ہے کہ اس کے امام نے یہی رائے دی اور یہی حکم لگایا ہے اس کے نزدیک اثبات حکم کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

قولہ ”و کیفیت الاستفادۃ منها“ یہ ان کے قول ”دلائل“ پر عطف ہے تو اس لحاظ سے اس کا معنی ”معرفة دلائل الفقه ومعرفة کیفیت الاستفادۃ منها“ ہو جائے گا اور ”الاستفادۃ“ میں ”ال“ مضاف الیہ سے بدل (عوض) ہے اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ فقہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ”الدلیل“ ہو، اگر مذکورہ دونوں احتمالی

۱۔ الابہاج فی شرح المنہاج علی منہاج الوصول الی الاصول للقاضی بیضاوی۔ شیخ الاسلام علی بن عبدالکافی السبکی متوفی ۷۵۲ھ، وولدہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ۔ ۲۳۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء

معنی میں سے پہلے معنی کی صورت میں احکام شرعیہ کے ادلہ سے استفادہ کی کیفیت کی معرفت مراد ہوگی اور اس میں ”منہا“ کی ضمیر (ادلہ) اجمالیہ کے بجائے (ادلہ) تفصیلیہ کے معنی میں ادلہ کی طرف راجع ہوگی۔ کیونکہ احکام ادلہ کلیہ سے نہیں بلکہ ادلہ تفصیلیہ سے مستفاد ہوتے ہیں اور یہاں لفظ ”ادلہ“ بمعنی اجمالیہ ہوگا اور ضمیر دوسرے معنی یعنی تفصیلیہ کی طرف لوٹے گی..... اور اگر دوسرے احتمال کے مطابق الدلیل کو مضاف الیہ مانا جائے تو اس وقت اس کا معنی ”معرفة کیفیت استفادة الدليل من الادلة“ ہوگا۔

الغرض اس ساری بات کا مقصد یہ ہے کہ علم اصول میں ادلہ کے مابین تعارض اور تعارض کے وقت ان میں ترجیح زیر بحث ہو، اور احوال ادلہ اس بحث کا ہدف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ ادلہ سے احکام شرعیہ کے استنباط تک توصل حاصل ہوتا ہے۔ اصولی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ادلہ کے مابین تعارض کا عالم ہو اور جمہور کی رائے کے مطابق یہ تعارض ادلہ قطعیہ میں نہیں پایا جاتا، بلکہ ادلہ ظنیہ میں ہوتا ہے۔ ادلہ میں تعارض کے وقت ترجیح کے مقصد کا واضح طور پر اصولی کے سامنے ہونا چاہئے تاکہ ادلہ سے احکام کے استنباط پر متضمن ہو سکے۔

ادلہ میں ترجیحات کے سات طرق ہیں۔ جن کی مدد سے ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہے اور جو راوی کے حال سے متعلق ہیں وہ بیس (۲۰) ہیں۔ روایت کے وقت میں ترجیح، کیفیت رواہ میں ترجیح، خبر کے درود کے وقت ترجیح، لفظ کے اعتبار سے ترجیح، حکم کے واسطے سے ترجیح اور امر خارجی کے اعتبار سے ترجیح۔ اسی طرح دلائل فقہ کی معرفت اور ان سے احکام شرعیہ کا استنباط، استدلال کی شرائط کی معرفت پر موقوف ہے۔ جیسے ظاہر پر نص کو اور احادیث پر متواتر کو مقدم رکھنا۔

قولہ ”و حال المستفید“..... یہ بھی دلائل پر معطوف ہے۔ یہاں لفظ معرفتہ مقدر ہوگا، اب معنی ہوگا۔ ”ومعرفة حال المستفید“ مجتہد کو مستفید اس لئے کہا گیا کیونکہ وہ دلیل سے حکم تلاش کرتا ہے۔ قاضی بیضادی نے تعریف میں اس عبارت (و حال المستفید) کا اضافہ اس لئے کیا تاکہ واضح ہو سکے کہ اصول میں مجتہد کے حال اور ان شروط کا ذکر ہوتا ہے جس کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے فرمایا :

”و حال مستفید ہا اى وصفات مستفید جزئیات ادلة الفقه الاجمالية وهو المجتهد، لانه يستفید ہا بالمرجحات عند تعارضها دون المقلد“^۱

(اور اس کے مستفید کا حال یعنی فقہ کے اجمالی ادلہ کی جزئیات سے مستفید ہونے والے کی صفات اور وہ مجتہد ہے کیونکہ وہ مقلد کی بہ نسبت ان میں تعارض کے وقت، وجہ ترجیح جان کر ان سے مستفید ہوتا ہے)

اصولی اور مجتہد کے مابین فرق..... اس مقام پر اصولی و مجتہد کا فرق بھی جان لینا مناسب ہوگا۔ مختصر الفاظ میں فرق مندرجہ ذیل ہے :

^۱ غایۃ الوصول۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی متوفی ساتویں صدی ہجری ۳۴۰ھ، معرہ مطبوعہ بیروت البابی الکلی سنہ

فرق (۱) : مجتہد اولہ تفصیلیہ اور اولہ اجمالیہ دونوں کا عارف ہوتا ہے۔

اصولی صرف اولہ اجمالیہ کا عارف ہوتا ہے۔

فرق (۲) : مجتہد اجتہاد کی شرائط کو جانتا ہے اور لازماً شرائط پر پورا اُترتا ہے۔

اصولی اجتہاد کی شرائط کو جانتا ہے مگر اس کا اہل نہیں۔

فرق (۳) : ہر مجتہد لازمی طور سے اصولی بھی ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر اصولی مجتہد بھی ہو۔

قاضی بیضاوی سے منقول اصول فقہ کی تعریف پر چند اعتراضات و جوابات :

امام اسنوی نے قاضی بیضاوی سے منقول اصول فقہ کی تعریف کی شرح کرنے کے بعد لکھا :

”وهذا الحد ذكره صاحب الحاصل فقلده فيه المصنف ، وفيه نظر من وجوه“

(یہ تعریف صاحب الحاصل نے بیان کی، مصنف نے یہاں ان کی بیرونی میں اس کو نقل کیا، اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے)

امام اسنوی نے پھر پانچ اعتراضات کئے، ان میں سے چند کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

اعتراض (۱) اصول فقہ کی مذکورہ تعریف غیر جامع ہے اس لئے کہ علم اللہ ہر شے پر محیط ہے۔ ”الایعلم من خلق وهو اللطيف الخبير“ اور علم اصول فقہ بھی جملہ معلوم میں شامل ہے۔ مگر یہاں علم اصول فقہ کی تعریف میں ”المعرفة“ کے کلمہ سے علم اللہ خارج ہو گیا کیونکہ بعرفت کا اطلاق علم پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب شے سابق میں مجہول تھی پھر حاصل ہوئی ہو۔

امام اسنوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اصول فقہ کا عالم ہے مگر اس کے علم کو اصول فقہ کے عالم ہونے سے موسوم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ علم اصول مسائل اور ان کی تصدیق یا ملکہ کے لئے وضع کیا گیا ہے اور یہ سب امور حوادث ہیں۔ اس وجہ سے علم اللہ اصول فقہ کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا اور اس سے اس کی شان کبریائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور اللہ کا علم حضوری ہے۔

اعتراض (۲) قاضی بیضاوی سے منقول تعریف خطائے صرفی پر مشتمل ہے کیونکہ تعریف میں دلیل کی جمع دلائل مذکور ہے جو جمع غیر قیاسی ہے۔ اس طرح عرب سے نہیں سنا گیا اور قیاس یہ کہتا ہے کہ ”دلیل“ کی جمع ”افعلۃ“ کے وزن پر ہو، کیونکہ وہ اسم جنس ہے اور جب اسم جنس فعلیل کے وزن پر ہو تو اس کی جمع ”فعلال“ نہیں آتی۔

اس اعتراض کے جواب میں اسنوی فرماتے ہیں :

اول : دلیل کی جمع دلائل کے وزن پر لانا درست ہے اور یہ اس قبیل سے ہے جس میں ”وصید“ کی جمع ”وصائد“ آتی ہے۔

دوم : امام شافعی جو لغت میں حجت مانے جاتے ہیں، انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الام“ اور ”الرسالہ“ میں کئی مواقع پر دلائل بمعنی دلیل ذکر کیا ہے۔ اس لئے مصنف کے یہاں بیان کرنے میں کوئی شے مانع نہ تھی۔

سوم : دلیل اسم جنس نہیں بلکہ مؤنث کا علم جنس ہے اور حجت ہے اور دلیل کی دلائل کے وزن پر جمع قیاسی ہے جیسے ”سعید“ کی جمع ”سعاذ“ آتی ہے جو ایک عورت کا نام ہے۔

۱۔ لہایۃ الرسول۔ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ/۱۱۷۷ھ۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۳ء

۲۔ الملک : ۱۳۔ لہایۃ الرسول۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ/۱۱۷۷ھ۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف و تشریح :

اصولیین سے منقول فقہ کی تعریفات گزریں ہیں اور وہاں ہم نے قاضی بیضاوی سے منقول فقہ کی تعریف بیان کی تھی اور آخر میں اس کی تشریح کا ذکر کیا اس کا انتخاب کی وجوہات وہی ہیں جو ان کی اصول فقہ لقی تعریف کی شرح سے نقل بیان کی گئیں۔ قاضی بیضاوی نے فقہ کی یہ تعریف کی : ”العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسب من ادلتها التفصيلية“ جس کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

قولہ : ”العلم“ اس میں ”ال“ جنس کا ہے اس میں ہر علم شامل ہے خواہ وہ ذات، صفات، افعال یا احکام کا ہو۔ یہاں علم سے مراد مطلقاً ادراک ہے جو علم و ظن دونوں کو شامل ہے اس لئے کہ احکام عملیہ تو اولاً قطعاً و ظنیہ دونوں سے ثابت ہوتے ہیں خواہ نصوص ظنی الدلالہ یا ظنی الثبوت ہو یا نص کے بغیر یہی امارات کے ذریعہ ثابت ہو۔ شارع نے جس کا راستہ مجتہد امام کے سامنے روشن کر رکھا ہوتا کہ وہ ان امارات سے حکم ظاہر کرے۔ احکام فقہیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے احکام کی دلیل ظنی ہے مثلاً صحت نکاح کا ولی کی اجازت پر موقوف ہونا شوافع کے یہاں ایک فقہی حکم ہے۔ جس کی دلیل ظنی ہے اور اس کی بنیاداً آنحضرت ﷺ کا فرمان لا نکاح الا بولی ہے۔

یہ حدیث فقہی حکم پر قطعی الدلالہ نہیں کیونکہ یہاں جس طرح شوافع بغیر ولی کی اجازت کے صحت نکاح (العقد و نکاح) کی نفی کا قول کرتے ہیں اسی طرح یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد کمال نکاح کی نفی ہو۔ جیسا کہ احناف وغیرہ کا مسلک ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب ”لانکاح کامل الا بولی“ ہے۔

اور اس طرح کے معاملات میں احکام کی دلیل ظنی ہونے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر ان معاملات میں احکام کا ثبوت دلالت قطعی پر موقوف ہوتا تو ضرر و حرج واقع ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ”وما جعل علیکم فی الدین من حرج“ (اور اس (اللہ) نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی روا نہیں رکھی)۔

قولہ ”بالاحکام“ : یہ بھی درست ہے کہ اس میں ”باء“ اصلیہ ہو اور علم بمعنی احاطہ ہو۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ ”باء“ زائدہ ہو اور چونکہ مصدر معرف بالالف واللام ضعیف العمل ہے اس لئے اس کے معمول پر حرف کا اضافہ کر دیے ہیں جس کی وجہ سے اس کے عمل کو تقویت ہو جاتی ہے۔ ”الاحکام“ حکم کی جمع ہے مختلف علوم میں مختلف معنی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

عرف میں اس کا اطلاق ”اثبات امر لا امر او نفیہ عنہ“ پر ہوتا ہے جیسے ”ان الشمس مشرقہ اولیست مشرقہ“ مناطقہ کے نزدیک ”ادراک الوقوع او عدمہ“ اور اصولیین کے نزدیک اس کا اطلاق ”خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر او الواضع“ (اللہ کا وہ حکم جس میں مکلفین کو کام کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو) پر ہوتا ہے۔ الاحکام کی قید سے ذوات کا علم جیسے زید، صفات کا علم جیسے زید کا کالا یا گورا ہونا اور افعال کا علم جیسے زید کے قیام و قعود کا علم، سے احتراز ہو گیا۔

۱۔ الفقہ الاسلامی وادلہ، وجہ الزحلی ۸۲/۷۸۳، شخص، دمشق، دار الفکر طبع ثالث ۱۳۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء

۲۔ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ۔ ابواب النکاح باب لا نکاح الا بولی۔ مشکوٰۃ المصابیح، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ متوفی ۲۴۳ھ باب الولی فی نکاح

۳۔ الفقہ الاسلامی وادلہ، وجہ الزحلی ۸۲/۷۸۳، شخص، دمشق، دار الفکر طبع ثالث ۱۳۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء

۴۔ الحج : ۷۸

قولہ ”الشرعیہ“ اس قید سے مندرجہ ذیل باتوں کا عمل فقہ کی تعریف سے خارج ہو گیا۔

احکام عقلیہ کا علم نکل گیا جس کے حکم میں عقل بغیر حس کی طرف استناد کے خود مختار ہوتی ہے۔ مثلاً حساب، ہندسہ اور یہ کہ ایک دو کا نصف ہے۔

احکام جسمیہ بھی نکل گئے جس میں عقل کے حکم کی استناد حس کی طرف ہوتی ہے جیسے کہ آگ جلانے والی ہے۔ احکام لغویہ بھی خارج ہو گئے، جیسے اس بات کا حکم کہ ”ان الفاعل مرفوع و ان المفعول منصوب“ (فاعل مرفوع اور مفعول منصوب ہوتا ہے)۔

احکام عادیہ بھی خارج ہو گئے، یعنی وہ احکام جن کا صدور عادت یا تجربہ کی بناء پر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حکم فلاں معین دو افلاں معین مرض کے علاج میں مفید ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احکام عقلیہ حسیینہ، لغویہ اور عادیہ احکام فقہیہ میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا حکم شرع کے طریق سے مستفاد نہیں ہوتا۔

احکام شرعیہ عملیہ کے علم سے کتنی مقدار مراد ہے؟ فقہ احکام شرعیہ عملیہ کے علم کا نام ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے علم کا نام ہے؟ اس کی مقدار کیا ہے؟ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :

☆ ممکن ہے کہ قیامت تک ہونے والے مجموع احکام کا علم مراد ہو۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حوادث اور نئے نئے مسائل روز بروز پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ان سب کو انسانی علم محیط نہیں ہو سکتا۔

☆ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہر وہ مسئلہ جو مجتہد کی زندگی میں اس کے سامنے پیش آئے اس کا علم مراد ہو، لیکن یہ بھی درست نہیں کیونکہ مجتہدین کی زندگی میں ایسے مسائل پیش آئے جس کے جواب میں انہوں نے ”لا ادری“ (میں نہیں جانتا) کہا۔ مثلاً امام مالکؒ سے چالیس (۴۰) سوال پوچھے گئے تو چھتیس (۳۶) کے متعلق آپ نے لا ادری فرمایا۔

☆ ممکن ہے کہ کل میں سے بعض معین احکام کا علم مثلاً کل مسائل کا ثلث، نصف یا اس سے زیادہ یا کم مراد ہو۔ لیکن یہ بھی درست نہیں کیونکہ جب ”مقدار کل“ مجہول ہے تو اس کا بعض یا اکثر کیسے متعین ہو سکتا ہے۔

☆ ممکن ہے کہ بعض مطلق احکام مراد ہوں، جیسا کہ فواتح الرحموت میں ہے یہ بھی درست نہیں، کیونکہ پھر تو اس شخص کو کبھی فقیہ کہا نہ درست ہوگا جسے ایک یا دو آلہ تفصیل سے یاد ہوں، جیسے وجوب صلوة ”اقیموا الصلوة“ سے۔

☆ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مجتہد ہر مسئلہ کا حل اجتہاد کر کے تلاش کر سکتا ہو۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ علمائے مجتہدین ایسے بھی ہیں کہ زندگی بھر بعض احکام معلوم نہیں کر سکے۔ مثلاً جب امام ابوحنیفہؒ سے مشرکین کی بچپن میں فوت ہونے والی اولاد کے عذاب دئے جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے لا ادری فرمایا اور ”والله لا اکلمہ النھر“ میں دھڑ سے کتنی مقدار مراد ہے؟ امام ابوحنیفہؒ ساری زندگی اس کا حکم معلوم نہیں کر سکے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

اس لئے توقف فرمایا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اجتہاد کر بھی لیا جائے تو غلطی و خطا کا امکان تو باقی رہتا ہے اور بعض حوادث کے احکام ایسے ہوتے ہیں جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔

صدر الشریعہ نے التوضیح میں چاروں صورتیں بتا کر ان کا رد کیا جیسا کہ ذکر ہوا، مگر علامہ تفتازانی نے مذکورہ بالا موقف رکھے والے حضرات جیسے ابن حاجب اور اشاعرہ وغیرہ کا ساتھ دیتے ہوئے ان چاروں کو درست قرار دینے کی توجیہ کی اور صدر الشریعہ کا رد کیا جنہوں نے مختلف اصولیین کے مرادی معنی بیان کئے اور پھر ان کا رد کیا تھا۔^۱

وقولہ "العملیہ": شریعت کے وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہے اسی لئے مکلفین کے افعال فقہ کا موضوع ہیں۔ اس سے احکام شرعیہ اعتقاد بہ خارج ہو گئے۔ جیسے علم بوحدانۃ اللہ۔ کیونکہ علم التوحید میں اس سے بحث کی جاتی ہے فقہ میں نہیں۔ شریعت کے وہ عملی احکام فقہ میں داخل ہیں جن کا تعلق جوارج ظاہرہ سے ہے۔ مثلاً صلاۃ و صیام اور حرمة الزنی و السرقة اور جوارج باطنہ غیر اعتقادیہ سے متعلق ہیں، جیسے نیت۔

وقولہ "المکتسب": یہ مرفوع اور العلم کی صفت ہے جس کا معنی "الحاصل بعد ان لم یکن" (جو نہ ہونے کے بعد حاصل ہوئی)۔ اس وصف سے معلوم ہو گیا کہ فقہ ان احکام کی معرفت کا نام ہے جو ادلہ میں بحث و نظر سے حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے علم باری تعالیٰ کو فقہ میں شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ کسی سے مکتسب نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا علم جس کا ذریعہ مخصوص منزلہ تھیں وہ بھی فقہ میں شمار نہیں، کیونکہ وہ بحث و نظر اور اجتہاد کے ذریعہ حاصل کیا ہوا نہیں ہے بلکہ وحی کے واسطے سے ہے۔ "المکتسب" کی احکام پر اس طرح بھی تفتیح کی جاسکتی ہے کہ اس سے وہ احکام جو دین میں ضرورہ معلوم ہیں۔ مثلاً صوم و صلاۃ کا واجب ہونا اور قتل کے حرام ہونے کا ادلہ تفصیلیہ لفظ لہ تعالیٰ "کتب علیکم الصیام" اور "اقیموا الصلوٰۃ" ان کا علم نکل جائے، کیونکہ صرف یہ جان لینا فقہ نہیں کہلانے گا کیونکہ ان کا علم اجتہاد و نظر کے واسطے سے نہیں حاصل ہوا۔

واضح رہے کہ دو یا تین مسائل کا ادلہ تفصیلیہ سے علم و فقہ کی تعریف سے خارج کرنے کے لئے امام رازی نے "السی لا یعلم کو نہا من الدین بالضرورة" (جن کا دین میں سے ہونا بدھاتہ کسی کو معلوم نہیں ہو) اور کسی نے "الاکسب" اور کسی نے "الاستدلال" وغیرہ کا اضافہ کیا۔

قولہ "من الادلہ": جار مجرور سے مل کر المکتسب سے متعلق ہوا اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ ملائکہ کا علم فقہ سے نکل جائے گا۔ کیونکہ ان کا علم ادلہ سے نہیں بلکہ لوح محفوظ سے مکتسب ہے اور بعض علماء کی رائے ہے کہ "من الادلہ" کا کوئی فائدہ نہیں، صرف بیان واقعہ کے لئے ذکر کیا گیا۔

قولہ "التفصیلیہ": "التفصیلیہ" (الجزئیہ) یہ اجمالیہ کا مقابل ہے۔ اصولیین میں سے امام اسنوی نے اور امام رازی نے الحمول میں اور ان کی پیروی میں صاحب الحاصل اور التخصیل نے اس کا یہ فائدہ بتایا کہ مقلد کا علم احکام فقہ سے خارج ہو گیا، کیونکہ مقلد کا علم اولہ تفصیلیہ سے مکتسب نہیں ہوتا بلکہ دلیل اجمالی سے مستفاد ہوتا ہے۔^۲

۱۔ التوضیح و التلویح ص ۳۳-۳۸، شخص کراچی، نور مجامع الطابع ۱۳۰۰ھ، فوائج الرحموت بشرح مسلم الثبوت عبد الحلیم محمد بن نظام

الدین الانصاری ۱۱۱ مصر، مطبعہ الامیریہ بولاق ۱۳۲۲ھ

۲۔ نہایۃ السؤل۔ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ/۱۳۰۱ھ، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۴ء،

المحصل فی اصول الفقہ، امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ/۱۰۱۱ھ

ظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ”التفصیلیۃ“ بھی یہاں صرف بیان واقع کے لئے لایا گیا ہے۔ اس سے کسی شی کا احترام مقصود نہیں ہے اور صرف اس لئے لائے ہیں کہ اصول کی تعریف میں اجمالاً کا مقابل بن سکے۔ ورنہ احکام سے مقلد کا علم تو ان کے قول المكتسب من الادلہ سے پہلے ہی نکل چکا تھا چونکہ مقلد کا علم مجتہد سے ماخوذ ہوتا ہے نہ کہ ادلہ سے۔

فقہ و اصول فقہ میں فرق ان دونوں کے اہم فروق مندرجہ ذیل ہیں :

فرق اول : اصول فقہ اس منہج و اس سے عبارت ہے جو اس راستہ کی طرف رہنمائی و توضیح کرتا ہے جس کی ادلہ سے احکام کے استخراج کے وقت فقہ پر پابندی لازمی ہوتی ہے اور وہ اس کی روشنی میں ان احکام کو مرتب کر کے قرآن کی سنت پر اور سنت کی دیگر پر تقدیم وغیرہ کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ جبکہ فقہ تو ان مناج کی تنقید کے ساتھ احکام کا ادلہ سے استخراج کرنے کا نام ہے۔ فقہ کے مقابلہ میں اصول فقہ کی مثال ایسی ہے جیسی کہ تمام علوم فلسفہ میں علم منطق کو حاصل ہے جو ایک میزان ہے۔ عقل میں پختگی لاتا ہے اور خطائے فکری سے بچاتا ہے۔

فرق دوم : اصول فقہ کا موضوع ادلہ اجمالیہ ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ان کے ذریعہ سے احکام کلیہ کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اصولی قیاس اور اس کی حجیت سے متعلق بحث کرتا ہے۔ عام اور اس کی تنقید، امر اور اس کے مدلول وغیرہ اس کا موضوع بحث ہوتے ہیں، جبکہ فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے اس حیثیت سے کہ اس کے لئے احکام شرعیہ ثابت ہیں۔ فقہ مکلف کی نبح، اجارہ، رہن، صلاۃ اور اس کے صوم وغیرہ سے متعلق بحث کرتا ہے اور ان افعال میں سے ہر فعل کے حکم شرعی کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

فرق سوم : اصول فقہ کے مباحث علم کلام اور لغت عربیہ سے مستمد ہیں۔ جبکہ فقہان بعض کلامی مباحث سے مستمد ہے جن کا ادلہ شرعیہ سے تعلق ہے جیسے اس بات کا اثبات کہ جو مصحف کے گتوں کے درمیان ہے وہ کلام اللہ ہے اور اس بات پر براہین کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا کہ اس کے ذریعہ تبلیغ کا فریضہ انجام دے سکیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عربی لغت میں سے صرف وہی حصہ اصول کے مباحث میں شامل ہے جو اقتضائے الفاظ سے متعلق ہے تو کتاب و سنت اور اُمت کے ارباب حل و عقد کے اقوال سے ادلہ لفظیہ کی دلالت کی معرفت، حقیقت و مجاز و عموم و خصوص، مطلق و مقید منطق و مفہوم ثبوت کے اعتبار سے لغت کی معرفت پر موقوف ہوتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کی معرفت لغت عربیہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

فقہ اصول کا مدلول ہے اور دلیل کا تصور بغیر مدلول کے درک کے نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ فقہ ادلہ شرعیہ مثلاً کتاب، سنت، اجماع، قیاس کے مباحث سے مستمد ہے۔

فرق چہارم : اصول فقہ کی غایت یہ ہے کہ ادلہ تفصیلیہ پر قواعد کلیہ کی تطبیق کی جائے تاکہ اس سے احکام شرعیہ عملیہ کا استنباط اور مسائل اجتہاد یہ میں فقہاء کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کا موازنہ کر کے ترجیح دی جاسکے۔ جبکہ فقہ میں غور و خوض کی غایت یہ ہوتی ہے کہ دنیا و آخرت میں نوز و سعادت حاصل ہو جو واد امر پر عمل اور انہی سے اجتناب کر کے ہی ممکن ہوتا ہے۔

فرق پنجم: حکم اللہ کا خطاب ہے۔ اصول فقہ میں نفس خطاب سے بحث ہوتی ہے جبکہ فقہ میں خطاب کے اثر کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا حکم خطاب ہے لیکن اس کا نتیجہ خطاب نہیں ہے کیونکہ وہ مجتہد نکالتا ہے اور اس سے حکم اخذ کرتا ہے جیسے حلال و حرام واجب وغیرہ۔

اصولی اور فقیہ کے مابین فرق: فقہ و اصولی فقہ کے مذکورہ بالا فرقوں سے اصولی اور فقیہ کا فرق بھی واضح ہو گیا ہے کہ ”اصولی وہ ہے جو اولہ تفصیلیہ میں اس لئے نظر نہیں کرتا کہ ان میں سے احکام شرعیہ کا استنباط کرے۔ بلکہ اس کا مقصد مجاہدت و مماثلت رکھنے والے احکام کو یکجا کرنا ہوتا ہے اور وہ ان آیات کو جمع کرتا ہے جن میں شارع کی جانب سے اس کی مثل اور وارد ہوئے ہیں۔ وہ بعض کو بعض کے ساتھ ملحق کرتا ہے اور ان میں اجمالی نظر ڈالتا ہے اور اس قسم کا نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ امر مطلق جو قرآن سے خالی ہو و وجوب کا فائدہ دیتا ہے ورنہ حسب قرینہ اس کا معنی ہوتا ہے۔ اس کی روشنی میں وہ ایک قاعدہ بناتا ہے اور کہتا ہے ”امر الشارع اذا خلا عن القرینہ الیٰ اللہ الوجوب“ اسی طرح نواہی اور عموم خصوص وغیرہ سے متعلق وہ اجمالی نظر ڈال کر قاعدہ بنا دیتا ہے۔“

جبکہ فقیہ ائمہ تفصیلیہ میں اجمالی نہیں بلکہ تفصیلی نظر ڈالتا ہے اور ہر دلیل میں الگ الگ غور کرتا ہے۔ اس کے برعکس اصولی مجموعی نظر ڈال کر قاعدہ بناتا ہے۔ فقیہان سے حکم شرعی کا ان قواعد کی مدد سے استخراج کرتا ہے جن کو اصولی نے وضع کیا ہوتا ہے۔ مثلاً جب وہ ”اقیموا الصلوٰۃ“ میں غور کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ شارع کا امر مطلق ہے اور قرآن سے خالی ہے اور جب قواعد اصولیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اصولیین نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ شارع کا امر مطلق جو قرینہ سے خالی ہو و وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔ اس بنیاد پر فقیہ وجوب صلاۃ پر استدلال کرے گا اور کہے گا ”قوله تعالیٰ اقموا الصلاۃ“ شارع کا حکم ہے اور قرآن سے خالی ہے اور شارع کا ہر وہ حکم جو قرآن سے خالی ہو و وجوب کا فائدہ دیتا ہے لہذا نماز واجب ہے۔

فقہ و اصول کے فرق کی ایک اور طرح سے توضیح..... قیاس منطقی دو اجزاء سے مرکب ہوتا ہے :

مقدمہ صغریٰ	مقدمہ کبریٰ
موضوع (مبتداء)	محمول (خبر)
اقیموا الصلاۃ	محمول (خبر)
لا تقربوا الزنی	محمول (خبر)
	موضوع (مبتداء)
	محمول (خبر)
	موضوع (مبتداء)
	محمول (خبر)

وضاحت:

اس کا معنی ہوا کہ ”اقیموا الصلوٰۃ“ وجوب کے استفادہ کے لئے اور ”لا تقربوا الزنی“ تحریم کے فائدہ کے لئے ہے۔ ہم نے دلیل تفصیلیہ سے آغاز کیا اور دلیل اجمالی یا اصولی پر اختتام کیا۔ احناف کا یہی طریقہ ہے۔ وہ مقدمہ صغریٰ سے مقدمہ کبریٰ کی طرف جاتے ہیں جبکہ شوافع اس کے برعکس مقدمہ کبریٰ سے صغریٰ کی طرف جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ دلیل اجمالی سے دلیل تفصیلیہ کی طرف جاتے ہیں۔

اصول فقہ کو علم اصول فقہ کہنے کی وجہ : اصول فقہ ایک مخصوص علم کا نام ہے۔ اس میں علم اصول کی طرف مضاف کر کے علم اصول فقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ توضیح بیان کے لئے ایسا کیا گیا ہے اور جب توضیح تبیین مقصود ہو تو ایسا کرنا درست ہوتا ہے۔ مثلاً ”شجر الاراک“ بولا جاتا ہے۔ حالانکہ بغیر شجر (مضاف) کے صرف ”اراک“ کے معنی پیلو کا درخت ہوتا ہے۔ شجر کو اراک کی طرف مضاف کرنے کی ظاہراً کوئی ضرورت نہیں تھی مگر وضاحت کی غرض سے ایسا کیا گیا جو کہ درست ہوتا ہے۔



اصول فقہ کا موضوع اور اس کا تحقیقی تجزیہ

علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ کے احوال سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً انسان کے لئے تفکر جو ذات انسانی کو براہ راست یا بلا واسطہ لائق ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف غمی کی مثال کو پیش کیا جاسکتا ہے جو امر ذاتی نہیں بلکہ امر خارجی کی وجہ سے لائق ہوتا ہے جو تجارت ہے۔

اصول فقہ کے موضوع کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

پہلا مذہب : اصول فقہ کا موضوع احکام شرعیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ وہ اولہ کے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور وہ احکام شرعیہ تکلیفیہ (وجوب، حرمت، ندب، کراہت، اباحت) ہیں اور وضعیہ (یعنی سبیت، شرطیت، مانعیت، صحت و فساد) ہیں۔ بعض علماء جیسے امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ”معیار العقول“ میں یہی موضوع بیان کیا ہے۔^۱

تیسریہ : اس قول کا بغور جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ اولہ تعداد میں زیادہ اور اہم ہیں اور علم میں وہی مقصود ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ احکام کے لئے بھی اولہ ”اصل“ ہیں۔ ان باتوں کی بناء پر لازم ہو جاتا ہے کہ اصول فقہ کا موضوع احکام کے بجائے اولہ ہوں۔

دوسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع اولہ، ترجیح اور اجتہاد ہیں۔ یہ بعض شافعیہ مثلاً ابن قاسم العبادی کا مذہب ہے۔ ان کی اپنے موقف پر دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ترجیح اور اجتہاد کے عوارض ذاتیہ سے اولہ کے عوارض ذاتیہ کی طرح بحث کی جاتی ہے لہذا دونوں کے مباحث بھی اس علم کا موضوع ہیں۔

تیسریہ : یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ ترجیح پر بحث اس وقت کی جاتی ہے جب اولہ کے اغراض میں ظاہری تعارض نظر آتا ہو۔ اسی طرح اجتہاد بھی اس وقت زیر بحث لایا جاتا ہے جب مجتہد کو ان اولہ شرعیہ سے احکام کا استنباط کرنا ہوتا ہے۔ اجتہاد کا اساسی نہیں بلکہ انتظار ادا کر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اصولیین علم اصول میں مقلد کے حال سے بحث کرتے ہیں لیکن اس کو مقاصد علم اصول میں شمار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مباحث تقلید و استفتاء کو کتب اصول میں ذکر نہیں کیا۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترجیح و اجتہاد اصول فقہ کا موضوع نہیں ہیں۔

تیسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع اولہ و احکام دونوں ہیں۔ یہ صدر الشریعہ اور امام شوکانی کا مذہب ہے۔^۲

تجزیہ :

صدر الشریعہ اور شارح تفتازانی نے اس حوالہ سے جو بحث قلمبند کی اس کا خلاصہ یہ ہے :

^۱ مقلدہ الاشارة فی اصول الفقہ للولید باجی۔ عادل احمد عبدالموجود علی محمد عوض ص ۶۲، الریاض المکتبہ نزار معصطی الباز طبع ثانی ۱۱۶۸ھ۔ ۱۹۹۷ء
^۲ التلویح علی التوضیح ص ۳۵ کراچی، نور محمد ۱۴۰۰ھ، ارشاد الفحول، محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۵۳/۱۔ قاہرہ دارالکتبی سنہ

”اصول فقہ کا موضوع اولہ و احکام ہیں : اس کی دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ کے تمام مباحث اولہ و احکام کے عوارض ذاتیہ کو ان کے لئے ثابت کرنے کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اولہ اس حیثیت سے کہ وہ احکام کو ثابت کرتے ہیں اور احکام اس حیثیت سے کہ ان کو دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے، یعنی اولہ کا کام اثبات اور احکام کا ثبوت ہے۔ اس فن کے تمام محمولات مسائل از قبیل اثبات اور ثبوت کے ہوں گے اور وہ بھی جن کو اثبات و ثبوت میں کچھ دخل ہو۔“

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصول فقہ کے مسائل میں اولہ کو بیان کرتے وقت قیاس و اجماع کا احکام کے لئے اثبات کیا جاتا ہے، مگر پہلے دو اولہ قرآن و سنت پر اس طرح بحث نہیں کی جاتی کہ پہلے ان کا احکام سے اثبات کیا جائے، حالانکہ قرآن و سنت دونوں ہی شامل موضوع ہیں۔

اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ فن میں مقصود اصلی ”نظری“ اور ”کسبی“ مسائل ہوتے ہیں جو ثبوت میں دلیل کے محتاج ہوں۔ بدیہی امور و مسائل مقصد فن میں داخل نہیں ہوتے۔ یہاں کتاب سنت کا حجت ہونا اصولی کی نگاہ میں بمنزلہ بدیہات کے ہے جو کہ علم کلام میں ثابت اور مشہور ہے۔ اس لئے ان کو اصول فقہ کے مسائل مجوزہ میں درج نہیں کیا گیا۔ اور جہاں تک قرآن کریم کی قراءۃ شاذہ اور سنت میں سے خبر واحد کے احکام کو ثابت کرنے کا تعلق ہے چونکہ یہ بین اور بدیہی نہیں تھا اس لئے اصولی حضرات نے اس پر بحث نہیں کی۔

اولہ کو احکام پر مقدم کرنے کی وجہ :

(۱) دلیل حکم کی بہ نسبت مقدم بالذات ہوتی ہے اور اصول فقہ میں اولہ کی بحث کی بہ نسبت زیادہ اہم ہے اور اولہ تعداد میں احکام سے زیادہ بھی ہیں۔

(۲) علم کا اصل موضوع تو اولہ ہیں احکام سے اصول فقہ کے الحاقی و تبعی مباحث ہونے کی وجہ سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ مقصود اصلی نہیں ہیں بلکہ تبعاً اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔

کیا کسی ایک فن کے متعدد موضوعات ہو سکتے ہیں؟ اصول فقہ کا موضوع اولہ و احکام دونوں ہوں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی ایک فن کے کئی موضوعات ہو سکتے ہیں۔ اگر جواب میں ہاں کیا جائے اور علم طب کو بطور دلیل پیش کیا جائے کہ اس کے دو موضوع ہیں ایک احوال بدن اور دوسرا احوال ادویہ۔

تجزیہ : کسی فن کے دو موضوعات ہونے والی بات درست معلوم نہیں ہوتی اور جہاں تک اس سلسلے میں طب کی مثال ہے تو واضح رہے کہ طب کا موضوع صرف بدن انسان ہے اور ادویہ سے اس حیثیت سے بحث کی جاتی ہے کہ بعض ادویہ سے بدن انسان صحیح اور تندرست ہو جاتا ہے اور بعض سے مریض بن جاتا ہے تو درحقیقت یہ بھی بدن انسان کے عوارض و اصول سے بحث ہوئی نہ کہ احوال ادویہ سے۔

کیا کثرت موضوع کثرت علم پر دلالت کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ طب کا موضوع بدن اور ادویہ ہیں منطق کا موضوع تصور و تصدیق ہیں۔ ان میں تکرر مسائل ہے اور تکرر مسائل اختلاف علم کا موجب نہیں ہوتا۔

اولہ یا احکام میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے والوں کے خلاف دلیل :

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مباحث کا رجوع "احوالِ ادلہ" کی طرف ہے اور بعض کا رجوع "احوالِ احکام" کی طرف ہے۔ جب دونوں کے احوال کے ساتھ مباحث متعلق ہیں تو پھر ایک کو موضوع قرار دے کر مقاصد میں شمار کرنا اور دوسرے کو صرف لواحق و توابع میں درج کرنا ناانصافی ہے۔ بات صرف اس حد تک ہے کہ مباحثِ ادلہ تعداد میں زیادہ اور اہم ہیں اور مباحثِ احکام قلیل تعداد میں ہیں اس لئے دونوں اصالت اور استقلالیٰ موضوع فہم ہیں۔ الغرض یہ کہ حکم اور اس کے مباحثِ اصول فقہ کے مقصودہ مباحث میں شامل ہیں لیکن مباحثِ حکم مباحثِ ادلہ سے موخر ہیں گے اور دونوں کا موضوع بننا اس لئے بھی درست ہے کہ اولہ کا رجوع بالعموم الی الاربعہ ہوتا ہے اور احکام کا الی الخمسہ و جب ہمت، حرمت، کراہت، اباحت۔

صدر الشریعہ کا یہ قول سابقہ دو اقوال کی طرح ضعیف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم دلیل کا ثمرہ اور کسی بھی شئی کا ثمرہ نفسِ اشئی نہیں ہوتا بلکہ اس کے تابع ہوتا ہے۔

چوتھا مذہب : اصول فقہ کے موضوع کے بارے میں راجح قول یہ ہے کہ وہ اولہ اجمالیہ ہیں وہ اس حیثیت سے کہ ان کے ذریعے سے احکام کلیہ کا اثبات کیا جاتا ہے تاکہ اولہ تفصیلیہ سے احکام فقہیہ کے استنباط کی کیفیت تک توصل حاصل ہو سکے یہ جمہور کی رائے ہے۔ اس فہم میں اولہ شرعیہ کلیہ اس حیثیت سے مقصود ہوتے ہیں کہ ان سے احکام کو ثابت کیا جاتا ہے اور پھر احکام کے وضعی یا تکلیفی ہونے سے بحث کی جاتی ہے اور اسی طرح متعلقات احکام یعنی حاکم، محکوم علیہ وغیرہ کا علم کے مسائل کے توابع میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ سیف اللہ امدمی شافعی نے فرمایا۔

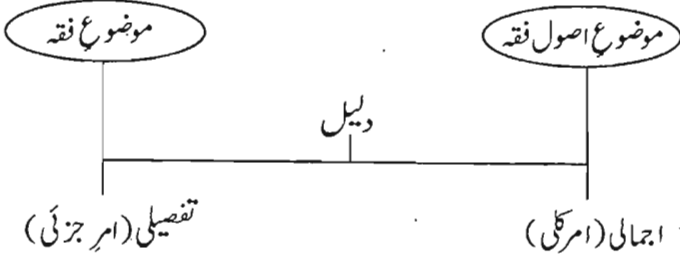
وأما موضوع اصول الفقه، فاعلم أن موضوع كل علم هو الشئ الذي يبحث في ذلك العلم عن احوال العارضة لذاته، ولما كانت مباحث الاصولين في علم الاصول لا تخرج عن احوال الادلة الموصلة الى الاحكام الشرعية المبحوث عنها فيه واقسامها، واختلاف مراتبها و كيفية استثمار الاحكام الشرعية عنها على وجه كلي كانت هي موضوع علم الاصول.

(اور جہاں تک اصول فقہ کا موضوع ہے جان لو کہ ہر شئی کا موضوع وہ ہوتا ہے جس میں اس علم کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اور کیونکہ علم اصول میں اصولیہ کے مباحث اولہ کے احوال جو احکام شرعیہ تک موصل ہوں اور ان کے متعلق بحث اور ان کی اقسام اور ان کے اولہ کے اختلاف مراتب اور ان سے احکام شرعیہ کے استفادہ کی کیفیت کلی اعتبار سے ان سے خارج نہیں ہوتے تو یہی اصول فقہ کا موضوع ہیں)۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الامدمی متوفی ۶۲۱ھ، ۱۰۱۱ھ، بیروت دار الفکر ۱۳۷۷ھ، ۱۹۹۶ء، النقریو و التحجیر، ابن امیر الحاج حنفی متوفی ۸۷۹ھ، ۳۲۱، ۳۲۲، مصر مطبعہ الکبریٰ الامیریہ بولاق ۱۳۲۶ھ۔

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الامدمی شافعی متوفی ۶۲۱ھ، ۱۰۱۱ھ، بیروت، دار الفکر ۱۳۷۷ھ، ۱۹۹۶ء،

فقہ و اصول فقہ کے موضوع میں فرق ان دونوں کے مابین فرق کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے :



ہر وہ دلیل جو جزء واحد پر کلام کرے مثلاً
 ” اقیموا الصلوٰۃ “ یہ دلیل ہر امر کے وجوب کو
 ظاہر نہیں کرتی بلکہ صرف وجوب صلاۃ کے حکم کو
 بتاتی ہے۔

مثلاً ” اقیموا الصلوٰۃ، واتوا الزکوٰۃ، کتب
 علیکم الصیام، واللہ علی الناس حج البیت“
 ان تمام آیات میں امر وجوب کے معنی میں مشترک
 ہے تو کہیں گے ” الامر للوجوب“۔

جس پر نص تو ہے مگر مجتہد نے گمان غالب کی بناء پر حکم دیا، ہو مثلاً لفظ ” قروء “ کی تفسیر میں احناف
 و شوافع کا اختلاف اسی پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دلیل قطعی ہوتی تو دونوں کی صورت ایک دوسرے
 سے اختلاف نہیں کرتے۔

ظنی
 دلیل

” و امسحوا برؤسکم “ یہاں مسح کا حکم دلیل قطعی ہے اس لئے کسی نے بھی نفس مسح کا انکار
 نہیں کیا مگر چونکہ اس کی مقدار کی تعیین میں دلیل ” ظنی “ ہے اس لئے اس میں کل یا بعض اس کا
 اختلاف بھی ہوا ہے۔

قطعی

علم اصول فقہ کا استمداد

اصول فقہ تین علوم، علم کلام، لغت عربیہ اور احکام شرعیہ سے مستمد ہے ہر ایک کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

علم کلام..... اس سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہ کا موضوع اولہ سمعیہ اجمالیہ ہیں اس حیثیت سے کہ ان کی جزئیات سے احکام شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے یا اصول فقہ کا موضوع احکام ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ان کا ثبوت بالادلہ ہوتا ہے۔ یا ادلہ و احکام دونوں موضوع ہیں جیسا کہ بعض حنفیہ کا مذہب ہے۔ ان ادلہ یا علم کی حیثیت کا اثبات، احکام شرعیہ وغیرہ اللہ کی معرفت اور اس کی صفات اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہوئی وحی پر موقوف ہے۔ ان سب کی معرفت بغیر علم کلام کے کسی دوسرے علم یا فن سے کما حقہ ممکن نہیں ہے۔

علم لغت عربیہ..... لغت عربیہ سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت قولیہ اور اقوال صحابہ، جمیع اُمت محمدیہ کے ادلہ لفظیہ کی دلالت کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ مثلاً حقیقت مجاز، عموم خصوص، اطلاق تقيید، منطوق مفہوم کی معرفت لغت عربیہ کے سوا کسی دوسرے فن سے نہیں ہو سکتی۔

احکام شرعیہ..... اس سے مرد احکام شرعیہ کا تصور یعنی حقائق احکام شرعیہ کی معرفت ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے احکام شرعیہ کے اثبات یا فنی کے حدف تک پہنچا جاسکے۔ اسی لئے علامہ امجدی شافعی (متوفی ۱۳۶۱ھ) نے فرمایا:

”لا بد ان یکون عالماً بحقائق الاحکام لیتصور القصد الی اثباتها ونفیها. وان یتمکن بذلک من ایضاح المسائل بضراب الامثلة و کثرة الشواهد“۔^۱

” (ضروری ہے کہ وہ حقائق احکام کا عالم ہو، تاکہ ان (احکام شرعیہ) کے اثبات و فنی کے حدف کو جان سکے اور یہ کہ وہ مسئلہ اور کثیر شواہد سے مسائل کی توضیح کرنے پر قادر ہو سکے)۔“

علم اصول فقہ کے تعلم کا حکم

اس علم کا حاصل کرنا دوسرے عالم کی طرح و وجوب کفائی ہے۔ اُمت کے بعض افراد اس کو سیکھ لیں تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا اور جب کوئی شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو جائے تو اس کے لئے اس علم کا حاصل کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔



۱۔ حوالہ سابق اور شرح المغضہ، مفہم الدین الابن شافعی متوفی ۵۶۷ھ۔ ۳۵۰، ۳۲۱۔ مصر، مطبعہ الکبریٰ الامریہ بولاق ۱۳۶۷ھ

علم اصول فقہ کا فائدہ

اس علم کے بہت سے فوائد ہو سکتے ہیں۔ چند مندرجہ ذیل ہیں :

تاریخی فائدہ..... اس کے ذریعہ سے متقدمین فقہاء و مجتہدین سے مستنبط، مستخرج احکام شرعیہ کے اصول، ان کی کیفیت اور ان کے دقائق معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح امت کا اپنے شاندار ماضی سے رابطہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور وہ حال کے لئے اپنے اسلاف کے اصول کی روشنی میں مسائل کا حل اور نتائج حاصل کر لیتے ہیں اور مستقبل کے لئے حکمت عملی اور نئے اصول وضع کر لیتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات امت کے لئے قلبی سکون و طمانینت کا باعث ہوتی ہے کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے مسلسل مربوط ہے۔

علمی و عملی فائدہ..... اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے دلائل کے ذریعہ احکام کے استنباط و استخراج پر قدرت اور ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ مجتہد کے لئے ہے اور مقلد کے لئے اس کا تاریخی فائدہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ مزید یہ کہ مقلد یہ جان لیتا ہے کہ ائمہ نے جو احکام استنباط کئے ہیں ان کا منبع و ماخذ کیا تھا۔ یہ جان کر اس کو اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے اور ترغیب و تحریک پیدا ہوتی ہے جو عمل، اطاعت اور تسلیم و رضا کا سبب بنتا ہے جس کے نتیجے میں اسے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔

اجتہادی فائدہ..... نئی تحقیق کرنے والوں کے لئے علم اصول فقہ کا حصول بہت ہی زیادہ مفید و معاون ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سابق فقہاء کے اقوال ان میں ترجیح و تخریج کی کیفیت کا علم ہو جاتا ہے جو کہ Personal Law اور Common Law کے لئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں نصوص محدود و متناہی ہیں۔ زمانہ کے تغیرات و حوادث لا محدود اور لا متناہی ہیں اور محدود و متناہی نصوص سے لا محدود و لا متناہی حوادث کا حل سوائے اجتہاد کے کچھ اور نہیں ہو سکتا اور اجتہاد بغیر قواعد اصول کی معرفت اور بغیر شرعی احکام کی علتوں کے علم اور اس علم میں گہرائی و گیرائی فکر کے نہیں ہو سکتا۔

تقابلی فائدہ..... عقلی، نقلی اور اصولی دلائل کے بغیر فائدہ مند تقابلی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور تقابلی مذہب وادیان عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت و مطالبہ ہے۔ خواہ یہ تقابلی مختلف مذاہب کے شرعی میدان میں ہو یا موجودہ قانون کے مقابلہ میں ہو، ہر میدان میں اصولی قواعد پر ہی اعتماد و اعتبار کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعہ مختلف آراء میں تقابلی موازنہ کر کے کسی دلیل کو قوی یا ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تقابلی مطالعہ کے لئے اصول بہت ضروری ہیں۔ مختلف خطوں کے جغرافیائی و معاشرتی حالات و عوامل بھی تدوین مسائل میں کسی حد تک اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

مثلاً Noel J. Coulson اپنی کتاب "Conflict and Tension in Islamic Jurisprudence" میں عورت کا بغیر ولی کی اجازت کے نکاح درست ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں مالکی و حنفی نقطہ نظر کے تقابلی تجزیہ میں اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ دونوں نقطہ ہائے نظر کی بنیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ ہی تھیں مگر دونوں ائمہ نے ان احادیث مبارکہ سے استنباط فرمایا جو ان کے ماحول سے زیادہ مطابقت رکھتی تھیں۔ وہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

In fact the difference has its roots in the Circumstances of origin of the two earliest schools of law, the Maliki and the Hanafis. Maliki Law developed in the traditionally Arab Center of Medina. The Social standards it accepted and reflected were naturally those of the patriarchal Arabian tribe in which. Inter alia, the male members of the tribe controlled the marriages of its women. Hanifi law, on the other hand, grew up in the Iraqi Locality of Kufa. Where Persian influence Predominated (Abu Hanifa himself was of Persian extraction) and where society. In contrast to that of Medina, was almost cosmopolitan. In this setting, where the traditional standards of Arabian tribal life had not the same relevance, it was natural that woman could have a relatively higher status and, in particular, the right to contract her own marriage. ①

(در حقیقت حنفی و مالکی مکاتب فکر فقہ میں بنیادی فرق جغرافیائی حالات و عوامل کا ہے جن میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ زندگی گزار رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مالکی فقہ کے مطابق نکاح کے مسئلہ میں عورت کے لئے ولی کی اجازت کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حنفی فقہ کے مطابق ولی کی اجازت ضروری نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس معاملہ میں عورت آزاد ہے۔ دراصل مالکی فقہ کا مرکز مدینہ النبی ﷺ تھا جہاں قبائلی نظام اپنی سخت قیود کے ساتھ مزوج تھا اور اسی لئے ازدواجی معاملات میں بھی مرد حضرات با اختیار تھے۔ اس کے برخلاف فقہ حنفی کی مرکزیت کوفہ میں قائم تھی وہاں کے ماحول میں بڑے پیمانے پر اہل فارس کے اثرات اثر انداز تھے۔ ایرانی معاشرے میں عورت کے لئے اتنی سخت قیود نہیں لگائی گئی تھیں اسی بناء پر ان دونوں عظیم ائمہ کی توجیہات میں فرق ہے۔ لازمی طور پر ایسے ماحول و معاشرے سے جہاں عورت اس درجہ حدود قیود کی پابند نہ تھی اس کو اپنے ازدواجی معاملات میں اس درجہ رعایت دے دینا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔)

ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا حقائق پر مبنی تجزیہ محض اتفاقی ہو مگر تدوین فقہ و مسائل میں کارفرما اصولوں کو مختلف خطوں کے جغرافیائی، معاشرتی و دیگر عوامل و حالات کے تناظر سے بالکل الگ نہیں کیا جاسکتا۔

دینی فوائد..... اصول، شرعی احکام اور اس کے دلائل کو ضبط و محفوظ کرنے کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہیں۔ ساتھ ہی ایک مکلف انسان کو دینی احکام پر آمادہ کرنے کا وسیلہ بھی ہوتے ہیں۔ اس موقع پر پہلے اصول فقہ یہ کہتے ہیں کہ اصول فقہ کا ایک فائدہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت ہے اور یہی معرفت دین و دنیا کی سعادت و کامیابی کی کنجی ہے۔

① Noel J. Coulson, Conflict and Tension in Islamic Jurisprudence Pg. 28-29 The University of Chicago Press Chicago London 1969.

خلاصہ بحث :

الغرض علم اصول فقہ ہر مجتہد کے لئے ضروری علوم میں سے ہے۔ ہر مفتی اور ہر اس طالب علم کے لئے جو قضاء و افتاء کا طالب ہو ضروری ہے کہ اس بات سے آگاہی حاصل کرے کہ احکام کہاں سے اور کس طریقہ سے مستنبط کئے جاتے ہیں اور یہ کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے کس طرح مربوط ہے۔ مختلف ادوار میں یہ فن کن نشیب و فراز سے گزر کر ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ ایک عالم صرف ائمہ سے احکام کی سماعت پر اکتفا نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس بات کا بھی متنبی و خواہاں ہوتا ہے کہ اصل منابع و ماخذ تک براہ راست رسائی حاصل کرے اور یہ دیکھے کہ کن ماخذ سے کن اصول کی بنیاد پر کن حالات میں اس کو مستنبط کیا گیا ہے۔۔۔۔ اور متقدمین نے کن علتوں کو سامنے رکھ کر کن بنیادوں پر اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا، تاکہ وہ ان سے منقول علتوں کو سامنے رکھ کر نئے اصول مرتب کر کے موجودہ دور کے مسائل کا اطمینان بخش حل پیش کر سکے کیونکہ اجتہاد کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہو سکتا جب تک انسان کو ہر ارضی پر آباد ہے۔

☆☆☆

علم اصول فقہ کا واضح

علم اصول فقہ کا واضح کون ہے؟ اس بارے میں تین مشہور آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

- (۱) اصول فقہ کے واضح امام جعفر صادق ؑ (متوفی ۱۴۸ھ) اور ان کے والد امام باقر ؑ ہیں۔
- (۲) امام اعظم ابوحنیفہ ؒ (متوفی ۱۵۰ھ) اور ان کے اصحاب اس فن کے واضح ہیں۔
- (۳) امام شافعی ؒ (متوفی ۲۰۴ھ) اس کے واضح ہیں۔

تینوں آراء کا تحقیقی جائزہ :

پہلی رائے..... یہ شیعہ امامیہ کا مسلک ہے کہ امام جعفر صادق اور امام باقر نے سب سے پہلے اصول فقہ کی بنیاد رکھی۔ اور یہ الہامی کی ایک صورت تھی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دونوں بزرگوں پر القاء ہوئی تاکہ لوگوں کو صحیح اسلوب پر تعلیم دے سکیں۔ چونکہ ان کا یہ علم الہامی تھا اس لئے ان کو کسی منہاج و اجتہاد کی ضرورت نہیں تھی اور ان کا کلام دائمی صواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں مختلف مؤقف ہے۔ وہ امام صادق کو مجتہد جانتے ہیں اور مجتہد سے خطا و صواب دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ امام صادق نے اپنی فقہ کے کچھ خاص اصول مقرر کر رکھے تھے مگر ان کو مدون نہیں کیا تھا کیونکہ ان کے زمانہ میں تدوین منہاج کارواج نہیں تھا بلکہ مسائل واقعی میں افتاء کی حد تک کا معمول تھا۔ ہاں البتہ اہل عراق نے مسائل واقعی کے ساتھ متوقع مسائل کا بھی اضافہ کر لیا تھا جس کا نام فقہ تقدیری تھا۔ آیت اللہ الصدر (متوفی ۱۴۰۰ھ) نے فرمایا :

”اعلم ان اول من اسس اصول الفقہ وفتح بابہ، وفتی مسائلہ الامام ابو جعفر محمد الباقر، ثم من بعده ابنہ الامام ابو عبد اللہ الصادق، وقد املیا علی اصحابہما قواعدہ، وجمعوا من ذلك مسائل رتبہا المتأخرون علی ترتیب المصنفین فیہ بروایات مسندة الیہما متصلۃ الاسناد، وكتب مسائل الفقہ المرویۃ عنہما بایدینا الی هذا الوقت بحمد اللہ، منها کتاب اصول آل السید الرسول رتبہا علی ترتیب مباحث اصول الفقہ الدائرة بین المتأخرین، جمعه السید الشریف الموسوی ہاشم بن زین العابدین الخونساری الاصفہانی رضی اللہ عنہ فی نحو عشرين الف بیت کتابہ، ومنها الاصول الاصلیۃ للسید عبد اللہ العلامۃ المحدث عبد اللہ بن محمد الرضا الحسینی، وهذا الكتاب من احسن ما روى، فیہ اصول تبلغ خمسة عشر الف بیت، ومنها الفصول المهمۃ فی اصول الائمة للشیخ المحدث محمد بن الحسن ابن علی الحر العاملی صاحب کتاب وسائل الشیعة، وحينئذ فقول الجلال السیوطی فی کتاب الاوائل : اول من صنف فی اصول الفقہ الشافعی بالا جماع فی غیر محلہ ان أراد التأسيس والابتکار، وان اراد التصنیف المتعارف، فقد تقدم علی الامام الشافعی فی التالیف هشام بن الحكم المتكلم المعروف من اصحاب ابی عبد اللہ الصادق، صنف كتاب الالفاظ و مباحثها،

وہو اہم مباحث ہذا العلم ثم یونس بن عبدالرحمن مولی آل نقطین صنف کتاب اختلاف الحدیث ومباحثہ، وهو مبحث تعارض الحدیثین، ومسائل التعديل، الترجيح فی الحدیثین المتعارضین رواه عن الامام موسى الكاظم بن جعفر علیہما السلام، وذكرهما ابو العباس النجاشی فی کتابہ الرجال والامام الشافعی متأخر عنہما“^۱

(جس نے سب سے پہلے اصول فقہ کی بنیاد رکھی اور اس کا دروازہ کھولا اور اس کے مسائل بیان کئے وہ امام ابو جعفر محمد الباقر ہیں اس کے بعد ان کے صاحبزادہ امام ابو عبد اللہ صادق ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے اس فن کے قواعد اپنے اصحاب کو اطا کر دیئے اور ایسے مسائل جمع کئے۔ ان دونوں بزرگوں سے مروی جو کتب مسائل فقہ ہمارے سامنے ہیں ان میں کتاب اصول آل السید الرسول ہے جسے سید شریف موسوی ہاشم بن زین العابدین خونساری اصفہانی (متوفی ۱۳۱۸ھ) رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ اسی طرح ایک کتاب ”الاصول الاصلیہ“ ہے اس کے مؤلف سید عبد اللہ العلامہ الحمدی عبد اللہ بن محمد رضا الحسینی (متوفی ۱۲۳۳ھ) ہیں۔ اسی ہی ایک اور کتاب ”الفصول المهمہ فی اصول الایمہ“ ہے اس کے مؤلف شیخ الحمدی محمد بن الحسن ابن علی المرعاشی (متوفی ۱۹۹ھ) صاحب کتاب وسائل الشیعہ ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاوائل میں لکھا کہ اصول فقہ میں امام شافعی پر بھی مقدم ہشام بن الحکم جو اصحاب امام صادق میں سے ایک ہیں، وہ ہیں پھر یوسف بن عبدالرحمن ہیں جنہوں نے امام موسیٰ بن کاظم بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی)۔

شعبان محمد اسماعیل نے سید حسن صدر کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا :

”فالقواعد التي يشير اليها السيد حسن الصدر..... انما هي من قبيل مناهج الاستنباط، وطرق الاستدلال..... وهذا كانت موجودة حتى في عصر الصحابة، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین“^۲

(تو وہ قواعد جن کی طرف سید حسن الصدر نے (امام محمد باقر و امام جعفر کے مدون ہونے کا) جو اشارہ کیا وہ تو مناجات استنباط اور طریق استدلال کے قبیل سے ہے۔ یہ دونوں باتیں تو عصر صحابہ ”میں بھی موجود تھیں)

مصطفیٰ سعید الحسن نے اپنی کتاب ”درستہ تاریخ فی الفقہ و اصولہ“ میں سید حسن الصدر کا بیان نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا :

”وفی رأی ان عزو البداءة فی التصنیف فی هذا..... الی غیر الشافعی ان هو إلا خرق للاجماع، او قریب من ذالک، من غیر برهان واقعی، ولا دلیل مقنع“^۳

۱۔ الامام الصادق حملتہ وعصرہ اراؤہ وفقہہ، محمد ابو زہرہ۔ ص ۲۶۷، ۲۶۸۔ مطبعہ اجماعیہ نجف، علم الاصول تاریخاً و تطوراً، علی الفاضل القاسمی النجفی ص ۴۳، ۴۴۔ اس میں الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ مرکز النشر کتب الاعلام الاسلامی ۱۳۰۵ھ۔ دروس فی علم الاصول، شہید آیت اللہ العظمی السید محمد باقر الصدر ص ۵۱۸، ۵۲۔ باختلاف الفاظ تم موسسہ النشر الاسلامی طبع جانی ۱۳۱۵ھ۔

۲۔ اصول الفقہ لشاہہ تطوره والحاجۃ الیہ، شعبان محمد اسماعیل ص ۳۵۔ قاہرہ دار الانصار ستند۔

۳۔ درستہ تاریخ فی الفقہ و اصولہ والا تجاہات التي ظهرت فیہما۔ سعید الحسن ص ۱۶۳، الشركة المتحدہ للتوزیع سنہ لد

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

(اور میری رائے میں اس (فن) میں امام شافعی کے علاوہ کسی دوسرے کے سبقت رکھنے کا دعویٰ اجماع کے خلاف ہو گیا اس کی مخالفت کے قریب ہو گا جس کی نہ تو کوئی حقیقت میں برہان ہے اور نہ کوئی شافی دلیل)

ابوزہرہ نے اس کلام پر جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

” ان تصریحات سے ہمیں اختلاف نہیں ہے لیکن ہم امام جعفر اور امام موسیٰ کاظم کی کسی تصنیف کا وجود تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے، ان سے جو کچھ مروی ہے وہ غیر مدون الملاء کی صورت میں ہے۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ امام صادق اور امام کاظم تفکیر اصول فقہ میں امام شافعی پر سبقت رکھتے تھے تو ہم مان لیں گے۔ البتہ باقاعدہ تصنیف کی صورت میں ان اصولوں کی تدوین میں امام شافعی سبقت رکھتے ہیں اور اس سے ان دونوں آئمہ جلیل کے مرتبہ اور عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ یہ حضرات تالیف و تصنیف کے خوگر نہیں تھے۔ یہ تو بحث و توجیہ اور تلقین و ارشاد میں مصروف دہشہک رہتے تھے اور ان دونوں حضرات کے زمانے میں تالیف و تصنیف کا کوئی خاص رواج بھی نہیں تھا کسی حد تک تدوین تو تھی لیکن اسے تالیف قرار نہیں دیا جاسکتا اور تدوین مذاکرات و اقوال کے سلسلے اور حقیقت عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم کے عہد میں کام شروع ہو گیا تھا“۔

اس کے بعد وہ امام سیوطی کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

جہاں تک امام جلال الدین سیوطی کے بیان کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے ہشام بن الحکم کی حیثیت امام شافعی پر سبقت رکھتے ہیں جو انہوں نے فن لفظ پر لکھی تھی اور یونس بن عبدالرحمن امام شافعی پر اس اعتبار سے سبقت رکھتے ہیں کہ انہوں نے ان سے پہلے حدیث پر کتاب لکھی تھی۔ بلاشبہ یہ دونوں موضوعات علم اصول فقہ کا جزو ہیں لیکن مکمل علم نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ مباحث الفاظ کا تعلق علوم لغت سے ہے۔ اسی طرح اختلاف حدیث کی بحث علم حدیث کا جزء ہے لہذا ان دونوں کو علم اصول کا مؤسس ماننا مشکل ہے۔ تاسیس کا فریضہ تو امام شافعی نے انجام دیا لیکن تاسیس کے معنی نہیں ہیں کہ امام شافعی نے جو کچھ لکھ دیا وہ حرف آخر تھا، ان کے بعد کے لوگوں نے اس علم کو اور زیادہ جامع اور مکمل بنایا۔ امام صادق نے اپنا منہاج واستنباط مدون نہیں کیا لیکن ایک طرز بنا دیا تھا۔ مثلاً وہ اس کے قائل تھے کہ دین میں اصل و اساس کتاب اللہ ہے جو سنت پر بھی مقدم ہے۔ سنت اگر مخالف قرآن ہو تو ترک کر دی جائے گی۔ الکافی میں ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر چیز کھول کر بیان کر دی ہے۔ اللہ نے کوئی ایسی چیز ترک نہیں کی ہے جس کے جاننے کے بندے محتاج ہوں۔ ”الکافی“ میں ہشام بن الحکم وغیرہ ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا : ”اے لوگو! میری طرف سے تم تک جو بات آئے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہے تو میں نے کہی ہے اور اگر کتاب اللہ کے مخالف ہے تو وہ میرے اقوال نہیں۔ ان ہدایات سے تین امور پر روشنی پڑتی ہے

(۱) احکام شرعیہ میں اصل قرآن کریم ہے احادیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ قرآن کی طرف لوٹایا جائے گا۔

www.kitabosunnat.com

(۲) علم قرآن عین نظر کا طالب ہے۔

(۳) قرآن سنت پر مقدم ہے۔ وہ سنت پر حاکم ہے، اگرچہ سنت اس کی وضاحت کرتی ہے اور تفسیر بیان کرتی ہے۔ امام صادق نے ناسخ و منسوخ کے بارے میں گفتگو کی اور کہا کہ ناسخ و منسوخ قرآن و سنت دونوں میں ہے۔ ان کا یہی منہاج استنباط ہے جس کا وہ التزام فرمایا کرتے تھے۔^۱

دوسری رائے..... امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اصول فقہ کے واضح ہیں۔ ابوالوفاء الافغانی نے "اصول السرخسی" کے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اصول فقہ کا مدون اول قرار دیا اور اصول فقہ پر لکھی گئیں ابتدائی کتب کا ان کی تاریخی ترتیب کے لحاظ سے تذکرہ کیا، جس میں امام شافعی کی الرسالہ کو اس فن پر لکھی جانے والی چوتھی کتاب شمار کیا، وہ فرماتے ہیں :

"وأما أول من صنف في علم الاصول . فيما نعلم . فهو امام الائمة ، وسراج الامة ابو حنيفة النعمان رضی اللہ عنہ حیث بین طرق الاستنباط فی "کتاب الرای" له ، وتلاه صاحبا القاضی الامام ابو یوسف یعقوب بن ابراهیم الانصاری ، والامام الربانی محمد بن الحسن الشیبانی رحمهما اللہ ، ثم الامام محمد بن ادريس الشافعی رحمة اللہ صنف الرسالة".^۲

(اور ہمارے علم کے مطابق امام الائمہ، سراج الائمہ ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ نے علم الاصول پر پہلی کتاب "کتاب الرای" تصنیف کی جس میں استنباط کے طریقے بیان کئے۔ اس کے بعد آپ کے دو شاگردوں قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراهیم الانصاری اور امام ربانی محمد بن الحسن الشیبانی رحمہم اللہ نے اس فن پر کتب تصنیف کیں، پھر امام محمد ادريس شافعی رحمۃ اللہ نے اپنا رسالہ تصنیف کیا)

محقق کی رائے :

ہمارے خیال کے مطابق اصول فقہ پر پہلی کتاب "کتاب الرای" ہے جو امام اعظم کی تصنیف ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حل طلب مسئلہ کا حکم باوجود تلاش کے قرآن و سنت میں صراحاً نظر نہ آئے تو اجتہاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اجتہاد رائے کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث معاذ میں رسالت مآب ﷺ نے اسی اسلوب کی تعلیم فرمائی۔ اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہ نے ایک کتاب بنام "کتاب الرای" (آدی کس طرح اپنی رائے قائم کرے) تصنیف کی۔ مسائل میں رائے کا استعمال کس طرح ہوتا ہے یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی، غالباً ہلاکونے بغداد پر حملہ کر کے وہاں کے علمی ذخیرے کو دریائے دجلہ میں بہا ڈالا، تو ممکن ہے یہ کتاب انہی تباہ شدہ کتابوں میں ضائع ہوگئی ہو۔ اصول فقہ غالباً اپنے موجودہ مفہوم میں پورے کا پورا اس میں نہیں ہوگا لیکن رائے سے استفادہ کر کے اس کو بدلنا، قانون کا مفہوم معلوم کرنا، اس کی تاویل کرنا وغیرہ غالباً اس میں بیان کئے گئے ہوں گے۔ امام ابوحنیفہؒ نے قانون کو جو خدمات انجام دیں وہ سب پر عیاں ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے صرف تصنیفی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ اس رواج کو عام کرنے کے لئے ایک تعلیمی اکیڈمی قائم کی جس میں وہ اپنے شاگردوں میں اجتہاد فکراور آزادی رائے کی صلاحیت پیدا کر دیتے تھے۔ چنانچہ ہر مسئلہ پر ان کے شاگرد

آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے اور پھر بحث و مباحثہ، غور و خوض کے بعد رد و قبول ہوا۔ ابن خلکان اور ابن ندیم کے مطابق امام ابو یوسف نے اصول فقہ پر کتاب تالیف کی تھی اور ابن خلکان نے ان کو حنفی مذہب پر اصول کی پہلی کتاب کا مدون مانا ہے۔ غالباً یہ اصول فقہ پر ایک الگ تصنیف تھی یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب الراء کی شرح ہو۔ امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الراء لکھنے کے بعد اس کا درس دیا ہو۔ درس کے دوران شرح ہوتی ہوگی اور اعتراضات بھی ہوئے ہوں گے۔ اس ساری بحث و تشریح کو امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الاصول میں جمع کر دیا ہو گا مگر امام ابو یوسف کی یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی۔

ہم اپنی تائید میں امام ابو یوسف کے ایک دوسرے ممتاز شاگرد امام محمد بن شیبانی کو پیش کر سکتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی تھی جس کا نام "کتاب الاصول" تھا۔ ابن ندیم نے ان کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

ابو الحسن المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب "المعتمد فی اصول الفقہ" میں امام محمد شیبانی کی کتاب الاصول کے چند حوالے بیان کئے ہیں۔ مثلاً ابو الحسن لکھتے ہیں، امام محمد شیبانی نے کہا کہ اصول فقہ چار چیزیں ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ چار باتیں امام محمد شیبانی کی کتاب کا خلاصہ ہیں۔ اس کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو یوسف کے متعدد شاگردوں نے کتاب الراء کی شرح کے طور پر اصول فقہ کی کتابیں لکھی ہوں گی۔

ڈاکٹر حمید اللہ اس موقف کی تائید میں فرماتے ہیں کہ :

"اس رائے کو قائم کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے کہ امام ابو یوسف کی طرف "کتاب السیر" منسوب ہے۔ اگرچہ سوائے چند اقتباسات کے وہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی لیکن اس نام کی کتابیں کم از کم تین چار شاگردوں نے لکھیں۔ مثلاً امام محمد شیبانی نے "کتاب السیر الصغیر" اور "کتاب السیر الکبیر" کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ دونوں ہم تک نہیں۔ امام زفر نے "کتاب السیر" لکھی، اسی طرح ابراہیم انفراری نے بھی کتاب السیر لکھی جو غلطی کی صورت میں موجود ہے۔ جس طرح امام ابو یوسف کی کتاب السیر سے متاثر ہو کر قانون بین الاقوام کے درس کی بنیاد پر ان کے کئی شاگردوں نے کتاب السیر کے نام سے کتابیں تصنیف کیں۔ اسی طرح شاید کتاب الراء کی تدریس کے سلسلے میں بھی وہی صورت پیش آئی اور ان کے بعض شاگردوں نے اس موضوع پر بھی کتابیں لکھیں۔ ممکن ہے کہ اس کا اصول کا نام بھی خود امام ابو یوسف نے دیا ہو۔ مگر واضح رہے کہ کتاب الاصول یعنی علم اصول کی جو کتابیں مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں ان میں ابتدائی تین کتابیں یعنی امام ابو یوسف کی کتاب الراء، اور امام ابو یوسف، امام محمد شیبانی کی اصول فقہ پر کتاب ہم تک نہیں پہنچیں۔ جو کتاب ہم تک پہنچی ہے محمد امام محمد شیبانی کے ایک شاگرد امام شافعی کی کتاب ہے۔ ممکن ہے کہ امام ابو یوسف کے استادوں نے بھی رائے سے کام لے کر فتوے دیئے ہوں اور سوالوں کا جواب دیا ہو۔ لیکن یہ کہ انہوں نے اس پر کوئی کتاب لکھی تھی اب تک ہمیں اس کا علم نہیں ہو سکا۔ اس لئے ہم نے فرض کیا کہ اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابو یوسف کی کتاب الراء ہے۔"

۱۔ وفیات الاعیان و ابناء الزمان۔ قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۳۰۳/۱، مصر، مطبعہ المکتبۃ احمد البابی، ۱۳۰۱ھ، کتاب الفہر

ست، ابن الندیم محمد بن ابویوسف شیبانی متوفی ۳۸۰ھ، ۲۵۶/۱، کراچی نور محمد سنہ

۲۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۵۸

۳۔ خطبات بہادیلہور محمد حمید اللہ ص ۱۲۹، اسلام آباد، تحقیقات اسلامی، طبع ۱۹۹۰ء

۴۔ حوالہ سابق ص ۱۳۵، تلخیص اور الفاظ کی تفسیر کے ساتھ

موفق کی (متوفی ۵۶۸ھ) نے کتاب مناقب میں طلحہ ابن جعفر سے یہ بات نقل کی ہے کہ :

” ان ابا یوسف اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذہب ابی حنیفہ “
(بلاشبہ ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کے اصول فقہ میں پہلی کتاب تالیف کی)

ابن خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں امام ابو یوسف سے متعلق لکھا کہ :

” واول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذہب ابی حنیفہ واملی المسائل ونشرها
وہ علم ابی حنیفہ فی اقطار الارض .“

(سب سے پہلے ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کے مذہب پر اصول فقہ میں کتب تالیف کیں اور مسائل الماکروائے اور
مختلف ملکوں میں امام ابو حنیفہ کے علم کو پھیلایا)

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابو حنیفہ کی کتاب ”الرای“ ہوگی۔
اگرچہ وہ ہم تک نہیں پہنچی یا ان کے اصحاب کو اس فن کی تدوین میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

تیسری رائے امام شافعی اس فن کے مدون اول ہیں۔ اس بارے میں علماء کے چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں :

امام رازی (متوفی ۶۰۶ھ) نے فرمایا :

” اتفق الناس علی ان اول من فی هذا العلم (ای اصول الفقہ) الشافعی ، وهو الذی رتب
ابوابها میز بعض اقسام من بعض ، وشرح مراتبها فی القوة والضعف .“

(لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے اس علم (اصول فقہ) میں امام شافعی نے تصنیف کا آغاز کیا اور انہوں نے اس کے
ابواب مرتب کئے۔ اس کی بعض اقسام کو بعض سے جدا کیا۔ قوت و ضعف کے اعتبار سے اس کے مراتب کی تشریح کی)

علامہ بدرالدین زرکشی (متوفی ۹۳ھ) نے اپنی کتاب ”البحر المحیط“ میں ایک فصل بعنوان ”اول من صنف
فی اصول الفقہ“ لکھی۔ وہ اس میں فرماتے ہیں :

” الشافعی رضی اللہ عنہ اول من صنف فی اصول الفقہ فیہ کتاب الرسالة .“
(امام شافعی ﷺ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی اور وہ تصنیف ”کتاب الرسالة“ ہے)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا :

” لم نكن نعرف الخصوص والعموم حتى ورد الشافعی .“

(ہم امام شافعی کے تشریف لانے تک عموم و خصوص کو نہیں جانتے تھے)

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفہ موفق بن احمد کی متوفی ۵۶۸ھ ۲/۲۳۵، کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ ۱۳۰ھ

۲۔ تاریخ بغداد۔ حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ ۱۱۴/۲۳۵-۲۳۶، بیروت ، دارالکتب العلمیہ بیروت

۳۔ کتاب مناقب الامام شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ ص ۵۵، معرکتبہ العلمیہ بیروت

۴۔ البحر المحیط۔ امام زرکشی بدرالدین بہار بن عبد اللہ شافعی متوفی ۹۳ھ ۱۱۸/۱۱۸، مصر دارالکتاب بیروت

۵۔ حوالہ سابق

فن اصول فقہ کی تاریخ و سیرت رسالت ﷺ سے عمر حاضر تک حصہ اول

ابو محمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ) نے شرح الرسائل میں فرمایا :

”لم یسبق الشافعی احد فی تصانیف الاصول و معرفتها“۔^۱

(اصول کی تصانیف اور اس کی معرفت میں کسی نے امام شافعی پر سبقت نہیں لی)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے اپنے مقدمہ میں لکھا :

”وکان اول من کتب فیہ الشافعی رضی اللہ عنہ املی فیہ رسالته المشهوره تکلم فیہا فی الاوامر والنواہی والبیان والخیر والنسخ وحکم العلة المنصوصه من القیاس۔“^۲
(اس فن میں تالیف کا کام سب سے پہلے امام شافعی نے کیا۔ انہوں نے تصنیف الرسائل میں ادا و رد و نواہی، بیان، خبر، نسخ اور قیاس سے مخصوص علت کا حکم وغیرہ جیسے امور بیان کئے)

ابو زہرہ نے فرمایا :

”والحق ان الشافعی رتب ابواب هذا العلم وجمع فصوله، ولم یقتصر علی مبحث دون مبحث بل مبحث فی الكتاب، وبحث فی السنة وطرق اثباتها ومقامها من القرآن. وبحث الدلالات اللفظیة فتکلم فی العام والخاص والمشترک والمجمل والمفصل، وبحث فی الاجماع وحقیقته وناقشه علمیة لم یعرف ان احدا سبقه بها، وضبط القیاس، وتکلم الاستحسان، وهکذا استرسل فی بیان حقائق هذا العلم مویة مفصلة، وهو بهذا لم یسبق او علی التحقيق لم یعلم الی الان ان احد سبقه.....“۔^۳

(حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی نے اس علم کے ابواب مرتب فرمائے اور فصول یکجا کئے۔ انہوں نے کسی ایک بحث یا چند بحثوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ قرآن، سنت، اثبات، سنت کے طریقے، قرآن کے مقابلے میں حدیث کا مقام پر بحثیں کیں اور لفظی دلائلوں پر بحث کرتے ہوئے عام خاص مشترک مجمل مفصل پر گفتگو فرمائی۔ اجماع اور اس کی حقیقت پر ایسی علمی بحثیں کیں جس کی نظیر کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتی۔ قیاس کے اصول منضبط کئے اور امتحان پر کلام فرمایا..... اس طرح امام شافعی نے اس علم کے مباحث کو ابواب اور فصول کی صورت میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس سلسلے میں ان پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے یا محتاط الفاظ میں کہا جائے کہ محقق طور پر اب تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا)

ابو زہرہ نے مزید لکھا :

”ولا غرابة فی أن یکون البحث فی فروع الفقه وتدوینها متقدما علی تدوین اصول الفقه، لأنه اذا کان علم اصول الفقه موازین لضبط الاستنباط ومعرفة الخطا من الصواب فهو علم

۱ حوالہ سابق

۲ مقدمہ ابن خلدون۔ عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ/۳۵۵، بغداد مکتبۃ المصطفیٰ سنہ

۳ اصول الفقہ۔ محمد ابو زہرہ ص ۱۶، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

ضابط ، و المادۃ ہی الفقہ ، و كذلك الشأن فی کل العلوم الضابطۃ ، فالنحو متأخر عن النطق بالفصحی ، والشعراء كانوا يقولون الشعر موزونا قبل أن يضع الخليل بن أحمد ضوابط العروض ، والناس كانوا يتجادلون ويفكرون قبل أن يدون أرسطو علم المنطق ، ولقد كان الشافعي جديرا بأن يكون أول من يدون ضوابط الاستنباط فقد أوتى علماً دقيقاً باللسان العربي ، حتى عد في صفوف الكبار من علماء اللغة ، وأوتى علم الحديث فتخرج على أعظم رجاله ، واحاط بكل أنواع الفقہ فی عصره ، و كان عليهما باختلاف العلماء من عصر الصحابة الى عصره ، و كان حريصا كل الحرص على أن يعرف أسباب الخلاف ، والوجهات المختلفة التي تتجه إليها أنظار المختلفين وبهذا وبغيره توافرت له الأداة لأن يستخرج من المادة الفقهية التي تلقاها الموازين التي توزن بها آراء السابقين وتكون أساسا لاستنباط الاحقين ، يراعونها فيقاربون ولا يباعدون ، فبعلم اللسان استطاع أن يستنبط القواعد لاستخراج الاحكام الفقهية من نصوص القرآن والسنة ، وبدرسته في مكة التي يتوارث فيها علم عبد الله بن عباس الذي سمي ترجمان القرآن عرف الناسخ والمنسوخ ، وباطلاعه الواسع على السنة وتلقيه لها عن علمائها وموازنتها بالقرآن استطاع أن يعرف مقام السنة من القرآن ، وحالها عند معارضة بعض ظواهرها لظواهر القرآن الكريم ، وقد كانت دراسته لفقہ الرأي وللمأمور من آراء الصحابة أساسا لما وضعه من ضوابط للقياس ، وهكذا وضع الشافعي قواعد للاستنباط ولم تكن في جملها ابتداءا ابتدعه ، ولكنها ملاحظة دقيقة لما كان يسلكه الفقهاء الذين اهتدى بهم من مناهج استنباطهم لم يدونونها ، فهو لم يبتدع منهاج الاستنباط ولكن له السبق في أنه جمع أشنات هذه المناهج التي اختارها ، ودونها في علم مسترابط الأجزاء ، في ذلك مثل أرسطو في تدوينه لمنطق المشائين ، فما كان عمله فيه ابتداءا لأصل المنهاج ، بل كان أبداعه في ضبط المنهاج هذا هو نظر الجمهور من الفقهاء في تقريرهم الأسبقية للشافعي في تدوين ذلك العلم ، ولا أحد منهم يخالف في ذلك .¹

ترجمہ : ” یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ فقہی جزئیات کی بحث و تحقیق اور ان کی تدوین اصول فقہ کی تدوین سے پہلے وجود میں آچکی تھی اس لئے کہ علم اصول فقہ استنباط احکام کو مضبوط کرنے اور اجتہاد و استنباط میں خطا و صواب کی معرفت کے قواعد کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ ایک مضبوط کرنے والا علم ہے۔ اور فقہ کی زمین سے ہی یہ اصول نمودار ہوتے ہیں۔ یہی حال ان تمام علوم کا ہے جو آئے اور ضوابط کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ فن نحو کی تدوین سے پہلے لوگ فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے۔ خلیل بن احمد کے فن عروض وضع کرنے سے پہلے شعراء موزوں اشعار کہتے تھے۔ اسی طرح ارسطو کے علم منطق کی ایجاد سے قبل بھی لوگ بحث و مناظرہ اور غور و فکر کیا کرتے تھے۔..... امام شافعی اس کے بجا طور پر مستحق تھے کہ قواعد استنباط کی تدوین میں انہیں اولیت حاصل ہوئی، اس لئے کہ عربی زبان و ادب پر ان کی بہت گہری نظر تھی۔

حتیٰ کہ ان کا شمار ممتاز ترین علماء لغت میں کیا گیا۔ علم حدیث کا بھی وافر حصہ ان کو عطا ہوا تھا۔ اپنے وقت کے طویل القدر محدثین سے انہوں نے یہ علم حاصل کیا تھا اور اپنے دور میں فقہ کی تمام قسموں پر ان کی ہمہ گیر نظر تھی۔ وہ عہد صحابہ سے لے کر اپنے دور تک کے علماء کے اختلافی مسائل و آراء سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ ہمیشہ اس کی بھرپور کوشش کرتے رہتے تھے کہ اختلاف آراء کے اسباب اور ان علماء کے پیش نظر رہنے والے مختلف نقطہ نظر کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کریں..... ان جیسے اسباب کی بناء پر آپ اس بات کے اہل ہوتے کہ موجودہ فقہی ذخیرہ کو سامنے رکھ کر ایسے اصول بنا لیں جن کی روشنی میں علماء سابقین کی آراء کا بھی جائزہ دیا جاسکے اور ان اصولوں کی رعایت سے آئندہ زمانہ کے فقہاء کی آراء میں قربت پیدا ہو اور فاصلے کم ہو جائیں..... چنانچہ لغت و زبان پر کامل قدرت رکھنے کی وجہ سے آپ نے قرآن و سنت کے نصوص سے احکام فقہیہ کے استنباط و استخراج کے قواعد وضع فرمائے۔ مگر کمرہ جہاں ترجمان القرآن حضرت ابن عباس کا علم مستقل ہوتا چلا آ رہا تھا وہاں حصول علم کے بعد آپ کو ناخ و منسوخ کا علم ہوا۔ اسی طرح احادیث نبویہ کے وسیع مطالعہ، محدثین کرام سے ان کی روایت اور قرآن سے ان کا موازنہ کرنے کے بعد آپ کو یہ معلوم ہوا کہ سنت کا مقام قرآن کے مقابلہ میں کیا ہے اور اگر بعض حدیث کا ظاہر کسی آیت قرآنی کے ظاہری مفہوم سے متعارض نظر آ رہا ہو تو کیا حکم ہوگا۔ اہل الرائے کی فقہ اور صحابہ کرام کی منقول آراء کا گہرا مطالعہ قیاس کے بارے میں امام شافعی کے وضع کردہ قواعد ضوابط کی اساس ہے اور اس طرح آپ کے ہاتھوں استنباط کے قواعد وضع کرنے کا کام انجام پایا۔ یہ سارے کے سارے قواعد آپ کے ایجاد کردہ نہیں تھے بلکہ فقہائے سابقین کے غیر مدون منابع استنباط کا گہرا مطالعہ کر کے امام شافعی نے یہ قواعد وضع کئے۔ لہذا اصول فقہ جس منہج استنباط کا نام ہے وہ امام شافعی کی اختراع نہیں ہے، لیکن انہیں اس طور پر یہ سبقت ضرور حاصل ہے کہ انہوں نے ان متفرق منابع استنباط میں جو کچھ پسند کیا اسے یکجا کر دیا اور ایک مربوط علم کی صورت میں ان منابع کو مدون کیا۔ علم اصول فقہ کی تدوین کے سلسلے میں امام شافعی کا مٹی مقام ہے جو مشائخ کی منطق وضع کرنے کے بارے میں اسطو کا ہے، ارسطو نے اصل طریقے ایجاد نہیں کئے تھے بلکہ ایجاد شدہ طریقوں کو منضبط کرنے کا کام انجام دیا تھا۔ لہذا جمہور فقہاء کا یہ قول کہ امام شافعی کو اس علم کی تدوین میں اولیت حاصل ہے اس سے اس قسم کی اولیت مراد ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔“

تینوں آراء کا تاریخی تناظر میں تحقیقی جائزہ :

ہماری رائے میں امام اعظم ابو حنیفہ ہی اصول فقہ کی مدون اول ہیں۔ ہم اس پر تفصیل سے اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں اور ان کے مدون اول ہونے پر دلایل بھی دے چکے ہیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ آیت اللہ صدر نے امام جعفر صادق اور امام باقر سے متعلق جو بیان دیا ہے اس میں واقع الفاظ ”وقد اعلیٰ علی اصحابہما قواعد“ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے قواعد اپنے اصحاب کو اعلیٰ کروائے تھے نہ کہ خود کو کوئی تصنیف لکھی تھی اور جہاں تک امام شافعی کی اولیت سے متعلق ابوزہرہ کا بیان ہے تو اس میں بھی انہوں نے کہا ہے کہ محقق طور پر اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا۔ ابوزہرہ کی ذاتی رائے میں ایسا ہے ورنہ درحقیقت ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ابو الوفا الافغانی کی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اور ان کے اصحاب نے اصول پر کتب لکھی تھیں۔ ابن ندیم

شیعہ (متوفی ۳۸۰ھ) ، ابن خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) موفق بن احمد کی (متوفی ۵۶۸ھ) ، ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) وغیرہ نے اصحاب ابوحنیفہ ، امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) اور امام محمد حسن بن الشیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) کی اصول فقہ پر کتاب کا ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسف کو حنفی مذہب کے اصول فقہ کی مدون اول بھی مانا ہے جن کے اس بارے میں اقوال ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ سارے اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اصحاب ابی حنیفہ کو اصول فقہ کی تدوین میں اولیت حاصل ہے۔ عدم علم عدم وجود پر دلالت نہیں کرتا۔ کسی شے کے انکار کے لئے اس کے اقرار کے بہ نسبت بہت زیادہ علم درکار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص یہ کہے کہ تمہارے کمرے میں ایک سوئی ہے تو اب اس کا انکار کرنے والے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ کمرے کے ایک ایک حصہ اور ایک ایک سامان ، قالین ، صوفہ کے ہر حصہ کو دیکھ چکا ہو اور یہ کہنا کہ نہیں ہے بہت مشکل ہوتا ہے۔



علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مناجح

امام شافعی نے علم اصول فقہ کے موضوع پر اپنی تصانیف ”الرسالۃ“، ”جماع العلم“ اور ”ابطال الاستحسان“ میں یہ طریقہ پیش نظر رکھا کہ علم اصول فقہ کی حیثیت صحیح و غلط آراء کے جانچنے اور پرکھنے والے آلے کی ہو، نیز وہ ایسا کلی قانون ہو کہ اس کی رعایت اور معرفت ہر زمانہ میں استنباط احکام کے لئے ضروری ہو چنانچہ انہوں نے اپنے زمانہ میں مروج شائع فقہی آراء کا جائزہ لینے کے لئے اس منہاج کو اختیار کیا۔ اپنی کتب ”اخلاف مالک“ میں امام مالک اور اہل عراق کی آراء پر مباحث و مناقشہ میں اسی طریقہ کو مد نظر رکھا۔ اسی طرح امام اوزاعی کی ”کتاب السیر“ اور امام ابو یوسف کی ”الرد علی سیر الاوزاعی“ کا موازنہ اسی منہاج و قانون سے کیا اور اسی طرح دیگر تمام فقہی آراء کو اسی پیمانہ پر جانچا۔ امام شافعی نے خود استنباط مسائل میں اسی نوح کی پابندی کی اور اس سے ذرہ برابر باہر نہیں نکلے اس لئے آپ کے وضع کردہ یہ اصول آپ کے مذہب کے بھی اصول کہلائے۔ امام شافعی نے ان اصولوں کو محض اپنے مذہب کے دفاع کے لئے وضع اور استعمال نہیں کیا بلکہ عراق و مصر میں اپنا مذہب مدون کرنے سے قبل محکم قواعد و ضوابط وضع کئے۔ اسی لئے ان کے نزدیک فقہ کے یہ عظیم اصول محض نظری حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ان کی نظری و عملی دونوں حیثیتیں ہیں اور یہ وضع کردہ اصول بعد کے تمام فقہاء کے پیش نظر رہے۔

امام شافعی کے بعد اصول فقہ کی تعبیر و تشریح میں مختلف رجحانات پیدا ہوئے :

(الف) ان میں سے بعض نے ان کے وضع کردہ اصول اور ان کے اجمال کی تشریح و تفصیل اور ان اصولوں سے احکام کی تشریح کا کام انجام دیا۔

(ب) اور بعض نے ان کے بیان کئے ہوئے اکثر اصولوں کو مانا مگر کچھ تفصیلات میں اختلاف کیا اور بعض اصولوں کا اضافہ بھی کیا۔

چنانچہ علمائے احناف نے امام شافعی کے بہت سے اصول لئے اور استحسان و عرف کا اضافہ کیا۔ استحسان حنفی مذہب کی ایک خصوصیت ہے جس کو بعض دوسرے فقہی مکاتب فکر پسند نہیں کرتے ڈاکٹر حمید اللہ نے بعض فقہی مکاتب میں استحسان کی ناپسندیدگی کی وجہ ایک غلط فہمی قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں :

” (استحسان کی) یہ ناپسندیدگی ایک غلط فہمی کی بنیاد پر ہے لیکن بہر حال اسے پسند نہیں کرتے چنانچہ آپ کو حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ امام شافعی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ”الرد علی الاستحسان“ جو استحسان کی تردید کے دلائل پر مبنی ہے اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں نظر آتا ہے کہ انہوں نے استحسان کا ایک فرضی مفہوم لے کر اس کی تردید کی ہے حنفی مکتبہ فکر کے مطابق استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ کے ظاہری حالات کی بناء پر کوئی بات

ذہن میں آتی ہے تو اس پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ گہرے غور و فکر کے بعد عمیق تر حقائق کے پیش نظر حکم دیا جائے۔ چنانچہ امتحان سے کام لینے والے حنفی ائمہ محض ظاہری حالات کو کافی نہیں سمجھتے اور ایک عمیق تر سبب معلوم کر کے اس کی بنیاد پر احکام دیتے ہیں،^۱۔

فقہائے مالکیہ نے بھی امام شافعی کے منہاج کو قبول کیا اور امام شافعی سے اختلاف کرتے ہوئے اصول فقہ میں اہل مدینہ کے اجماع امتحان و مصالحہ مرحلہ کا بھی اضافہ کیا۔ امام شافعی نے ان تینوں کو باطل قرار دینے کی کوشش کی، ساتھ ہی مالکیہ نے ذرائع و سدذرائع کو بھی اصول فقہ میں شامل کیا۔ اس طرح انہوں نے امام شافعی سے منقول اصولوں کو کہیں کچھ اختلاف اور کہیں کچھ اضافہ کے ساتھ قبول کیا۔ الغرض چاروں مذاہب کے فقہاء نے امام شافعی کے ثابت کردہ چاروں اولہ کتاب سنت اور اجماع و قیاس سے اختلاف نہیں کیا اور یہ متفق علیہ مصادر قرار پائے جبکہ ان پر کیا گیا اضافہ شوافع اور دیگر اکثر فقہاء کے مابین محل اختلاف رہا۔ فقہاء شافعیہ نے امام شافعی کے ان مقرر کردہ اصولوں کی تشریح و تفصیل اور توضیح کا کام کیا جس کی وجہ سے فقہی اجتہاد کے طویل دورانیہ میں ان اصولوں کی نشوونما، ترقی، تفصیل و توضیح اور تعبیر و تشریح جاری رہی جبکہ غیر شافعی اصولیوں نے یہ خدمات انجام دینے کے ساتھ بعض اصولوں کے اضافہ کئے اور ان کی بھی توضیح و تشریح کی۔

تقلیدی دور میں اصول فقہ کی تدوین کے طریقے و رجحانات :

امام شافعی نے جس کام کا آغاز کیا تھا اس کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور "اصول الفقہ" کے عنوان سے ایک عظیم الشان سرمایہ تیار ہو گیا چنانچہ امام احمد بن حنبل نے "کتاب السنۃ" کتاب "العلل" کتب "الناسخ و المنسوخ" لکھ کر اس کام کو آگے بڑھایا تقلید کے دور میں اصول بے شک نشوونما پاتے رہے۔ اہل علم نے اصول فقہ کی تدوین کے سلسلہ میں جو طریقے اختیار کئے ان میں سے تین بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ ایک طریقہ "علمائے متکلمین" کا ہے۔ دوسرا "علمائے حنفیہ" کا اور تیسرا "متاخرین اہل علم" کا ہے ان میں سے پہلا طریقہ خالص نظریاتی قسم کا تھا جس میں نظری مباحث کو غلبہ حاصل رہا۔ دوسرا طریقہ فروع سے متاثر تھا اور اس کو اصول حنفیہ کے نام سے پکارا گیا کیونکہ علمائے احناف ہی نے سب سے پہلے اپنے مذہب کے دفاع اور ضبط فروع کے لئے اسے اختیار کیا تھا چنانچہ اس طریق سے انہوں نے اپنے مذہب کے لئے جامع اصول کا استنباط کیا۔ جبکہ تیسرے طریقہ میں پہلے اور دوسرے طریقہ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

اصول فقہ کی تدوین کا پہلا طریقہ : اس طریقہ کا نام "اصول الشافعیہ" یا "اصول متکلمین" ہے اور یہ طریقہ خالص طور پر نظری تھا جس میں کسی مذہبی اعتبار کے بغیر قواعد کی تحقیق و تنقیح پر زور دیا جاتا تھا بلکہ قواعد کی اولہ سے توثیق کی جاتی تھی جو قاعدہ بھی دلیل کے لحاظ سے قوی تر ہوتا اسے اختیار کر لیا جاتا چنانچہ بعض شافعی علماء نے امام شافعی سے اصول میں اختلاف کیا مگر فروع میں ان کے قبیح رہے مثلاً امام شافعی اجماع سکونی کو حجت تسلیم نہیں کرتے مگر علامہ آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) مسلک شافعی ہونے کے باوجود اپنی کتاب "الاحکام" میں اس کو حجت مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں :

۱۔ خطبات بہاولپور، محمد سعید اللہ ص ۱۳۵، پاکستان اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع کالٹ ۱۹۹۰ء

لحاظ سے عمل کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا مثلاً اس پر تو متفق تھے کہ عبادات کے تمام احکام معلل ہیں مگر عقلی حسن و قبح میں اختلاف کرنے لگے حالانکہ فقہ اور طریق استنباط کا اس کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہ تھا اور یہ کہ تکلیف معدوم جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ امدی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”و كشف الغطاء عن ذلك انا لا نقول بكون المعدوم مكلفا بالاتيان بالفعل حالة عدمه بل معنى كونه مكلفا حالة العدم قيام الطلب القديم للرب تعالى“^۱

(اس مسئلہ سے پردہ اس طرح اٹھ سکتا ہے کہ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ کوئی شخص معدوم تکلف ہو سکتا ہے حال عدم میں تکلف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طلب ذات خداوندی کے ساتھ قائم ہے۔)

ظاہر ہے کہ اس قسم کے مباحث خالص فلسفی مباحث ہیں جن پر کسی طریق استنباط کی بنیاد نہیں ڈالی جاسکتی کیونکہ معدوم کی طرف خطاب ہی نہیں ہو سکتا اور یہ اتنی بدیہی چیز ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس پہلے طریقہ میں غیر فقہی فلسفیانہ بحث کی دوسری مثال میں بھی علامہ امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب ”الاحکام“ سے مندرجہ ذیل اقتباس کو پیش کیا جاسکتا ہے :

” اما قبل النبوة فقد ذهب القاضى ابوبكر، واكثر اصحابنا، وكثير من المعتزلة إلى انه لا يتمتع عليهم المعصية كيرة كانت او صغيرة، بل ولا يتمتع عقلا إرسال من أسلم وامن بعد كفره، وذهب الروافض إلى امتناع ذلك كله منهم قبل النبوة لان ذلك مما يوجب هضمهم فى النفوس واحقارهم، والنفرة عن اتباعهم، و هو خلاف مقتضى الحكمة من بعثة الرسل، ووافقهم على ذلك اكثر المعتزلة إلا فى الصغار، والحق ما ذكره القاضى، لانه لاسمع قبل البعثة يدل على عصمتهم عن ذلك“^۲

(قبل از نبوت انبیاء کی عصمت کے متعلق قاضی ابوبکر اور ہمارے اکثر اصحاب اور بہت سے معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ان سے کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا ارتکاب ممتنع نہیں ہے۔ بلکہ عقلاً یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے کفر سے تو یہ کرنے اور مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا کر بعثت فرمائے، روافض معصیت کے ارتکاب کو قبل از نبوت ممتنع سمجھتے ہیں کیونکہ اگر انبیاء قبل از نبوت کسی گناہ کے مرتکب ہوں تو لوگ انہیں حقارت سے دیکھیں گے اور ان کے اتباع سے نفرت کریں گے اور یہ بات بعثت رسل کی حکمت کے خلاف ہے اکثر معتزلہ بھی روافض کے ہم نوا ہیں مگر وہ صغائر کا ارتکاب جائز سمجھتے ہیں لیکن قاضی کا مذہب برحق ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی سماوی دلیل نہیں ہے جس سے قبل از نبوت عصمت کا ثبوت ملتا ہو۔)

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب ”المنحول“ میں ”الفصل الثانی فی حقیقة العلم وحده“ کے تحت اور امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے اپنی کتاب ”ارشاد الفحول“ میں ”المقصد الثانی“ کی

”البحث الثالث في عصمت الانبياء“ کے تحت اس قسم کی فلسفیانہ و منطقیانہ بحثیں کی ہیں جن کا علم اصول فقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔^۱

پہلے طرز تصنیف (اصول الشافعیہ) کو اختیار کرنے والے کلامی مذاہب :

”اصول الشافعیہ“ یا ”اصول متکلمین“ کے طرز تصنیف سے کئی مذاہب متاثر اور منسلک ہوئے۔ معتزلہ شافعیہ مالکیہ، حنابلہ اشاعرہ، اباضیہ، شیعہ^۲ وغیرہ مذاہب کلامیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ بعد میں حنابلہ سلفیہ نے معتزلہ و اشاعرہ دونوں مذاہب سابقہ کی مخالفت کی۔

اس طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات :

☆ نظر و جدل کی آزادی ہوتی ہے۔

☆ مسائل کی منطقی تحقیق اور عقلی استدلال پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ اپنے ائمہ مسائل کی طرف داری اور تعصب سے اجتناب پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ صرف احکام فقہیہ میں غور و خوض پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ علم کلام کے بعض مسائل عقلیہ کو بھی اصول فقہ کے ضمن میں موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ مثلاً عصمت انبیاء قبل نبوت اور تحسین و تنقیح کے عقلی یا شرعی ہونے میں غور و فکر۔

☆ اس طریقے کے علماء کے پیش نظریہ بات تھی کہ اصول الفقہ کے قواعد کو مستحکم اور قوی ترین شکل میں مدون کرنے کے لئے لفظی الجھاؤ سے اجتناب کیا جائے۔

طریقہ اصول الشافعیہ یا اصول متکلمین کی بعض اہم و بنیادی کتابیں :

۱۔ التقریب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتهاد۔ قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی مالکی (متوفی ۴۰۳ھ) بعد میں امام باقلانی نے ”ارشاد التوسط“ اور ”ارشاد الصغیر“ کے نام سے ”التقریب والارشاد“ کا اختصار لکھا۔

امام سبکی فرماتے ہیں :

وهو اجل كتب الاصول، والذى بين ايدينا منه المختصر الصغير، ويبلغ اربعة مجلدات

ويحكي أن اصله كان في اثني عشر مجلدا ولم نطلع عليه^۳

(یہ اصول کے موضوع پر سب سے عظیم کتاب ہے ہمارے سامنے کتاب الارشاد الصغیر کا نسخہ ہے جو چار مجلدات میں ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی اور ہمیں وہ کتاب مل نہیں سکی)۔

۱۔ المنحول من تعليقات الاصول، ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ ص ۳۸ و ما بعدہ، دمشق دار الفکر ۱۴۰۰ھ۔ ارشاد الخول، امام الشوكاني متوفی ۱۲۵۰ھ ۱۵۹/۱-۱۶۳۔ المنتصد الثانی فی السنۃ، اجف الثانی فی عظمت الانبیاء، تحقیق شعبان محمد اسماعیل، دار الکتبی سند

۲۔ تحریر الرسائل، مرتضیٰ گیلانی (مولد ۱۲۹۵ھ۔ ۱۹۱۶ھ) ص ۱۲۰، طہران مطبوعاتی عطائی ۱۳۷۷ھ

۳۔ مقدمہ الخول من تعليقات الاصول للغزالی، محمد حسن حموض ۷۰ دمشق دار الفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ

قاضی باقلائی کی مذکورہ کتاب کا امام الحرمین (متوفی ۴۷۸ھ) نے "تخصیص" کے نام سے اختصار لکھا:

۲۔ العمد : قاضی عبدالجبار معتزلی (متوفی ۴۱۵ھ)۔

۳۔ شرح الکفایہ : قاضی ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری شافعی (متوفی ۴۵۰ھ)۔

۴۔ القواطع : ابن السمعیان ابوالمنظرف منصور بن احمد بن عبدالجبار بن احمد التیمی حنفی ثم شافعی (متوفی ۴۵۰ھ)۔

ابن سبکی نے ان الفاظ کے ساتھ اس کتاب کی تعریف کی :

لا اعرف فی اصول الفقه احسن من کتاب القواطع ولا اجمع

(اصول فقہ میں کتاب القواطع سے بہتر مجموعہ کتاب میرے علم میں نہیں ہے)۔

۵۔ العده فی اصول الفقه : قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفراء البغدادی حنبلی (متوفی ۴۵۸ھ)۔

۶۔ المعتمد فی اصول الفقه : ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب بصری معتزلی (متوفی ۴۷۳ھ)۔ یہ قاضی عبدالجبار

معتزلی (متوفی ۴۱۵ھ) کی کتاب "العمد" کی شرح ہے جو بقول ابن خلدون اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتاب

میں سے ایک ہے۔

۷۔ اللمع : ابواسحاق شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) کی تالیف ہے جس کی انہوں نے خود شرح بھی لکھی۔

۸۔ التبصرۃ فی اصول الفقه : ابواسحاق شیرازی (صاحب اللمع)۔

۹۔ تذکرۃ العالم والطریق السالم : ابونصر احمد بن جعفر بن الصباح شافعی (متوفی ۴۷۷ھ)۔

۱۰۔ البرہان : امام الحرمین ابوالعالی عبدالملک الجوبینی شافعی (متوفی ۴۷۸ھ) یہ اشعری مذہب کی طرف مائل تھے

ابن خلدان (متوفی ۶۸۱ھ) نے ان سے متعلق لکھا :

"اعلم المتأخرین من اصحاب الامام الشافعی علی الاطلاق"

(دو متاخرین اصحاب امام شافعی میں سے علی الاطلاق سب سے بڑے عالم تھے)۔

۱۱۔ المستصفی حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۵۰۵ھ)۔

۱۲۔ شفاء الغلیل فی بیان مسالک التعلیل امام غزالی (ایضاً)۔

۱۳۔ المنحول من تعلیقات الاصول امام غزالی (ایضاً)۔

اخر الذکر دونوں کتابیں "المستصفی" سے پہلے کی تصنیفات ہیں۔

۱۴۔ روضۃ الناظر وجنۃ المناظر : موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی شافعی (۶۲۰ھ)۔

۱۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ، تاج الدین السبکی متوفی ۷۷۱ھ، قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ

۲۔ وفيات الامیاء وابناء زمانہ ابن خلدان متوفی ۶۸۱ھ/۲/۶۶۷ھ مطبعہ المکیہ احمد البابی الحلی ۱۳۱۰ھ

مذکورہ بالا کتابوں کا نچوڑ چار کتابوں کو بیان کیا جاتا ہے جنہیں اب مراجع کی حیثیت حاصل ہے اور بعد کی تقریباً تمام کتابیں ان سے مستفاد ہیں وہ چار کتابیں یہ ہیں۔

- ۱۔ العمدة : قاضی عبد الجبار معتزلی۔
- ۲۔ المعتمد : ابو الحسن بصری معتزلی۔
- ۳۔ البرهان : امام الحرمین جوینی شافعی۔
- ۴۔ المستصفی : حجت الاسلام امام غزالی شافعی۔

پھر ان چاروں کے مضامین کو مندرجہ ذیل دو علماء نے یکجا کیا۔

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے کتاب "المحصل" میں اور سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں ان چاروں کی تلخیص کی پھر تاج الدین ارموی (متوفی ۶۵۶ھ) نے امام رازی کی "المحصل" کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام کتاب "الحاصل" رکھا۔ جو قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) کی کتاب "منہاج الوصول" کا ماخذ ہے۔ دوسری طرف ابو عمر عثمان ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۳۶ھ) نے امدی کی "الاحکام" کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام "منتہی السؤل والامل الی علمی الاصول والجدل" رکھا۔ "المحصل" اور "الاحکام" کی تالیف نے کتب مستفاد میں سے کافی حد تک مستغنی کر دیا کیونکہ ان دونوں میں چاروں کتابوں کے مضامین کو توسیع کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا۔

اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ : اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ حنفی مکتبہ فکر کے علماء کا ہے۔ اس طریقہ میں علماء نے قواعد اصول کا اس طرح مطالعہ شروع کیا کہ ان سے فروعی مسائل کی تائید ان کے استنباط کی تصحیح اور ان کے اختلاف کا کام لیا جائے یہ طریقہ دراصل حنفی طریقہ کے نام سے اس لئے مشہور ہوا کیونکہ علماء احناف ہی نے یہ راہ اختیار کر کے اس پر تدوین کا آغاز کیا۔ اس طریقہ تحریر میں اصول و قواعد ائمہ فقہاء سے منقول فروع اور جزئیات کے تابع ہوتے ہیں۔ یعنی فقہاء ان قواعد کو بیان کرتے ہیں جو ان کے فقہاء سے منقول جزئیات سے مطابقت رکھتے ہوں ان کی تائید اور اصلاح ہے کہ اس فقہی مسلک کے ائمہ نے ایسی اصولی کتب نہیں تالیف کیں جن سے ان کے طریقہ استنباط اور منہاج کی توضیح ہوتی ہو۔ اس لئے بعد کے فقہاء کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ ائمہ سے منقول فروعی مسائل اور جزئیات کو مد نظر رکھ کر قواعد وضع کریں یا ان اصولوں کو بتائیں جو ان کے ائمہ مسلک کے استدلال میں برسبیل مذکورہ آگئے ہیں۔

حنفی مسلک کے اصول خود ائمہ مسلک کے وضع کردہ نہیں ہیں ان کی اصول پر کتب ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔ یہ تدوین بعد میں ہوئی مگر یہ بات طے ہے کہ ان سے اکثر اصول کی ائمہ فقہاء کے اقوال میں رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور ان اصولوں کی ترتیب تدوین بعد میں آنے والے فقہاء نے کی ہے۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں :

"الان کتاب الفقهاء، ای الاحناف، فیہا أمس بالفقه والیق بالفروع لكثرة الامثلة منها والشواهد وبناء المسائل فیہا علی النکت الفقہیة فكان لفقهاء الحنفیة فیہا اليد الطولی من العوص علی النکت الفقہیة والتقاط هذه القوانین من مسائل الفقه ما أمكن"۔

(فقہائے احناف کا طرز بحث زیادہ ملاحظہ ہوا ہے اور استنباط فروع کے لئے زیادہ معین و مددگار ہے، کیونکہ وہ ہر مسئلہ کے ذیل میں اشلہ و شواہد پیش کر کے اس کی وضاحت تام کرتے ہیں، پھر ساتھ ساتھ فقہی نکات بھی مل کر جاتے ہیں..... فقہائے حنفیہ کو نکات فقہ کی گہرائیوں تک پہنچنے کی یہ نظریہ مہارت حاصل ہے اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں۔“

ابوزہرہ فرماتے ہیں:

”فكانت دراسة الاصول على ذلك النحو صورة لنا بيع الفروع الملهيه وحججها“ ۱۔
”اصول کا اس طور پر مطالعہ ان کے مذہب کے فروع اور دلائل پر قیاس کرنے کی ایک صورت تھا۔“

عبدالوہاب خان (متوفی ۱۳۷۵ھ) فرماتے ہیں:

”وانالهم في تحقيق هذه القواعد الاحكام التي استنبطها المتهم بناء عليها لا مجرد البرهان النظري“ ۲۔

”اور ان کے قائدین ان قواعد احکام کی تحقیق میں اپنے ائمہ سے مستنبط مسائل پر بنا کرتے ہیں ان کا انداز تحقیق صرف نظری نہیں ہوتا۔“

۱۔ اصول شافعیہ اور اصول حنفیہ میں فرق و امتیاز..... ۲۔ دونوں طریقوں میں فرق و امتیاز کی بنیاد یہ ہے کہ شافعیہ استنباط کا منہاج مقرر کرتے ہیں اور پھر اسی منہاج کی استنباط و استدلال میں بیرونی کو اپنے اوپر لازم کرتے ہیں۔ جبکہ حنفی اسلوب میں استنباط و استدلال کی یہ صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے مسلک کی جزئیات کو مد نظر رکھ کر قواعد اصول کی اس طور پر تشکیل کرتے ہیں کہ ان سے فقہی جزئیات کو تائید حاصل ہو جاتی ہے۔

۳۔ ”طریقہ اصول حنفیہ“ کی مثال سے توضیح..... حنفی فقہاء سے ایک اصولی قاعدہ ”ان المشترک لا عموم له“ (ایک وقت میں مشترک کے تمام معانی مراؤ نہیں لئے جاسکتے)۔

منقول ہے اسی قاعدہ اصولیہ کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ:

”وقال محمد اذا وصى لموالى بنى فلان ولبنى فلان موال من اعلى وموال من اسفل فماتت بطلت الواصية في حق الفريقين لاستحالة الجمع بينهما وعدم الرجحان“ ۳۔

(اور امام محمد نے فرمایا کہ جب ایک شخص نے بنی فلاں کے موالی کے لئے وصیت کی کہ فلاں قبیلے کے موالی کو میری طرف سے یہ دوا اور مرگیا۔ قبیلے کے موالی اوپر کے درجہ میں بھی ہوں اور نیچے کے درجہ میں بھی ہوں تو بوجہ عدم تعیین ایک معنی اور عدم ترجیح کے فریقین کے حق میں وصیت باطل ہو جائے گی)۔

۱۔ اصول فقہ، محمد ابوزہرہ ص ۲۱، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

۲۔ علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف متوفی ۱۳۷۵ھ ص ۱۸، کویت دارالعلم طبعہ ۱۳۶۱ھ

۳۔ احسن الحواشی علی اصول الشافعی ص ۱۰۱، احاشیہ ۱۳۶۱ھ، مکتبہ امدادیہ سندھ

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مشترک اپنے جمع معنی کے ساتھ ایک وقت میں مراد نہیں ہو سکتا اب چونکہ یہ متعین نہیں کہ وصیت کس کے حق میں کی گئی اور قاعدے کے مطابق دونوں معنی مراد بھی نہیں لئے جا سکتے لہذا اس وصیت کو باطل قرار دیا۔

اب اس قاعدہ اصولیہ ”ان الممشترک لاعموم لہ“ کو مقرر کر دینے کے بعد دوسری جگہ ان کا عمل اس کے مطابق نہیں رہتا بلکہ مذکورہ قاعدہ اصولیہ سے متضاد نظر آتا ہے اگر کسی نے قسم کھا کر کہا ”لا اکلّمہ مولاک“ (میں تیرے مولا سے بات نہیں کروں گا) یہاں مولا کا لفظ آزاد کرنے والے اور آزاد غلام میں مشترک ہے اب اگر وہ ان دونوں ”مولیٰ“ میں سے کسی سے بھی بات کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ حالانکہ یہاں بھی تو مشترک میں عموم ہے اور یہ قاعدہ مذکورہ سے متضاد حکم ہے اب حنفی فقہاء اس تناقض کو رفع کرنے کے لئے کچھ اضافہ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ”ان الممشترک عموم لہ اذا وقع بعد نفی“ (مشترک کا عموم نفی میں جائز ہے)۔

الخصر یہ کہ دوسرے مقام میں ”مولاک“ نفی (لا) کے بعد آیا ہے اس لئے اس میں عموم مراد لیا جا سکتا ہے اور وصیت والی مثال میں عموم اثبات کے بعد آیا ہے تھا اس لئے وہاں مشترک میں عموم (آقا و غلام دونوں کے لئے) جائز نہیں مانتے۔

حنفی طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات :

مذکورہ بالا اسلوب کی اگرچہ بظاہر افادیت کم محسوس ہوتی ہے لیکن فقہی بصیرت کو نشوونما دینے میں یہ طریقہ زیادہ موثر ہیں کیوں کہ :

☆ اس طرز کے تحت اصول اجتہاد فقہی، بصیرت کے تابع رہتے ہیں اور ایسے مستقل قواعد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جن کا دیگر قواعد سے موازنہ کیا جا سکتا ہے اور موازنہ کی مدد سے عقل زیادہ بہتر قواعد کی جانب رہنمائی حاصل کر لیتی ہے۔

☆ اس اسلوب کے تحت اصول قواعد عملی تطبیق سے جدا محض نظر پاتی مجت نہیں رہتے بلکہ ضوابط و کلیات کی حیثیت میں جزئیات اور فروع پر منطبق ہوتے ہیں اس طرح تطبیق سے ان کلیات اور ضابطوں میں مزید استحکام اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

☆ اصول کے اس طریقہ پر مطالعہ سے فقہی تقابلی مطالعہ تشکیل پاتا ہے کیونکہ عملاً اس طریقہ میں موازنہ جزئیات سے نہیں ہوتا بلکہ ان پر مشتمل کلیات اور اصول میں ہوتا ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فقہ کا طالب علم فقہ کی جزئیات پر ارتکاز و توجہ کرنے کے بجائے متعدد جزئیات کا ان کلیات کے تحت جائزہ لیتا ہے جو انہیں منضبط کرتی ہے۔

☆ تحقیق و مطالعہ کے اسلوب سے تخریج و تفریع کی تربیت حاصل ہو جاتی ہے اور اس ذہنی تربیت کی مدد سے پیش آمدہ جزئی مسائل کے حکم کا استنباط اہل ہو جاتا ہے جو ائمہ فقہاء کے دور میں موجود نہیں تھے نیز یہ کہ ان نئے پیش آمدہ

مسائل کا حل ائمہ کی آراء اقوال کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ یہ حل بھی انہی اصول و قواعد کے تابع ہے جو ائمہ فقہاء کے مد نظر تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے فقہاء ائمہ مذاہب سے منقول آراء پر اکتفاء کے بغیر ان میں توسع اور اضافہ کرتے رہتے ہیں۔^۱

حنفی طریقہ تدوین کے مطابق لکھی جانے والی اصول فقہ کی بعض اہم و بنیادی کتب :

- ۱- ماخذ الشرائع : امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی (متوفی ۲۴۰ھ) یہ اس اسلوب کی پہلی کتاب ہے۔
- ۲- اصول الکرخی : عبداللہ بن الحسین الکرخی (متوفی ۲۴۰ھ) اس میں ۳۹ قواعد / اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر فقہ حنفی کا مدار ہے۔
- ۳- الفصول فی الاصول (اصول الجصاص) : ابوبکر احمد بن علی الجصاص رازی (متوفی ۳۷۰ھ) یہ ابولحسن کرخی کے شاگرد تھے۔ شاید ان کی یہ کتاب احکام القرآن کا مقدمہ ہے۔
- ۴- تقویم الادلۃ : ابوزید عبید (عبد) اللہ بن عمر الدبوسی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ)
- ۵- تاسیس النظر : ابوزید عبید اللہ بن عمر بن علی دبوسی (متوفی ۴۳۰ھ)
- ۶- اصول البزدوی : فخر الاسلام علی ان محمد بن الحسین ابوزید دوی (متوفی ۴۸۲ھ یا ۴۸۳ھ) علماء الدین بن عبدالعزیز البخاری (متوفی ۷۳۰ھ) نے "مکشف الاسرار" کے نام سے اس کی ایک عمدہ شرح تالیف کی جو مشہور ہے۔
- ۷- اصول السرخسی : ابوبکر محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۴۹۰ھ)
- ۸- المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد معروف بہ حافظ الدین النفشی حنفی (متوفی ۷۱۰ھ) متاخرین کی کتب میں سے ایک عمدہ کتاب ہے جو برصغیر پاک و ہند کے مدارس میں متداول ہے اس پر ملا جیوں کی شرح بھی مشہور شروع میں سے ہے۔

حنفی طریقہ تدوین کو اختیار کرنے والے مختلف فقہی مذاہب کے اصولیین :

اصول کی کتابوں کی تالیف کا حنفی منہج صرف احناف کے یہاں نظر نہیں آتا بلکہ اس طریقہ پر شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک کے اصولیین نے بھی کتب تالیف کیں ان کے لئے اس میں کشش کا سبب اس طریقہ میں پائی جانے والی وہ افادیت اور تاثیر تھی جو اس کی امتیازی خصوصیات میں بیان کی گئیں ہیں۔ اپنی بات کی تائید کے لئے مختلف فقہی مسالک کے چند اصولیین اور ان کی کتب کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں جنہوں نے حنفی منہج کے مطابق اپنی کتب تالیف کیں۔

- ۱- تخریج الفروع علی الاصول : شہاب الدین محمود بن احمد زنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ) انہوں نے اپنی اس تصنیف میں الدبوسی حنفی اصولی کے طرز تحریر کو اپنایا اور ان کی طرح ابواب فقہ کے ہر باب کی جزئیات بیان کر کے ان اصولوں کی توضیح کی جن کے تحت یہ جزئیات مستطب ہوتی ہیں۔

۱- اصول فقہ، محمد ابو زہرہ ص ۲۲-۲۳، دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ

- ۲۔ تنقیح الفصول علی الاصول : علامہ قرانی مالکی (متوفی ۶۸۳ھ) نے اپنی اس تصنیف میں مالکی مذہب کے اصول اسی حنفی فقہی منہج پر منضبط کئے ہیں۔
- ۳۔ شیخ الاسلام عبدالسلام جنبلی (متوفی ۶۵۲ھ) اور ان کے بیٹے شہاب الدین عبدالعلیم (متوفی ۶۸۲ھ) اور ان کے پوتے تقی الدین احمد بن عبدالعلیم بن عبدالسلام (متوفی ۷۲۸ھ) آل تیمیہ کے ان تینوں جنبلی شیوخ نے بھی اس اسلوب پر اپنی کتب تالیف کیں۔
- ۴۔ ابن قیم جوزی جنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) نے بھی اس منہج کو اپنایا۔
- ۵۔ النہید فی تخریج الفروع علی الاصول علامہ اسنوئی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ) نے مذہب شافعی کے اصول اسی طریقہ پر تالیف کئے۔ ابو زہرہ لکھتے ہیں :

”من هذا يتبين ان طريق الحنفية بعد ان استقامت استخدا مها كثيرون غيرهم من الاخذين بمذاهم الاثمة الاربعة، بل الامر تجاوز الائمة الى مذاهب الشيعة الامامية والزيدية، فانهم في اصول الفقه عندهم قد نهجو في كثير منها على منهاج الحنفية يستنبطون الاصول التي توزن بها الفروع عندهم، وان كانوا قد كتبوا على منهاج المتكلمين في كثير من الاحيان، وذلك لان المعتزلة كانوا كثيرين فيهم، وهم كانوا اعلى منهاج المتكلمين“^۱

(اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفی طریقہ کے باقاعدہ حیثیت اختیار کرنے کے بعد مذاہب اربعہ میں سے بہت سے حضرات نے اس کو اپنایا صرف یہی نہیں بلکہ مذاہب شیعہ امامیہ اور زیدیہ نے بھی اس کو اپنایا اور ان میں سے بہت سوں نے اصول فقہ میں فرد سے اصول کے استنباط کے حنفی منہج کو اختیار کیا اگرچہ ان میں سے بہت نے مضاج متکلمین پر بھی لکھا اور اس لئے ہوا کہ متکلمین طرز کو اختیار کرنے والے بہت سے علماء معتزلی تھے۔)

اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ :

اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ ”علماء متاخرین کا طریقہ تدوین“ کہلاتا ہے۔ اس میں چاروں فقہی مکاتب فکر کے اہل علم و فضل شامل ہیں اس میں علم الکلام اور علمائے حنفیہ کے طریقوں کے درمیان مطابقت و جمع کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی فقہی اصول و قواعد کی مدلل تحقیق کر کے انہیں فروعات فقہیہ پر منطبق کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے اس منہج پر اصول فقہ کی کتب تالیف کرنے کا آغاز ساتویں صدی ہجری میں ہوا۔

متاخرین کے طریقہ تدوین کی بعض اہم کتب :

- ۱۔ بدیع النظام الجامع بین کتابی البزدوی والاحکام : مظفر الدین احمد بن علی البغدادی معروف بہ ابن الساعاتی حنفی (متوفی ۶۹۳ھ) ابن الساعاتی نے اپنی اس کتاب میں حنفی عالم فخر الاسلام بزدوی اور شافعی عالم سیف الدین

الامدی دونوں کے اسلوب کو جمع و تطبیق کرنے کی کوشش کی اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے فقہی اسلوب پر لکھی گئی کتاب ”اصول البزدوی“ اور کلامی اسلوب کی کتاب ”الاحکام“ کے مضامین کو اپنی تصنیف میں جمع کیا۔

۲۔ تنقیح الاصول اور اس کی شرح التوضیح : عبد (عبید) اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ حنفی معروف پبصدرا الشریعہ الاصغر (متوفی ۷۴۷ھ) نے ”التنقیح“ میں امام بزدوی حنفی کی ”الاصول“ ابو بکر رازی شافعی کی ”المحصل“ اور ابن حاجب مالکی کی ”منتہی السؤل والامل“ کے مضامین کو یکجا کیا اور پھر خود ہی ”التوضیح“ کے نام سے اس متن کی شرح لکھ ڈالی۔ بعد میں سعد الدین الفتازانی حنفی (متوفی ۹۱۱ھ) نے ”التلویح“ کے نام سے اس پر حواشی لکھے۔

۳۔ مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول : ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی التلمسانی (متوفی ۷۷۱ھ)

۴۔ جمع الجوامع : عبد الوہاب بن علی بن عبد الکاظم السبکی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ) یہ کتاب تقریباً سو کتابوں کا مجموعہ ہے جس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا اور کہا کہ : (انہ جمعہ) من زہاء مائة مصنف اس پر کثرت سے شروع و حواشی وغیرہ لکھے گئے امام جلال الدین بخلی شافعی (متوفی ۶۳۷ھ) نے اس پر دو شرحیں یا ”حاشیے“ تالیف کئے۔ بدالدین زرکشی شافعی (متوفی ۹۳۷ھ) نے بھی ”تشنیف المسامع“ کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

۵۔ القواعد والفوائد الاصولیہ : ابو الحسن علاء الدین معروف بہ ابن اللحام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ)

۶۔ التحرير فی اصول الفقه : کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف بہ ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) ان کے ایک شاگرد محمد بن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ) نے ”التقیریر والتحصیر“ کے نام سے اس کی شرح لکھی دیگر شارحین میں محمد بن امین معروف بہ امیر بادشاہ بھی شامل ہیں جنہوں نے ”تیسیر التحویر“ تالیف کی۔

۷۔ مرقاة الوصول الی علم الاصول : محمد بن مزارع المعروف مولانا خسرو حنفی (متوفی ۸۸۵ھ)

۸۔ مسلم الثبوت : محبت اللہ بن عبدالشکور بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) اس کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ متاخرین علماء کے اصول فقہ کے طریقہ تدوین پر لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے زیادہ دقیق اور جامع کتاب ہے اس میں ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) کی ”التحویر“ اور تاج الدین السبکی (متوفی ۷۷۷ھ) کی ”جمع الجوامع“ کے انتہائی ایجاز و اختصار کے باوجود بڑے واضح اور سہل انداز میں فقہی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ اس پر متعدد شرح لکھی گئیں مشہور شرح میں بحر العلوم عبد العلی کی ”فواتح الرحموت“ بھی شامل ہے۔

۹۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من الاصول : محمد بن عبداللہ الشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)۔ برصغیر کے مشہور عالم نواب صدیق حسن متوفی (۱۳۰۷ھ) نے ”حصول المأمول من علم الاصول“ کے نام سے اس کی تلخیص کی۔

۱۔ جمع الجوامع، تاج الدین عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۷ھ، ۲۵/۱، بیروت، دار الفکر، طبع ۱۳۵۶ھ

۲۔ مفتاح المعاد، مولیٰ احمد بن معطلی المعروف طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۳ھ، ۲۰/۵۳، حیدرآباد دکن، مطبعہ دائرہ المعارف العثمانیہ، طبع ۱۳۵۶ھ

اصول فقہ کی تصانیف میں عام طور پر استنباط کے اصول و قواعد کی تشریح اور شریعت کے دلائل کے بیان اور ان سے احکام کے اخذ کے بیان کو زیادہ اہمیت حاصل رہی اور مقاصد و مصالح شریعت کے بیان اور اخذ و استنباط کے عمل میں مصالح شریعت کی رعایت پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے ابواسحاق الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) نے "المواہقات فی اصول الشریعہ" تالیف کی جس میں انہوں نے اصول شریعت اور اجتہاد کے منہج بیان کرنے کے ساتھ شریعت کے مصالح و مقاصد کو زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا اور بڑے مدلل انداز میں حکم التشریح پر کلام کیا بعض حضرات نے اس طرز پر تالیف میں ان کی سبقت کا قول کیا ہے۔ اس بارے میں ہم ان کی کتاب کے تحقیق تجزیہ پر گفتگو کریں گے۔

بعد کے ادوار میں دیگر علوم کی طرح علم اصول فقہ بھی انحطاط و غفلت کا شکار ہو گیا مسلمانوں کے دور زوال میں علماء نے علوم شریعیہ کو زندہ رکھنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ قدماء کی تصانیف پر شرح، حواشی، مختصرات، تعلیقات، اور ان کے لقم وغیرہ کو کافی سمجھا اور پھر اس کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا جو صدیوں تک جاری رہا۔ نگرار سے بچنے کے لئے یہاں صرف اشارہ کر رہے ہیں ان مصنفین کی مولفات اصولیہ پر تاریخی و تحقیقی تجزیہ کے تحت اللہ کی توفیق و عنایت سے اپنی استطاعت کے مطابق تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

آج کے دور میں ان کتب کی مختلف سطحوں پر جامعات میں تحقیق کا کام جاری ہے اگر ہمیں علم ہوسکا تو اس کا ذکر بھی تحقیقی جائزہ میں کریں گے۔ البتہ دور جدید میں مصر، شام، لبنان، سعودی عرب میں علم اصول فقہ پر کام ہوا اور بعض نہایت عمدہ اور معیاری کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں شیخ محمد انصاری (متوفی ۱۳۳۶ھ) کی "اصول الفقہ" اور "تاریخ التشریح الاسلامی" اور علامہ محمد عبدالرحمن اکلادوی کی کتاب "تسهیل الوصول الی علم الاصول" اور شیخ عبدالوہاب خلاف (متوفی ۱۳۷۵ھ) کی کتاب "علم اصول الفقہ" اور حسن احمد خطیب کی کتاب "فقہ الاسلام" اور عمر بن عبداللہ کی "سلم الوصول لعلم الاصول" اور علی حسب اللہ کی "التشریح الاسلامی" اور شیخ محمد ابو زہرہ کی "اصول الفقہ" اور محمد سعید رمضان البوطی کی "ضوابط المصلحۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ" اور ڈاکٹر وہب الزحیلی کی "نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ" اور مصطفیٰ احمد الزرقاء کی "المدخل" خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ لبنان کے مشہور عالم اور قانون دان محیی الحمصانی نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ "فلسفۃ التشریح فی الاسلام" "مقدمہ فی احیاء علوم الشرعیۃ" اور "الاصواع التشریعیۃ فی الدول العربیۃ" الحمصانی کی عمدہ کوششوں کا ثمر ہیں۔



فصل سوم

عہد رسالت مآب ﷺ عہد خلافت راشدہ اور عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشا و ارتقاء

عہد رسالت مآب ﷺ میں اصول فقہ (۱ھ-۱۱ھ)

عہد رسالت مآب ﷺ میں جن مسائل میں کوئی نص قرآن میں موجود نہ ہوتی تو آپ ﷺ کا حکم سب کے لئے واجب الاطاعت ہوتا اور کسی اختلاف کا اشتباہ نہ رہتا تھا کیونکہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی اس تعلیم کی پابندی کرتے تھے جس میں انہیں حکم دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم“^۱
(نہ کسی مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہوا ہے اس معاملہ میں)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما“^۲

(اے مصطفیٰ ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بناؤں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑا پھر اپنے نفسوں میں تنگی نہ پائیں اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور دل و جان سے تسلیم کر لیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ضرورت پیش آنے پر سوالات کرتے اور فرضی مسائل سے متعلق بحث نہیں کرتے کیونکہ کثرت سوال سے منع فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

”ياايها الذين امنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبدلکم تسئلکم“^۳

(اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ تمہارے لئے ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں)

امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں اس بارے میں آپ ﷺ کا توضیحی ارشاد نقل کیا کہ آپ نے فرمایا :

”اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سال عن شیء لم یحرم علی المسلمین لحریم علیہم من اجل مسالته“^۴

۱ الاحزاب : ۳۶ ج النساء : ۶۵ ج المائدہ : ۱۰۱

۲ صحیح بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، کتاب الاعتصام، باب ما یحرم من کثرة السؤال، صحیح مسلم، مسلم بن حجاج بن مسلم متوفی ۲۶۱ھ، باب توقیرہ ﷺ و ترک اکتار السوالہ عمالا ضرورة الیہ

۳ ”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

(مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں کی گئی تھی لیکن اس کے سوال کرنے کے باعث حرام کر دی گئی)

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

”مانہیتکم عنہ فاجتنبوہ وما امرتکم بہ فاتوامنہ ما استطعتم فانما اهلک الذین من قبلکم کثرۃ مسائلہم واختلافہم علی انبیائہم“^۱

(جس کام سے میں تم کو روکوں اس سے اجتناب کرو اور جس کام کا تم کو حکم دوں اس کو اپنی استطاعت کے مطابق کرو ورنہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے)۔

شاہ ولی اللہ^۲ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے اس صورتحال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا :

”اعلم ان رسول اللہ ﷺ لم یکن الفقه فی زمانہ الشریف مدونا، ولم یکن البحث فی الاحکام یومئذ مثل بحث ہولاء الفقہاء حیث یبینون باقصی جہد ہم الارکان والشروط والاداب کل شیء ممتازا عن الآخر بدلیلہ. ویفرضون الصور من صنائعہم، ویتکلمون علی تلک الصور المفروضة. ویحدون ما یقبل الحد. ویحصرن ما یقبل الحصر، الی غیر ذالک. اما رسول اللہ علیہ وسلم فکان یتوضا فیری اصحابہ وضوءہ فیاخذون بہ من غیر ان یبین هذا رکن وذلک ادب. وکان یصلی فیرون صلاتہ فیصلون کما راوہ یصلی وحج فرمق الناس حجة ففعلوا کما فعل. وهذا کان غالب حالہ ﷺ ولم یبین ان فروض الوضوء ستة او اربعة ولم یفرض انه یحتمل ان یتوضا انسان بغير موالاة حتی یحکم علیہ بالصحة والفساد الا ماشاء اللہ. وقلما کانوا ایسا لونه عن هذه الاشياء. عن ابن عباس^۳ قال: مارایت قوما کانوا خیرا من اصحاب رسول اللہ ﷺ ماسالوہ الا عن ثلاث عشرة مسالة حتی قبض کلہن فی القران، منہن، یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ، ویسئلونک عن المحیض، قال: ما کانوا یسألون! إلا عما ینفعہم قال ابن عمر رضی اللہ عنہ: لا تسال عمالم یکن فانی سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یلعن من سال عمالم یکن قال القاسم: انکم تسالون عن اشیاء ما کانوا یسألون عنہا. وتقرن عن اشیاء ما کانوا یسألون عنہا، وتقرن عن اشیاء ما کانوا یسألون عنہا، وتقرن عن اشیاء ما کانوا یسألون عنہا، ولو علمنا ہاما حل لنا ان نکتمہا عن عمر بن اسحاق قال: لم ادرکت من اصحاب رسول اللہ ﷺ ممن سقیی منہم، فما رایت قوما یرسر بسرۃ ولا اقل تشدیداً منہم وعن عبادة بن نسی الکندی: سئل عن امراة ماتت مع قوم لیس لها ولی فقال: ادرکت ائوما ما کانوا یشددون تشدید کم ولا یسألون مسائلکم اخرج هذه الاثار الدارمی. وکان رسول اللہ ﷺ یستفتیہ الناس فی الوقائع فیفتیہم، وترفع الیہ القضايا فیقضی فیہا، ویری الناس یفعلون معروفا فیمدحہ، او منکر

^۱ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الفضائل، باب توفیرہ وترکت اکتار سوالہ عمالا ضرورۃ الیہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

فینکر علیہ۔ وما کل ما افقی بہ مستفیا عنہ وقضی بہ فی قضیہ او انکرہ
علی فاعلہ کان فی الاجتماعات“^۱

ترجمہ: (جان لو کہ رسول خدا کے عہد میں احکام نقد میں نہیں ہوئے تھے اور جسے فی زمانہ فقہاء ہر مسئلہ میں بحثیں کرتے ہیں ایسے مباحث بھی نہ تھے۔ فقہاء و نہایت کوشش سے ارکان و شرط ہر شے کے آداب دوسروں سے جدا جدا مع دلائل کے بیان کرتے ہیں نئی نئی صورتیں فرض کرتے ہیں اور ان صورتوں میں گفتگو کرتے ہیں جو چیزیں قابل تعریف ہیں ان کی تعریفیں کرتے ہیں جو قابل حصر ہیں ان کو حصر کرتے ہیں اور ایسے ہی ان کے اور کام ہیں اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں صحابہ آپ کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور اس کا طریقہ سیکھ لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس کی تشریح نہیں فرماتے تھے کہ یہ امر رکن اور وہ مستحب ہے ایسے ہی آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپ کو جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے ویسے ہی خود بھی نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حج کیا اور لوگوں نے بھی ویسے ہی آپ کی طرح اعمال حج ادا کئے۔ اکثر یہ حالت رسول خدا ﷺ کی تھی۔ اس کی تفصیل اور تشریح کچھ نہ تھی کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں یہ فرض نہیں کیا گیا تھا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی شخص بغیر مموالات کے وضو کر لے اور اس وقت وضو کر رہے یا نہ رہے کا حکم کیا جائے الا ماشاء اللہ۔ صحابہ اس قسم کے امور کو بہت کم دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے صحابہ رسول خدا ﷺ سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات تک صرف تیرہ مسئلہ دریافت کئے جو کہ قرآن میں مذکور ہیں ان مسائل میں سے یہ ہیں کہ لوگ تجھ سے ماہ حرام میں لانے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ فرمادے گئے اس مہینہ میں لانا ہر امر ہے۔“ ویسنلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر“ اور تجھ سے جنس کا حال دریافت کرتے ہیں“ ویسنلونک عن المحیض“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی امور دریافت کیا کرتے تھے جو مفید ہوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ امور مت دریافت کرو جو ابھی تک ہوئے نہ ہوں اس لئے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرے جو ابھی تک وقوع میں نہ آئے ہوں۔ قاسم کا قول ہے تم ایسے امور دریافت کیا کرتے ہو اور ایسے امور کی تعقیب کرتے ہو جن کی ہم تعقیب نہ کیا کرتے تھے تم وہ امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم ان کو جانتے تو ان کا چھپانا ہم کو جائز نہ تھا۔ عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول خدا میں جن سے ملا ہوں ان کی تعداد ان سے زیادہ تھی جو مجھ سے پہلے گزر چکے تھے میں نے کسی قوم کو نہیں پایا جن کی روش میں آسانی زیادہ اور سختی کم ہو۔ عبادہ بن بسر کندی سے روایت ہے ان سے اس عورت کا حال دریافت کیا گیا جو ایک قوم کے ساتھ مرجئی تھی اور اس کا ولی نہ تھا انہوں نے کہا میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو تمہاری طرح سختی نہیں کرتے تھے۔ تمہارے مسائل کو وہ دریافت نہیں کیا کرتے تھے ان تمام آثار کو داری نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے واقعات کے متعلق لوگ دریافت کیا کرتے تھے آپ اس کا جواب دے دیا کرتے تھے وہ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے ان کی تعریف کرتے تھے اور اگر برا کام کرتے ہوئے ان کو دیکھتے تھے تو اس کی بُرائی بیان فرمادیا کرتے تھے اور اکثر فتویٰ اور فیصلہ کرنے کا یا غلط کام کرنے والے کی تنبیہ کرنے کا کام مجلسوں میں ہی ہوا کرتا تھا۔

۱۔ حجۃ اللہ الباقیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ۱۱۷۹ھ، ۳۳۳/۱، اسباب اختلاف الصحابة والتابعین فی الفروع، شیخ غلام علی سنزکرا پٹی سندھ

تو اس طرح بنیادی مسائل میں وہ جس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کو عمل کرتے دیکھتے عمل کرتے جزئیات و فروعات پر بحث کرنے اور زیادہ تفصیل و تہمت کی ان کو فرصت اور ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کے سامنے جہاد اور دیگر مہمات عظیمہ کی وجہ سے سچ در سچ مسائل رہتے جس میں ان کی زندگی کے بیشتر اوقات صرف ہوتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ احکام شریعہ ایک دفعہ میں ہی نازل نہیں ہوئے اور قواعد اصول فقہ بھی منزل من اللہ ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن سے اس اصول کا علم حاصل ہوا کہ متاخر متقدم کو منسوخ کر دیتا ہے اور مطلق کو مقید پر محمول کرنا مثلاً "عنت رقبہ" اور پھر "رقبہ منومہ" وغیرہ اور یہ کہ جب منفعت مضرت پر غالب ہو تو منفعت پر عمل ہوگا وغیرہ۔

مکہ میں تو صرف عقیدہ اور تثبیت عقیدہ کی تعلیمات اور ان کی توضیح تھی جبکہ مدینہ میں قواعد تشریح کی وضاحت کی گئی مکہ میں لوگ کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے بات سننا ہی ان کو گوارا نہیں تھی اس لئے وہاں صرف توحید و نماز والی آیات نازل ہوئیں تھیں کہ وہ سنیں۔ مگر قواعد اور نظام مدینہ میں ترتیب پائے مگر ان کا نام اصول فقہ نہیں رکھا گیا تھا۔

مضرت منفعت پر غالب ہونے کی وجہ سے شراب کی تدریجی حرمت :
اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"ومن ثمرات النخيل والا عناب تتخذون منه سكر اور زقا حسنا"۔
(اور ہم تمہیں پلاتے ہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم اس سے میٹھارس اور پاک رزق بنا تے ہو۔)

پھر ارشاد فرمایا :

"فيهما اثم كبير و منافع للناس"۔
(ان دونوں (شراب، جوئے) میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدہ بھی ہیں لوگوں کے لئے)

پھر ارشاد فرمایا :

"لا تقربوا الصلوة و انتم سكرى"۔
(اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو)

اور پھر آخر میں ارشاد فرمایا :

"انما الخمر و الميسر و الانصاب و الا زلام رجس من عمل الشيطان"۔
(یہ شراب اور جو اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیوں ہیں۔)

امام ابو جعفر احمد الطبری نے اپنی کتاب "الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ" میں ان آیات کے شان نزول سے متعلق جو بیان کیا ہے اس سے شرابِ خمیر کی تدریجی حرمت کی کیفیت زیادہ واضح ہو جاتی ہے وہ فرماتے ہیں :

"ان عمر کان حربصا علی تحريم الخمر فكان يقول : اللهم بين لنا في الخمر فانها تذهب المال والعقل ، فنزل قوله تعالى : (يسالونك عن الخمر و الميسر) الاية ، فدعا رسول الله ﷺ عمر فسلها عليه فلم ير فيها بيانا فقال : اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا ، فنزل :

(یایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکران) الایة، فید عار رسول اللہ ﷺ عمر فتلاھا علیہ فلم یر فیہا بیانا ثم قال: اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا، فنزل: یاایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر الایة، فدعا رسول اللہ ﷺ عمر فتلاھا علیہ فقال عمر عند ذلك: انتھینا،^۱

(حضرت عمرؓ، تحریم خمر کے شدت سے متنی تھے اور فرمایا کرتے اے اللہ شراب کے سلسلہ میں کچھ نازل فرمایا جو مال اور عقل دونوں کو برباد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ”یسالونک عن الخمر والمیسر“ الایہ کا نزول ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور اس آیت کی ان کے سامنے تلاوت کی مگر حضرت عمرؓ کو تسلی نہیں ہوئی اور فرمانے لگے: اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما تو اس پر آیت ”یاایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکران“ کا نزول ہوا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی تو ان کو تسلی نہیں ہوئی اور فرمانے لگے اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما تو اس پر آیت ”انما الخمر والمیسر“ الایہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی تو انہوں نے فرمایا: بس اب یہ بیان ہمارے لئے کافی ہے)

قرآن کریم کے مطلق کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے مقید فرمایا:

چور مرد اور عورت کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا: ”والسارق والسارقة فاقطعوا یدیهما“^۲ اس آیت مبارکہ میں لفظ ”ید“ مطلق ہے جس کا اطلاق انگلیوں کے پورے سے باز تک ہوتا ہے جیسے سوتے یوسف میں صرف انگلیاں کاٹ لینے پر فرمایا گیا: ”وقطعن یدیهما“^۳ (اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے) اور سورۃ مائدہ میں فرمایا: ”وایدیکم الی المرافق“^۴ اس میں کہنیوں تک ہر ہاتھ کا اطلاق کیا گیا شاید سائل نے آیت سرقہ میں مطلق حکم کو کچھ کقطع ید کے وقت استفسار کیا ہوگا کہ وہ کہاں سے قطع کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارق کا ہاتھ گھٹوں سے کاٹنے کا حکم بیان کر کے قرآن کے مطلق کو مقید فرمادیا بہت ہی میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ:

”انہ کان یقطع السارق من المفصل“^۵

(آپ ﷺ چور کا ہاتھ گھٹوں سے کاٹا کرتے تھے)

آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی اس تقید پر عمل کیا نافع نے ابن عمر سے روایت کیا کہ:

”ان النبی ﷺ و ابابکر و عمرو و عثمان کانو یقطعون السارق من المفصل“^۶

(حضور ﷺ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ چور کے ہاتھ گھٹوں سے کاٹا کرتے تھے)

اسی طرح آیت سرقہ میں واقع لفظ ”قطع“ کا اطلاق ہاتھ زخمی کر لینے پر بھی ہوتا ہے جیسے ”وقطعن یدیهما“

کی وضاحت میں گزرا یہی وجہ تھی کہ بعض دوسرے مذاہب میں چور کے ہاتھ کو کاٹ کر الگ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ تھیلی پر

۱۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ابو جعفر احمد المحب الطبری، ۱/۲۹۶، بیروت دارالکتب العلمیہ، سنہ

۲۔ المائدہ: ۳۸ ۳۔ یوسف: ۳۱ ۴۔ المائدہ: ۶

۵۔ اعلام السنن، ظفر احمد عثمانی، تقاضوی، ۱۱/۶۲۸، فضل فی کیفیتہ القطع، باب قطع سقیع الیمین من المفصل، اس باب میں اس بارے میں

مختلف طرق سے روایات جمع کی گئی ہیں۔ ۶۔ حوالہ سابق

ایک چیراگ دیا کرتے تھے اور اسی لئے قاضی کی عدالت میں جب کوئی گواہی دیتا تو وہ اپنی پھیل پھیلا کر قسم کھاتا تاکہ جیہ دیکھ لے کہ یہ سزا یافتہ تو نہیں ہے آپ ﷺ نے سارق کا ہاتھ کٹھوں سے بالکل جدا کر کے اس لفظ قطع میں پائے جانے والے دوسرے اطلاقات کو ختم کر دیا۔

قرآنی احکام میں عموم کی تخصیص :

جہاں سرور دو عالم ﷺ نے عمومی احکام میں تخصیص یا استثناء کر دیا ان کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صرف حالت جنگ میں نماز قصر کرنے کی اجازت دی ارشاد بانی ہے :
”فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا“^۱ (اگر تم کفار کے حملے کے خوف کی وجہ سے نماز قصر کرو تو کوئی حرج نہیں) لیکن آپ ﷺ نے ہر سفر شرعی میں قصر کو واجب کر دیا خواہ حالت امن ہو یا جنگ۔
- ۲۔ قرآن مجید بیٹی، ازواج اور چچا کے لئے ترکہ سے معین حصص کے ساتھ میراث کی ادائیگی کو فرض قرار دیا لیکن آپ نے اپنے ترکہ میں درتاء کو حصص دینے سے منع فرمایا۔
- ۳۔ قرآن نے ہر نماز کے لئے الگ الگ وقت معین کئے ہیں ارشاد بانی ہے : ”ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا“^۲ (ہر نماز (الگ الگ) وقت معین میں فرض کی گئی ہے) لیکن آپ ﷺ نے دوران حج عرفات میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کرنا فرض کیا۔^۳
- ۴۔ قرآن کریم نے دومروں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم کی ہے۔ ارشاد ہوا : ”استشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکنوا رجلین فرجل وامرأتین“^۴ (دومروں کو گواہ بناؤ یا ایک مرد اور دو عورتوں کو) لیکن آپ ﷺ نے خزیمہ بن ثابت کی اکیلی تہا گواہی کو کافی قرار دیا۔
- ۵۔ قرآن کریم نے ہر مسلمان مرد کو اپنی پسند کی چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی اور فرمایا : ”فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربیع“^۵ مگر آپ نے حیات فاطمہ میں حضرت علی کو ابو جہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا اور وجہ یہ بتائی کہ : ”والله لا تجتمع بنت رسول الله و بنت عدو الله مکانا واحدا ابدا“^۶ (واللہ رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کا کبھی ایک مکان میں ایک ساتھ کبھی اجتماع نہیں ہو سکتا)۔

۱۔ النساء، ۱۰۱۔ ۲ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب صلوة المسافرین وقصرها۔

۳ صحیح بخاری، امام بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس۔

۴ صحیح بخاری، امام بخاری کتاب المناسک، باب الجمع بین الصلاہین بعرفة۔

۵ سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اعین، بن اسحاق متنی ۲۷۵۵ کتاب القضاء، باب اذا علم الحاکم صدق شہادة الواحد بجوز ان یلقی بہ۔

۶ النساء، ۳۳۔ ۷ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب النکاح باب ما یکرہ ان یجتمع یثنین من النساء۔

۶۔ قرآن کریم نے وضو میں پیروں کے دھونے کو فرض قرار دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین“^۱ لیکن حدیث نے پیروں کے دھونے کی جگہ موزوں پر مسح کو بھی جائز قرار دیا۔

۷۔ قرآن کریم نے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونے سے بالعموم منع فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا“^۲ لیکن حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے علاوہ حضرت علی کو بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخلے کی اجازت دی اور حضرت علی سے فرمایا: ”یا علی لا یسجل لا حد ان یجنب فی هذا المسجد غیر ی وغیرک“^۳

بعض عمومی احکام میں تخصیص کی احادیث صحیحہ سے مثالیں:

۱۔ میت پر نوحہ کرنا منع ہے لیکن جب حضرت ام عطیہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں آل فلاں نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اب میرے لئے ان پر نوحہ کرنا ضروری ہے تو آپ ﷺ نے ان کو ان کے لئے نوحہ کرنے کی اجازت دے دی۔^۴

۲۔ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی بالعموم جائز نہیں لیکن آپ نے حضرت ابو بردہ بن نیازہؓ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی۔^۵

۳۔ مسجد نبوی میں کسی کے گھر کے (چھوٹے) دروازے کی اجازت نہیں لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دروازہ رکھنے کی اجازت دے دی۔^۶

۴۔ حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا بالعموم منع ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے اذخر کاٹنے کی اجازت دے دی۔^۷

۵۔ ہر عورت کے شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ وں دن سوگ کرنا لازم ہے لیکن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبیت عمیس پر یہ سوگ معاف فرمادیا۔^۸

۶۔ مہر شرعی کا کم از کم دس درہم از قبیل مال ہونا ضروری ہے لیکن ایک صحابی کی ناداری کی وجہ سے صرف تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا۔^۹

۱۔ المائدہ: ۶ صحیح بخاری۔ امام بخاری، کتاب الوضوء، باب المصح علی الخفین، ۳ النساء: ۴۳

۲۔ جامع ترمذی ابویوسف محمد بن یحییٰ بن سوریہ متوفی ۲۷۹ھ، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب

۳۔ مسند امام احمد بن حنبل ۸۵/۵، بیروت کتب اسلامی ۱۳۹۸ھ۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز

۴۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الاضاحی، باب قول النبی لابی بردۃ ضح بالجدع من المعزولن تجزی عن احد بعدک

۵۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب المناقب باب قول النبی سلوا الایواب الایباب ابی بکر

۶۔ صحیح بخاری، کتاب العلم باب کتابہ العلم ۹ شرح الترقائی علی الموارث، علامہ محمد عبدالقادر زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ/۱۲۵۱ھ

بیروت دارالمترجم ثانی ۱۳۹۳ھ ۱۰ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی التزویج علی العمل بعمل

- ۷۔ ایک صحابی و صحابیہ کا باہمی رضامندی سے بغیر کسی مہر کے نکاح فرمادیا۔^۱
- ۸۔ روزہ کے کفارہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن ایک صحابی کے لئے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کو خود انہیں کے لئے کھانا جائز کر دیا۔^۲
- ۹۔ دو سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بالعموم رشتہ رضاعت ثابت نہیں ہوتا لیکن حضرت سالم کو بلوغت کے بعد جوانی میں سہلت بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ کو ان کی رضاعی ماں بنا دیا۔^۳
- ۱۰۔ مردوں کے لئے ریشم بالعموم حرام فرمایا لیکن حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن کو خارش کی بنا پر ریشم پہننے کی اجازت دی۔^۴
- ۱۱۔ مردوں کے لئے سونا بالعموم حرام کر دیا لیکن حضرت براء بن عازب کو سونے کی انگٹھی پہننے کی اجازت دی۔^۵
- ۱۲۔ بغیر جہاد کے کسی کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملتا لیکن حضرت عثمان کو حضرت رقیہ (آپ ﷺ کی صاحبزادی) کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی بناء پر غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔^۶
- ۱۳۔ قاضی کے لئے تحائف لینا بالعموم جائز نہیں لیکن حضرت معاذ بن جبل کو تحائف لینے کی اجازت دیدی۔^۷
- ۱۴۔ رمی جمرات کے دوران مٹی میں رات گزارنا ضروری ہے لیکن بنو عباس، و بنو ہاشم کے ذمہ زمزم کا پانی پلانے کی خدمات تھیں اس لئے آپ نے انہیں ان ایام میں رات کو مٹی سے جلانے کی اجازت دے دی۔^۸
- ۱۵۔ نکاح کے لئے کم از کم دس درہم مہر ضروری ہے لیکن حضرت ام سلیم کے لئے صرف ابو طلحہ کے اسلام کو مہر قرار دیا۔^۹
- الغرض یہ کہ بے شمار مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عموم میں تخصیص کا درس مجدد رسالت مآب ﷺ سے ملتا ہے اور ان کے پیچھے کچھ نہ کچھ اصول کا فرماتے جس سے ان کی جامعیت و وسعت اس میں پائی جانے والی لچک اور مزاج کا اندازہ بھی ہوتا ہے رسالت مآب ﷺ کی قانون ساز شخصیت ہونے کے حوالے سے فقہاء کرام کے چند اقوال مندرج ذیل ہیں۔

علامہ شعرانی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں :

”إن للشارع أن يبيح ما شاء لقوم ويحرمه على قوم آخرين“^{۱۰}

(شارع ﷺ کے لئے یہ جائز ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے کسی چیز کو جائز کر دیں اور دوسروں پر وہ چیز حرام فرمادیں۔)

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی التزویج علی العمل بعمل
 ۲۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الصوم، باب الذباج فی رمضان ولم یکن له شیء لتصدق علیہ فلیکفر
 ۳۔ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الرضاع ۳ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب اللباس باب ما یرخص للرجال من الحریر للحمکة
 ۴۔ المصنف، ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، ۲۸۱/۱۸، کراچی ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ
 ۵۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان
 ۶۔ شرح الترقانی علی المذہب، علامہ محمد عبدالباقی الرزقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، ۳۲۸/۱۵، بیروت دار المعرفۃ طبع ثانی ۱۳۹۳ھ ۷۔ حوالہ سابق
 ۸۔ میزان الشرعہ للکلبی، علامہ ابوالہب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، ۷۵/۱، مصر مصطفیٰ البابی الکلبی ۱۳۵۹ھ
 ۹۔ حوالہ سابق
 ۱۰۔ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علامہ نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں :

”للسارع عليه السلام أن يخص من العموم ما شاء“^۱

(سارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے کہ عمومی احکام میں جس چیز کو چاہیں خاص فرمائیں۔)

علامہ وشتانی مالکی (متوفی ۸۲۸ھ) اور علامہ سنوسی (متوفی ۸۹۵ھ) نے بھی امام نووی کے اس قول کو نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے۔^۲

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۲۵ھ) فرماتے ہیں :

”ان المرجع في الاحكام انما هو الى النبي صلى الله عليه وسلم وانه قد يخصص بعض امته بحكم ويمتنع غيره منه ولو كان بغير عذر“^۳

(احکام کا رجوع بنی کی ذات مقدسہ کی طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے ہیں اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرمادیتے ہیں خواہ عذر نہ ہو۔)

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) فرماتے ہیں :

”عدانمتنا من خصائصه عليه الصلوة والسلام انه يخصص من شاء بما شاء“^۴

(ہمارے امت نے رسول اللہ کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ جس شخص کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں۔)

علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں :

”ان النبي مفوض في شرح الاحكام“^۵

(نبی ﷺ کی طرف احکام کی شروعات سے عذر دہی گئی ہے۔)

نواب صدیق حسن بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں :

”ومنہب بعضے آنست کہ احکام مفوض بود بونے صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد و برکہ خواہد حلال و حرام گرداند... وبعضے گویند با جتہاد گفت و اول اصح و اظہر است“^۶

۱۔ شرح مسلم، علامہ بی بی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، ۳۰۳/۱، کراچی، نور محمد ایلچ الطالغ طبع ۱۳۷۵ھ

۲۔ اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، ۷۵/۳، بیروت دار الکتب العلمیہ، مکمل اکمال الاکمال، ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحنفی متوفی ۸۹۵ھ، ۷۵/۳، بیروت دار الکتب العلمیہ سنہ ۳۰۰ قح الباری شرح صحیح البخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۱۶۱/۱، کتاب الاضاحی، السعودیہ ادارت المکتب العلمیہ والاداء والدعوة والارشاد سنہ

۳۔ مرقات، ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ، ۳۲۳/۱، مکتبہ المدادیہ ۱۳۹۲ھ ۵۔ نکل الاوطار، شیخ محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۳/۶، مصر مکتبہ الکلیات الاخریہ طبع جدیدہ ۱۳۹۸ھ ۶۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام، نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ۱۵۱۲/۲، ۵۱۳، بھوپال مطبعہ شاہجہانی ۱۳۶۰ھ

(بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور ﷺ کے سپرد ہیں جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال و حرام فرمادیں۔۔۔
بعض کہتے ہیں کہ آپ اجتہاد سے کہتے تھے پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔)

فقہاء کے ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام شریعت کو بیان کرنا ان کو مقرر کرنا ان کی تحلیل و تحریم اور عموماً شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل تھا۔
اسلامی قانون کا شعوری ارتقاء :

کسی بھی قسم کی گفتگو سے پہلے یہاں یہ جان لینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی اسلامی قانون کے حوالے سے بات کی جاتی ہے تو تصور یہ ابھرتا ہے کہ شاید اسلام کی آمد کے ساتھ ہی عرب معاشرہ کے سارے رسم و رواج اور ان کے مروج قوانین پر صرف اس لئے پابندی لگادی گئی کہ وہ قبل از اسلام کے تھے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے اس کی وضاحت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی قانون کے دو ارتقائی مراحل تھے قبل از بعثت اور بعد از بعثت پہلا مرحلہ غیر شعوری تھا جبکہ بعد از بعثت کا مرحلہ شعوری تھا اور یہ سوال کہ جب اسلام ہی نہیں تھا تو اسلامی قانون کی بات کیسے ممکن ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی نیا قانونی نظام کسی معاشرہ میں ایک دم نہیں آجاتا بلکہ اس سوسائٹی کا پہلے سے جو قانون و رواج ہوتا ہے اس کو بنیاد بنا کر قانون سازی کی جاتی ہے اس کی اچھی باتوں کو اپنایا جاتا ہے۔ خراب کو یا تو بالکل ختم کر دیا جاتا ہے یا ان میں ترمیم کر کے کچھ کی ویشی کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ اسلام نے بھی اپنی آمد کے بعد یہی کیا۔ قبل از اسلام کے ان رائج قوانین کو جو اسلامی روح (Spirit) کے خلاف و متصادم نہ تھے ان کو قبول کیا اور جو اسلامی روح کے خلاف تھے ان کو یا تو بالکل سرے سے ختم کر دیا یا انہیں کچھ ترمیم و اصلاح کے بعد کی ویشی کے ساتھ قبول کیا۔ اپنے اس موقف کی حمایت میں اشارۃً چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا کو اسلام نے باقی رکھا اور اس کی توثیق میں آیت ”و السارق و السارقة فاقطعوا ايديهما“ نازل ہوئی۔ ”البينة على المدعى البينة على من انكر“ کے قاعدے کو تسلیم کرتے ہوئے باقی رکھا۔ خطیم میں کعبہ کی قسم کھانے کے عمل کو باقی رکھا جو آج تک ہوتا ہے۔ ادنیٰ قبیلہ اگر اعلیٰ قبیلہ کا کوئی شخص مار دیتا تو اس کے بدلے میں دو افراد قصاص میں قتل کرتے اسلام نے اس کی اصلاح کی اور فرمایا۔ ”ان النفس بالنفس“ (ایک جان کے بدلے میں ایک جان) اسی طرح قاتل کے بدلے قصاص میں قاتل قبیلہ کے کسی بھی فرد مثلاً اس کے بھائی وغیرہ کو قتل کر دیا جاتا تھا اسلام نے اس میں یہ اصلاح کر دی کہ ”ولا تسزروا ذرة و ذرا اخریٰ“ اس کا مطلب ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی ہر شخص اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔

قبل از اسلام ہر شخص جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا تھا، مگر اسلام نے ہر شخص کے لئے ملکیت کو ثابت کیا۔ ورثہ کا تصور تھا لیکن عورتوں اور بچوں کو اس حق سے محروم رکھا جاتا تھا اسلام نے سب کے حصے مقرر کر دیئے۔ وصیت کے ذریعے ساری جائیداد کسی کو بھی دینے کا اختیار تھا مگر اسلام نے اس کو محدود کر دیا اور صرف ۱/۳ تک کے لئے اس کو درست قرار دیا اور یہی ہمہ دیا کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں یعنی وہ بلا وصیت اپنے اپنے حصوں کے حقدار ہیں، وراثہ کی صورت میں مہر ادا نہیں کرتے اسلام نے اس کو مہر کی ادائیگی کے فرض کے ساتھ جائز سمجھا۔

خرید و فروخت کی بعض صورتیں جنہیں اسلام نے باقی رکھا۔ بیع متقابلہ (BARTER SYSTEM) اور بیع صرف (EXCHANGE OF MONEY) وغیرہ کو باقی تسلیم کیا۔ بیع سلم جو بیع کی اسلام میں ایک استثنائی صورت ہے قبل از اسلام عرب معاشرہ میں رائج تھی۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ بیع سلم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عام قاعدہ کے مطابق معدوم کی بیع ناجائز ہوتی ہے لیکن بعض معاملات مثلاً جو تاجرانے، فرنیچر بنوانے وغیرہ میں اس کی اجازت ہے کہ چیز موجود نہیں اور دیکھی بھی نہیں مگر اس کی قیمت مقرر کر لینا اور پھر خرید و فروخت کر دینا۔

تو اس طرح ان چند مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے اس وقت کے مروجہ قوانین و رسم و رواج کو صرف اس لئے کہ وہ پہلے کے تھے مسترد نہیں کیا بلکہ ان کو اصولوں کی کوئی ٹیٹھ میں پرکھا اور جانچا ان میں سے جو اسلامی روح سے متصادم و متضاد تھے ان کو مسترد کیا جو اس کے موافق تھے ان کو قبول کیا کہیں ترمیم و اصلاح کے بعد ان کو قبول کیا۔ ان سب باتوں سے اسلام کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہر شئی ایک نظام و اصول سے مربوط ہے۔

مدنی دور میں قانون سازی : حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد سے اسلامی قانون سازی کے ایک شعوری ارتقاء کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کا باقاعدہ آغاز مکہ المکرمہ سے مدینہ المنورہ ہجرت کے سفر سے ہوتا ہے۔ ۱۱ تا ۱۳ھ میں جب مدینہ المنورہ کو پہلی اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو یہیں اسلامی قانون کی بنیاد پڑی۔ قانونی مسائل سے متعلق آیات کا نزول ہوا اور اس زمانہ کی احادیث مبارکہ سے قانونی مسائل کا احاطہ ہوتا ہے۔ جب بھی سوالات ہوتے تو اس کی ایک صورت یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبریل آپ کو تعلیم مل جاتی مثلاً ”یسئلونک عن الخمر، یسئلونک عن الیتھامی“ وغیرہ اور جن کے سوالات نہیں کئے۔ مثلاً ”تحوار کما“ الخ ان کے بھی جوابات دیتے۔ جبریل امین نے اسی لئے آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کو دیا بھی کیا۔

اصول فقہ کے ضوابط اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بواسطہ جبریل تعلیم فرمائے اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ضوابط تعلیم فرمادیئے اور پھر ان سے منتقل ہوتے ہوئے سلسلہ بہ سلسلہ ہم تک پہنچے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام سارا دن تو آپ ﷺ کے پاس نہیں بیٹھے رہتے تھے اور بعض بہت دور دراز سے آکر مسلمان ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ضوابط قواعد و اصول تعلیم فرمادیا کرتے جن کی مدد سے وہ رہنمائی حاصل کرتے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی اور آپ ﷺ سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی اجازت دی اور آپ کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام نے اجتہاد کیا ان کے اجتہاد کے روئیداد آپ ﷺ کے سامنے پیش بھی ہوئیں آپ نے ان کو سنا اور پسند بھی کیا اور اجتہاد بغیر اللات اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہو سکتا امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب ”المنحول“ میں فرمایا۔ ”ولا یلمن اصول الفقہ فلا استقلال للنظر دولہ“ (اور اصول فقہ کا جاننا ضروری ہے کہ بغیر اس کے اجتہاد ممکن نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی :

اہل علم کے نزدیک یہی راجح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی۔ اسی لئے بعض قضایا میں آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا اور پھر اس سلسلہ کو صحابہ تک منتقل فرمایا۔ علامہ امجدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے اسی سیاق میں فرمایا :

۱۔ المنحول من تہذیبات الاصول، محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، ص ۳۶۳، دمشق، دار الفکر طبع ۱۳۰۰ھ، ۱۹۸۰ء

”وشاورهم فی الامر والمشاورة انما تكون فیما یحکم فیہ بطریق الاجتهاد، لایفیمایحکم فیہ بطریق الوحی، وروی الشعبي أن کان رسول الله یقضی القضاة ینزل بعد ذلك بغیر ماکان قضی به، فیترک ما قضی له علی حاله، ویستقبل ما نزل به القرآن“^۱

(وشاورهم فی الامر: مشاورت اس میں ہوتی ہے جس میں اجتہاد کے ذریعہ سے حکم لگایا جاتا ہے اور جس بارے میں وحی ہو اس میں اجتہاد نہیں ہوتا اور شععی نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نزاعات کے فیصلے فرماتے ہیں اور بعد میں اس فیصلے کے خلاف وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اپنے فیصلے پر قائم رہتے اور مستقبل میں اس وحی کی روشنی میں فیصلہ فرماتے)۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں ان سے اجتہاد کا وقوع ہوا :

چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اجتہاد فرمایا۔

۱۔ نوہجری میں پیش آنے والے غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کا عذر بیان کیا تو اس موقع اللہ تعالیٰ نے ”عفا الله عنک لم اذنت لهم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین“^۲ (درگزر فرمایا اللہ نے تمہارے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دی تھی انہیں یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے آپ پر وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو)۔

امام عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (متوفی ۱۰۷ھ) نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :

وفیه دلیل جواز الاجتهاد للانبیاء علیہم السلام لانه علیہ السلام انما فعل ذلك بالاجتهاد^۳

(اور اس میں انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے یہ اجتہاد کے ذریعہ کیا تھا۔)

۲۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس بارے میں مختلف آراء تھیں بعض کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ (زر) لے کر رہا کر دیا جائے جس کو قبول کر لیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

”ماکان لنسی أن یکون له اسرای حتی یشخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرة واللہ عزیز حکیم لو لا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما أخذتم عذاب عظیم فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً“^۴

(نبی کے زمین میں غلبہ حاصل کر لینے تک جنگی قیدی اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔ اگر پہلے سے حکم الہی نہ ہوتا (کہ خطا اجتہادی معاف ہے) تو ضرور بڑی پختی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے سو کھاؤ جو تم نے حلال (اور) پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے

۱۔ آل عمران : ۱۵۹ ۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الامدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ/۳/۱۳۰-۱۳۱، بیروت دار الفکر ۱۳۶ھ/۱۹۹۶ء

۳۔ التوبہ: ۳۳ ۴۔ تفسیر المدارک، محمد بک المذکوریل وحقان الاولیل، عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ/۱/۶۲۵ء

۵۔ صحیح مسلم ہمام مسلم، کتب الجهاد والسیور، باب ربط الاسیر وحسبہ وحوارہ لمن علیہ، بلائفال: ۶۷-۶۹

ملا جیون حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا :

”انما وقع هذه المصلحة منكم بسبب اجتهادكم ورايكم و حكمه انه لا يعذب احدا بالعمل بالا جتهاد“^۱

(اے نبی ﷺ) ”یہ جو مصلحت تمہارے اجتہاد اور رائے کے سبب سے واقع ہوئی..... اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے اس لئے کسی کو بھی سزا اور نہیں ٹھہرایا جائے گا۔“

اس کے بعد ملا جیون اس سے نکلے والے ٹھہرہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

”فعلم من هذا جواز الاجتهاد فيكون حجة على منكري القياس“^۲

(اس سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بات منکرین قیاس کے لئے ایک واضح دلیل ہے)

امام نسفی (متوفی ۷۰۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں سیاق و سباق سے وضاحت کے بعد فرماتے ہیں :

”وفيما ذكر من الاستشارة دلالة على جواز الاجتهاد فيكون حجة على منكري القياس“^۳

(اور اس آیت میں جو مشاورت کا ذکر کیا گیا ہے اجتہاد کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات منکرین قیاس کے لئے حجت ہے)

امام ابو جعفر احمد الطبری نے اس واقعہ کو مختلف طرق سے بیان کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ :

”وفي هذه الاحاديث دليل على انه ﷺ كان يحكم باجتهاده“^۴

(اور ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے اجتہاد کے ذریعے سے فیصلے فرمایا کرتے تھے)

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن مکہ کی شان بیان فرماتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا :

”حرم الله مكة لم تحل لاحد قبلي ولا تحل لاحد بعدي احلت لي ساعة من نهار لا يختلي خلاها ولا يعضد شجرها ولا ينفر صيدها ولا تلتقط لقطها الا للمعروف فقال العباس الا الاذخر لصاغتنا وقبورنا فقال الا الاذخر“^۵

(اللہ نے مکہ کی سرزمین پر دوسروں کے غلبے کو حرام فرمادیا مجھ سے قبل اور بعد کسی لمحے کے لئے حلال نہیں میرے لئے اس گھڑی میں حلال کر دی گئی کوئی اس کی زمین پر قبضہ نہ کرے اور نہ کوئی اس کے درخت کو کاٹے اور نہ کوئی اس کے شکار کو بھگائے اور نہ کوئی اس کی پڑی چیز اٹھائے مگر یہ کہ اعلان کئے بغیر اولا حضرت عباس نے عرض کیا سوائے اذخر کے جو ہمارے جانوروں اور قبور کے لئے ہے تو آپ نے اذخر کا استثناء فرمایا)

۱۔ التفسیرات الاحمدیہ، ملا جیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ ص ۳۳۵

۲۔ حوالہ سابق ص ۳۳۶

۳۔ تفسیر المدراک کسی بھادرک الشریح وحقائق التاویل عبداللہ بن احمد بن محمود اللطیف حنفی متوفی ۷۰۱ھ/۶۰۰، کراچی قدیمی کتب خانہ سنہ

۴۔ الریاض البقراء فی مناقب البشیرة ابو جعفر احمد الطبری ۲/۲۹۰، بیروت دارالکتب العلمیہ سنہ

۵۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم، کتاب التاجیز، باب الاذخر والبعیش فی العمر، کتاب الناسک باب فضل مکة وبنائها، کتاب البیوع باب اقل فی الصواع، (الفاظ کے اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم، کتاب الحج باب حریم مکة وحریم صیحا..... (اس میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث مذکور ہے)

علامہ آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا :

”و معلوم ان الوحی لم ينزل عليه فی تلك الحالة، فكانت الاستثناء بالاجتهاد“^۱
(جاننا چاہئے کہ حضور ﷺ کا یہ استثنا فرمانا اجتہاد کے ذریعہ تھا کیونکہ اس وقت وحی کا نزول نہیں ہوا تھا)

۳۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا :

”قال اتی رجل النبی ﷺ فقال له: ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی ﷺ لو كان عليها دين اکت قاضيه قال نعم قال فاقض الله فهو احق بالقضاء“^۲

(ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذرمانی تھی لیکن وہ وفات پاگئی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا : اگر اس کے اوپر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتے؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا: تو اسے بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ادا ہی کا زیادہ مستحق ہے۔)

اس حدیث مبارک سے بھی اجتہاد کے وقوع کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے اس میں دلیل اور اصول بیان فرما کر ذہن میں آنے والے شکوک و شبہات کو بھی دُور فرما دیا اور طریقہ اجتہاد و تعلیم فرما دیا۔

۵۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ لوگوں نے عرض کیا :

”یا رسول الله، ذهب اهل الدثور بالاجور، يصلون كما نصلی و یصومون كما نصوم و يتصدقون بغفول اموالهم، قال اوليس قد جعل الله لكم ما تصدقون به؟ ان بكل تسبیحة صدقة، و كل تكبیرة صدقة، و كل تحميلة صدقة، و كل تهلیلة صدقة، و امر بعمر و ف صدقة، و نهی عن منكر صدقة، و فی بضع احدكم صدقة، قالو یا رسول الله آیاتی احدنا شهوتہ و یكون له فیها اجر؟ قال اریتم لو وضعها فی حرام ما كان علیه وزر؟ فكدلك اذا وضعها فی الحلال كان له اجر“^۳

(یا رسول اللہ! مالدار زیادہ اجر لے گئے وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے کثیر مال سے صدقہ کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں کر دی ہے وہ جن سے تم صدقہ کرتے ہو؟ بیشک ہر تسبیح صدقہ ہے، اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر تحمیل صدقہ ہے اور ہر تھلیل صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر صدقہ ہے اور تمہارا معاشرت کرنا صدقہ ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا کسی کو شہوت آئے تو اس کی تکمیل میں اس کے لئے اجر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر کوئی اس حالت میں حرام کر بیٹھے تو کیا اس پر گناہ نہیں ہوگا؟ تو اس طرح اگر اس نے حلال طریقہ اختیار کیا تو اس میں اس کے لئے اجر ہے)

۶۔ ابو داؤد نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا :

۱ الاحکام فی اصول الاحکام، الامدی ۳/۳۱۲، بیروت دار الفکر ۱۳۷۷ھ

۲ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الایمان والحد و رہ باب من مات و علیہ نذر

۳ اعلام المؤمنین من رب العالمین، ابن تیمیہ ج ۱ ص ۷۵۱، ۳۳۰، بیروت دار الفکر الطبعة الثانیہ ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ھ

”ہششت یوما فقبلت وانا صائم ، فاتیت النبی ﷺ فقلت : صنعت الیوم امر اعظیماً فقبلت وانا صائم فقال رسول اللہ ﷺ ارایت لو مضمضت من الماء وانت صائم ؟ قلت لا باس قال فمہ“۔^۱
(ایک دن میں خوش ہوا میں نے اس حالت میں بوس لیا کہ میں روزہ دار تھا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آج میں نے ایک بڑا کام انجام دیا میں نے روزہ کی حالت میں بوس لے لیا حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر تم روزہ کی حالت میں کئی کر دو تو کیا ہوگا؟ اس نے عرض کیا کوئی حرج نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بس یہاں بھی کوئی بات نہیں)۔
۴۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ :

”ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال : یا رسول اللہ ولد لی غلام اسود ، فقال هل لک من ابل ؟ قال نعم ، قال مالوا انها ؟ قال حمر ، قال هل فیها من اورق ؟ قال نعم ؟ قال فانی ذلک ؟ قال نعلہ نزعہ عرق ، قال : فلعل ابنک ہذا نزعہ عرق“۔^۲

(ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ میرے گھر کا لاسیہ لڑکا پیدا ہوا ہے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ جواب دیا۔ ہاں فرمایا کہ ان کے رنگ کیا ہیں عرض گزار ہوا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں روایت فرمایا کہ کیا ان میں سے کوئی سیاہی ناکل بھی ہیں۔ جواب دیا ہاں فرمایا یہ کہاں سے ہوا؟ عرض کی شاید کسی رگ نے اسے کھینچا ہو فرمایا : شاید تمہارے سینے کو بھی کسی رگ نے اسی طرح کھینچا ہو)

ان واقعات سے جہاں آپ ﷺ کے اجتہاد فرمانے پر دلالت ہوتی ہے وہاں یہ بھی احتمال رہتا ہے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حکم سے مطلع فرمادیا جاتا ہو۔ مگر اجتہاد و قیاس پر اس وقت صراحت ہو جاتی ہے جب آپ مسائل سے فرماتے ہیں کہ فلاں حکم کی نظیر فلاں پر قیاس کرو اور عقل سلیم اس بات کا تقاضا کرتی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ قیاس و اجتہاد کے ذریعہ سے بھی حکم تک توصل فرماتے تھے اور قیاس حکم تک رسائی حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جب کہ وہ شرط صحیحہ کے ساتھ کیا جائے۔

صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی طرف سے اجتہاد کی اجازت و تعلیم اور اس کا وقوع :

سرور کونین ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو اجتہاد کی اجازت اور تعلیم عطا فرمائی اور ان کی تربیت فرمائی اور آپ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور آپ تک اس کی اطلاع بھی پہنچی۔ مسائل کی تحقیق و اسلوب میں آپ ﷺ کی مشہور احادیث میں سے ایک حدیث معاذ ہے جس کو ترمذی کے علاوہ ابوداؤد اور امام احمد وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ اسلامی قانون کے ماخذ و مصادر کے سلسلے میں جو احادیث آتی ہیں ان میں سے یہ اہم ترین ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت تعلیم ارشاد فرمایا :

(۱) ”کیف تقضی اذا عرض لک قضاء ؟ قال اقصی بکتاب اللہ فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فیسنة رسول اللہ قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ قال اجتهد رای ولا الوالی“

۱۔ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب العیام باب العیلة للعنائم ۷ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض علی الولد صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب اللعان، کتاب الاعتصام باب من شاعرا معلوماً من مین تدتین اللہ حکمہا حکم المسلم السائل

اقصر فی اجتہادی ، فضرب رسول اللہ علی صدرہ وقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول اللہ
لما یرضی رسول اللہ ۱۔

(اگر تمہارے سامنے کوئی حل طلب مسئلہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے۔
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں کتاب اللہ میں ملے تو عرض کیا پھر سنت رسول سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں سنت
رسول میں بھی نہ ملے تو عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے
ان کے سینہ پر دست اقدس پھیرا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی
جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے۔)

حدیث مبارکہ کی روشنی میں نکلنے والے نتائج :

ہر علمی و دینی مسئلہ کا حل سب سے پہلے کتاب اللہ میں تلاش کیا جائے۔ اگر پوری صلاحیت سے تلاش کے باوجود
بھی کوئی حکم میسر نہ آسکے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کیا جائے۔ اگر حل باوجود تلاش کے سنت رسول میں بھی نہ مل
سکے تو پھر کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے۔ بہ الفاظ دیگر اجتہاد کی گنجائش صرف ان معاملات میں ہے جس میں
کتاب و سنت خاموش ہیں۔

حدیث معاذ میں سنت کے بعد اجماع کے ذکر نہ ہونے کی وجہ :

اس حدیث میں سنت کے بعد اجماع امت کا ذکر نہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں اجماع منعقد نہیں
ہو سکتا تھا۔ اجماع صرف اسی صورت میں ماخذ قانون ہے جب نبی ﷺ موجود نہ ہوں۔

حدیث معاذ کے الفاظ ” فان لم تجد “ سے قرآن کے ناکافی ہونے پر استدلال اور اس کا جواب :

سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشاد ” فان لم تجد “ (اگر تم نہ پاؤ) سے قرآن وحدیث کے ناکافی ہونے پر استدلال کرنا
درست نہیں۔ کیونکہ حدیث میں فان لم یکن (اگر نہ ہو) نہیں ہے اور قرآن میں اپنی کوشش کے باوجود کوئی شئی تلاش نہ
کر سکنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قرآن میں نہیں ہے۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی“ ۲
(آج میں نے تم پر دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں) آیت مبارکہ اس بارے میں واضح ہے کہ قرآن
کامل و کافی ہے۔ لیکن کوئی مسئلہ انسانی ذہن کسی وقت استنباط نہ کر سکے تو اجتہاد کرے اس کو قرآن کے نامکمل ہونے سے
تعبیر نہیں کیا جاسکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ ”الیوم اکملت“ الخ والی آیت میں قرآن حدیث واجتہاد تینوں
شامل ہیں کیونکہ قرآن میں ہے : ”من یطع الرسول فقد اطاع اللہ“ ۳ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس
نے اللہ کی اطاعت کی اور رسول ﷺ کی تعلیم ہے کہ قرآن میں نہ ملے تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرو اور یہاں بھی نہ
مل سکے تو اجتہاد کرو)۔

(۲) اسی طرح خاتم الانبیاء نے ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود کو اسلوب تحقیق تعلیم فرمائے اور فرمایا :

”افض بالکتاب والسنة اذا وجدتهما فان لم تجد الحكم فيهما اجتهد رايك“^۱
(جب تم قرآن و سنت میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فتویٰ دو مگر جب کوئی حکم ان دونوں میں نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو)

(۳) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے دریافت کیا :

”الا مریزل بنالم ينزل فيه قرآن ولم تمض فيه منك سنة قال: اجمعوا العالمين من المؤمنين فاجعلوه شوری بینکم ولا تقضوا فيه برای واحد“^۲

(اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس پر قرآن میں کوئی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی آپ کی کوئی سنت معلوم ہو؟ تو ہم کیا کریں) حضور ﷺ نے فرمایا ایسی حالت میں مسلمانوں میں سے اہل علم کو جمع کروان کے مابین مشاورت کرو اور کسی ایک شخص کی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرو)

(۴) صحیح مسلم و ابن ماجہ وغیرہ میں عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

”اذا حکم الحاكم فاجتهد ثم اصاب فله اجران ، و اذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر“^۳
(حاکم نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا تو ایک اجر ملتا ہے) اور یہ فرمان آپ ﷺ اور بعد کے زمانے کے لئے عام ہے۔

(۵) صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

”نزل اهل قريظة على حکم سعد بن معاذ ، فارسل النبي ﷺ الي سعد فأتى علي حمار ، فلما دان من المسجد قال للاحصار : قوموا الي سيدکم او خيرکم ، فقال : هولاء نزلوا علي حکمک فقال : تقتل مقاتلهم وتسی فرار يهم ، قال قضيت بحکم الله ، وربما قال بحکم الملك“^۴

(بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر قلعہ سے نکل آئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو بلوایا وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے کہا اپنے سردار یا اپنے افضل شخص کی طرف کھڑے ہو جاؤ پھر فرمایا : یہ لوگ تمہارے فیصلے پر تلخ سے نکلے ہیں حضرت سعد بن معاذ نے کہا ان میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیجئے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیجئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی کہا تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔)

^۱ في السنة التشریح فی الاسلام: ص ۱۳۶، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء

^۲ اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن جوزی، ص ۵۱، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ

^۳ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ، ص ۲۷۳، ماہواب الاحکام، باب العاکم یجتهد لیسب الحق، صحیح مسلم،

امام مسلم، کتاب الاقضیة باب لیان اجر العاکم اذا اجتهلوا اصاب واعطأ

^۴ صحیح مسلم امام مسلم، کتاب الجهاد والسیور، باب جواز القتال من قرض العهد وجواز ازال لعل الحصن علی حکم حاکم عدل لعل لحکم

(۶) غزوہ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا :

” لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظہ“^۱

(دیار بنی قریظہ سے پہلے کوئی نماز عصر ادا نہ کرے)

اور اسے میں جب عصر کا وقت آ گیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ دیار بنی قریظہ سے پہلے ہم نماز نہیں پڑھ سکتے اور کچھ صحابہ نے کہا کہ ہم تو پڑھ لیں گے۔ آپ ﷺ کے سامنے جب اس کا ذکر آیا تو دونوں فریق میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ نے باز پرس اور تنبیہ نہ فرمائی۔

اس حدیث کی روشنی میں نکلنے والے نتائج :

اداء عصر کے لئے صحابہ کرام کے موقف الگ الگ تھے ایک فریق نے ظاہر لفظ اور باصطلاح احناف ”عبارة النص“ پر عمل کیا اور دوسرے فریق نے نص کے مخصوص معنی کا استنباط کیا اور رسول کریم ﷺ نے دونوں کو درست قرار دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں موقف صحیح ہیں اور ظاہر نص پر عمل کے علاوہ مضبوط دلائل کے ساتھ معافی و مقایم کا استنباط کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ صحیح علم اور مطلوبہ صلاحیت پائی جائے۔ فریق ثانی نے اس حکم سے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود صرف تیز رفتاری اور عجلت ہے اس لئے انہوں نے دیار بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر پڑھنے کو جب کہ وہ سبب تاخیر نہ ہو حکم رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں سمجھا۔

شیخ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اور شیخ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے لکھا کہ فقہاء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کس فریق کا عمل زیادہ صحیح اور بہتر تھا کسی نے کہا کہ افضل فریق وہ ہے جس نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور رسول اکرم ﷺ کے اس حکم کی بجا آوری میں سبقت حاصل کر لی کہ نماز اپنے وقت پر پڑھو اور کسی نے کہا کہ افضل وہ ہے کہ جس نے دیار بنی قریظہ جلد پہنچنے کے لئے نماز موخر کر دی۔^۲

مگر ہماری رائے یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق کے عمل پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا اور آپ کے سامنے ہی دونوں کے صحیح ہونے کا فیصلہ بھی ہو گیا تو اس معاملہ میں زیادہ غور و خوض بحث و مباحثہ مناسب نہیں ہے۔

(۷) حضرت المستعید الخدری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا :

”خرج رجالان فی سفر، فحضرت الصلاة وليس معهما ماء، فَمَمَّا صَعِدَا طَبَأً فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَا أَحَدُهُمَا الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ، وَلَمْ يَعِدِ الْآخَرَ، ثُمَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يَعِدْ: اصْبَتِ السَّنَةَ. أَيِ الشَّرِيعَةِ الْوَاجِبَةِ. وَاجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ، وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: لَكَ الْإِجْرُ مَرَّتَيْنِ“^۳

۱ صحیح البخاری، امام بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وھی لاحزاب

۲ اعلام المتقین، ابن قیم جوزی، ج ۱، متوفی ۷۵۱ھ، ۲۰۳/۱، باب بعدا، بیروت دار الفکر ۱۳۹۹ھ، رفح الملام عن ایمة الاعلام، ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ

۳ مطبوعہ المکتبۃ المدنیہ ۱۳۷۸ھ

۴ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب المتعمم یجد الماء بعد ما یصلی فی الوقت

(دو آدمی سفر پر نکلے راستے میں نماز کا وقت ہو گیا ان کے پاس پانی نہیں تھا تو دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر نماز کے وقت میں انہیں پانی مل گیا ان میں سے ایک نے پانی سے دو بار وضو کیا اور نماز دہرائی جبکہ دوسرے نے ایسا نہیں کیا جب وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے اعادہ نہ کرنے والے صحابی سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے سنت کو پورا کیا یعنی واجب کی ادائیگی میں جلدی کی اور تمہاری نماز درست ہے اور جنھوں نے اعادہ کیا تھا ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تمہارے لئے (دو اجر ہیں)

(۸) امام احمد نے حش بن معتمر سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا :

”بعثنی رسول اللہ ﷺ الی الیمن ، فاتھینا الی قوم قد بناو زبیا للاسد ، فینماہم کذاک یتدافعون اذ سقط رجل فتعلق باخر ، ثم تعلق الرجل باخر حتی صاروا فیہا اربعة ، فجر حہم الاسد فان تدب لہ رجل بحریة فقتلہ ، ماتوا من جراحہم کلہم ، فقام اولیاء الاول الی اولیاء الاخر فاخر جوا السلاح لیقتلوا فاتاہم علی رضوان اللہ علیہ علی فبیتہ ذلک ، فقال : تریدون ان تقتلوا ورسول اللہ ﷺ حی؟ انی اقضی بینکم قضاء ان رضیتم بہ فهو القضاء ، ولا حجز بعضکم عن بعض حتی تاتوا النبی ﷺ لیکون هو الذی یقضی بینکم ، فمن عدا بعد ذلک فلا حق لہ ، اجمعوا من قبائل الذین حفروا البئر ربع الدیة وثلث الدیة و نصف الدیة والدیة کاملہ ، فللول ربع الدیة لانه ہلک من فوقہ ثلاثہ ، وللثانی ثلث الدیة ، وللثالث نصف الدیة ، وللرابع الدیة کاملہ ، فابوا ان یرضوا ، فاتوا النبی ﷺ وهو عند مقام ابراہیم ، فاقصوا علیہ القصة ، فقال : انا اقضی بینکم ، واحتبی فقال رجل من القوم : ان علیا قضی فینا فقصوا علیہ القصة فاجاز رسول اللہ ﷺ .“

(حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا ، ہم اس قوم کی طرف پہنچ گئے کہ انہوں نے شیر کے شکار کے لئے گڑھا کھودا تھا اس حالت میں کہ وہ لڑائی کر رہے تھے ان میں سے ایک گرا، گرنے والے ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا پھر دوسرے گرنے والے نے تیسرا پکڑا یہاں تک کہ چار ہو گئے اور چاروں کو شیر نے زخمی کر دیا پھر کسی سے آگے قتل منگوا کر اسے قتل کر ڈالا چاروں زخموں کی وجہ سے مر گئے تو پہلے کے دو دوسرے کے درمیان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ان کو قتل کرنے کے لئے اسلحہ نکال لئے تو حضرت علی رضوان اللہ علیہ اجمعین آ پیچھے اور کہا تم لوگ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں لڑائی جھگڑے کا ارادہ رکھتے ہو اس معاملے میں میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا اگر تم رضی ہو تو قبول کر لینا اور اگر تم میں سے کسی کو یہ فیصلہ منظور نہ ہو تو حضور ﷺ کے پاس چلا جائے تو وہ فیصلہ فرمائیں اور جو اس کے بعد بھی فیصلہ نہیں مانے گا تو یہ بات ٹھیک نہیں ہوگی آپ نے فرمایا وہ قبائل جنہوں نے یہ کھوا کھودا تھا ان سے ربع دیت اور ٹلث دیت اور نصف دیت اور کامل دیت تو پہلے کے لئے ربع دیت ہے کیونکہ وہ یمن کی وجہ سے ہلاک ہوا اور دوسرے کے لئے ٹلث دیت ہے اور تیسرے کے لئے نصف دیت ہے اور چوتھے کے لئے کامل دیت ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ ماننے سے انکار کیا اور حضور ﷺ کے پاس آگئے وہ مقام ابریم پر تھے ان کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں قوم کے ایک آدمی نے حضرت علی کے فیصلے کے لئے کھوکھیاں کیا تو حضور ﷺ نے اس کی تائید فرمائی)

(۹) حضرت عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا :

”احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفت ان اغتسل فاهلك فتيمت ثم صليت باصحابي الصبح فذكر و اذلك لرسول الله ﷺ فقال يا عمر وصليت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذى معنى من الاغتسال وقلت انى سمعت الله يقول ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيماً فضحك رسول الله ﷺ ولم يقل شيئاً“^۱

(غزوہ ذات السلاسل کے موقع پر ایک سردرات میں مجھے احتلام ہوا اگر میں غسل کرتا تو ہلاکت کا خطرہ تھا اس لئے تیمم کر کے جماعت سے نماز پڑھ لی میرے ساتھیوں نے جب نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ عمر! حالت جنابت ہی میں تم نے جماعت سے نماز پڑھ لی میں نے صورت حال بیان کی اور یہ آیت پڑھی ”ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً“^۲ اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ بین کر آپ ﷺ مسکرانے لگے اور کچھ نہیں فرمایا)

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے چونکہ حضرت عمر بن العاص کا اجتہاد قواعد شرعیہ پر مشتمل تھا اس لئے آپ ﷺ کا غصہ تبسم میں بدل گیا۔

استنباط و استخراج مسائل کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ اجتہاد کے اہل تھے :

یہاں یہ بات بیان کرنا مناسب ہے کہ اجتہاد اور اس کے نتائج کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر صرف وہی صحابہ کرام یہ خدمات انجام دیتے جو اپنے اندر استنباط و استخراج مسائل کی مکمل صلاحیت پاتے بصورت دیگر جب کسی صحابی کی اس قسم کی غلطی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آتی تو آپ ناپسند فرماتے اور اس کی اجازت نہ دیتے۔ مثلاً حضرت جابر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں :

”خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فشحجه فی راسه ثم احتلم فسال اصحابه فقال اهل تجدون لی رخصة فی التيمم قالو امانجدلك رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بلایک فقال قتلوه قتلهم الله الا سالوا، اذلم يعلموا فانما شفاء العی السؤال انما كان یکفیه ان یتیمم ویعصر علی جرحه یحرقه ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده“^۳

(ہم لوگ ایک سفر میں تھے ہمارے ایک ہم سفر کے سر پر پتھر کا اور سر پر زخم ہوا پھر اس کو احتلام ہو گیا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میں تیمم کر سکتا ہوں، تو سب نے کہا کہ نہیں جب تم پانی پر قدرت رکھتے ہو تو تیمم کی رخصت نہیں یہ جواب سن کر انہوں نے غسل کر لیا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہم جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انہیں حادثہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ اللہ ہلاک کرے۔ تم جب جانتے نہیں تو کیوں نہ

پوچھ لیا؟ لاعلمی و جہالت کا علاج تو سوال ہی ہے اسے تہم ہی کافی تھا۔ بازم پر ایک ٹکڑا لپیٹ کر اس پر مسح کر لیتے اور بقیہ سارے بدن پر پانی ڈال لیتے)

حدیث کی روشنی میں نکلنے والا نتیجہ : رسول اللہ ﷺ نے بغیر علم کے فتویٰ دینے والوں کی زبردستی فرمائی اور انہیں گویا اپنے بھائی کا قاتل سمجھا اور وضاحت سے بتلادیا کہ جس چیز کا علم نہ ہو اسے دریافت کر لینا ضروری ہے بغیر سمجھ ہوئے فتویٰ دینا اس کا حل نہیں۔

عہد رسالت میں اجتہاد کی تشریحی حیثیت :

کیا عہد رسالت میں اجتہاد مصادرتشریح میں سے ایک مصدر تھا؟ باوجود اجتہاد کا جواز اور آپ ﷺ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے اور صحابہ کو اس کی اجازت اور حیات طیبہ میں صحابہ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حیات رسالت ماب میں یہ مصادرتشریح میں سے ایک اساسی مصدر نہیں تھا۔ ہاں البتہ چند ایک مواقع پر مصدر رہا کیونکہ حضور ﷺ کا اجتہاد حق سے موافقت رکھتا تو وحی سے اس کی تائید نازل ہو جاتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وحی اس معاملہ میں صحیح سمت کی طرف رہنمائی کر دیتی اور صحابہ کرام کے اجتہاد کا مرجع آپ ہوتے اور اللہ کی کتاب ہوتی۔

اس بحث سے مندرج چند باتیں نمایاں ہوئیں :

عہد رسالت ﷺ میں مسلمانوں کا رجوع الی الکتاب والسنت تھا۔

آپ ﷺ کی وفات پر قرآن کریم محفوظ مکتوب تھا لیکن سنت محفوظ اور اس کا کچھ حصہ مکتوب تھا۔

صحابہ آپ ﷺ سے صرف پیش آنے والے سوالات کرتے تھے فرضی سوالات نہیں پوچھتے۔

عہد رسالت ﷺ میں اجتہاد کو سوائے چند ایک مقامات کے مصادرتشریح کا اساسی مصدر ہونا شمار نہیں کر سکتے۔

اجتہاد کی اجازت تھی لیکن ان صحابہ کرام کو جن کو استنباط و استخراج کا ملکہ تھا۔

مختلف طرح سے غور و فکر کے نتیجے میں صحابہ کے اجتہادات میں فرق پیدا ہو جاتا تھا۔

حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر صحابہ میں اختلاف اور اس کا اجتہادی حل :

آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کے مابین بہت سے امور میں اختلاف ہوتا تھا مگر آپ ﷺ تک پہنچ کر ختم ہو جاتا تھا جب یہ فضا حضور ﷺ کے سامنے تھی تو آپ کے بعد ان میں اختلاف کیوں نہ ہوتا اور ان کے حل کا طریقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجتہاد کی صورت میں اپنے صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا۔ اور وہ صحابہ اختلاف کے اصول و آداب کے بھی تربیت یافتہ تھے حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر بعض اہم اختلافات پیدا ہو جانے اور ان میں اجتہاد کی چند مثالیں مندرج ذیل ہیں :

۱۔ حقیقت وفات نبی ﷺ میں حضرت عمر کا اجتہاد اور اختلاف :

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد سب سے نمایاں اختلاف آپ ﷺ کی حقیقت وفات کے سلسلے میں ہوا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اس بات پر اصرار تھا کہ آپ کی وفات نہیں ہوئی اور یہ محض منافقین کی طرف سے پھیلائی ہوئی خبر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ”وما محمد الا رسول“ الخ اور ”انک ملیت وانہم میتون“ (بے شک تمہیں بھی موت آئے گی اور انہیں بھی مرنا ہے) آیتیں تلاوت کیں۔ تو ان کو سنتے ہی حضرت عمر کے ہاتھ سے تلوار اور ساتھ ہی وہ خود بھی زمین پر گر پڑے آپ ﷺ کی وفات کا یقین آ جانے پر ابوبکر کی تلاوت کردہ آیات کے بارے میں کہا کہ بخدا گویا کہ میں نے انہیں کبھی پڑھا ہی نہیں۔ ۱۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں مجھ سے فرمایا: ابن عباس آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت میں نے جو کہا تھا اس کا سبب کیا تھا؟ میں نے کہا امیر المؤمنین میں نہیں جانتا آپ ہی زیادہ جان سکتے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ ”و کذلک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً“ (اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل و افضل امت بنایا تاکہ لوگوں پر تم گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں) بخدا! جب میں اسے پڑھتا تو خیال ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت میں اسی طرح باقی رہیں گے تاکہ اس کے آخری عمل کی بھی شہادت دیں اسی نے مجھ سے وہ بات کہلوائی جو میں نے کہی۔ ۵

گویا کہ حضرت عمر فاروق نے آیات کریمہ کے معانی میں اجتہاد کیا اور یہ سمجھا کہ اس سے شہادت دینا مراد ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ امت کے آخری فرد تک رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ اسی طرح ظاہری حالت میں بھی باقی رہیں گے۔

تد فین رسول کے مسئلہ پر صحابہ میں اختلاف :

صحابہ کے مابین تد فین رسول کہاں کی جائے کے مسئلہ پر بھی اختلاف ہوا کسی نے مسجد نبوی میں اور کسی نے ان کے اصحاب کے ساتھ تد فین کی رائے ظاہر کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: ”ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض“ (ہر نبی کی تد فین وہیں ہوئی جہاں اس کی روح قبض ہوئی) یہ سن کر صحابہ کرام نے اس بستر کو اٹھایا جس پر آپ کا انتقال ہوا تھا اور وہیں زمین کھود کر قبر بنادی سیرت ہشام کے الفاظ ہیں: ”فرع فراش رسول اللہ ﷺ توفی علیہ، فحفر له تحته“ ۱۔

خلافت رسول کے مسئلہ پر اختلاف : صحابہ میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا کہ خلافت مہاجرین میں پیدا ہو یا انصار میں؟ خلیفہ ایک ہو یا متعدد؟ اس کی صلاحیتیں کسی ہونی چاہئے؟ بحیثیت امام و حاکم مسلمین رسول اللہ ﷺ جیسی ہی کچھ صلاحیتیں ہوں یا ان سے کم اور مختلف؟ پس منظر یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے اصل باشندے اور آبادی کے اعتبار سے بھی

۱۔ آل عمران: ۱۴۳، ۲ زمر: ۱۴۰، ۳ سیرت ابن ہشام، ابوجعفر عبدالملک بن ہشام ۳۳۵/۲ تلخیص تہذیب و توحی محمد بن عبدالمجید

۲۔ صبر و صبر: ۱۳۳، ۵ سیرت ابن ہشام، ابوجعفر عبدالملک بن ہشام ۳۳۱/۲ ۶۔ عوال سابق ۳۳۳/۲

اکثریت رکھنے والے انصار بھی خلافت کے امیدوار تھے۔ انہوں نے مہاجرین کو پناہ دی، ان کی مدد کی، ایسا کوئی انصاری نہیں تھا جس کا مہاجر بھائی نہ ہو اور جس کے اس براہِ احسانات نہ ہوں اور مہاجر بھی خلافت کے امیدوار تھے۔ اگر مسئلہ خلافت پر قرآن و سنت رسول ﷺ کی کوئی نص یا واضح حکم ہوتا تو اس کا فیصلہ سب کو قبول ہوتا اور اختلاف ختم ہو جاتا لیکن کوئی ایسی چیز پہلے سے موجود نہ تھی اس لئے سوائے اس کے کوئی ایسی صورت نہ تھی کہ کوئی ایسا مقتدر اور با اثر شخص سامنے آئے جو حکمت و مہارت کی ساری خوبیوں سے مزین ہو اور ادبِ اختلاف سے واقف ہو عقلی سطح پر بھی ایسی معقول اور پر سکون گفتگو کر سکے جو فریقین کے درمیان اچھے جذبات و احساسات پیدا کر سکے جس سے دوریاں سمٹ جائیں اور سارے جہان سے بطریق احسن نکلا جاسکے اور پھر بالآخر سب کے سب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے پر صدق دل سے راضی ہو گئے۔ اس طرح صحابہ کرام نے اس اختلاف کو دُور کر لیا۔



عہد خلافت راشدہ میں اصول فقہ

(۴۱.....۱۱ھ)

عہد ابوبکر میں مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا اجتہاد :

حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت خلافت کے بعد بعض تو مسلم قبائل مرتد ہو کر مسلمہ کذاب وغیرہ جیسے مدعیان نبوت کے تابع بن گئے کچھ قبائل نے نماز اور زکوٰۃ ہی سے انکار کر دیا اور کچھ نے صرف ادائیگی زکوٰۃ روک دی اور انہوں نے آیت مبارکہ : ”خذ من اموالہم صدقۃ تطہر ہم و تنزکھہم بہا و صل علیہم ان صلواتک سکن لہم واللہ سمیع علیم“^۱ (ان کے مال سے تم زکوٰۃ لو جس سے تم انہیں ستمرا اور پاکیزہ کرو اور ان کے لئے دعائے خیر کرو تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا، جانتا ہے) سے اور تاویل فاسد کی کثرت میں زکوٰۃ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو ادا کی جاسکتی ہے کیونکہ تحصیل زکوٰۃ اس کی تطہیر و تزکیہ اور دعا کا خطاب صرف آپ ﷺ ہی سے تھا۔ حالانکہ یہ خطاب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلیفہ و نائب کو شامل تھا کیونکہ معاشرے کی تنظیم و نگرانی اقامت حد، زکوٰۃ کی مستحقین تک ترسیل وغیرہ نبی کے بعد مانعین کو منتقل ہوتی رہے گی۔

حضرت ابوبکر ﷺ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا فیصلہ کیا تاکہ وہ توبہ کرنے کے ادائیگی زکوٰۃ پر آمادہ ہو جائیں۔ خلیفہ اول کے اس موقف اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ابتداء مانعین زکوٰۃ سے جنگ جائز نہیں سمجھتے تھے ان دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا جس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے بعض اہل عرب کے کفر و عصیان کا مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے : ”امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا : لا الہ الا اللہ فمن قالہا فقد عصم من مالہ و نفسہ الا بحقہ و حسابہم علی اللہ تعالیٰ“ تو جب یہ لوگ لا الہ الا اللہ پڑھ کر اس دنیا میں اپنے جان و مال کی امان پانچے ہیں تو پھر آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ بخدا! میں نماز، زکوٰۃ کے درمیان تفریق کرنے والوں سے جنگ کروں گا اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اگر وہ کبھی کے بچہ کو بھی روک دیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے جب بھی میں ان سے جنگ کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شرح صدر دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق اور صحیح ہے۔^۲

تفسیر طبری میں ابن وہب سے روایت ہے کہ ابن زید نے کہا : ”افترضت الصلاة والزکوٰۃ جمعاً لم یفرق بینہما فسرقا فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین و ابی ان یقبل الصلاة الا بالزکوٰۃ و قال رحم اللہ ابا بکر ما کان افقہ“^۳ (نماز اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں اور

۱ التوبہ : ۱۰۳ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الاعتصام باب الاعتناء بمن رسول اللہ ﷺ

۲ تفسیر طبری، ابو جعفر محمد جریر طبری، متوفی ۳۲۰ھ/۹۲

پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ”فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ ف اخوانکم فی الدین“ لے پھر اگر وہ توبہ کر کے نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اس طرح بغیر زکوٰۃ کے نماز کی قبولیت اس نے رد فرمادی اور پھر انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق پر رحمتوں کی بارش برسائے وہ کتنے بڑے فقیہ تھے (اس میں نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرنے والوں سے جنگ پر اصرار کی طرف اشارہ ہے۔

اس کی روشنی میں نکلنے والے نتائج کا تجزیہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال اصحاب نے حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا کہ محض شہادتین کا اعلان کر کے اسلام قبول کر لینے سے ہی جان و مال کی امان اور اس سے جنگ حرام ہو جاتی ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث کے اس ٹکڑے ”الابحقھا“ پر توجہ مرکوز کی اور زکوٰۃ کو ایسا حق مال سمجھا جس کے انکار اور عدم ادائیگی پر اصرار سے جان و مال کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے، بہت سی آیات و احادیث میں نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے آپ نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ بلا تفریق دونوں کا حکم یکساں ہے۔ منکر صلوٰۃ کی طرح منکر زکوٰۃ بھی مرتد ہے لہذا منکرین سے جنگ لڑنی چاہئے۔ یہی وہ صحیح اجتہاد ہے جس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے ارتداد اور ان سے جنگ کو اس وقت تک فرض قرار دیا جب تک وہ توبہ کر کے ادائیگی زکوٰۃ قبول نہ کر لیں اور باقی صحابہ کرام کو آپ نے مطمئن و راضی کیا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شرعی مسائل کی تحقیق میں اسلوب :

”عن میمون بن مهران قال : کان ابو بکر الصدیق اذا ورد علیہ حکم نظر فی کتاب اللہ تعالیٰ فان وجد فیہ ما یقضى به قضی به ، وان لم یجد فی کتاب اللہ نظر فی سنة رسول اللہ ﷺ ، فان وجد ما یقضى به قضی به ، فان اعیاه ذلک سال الناس هل علمتم ان رسول اللہ ﷺ قضی فیہ بقضاء ؟ فربما قام الیہ القوم فیقولون : قضی فیہ بكذا و كذا ، وان لم یجد سنة سنہا النبی ﷺ جمع رئوساء الناس فاستشارہم ، فاذا اجتمع رایہم علی شیء قضی بہ و کان عمر یفعل ذلک ، فاذا اعیاه ان یجد ذلک فی الكتاب والسنة سال : هل کان ابو بکر قضی فیہ بقضاء ؟ فان کان لابی بکر قضاء قضی بہ ، والا جمع الناس واستشارہم ، فاذا اجتمع رایہم علی شیء قضی بہ“^۱

(میسون بن مهران نے روایت کیا کہ ”حضرت ابو بکر کے پاس اگر کوئی جھگڑا پیش ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر اس میں پالیتے تو اس کے مطابق فریقین کے درمیان فیصلہ فرماتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور اس بارے میں حضور ﷺ کی سنت معلوم ہوتی تو سنت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر سنت رسول ﷺ میں اس کو پانے سے عاجز آجاتے تو لوگوں میں سے اکابر و فاضل افراد کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے اگر ان کی رائے کسی معاملہ میں متفق ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے حضرت عمر بھی اسی طرح کیا کرتے تھے.....)

حکم شرعی کی دریافت میں حضرت ابوبکر کا مشاوت پر عمل :

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں لکھا کہ ابن شہاب نے قبصہ بن ذویب سے روایت کیا کہ :

”ان الجلسۃ جاءت الی ابی بکر تلتس ان تورث فقال ما اجد لک فی کتاب اللہ شیئاً وما علمت ان رسول اللہ ﷺ ذکر لک شیئاً ثم سال الناس فقال المغیرۃ حضرت رسول اللہ ﷺ یعطیها السدس فقال له هل معک احد فشهد محمد بن مسلمۃ بمثل ذلك فانفذه لها ابو بکر رضی اللہ عنہ“

(ایک دادی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جس کی خواہش تھی کہ اس کو میراث میں سے حصہ ملے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن میں تو تیرا حصہ مذکور نہیں ہے اور نہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو مغیرہ اٹھے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ سے اس کا چھٹا حصہ سنا ہے تو فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی گواہ ہے تو محمد بن مسلمہ نے اسی طرح کی گواہی دی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو نافذ کر دیا۔)

عہد فاروقی میں مسائل کی تحقیقی کا شرعی اسلوب :

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو بڑے بڑے کام انجام پائے ان کی داغ بیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈالی تھی۔ عہد فاروقی دس سال چھ ماہ چار دن پر مشتمل ہے آپ کے اس دور خلافت میں ایک وسیع علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تھا اسلامی سلطنت کی حدود اور بڑے مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ میل، مشرق کی جانب ۱۰۸۷ میل، جنوب کی جانب ۲۸۳ میل اور مغرب کی جانب جدہ تک پھیل گئی تھیں۔ اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، آرمینیا، آذربائیجان، فارس، خراسان اور کرمان جس میں کچھ حصہ بلوچستان کا بھی تھا شامل تھے۔

دور صحابہ میں حدود سلطنت میں روز بروز توسیع ہو رہی تھی اس لئے امور مملکت میں وسعت کے ساتھ نئے مسائل کا پیش آنافطری اور لازمی امر تھا اور چونکہ قرآن و سنت میں اصول تو تمام تر موجود تھے لیکن جزئیات کا احاطہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی ضروری تھا اس لئے اجتہاد ضروری اور لازمی قرار پایا۔ بعض مفتوحہ ممالک اپنے تمدن و تہذیب کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ تھے اس لئے وہاں ایسے جدید قوانین بنانے پڑے۔ بجزن سے الہیان عرب نا آشنا تھے ان کے پیچیدہ مالی مسائل کو ہم آج کے دور کے انشورٹس و بینکنگ کے مسائل کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں، فوج، فتوحات، رعایا کے ساتھ حاکموں کے برتاؤ، تعلقات، طریقہ حکومت، مسلم و غیر مسلم پر ٹیکس لگانے، شادی بیاہ کے بہت سے ایسے مروج طریقے وہاں نظر آنے لگے جو انہیں معلوم نہیں تھے۔ جرائم وغیرہ بھی بالکل نئے طرز پر دیکھے گئے۔

مختصر اُ یہ کہ بہت سے داخلی و خارجی حالات ان کے سامنے بالکل نئے طریقہ سے آئے خلفاء راشدین کو ایک بڑی اہم انسانی ذمہ داری سے عہد بردار ہونا پڑا اور قرآن و سنت نبوی نے ماضی، حال و مستقبل کے تمام فروعی مسائل کو طے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ابو عبد اللہ محمد بن الدین الذہبی متوفی ۷۴۸ھ، ۲/۱۷۱، دارالاحیاء التراث الاسلامی سید

۲۔ تاریخ الخلفاء، جمال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ص ۵۱، مہر مطبعہ، ۱۳۰۵ھ

www.kitabosunnat.com

۳۔ القاروق شہلی نعمانی ص ۱۸۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور

نہیں کر دیا بلکہ حیات انسانی میں پیش آنے والے بہت سے مسائل کو وقت کے لحاظ سے امیر وقت کے اجتہاد پر چھوڑ دیا جنہیں قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی رائے و عقلی سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے اصول فقہ میں اس کا نام قیاس ہے چنانچہ صحابہ کرام نے اس اصول کو مدنظر رکھا اور جن چیزوں میں کتاب و سنت سے کوئی نص نازل نہ ہو اس میں انہوں نے قیاس سے اجتہاد کیا کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں شرعی مسائل کے حل کے لئے یہی اسلوب تعلیم فرمایا تھا۔

شرعی مسائل کے حل میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلوب :

حضرت عمر خود بھی فقہیہ تھے مگر اس کے باوجود وہ اکثر مسائل کو عموماً صحابہ کی مجلس میں پیش کرتے تھے اور ان پر نہایت آزادی کے ساتھ بحثیں ہوتیں۔ حضرت عمر کے اس طریقہ کار کی تفصیلات کتب آثار میں ملتی ہیں۔ مثلاً غسل جنابت کی ایک خاص صورت میں صحابہ میں اختلاف تھا حضرت عمر نے مہاجرین و انصار کو جمع ہونے کا حکم دیا چنانچہ سب کے سامنے وہ مسئلہ پیش کیا گیا تمام صحابہ نے ایک رائے پر اتفاق کیا۔ لیکن حضرت علی اور حضرت معاذ مخالف رہے۔ پھر ازواج مطہرات سے اس پر فیصلہ طلب کیا اور انہوں نے جو فیصلہ دیا حضرت عمر نے اسی کو نافذ و جاری کر دیا۔^۱

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہادات : حضرت عمران صحابہ میں سے ہیں جنہیں اجتہاد کا ملکہ حاصل تھا اور رسول پاک ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ نے اجتہاد فرمایا۔ آپ کی رائے کے مطابق کئی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن و حدیث میں نصوص کی غیر موجودگی میں اور بعض مرتبہ تو احادیث کے ہوتے ہوئے تبدیلی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اجتہاد کیا اور نئے طریقے جاری کئے۔ کئی مواقع پر ان کی رائے حضور ﷺ کے فرمان و ارادہ سے مختلف ہوتی تھی مثلاً جب آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر نے کہا : آپ منافق کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں؟ قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل مختلف تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ رب کریم کیوں کریں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تبدیلی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے طریقے جاری کئے اور رائے پر عمل کیا مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی خلافت میں وہ لونڈیاں جن سے اولاد پیدا ہو چکی ہو خریدی اور بیچی جاتی تھیں آپ نے اس رواج کو بالکل روک دیا، جنگ تبوک میں حضور ﷺ نے جزیہ کی فی کس مقدار ایک دینار مقرر کی تھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف ممالک میں مختلف شرحیں مقرر کیں۔ عہد رسالت ﷺ میں شراب نوشی کی سزا کی کوئی خاص حد مقرر نہیں تھی آپ نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دیئے۔

بعض کے مطابق حضرت عمر کا یہ عمل رسول کریم ﷺ کی اس حدیث پر پڑی تھا جس میں آپ نے فرمایا : ”انما انا بشر اذا امرتکم بشی من دینکم فخذوہ و اذا امرتکم بشی من رای فانما انا بشر“^۲ (میں ایک آدمی ہوں جب میں کوئی دینی حکم دوں تو تم لوگ اس کے پابند ہو اور جب میں اپنی رائے سے کسی بات کا حکم دوں تو میں ایک

۱۔ فقہ عمر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۲۲، ۲۳ اور ۲۱۲ لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع دوئم ۱۹۶۰ء

۲۔ صحیح البخاری، امام بخاری، کتاب البیت، باب البیت، باب من اصابہ من اہل البیت من اہل البیت، ص ۱۰۰ (میں ایک آدمی

۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، فصل اول

آدی ہوں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے گھورے درختوں کی زرمادہ کی تقسیم کی تحقیق کے بعد فرمایا: ”انتم اعلم بامور دنیا کم“^۱ (تم لوگ دنیوی معاملات میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو)

بعض حضرات نے سیدنا عمرؓ کے مختلف ارائے ہونے کی یہ توجیہ پیش کی:

تجزیہ: حضرت عمر جانتے تھے کہ ان معاملات میں حضور ﷺ کے اقوال و افعال تشریحی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے اپنی مختلف رائے کا اظہار کیا۔ ورنہ تو کسی صورت فرمان نبوی میں کسی دیشی اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا جبکہ شیخ احمد خفاجی اور ملا علی قاری دونوں نے قاضی عیاض کی کتاب ”الشفاء“ کی شرح میں حدیث مبارکہ ”انتم اعلم بامور دنیا کم“ کے معنی و مفہوم پر بحث کی ہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر انصاری صحابہ بھروسہ، صبر اور تامل سے کام لیتے تو آئندہ کچھ برسوں میں بہت فائدہ مند ہوتا۔ انصاری صحابہ فوری فائدہ چاہتے تھے تو آپ ﷺ نے ایک طرح سے ناراض ہو کر فرمایا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی کسی کو کوئی فائدہ مند بات بتائے اور دوسرا انتظار کئے بغیر کوئی نقصان بتانے لگ جائے تو کہا جاتا ہے کہ تم جانو، تمہارا کام جانے۔ اس طرح آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دنیاوی معاملات کو خوب جانتے ہو جو چاہو کرو اور شیخ خفاجی اور ملا علی قاری کی توجیہ ہی زیادہ مناسب، موزوں اور بہتر ہے۔ متعدد معاملات میں سرور کو مینؓ نے حضرت عمر کی رائے کو اختیار کیا اور بعض مواقع پر وحی نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید کی۔ مثلاً اسیران بدر، ازواج مطہرات کے حجاب، منافق کی نماز جنازہ وغیرہ۔

حضرت عمر نے مخصوص حالات میں قرآنی احکامات کا التوا کیا:

رسول اکرم ﷺ کی تربیت اور صحابہ کے فطری کمال ذہانت کی وجہ سے ان میں قوت اجتہاد کا کافی سرمایہ موجود تھا اس لئے مزاج شریعت سے واقفیت اور حقیقت شناسی کی بناء پر بعض مخصوص حالات میں کچھ عرصہ کے لئے احکامات قرآنی کو ملتوی کر دیا۔ مثلاً حضرت عمر نے دوران جنگ کسی مسلمان پر حد جاری نہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ابو جحش ثقفی کو شرب خمر پر حد جاری نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے نقطہ کے زمانہ میں چور کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم دیا۔ اسی طرح قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ عبد الرحمن بن حاطب نے ان کا اونٹ چرا لیا ہے۔ حضرت عمر نے تحقیق واقعہ کے بعد کثیر بن صلت کو چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا لیکن جب کثیر بن صلت کا ہاتھ کاٹنے جانے لگے تو واپس بلا لیا اور اس کے بعد غلاموں کے مالک عبد الرحمن بن حاطب بن ابی بلتعہ سے کہا: ”بخدا اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم غلاموں سے کام لیتے ہو اور پھر انہیں اس حد تک بھوکا مارتے ہو کہ خدا کی حرام کی ہوئی چیزیں ان کے لئے حلال ہو جاتی ہیں تو میں ضرور ان کے ہاتھ کٹا دیتا“ اس کے بعد مزید فرمایا: ”خدا کی قسم! اگر میں نے ان کے ہاتھ نہیں کٹوائے تو میں تم پر ایسا تاناؤ ضرور ڈالوں گا جس سے تمہیں تکلیف ہوگی اس کے بعد اونٹ کے مالک مزنی سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کتنی قیمت میں تم سے خریدا جا سکتا تھا جواب دیا چار سو درہم میں

۱ صحیح مسلم، کتاب الفعائل، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعاً دون ما ذکرہ ﷺ من معاش اللعیا علی سبیل الرای

۲ نسیم الریاض فی شرح شفا القاضی میض علامہ شہاب الدین الخفاجی، شرح الشفا علی القاری، ص ۲۳۳، لمان، ادارہ تالیفات اشرافیہ، ممبئی

حضرت عمرؓ نے ابن حاطب سے کہا تم انہیں آٹھ سو درہم دو اور چوری کرنے والے غلاموں پر حد معاف کر دی کیونکہ حاطب نے انہیں بھوکا مار کر چوری پر مجبور کیا تھا۔^۱

شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب ”فقہ عمر“ میں اور علامہ شبلی نعمانی نے ”الفاروق“ میں اور محمد حسین ہیکل نے ”عمر فاروق اعظم“ میں اجتہاداتِ عمر کے تحت ایسی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اجتہاد کسی اصولی قاعدے پر مبنی ہوتا تھا۔

علامہ شبلی کی رائے میں حضرت عمر نے سب سے پہلے قیاس کیا :

قیاس مصادرِ اصولِ فقہ میں سے ایک مصدر شمار ہوتا ہے۔ جزئیات کے فیصلے کے لئے قیاس شرعی سے کام لیا جاتا ہے ائمہ اربعہ قیاس کے شرعی مصدر ہونے پر متفق تھے اس سے متعلق شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

”عام لوگوں کا خیال ہے کہ قیاس کے موجد معاذ بن جبل ہیں ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو ان سے استفسار فرمایا کہ کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے گا تو کیا کرو گے انہوں نے کہا کہ قرآن مجید سے جواب دوں گا اور اگر قرآن و حدیث میں وہ صورت مذکور نہ ہوگی تو اجتہاد کروں گا“^۲

لیکن اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ ان کی مراد قیاس سے تھی۔ اجتہاد قیاس پر منحصر نہیں ابن حزم اور داؤد ظاہری وغیرہ سے قیاس کے قائل نہ تھے حالانکہ مجتہد کا درجہ رکھتے تھے اس مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے۔

مسنداری میں یہ سند مذکور ہے کہ :

”حضرت ابو بکر کا معمول تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہوتی تو حدیث سے جواب دیتے حدیث بھی نہ ہوتی تو اکابر صحابہ کو جمع کرتے اور ان کے اتفاق رائے سے جو امر قرار پاتا اس کے مطابق فیصلہ کرتے“۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید، حدیث اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا قیاس کا وجود نہیں تھا“^۳

وہ اپنی بات کی تائید میں حضرت عمرؓ کی جانب سے ابوموسیٰ اشعری کو بھیجی گئی تحریر کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں قیاس کی صاف ہدایت کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے قیاس کی مثال سے وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اصولِ فقہ کی کتابوں میں قیاس کی یہ تعریف لکھی ہے: ”تعديتة الحكم من الاصل الى الفرع لعلة متحدة“ (اصل کے حکم کو فرع تک پہنچانا کسی ایسی علت کی وجہ سے جو دونوں میں مشترک ہو) مثلاً آنحضرت ﷺ نے یہوں، جو وغیرہ کا نام لے کر فرمایا ان کو برابر پردو، برابر سے زیادہ لوگے تو سود ہو جائے گا۔ اس مسئلہ میں قیاس اس طرح جاری ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے گوچند خاص اشیاء کے نام لئے، لیکن یہ حکم ان تمام اشیاء میں جاری ہوگا جو ایک جیسی مقدار اور نوعیت

۱۔ عمر فاروق، محمد حسین ہیکل ۲/۲۹۳-۲۹۴، القاہرہ مطبوعہ مصر، شرک مسابہ مصریہ ۱۳۶۲ھ

۲۔ الفاروق، شبلی نعمانی ص ۲۳۷، ابومکبہ رحمانیہ سنہ ۳۳۸

رکھتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو سیر بھر کر چونا دے اور اس سے اس قسم کا چونا سوا سیر یا عمدہ قسم کا لے تو سود ہو جائے گا۔ اصولین کے نزدیک قیاس کے لئے مقدم دو شرطیں ہیں :

(۱) جو مسئلہ قیاس سے ثابت کیا جائے وہ مخصوص نہ ہو یعنی اس کے بارے میں کوئی خاص حکم موجود نہ ہو۔

(۲) مقیاس اور مقیاس علیہ میں علت مشترک ہو۔

حضرت عمر کی تحریر میں ان دونوں شرطوں کی طرف اشارہ بلکہ تصریح موجود ہے پہلی شرط کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے : ”مما لم یسلغک فی الكتاب“ دوسری شرط ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے ”واعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور“ ان مہمات اصول کے سوا حضرت عمر نے استنباط احکام اور تصریح مسائل کے اور بہت سے قاعدے مقرر کئے جو آج ہمارے علم اصول فقہ کی بنیاد ہیں..... حضرت عمر نے استنباط مسائل کے اصول قائم کئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر مسائل انہوں نے صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر کے بحث و مباحثہ کے بعد طے کئے اور بعض مواقع پر جو انہوں نے تقریریں کیں ان پر غور کرنے سے بہت سے اصول بنتے ہیں اکثر مسائل میں تناقض روایتیں یا ماخذ استدلال موجود ہوتے تھے اس لئے ان کو فیصلہ کرنا پڑتا تھا کہ کس کو ترجیح دی جائے کس کو ناخج اور کس کو منسوخ مانا جائے کس کو عام اور کس کو خاص ٹھہرایا جائے کس کو موقت اور کس کو موبد مانا جائے اس طرح تہ تخصیص و تطبیق وغیرہ کے متعلق بہت سے اصول قائم ہو گئے۔

حضرت عمر سے منقول بہت سی ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے اصول فقہ کے بہت سے کلیات منضبط ہو سکتے ہیں۔ فقہ اسلامی اصول پر بحث کرنے والے بیشتر مؤلفین اس خط کا ضرور ذکر کرتے ہیں جو حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا تھا یہ خط اسلامی ادب میں مختلف ناموں سے معروف ہے مثلاً کتاب ”سیاست القضاء و تدبیر الحکم، کتاب السياسة اور رسالۃ القضاء“ وغیرہ ۱۲ھ تا ۱۷ھ شہر بصرہ کو بسایا گیا تھا۔ اس کے پہلے والی اور قاضی عتبہ بن غزو ان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو ۱۷ھ تا ۲۱ھ اور پھر دوبارہ ۲۲ھ تا ۲۹ھ وہاں کا والی مقرر کیا۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی اپنے مقدمہ میں اشارہ کیا ہے ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام المسوقین میں اس خط کی پوری تفصیل درج کی ہے۔ صرف متعلقہ حصہ ہم نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ابن قیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

سفیان بن عیینہ نے اور بس ابو عبد اللہ بن ادریس کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ وہ (ادریس) سعید بن ابی بردہ کے پاس گئے اور ان سے اس خط کا تذکرہ کیا جو حضرت عمر نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا تھا اور جسے ابوموسیٰ نے ابوربدہ کے حوالے کر دیا تھا ابوربدہ چند خطوط نکال کر لائے جس میں وہ خط بھی شامل تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ کو لکھا تھا..... اس خط کی موضوع سے مختلف عبارات بروایت جعفر بن برقان بن معمر البصری مندرج ذیل ہے :

۱ حوالہ سابق ص ۳۳۸-۳۳۹

۲ معدن الجواہر بتاريخ ائمه و ذواجر ائمه (جزا الخراج العربی الفارسی) نعمان بن محمد بن العراق (دوئں صدی ہجری کے عالم) ص ۹۱ طبع تحقیق محمد حمید اللہ، پاکستان اسلام آباد مجمع بحث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

”اما بعد : فان القضاء فريضة محكمة ، وسنة متبعة فافهم اذا ادلى اليك ثم الفهم الفهم فيما ادلى اليك مما ورد عليك مما ليس في قرآن ولا سنة ، ثم قايِس الامور عند ذلك واعرف الامثال ، ثم اعمد فيما تروى الى احبها الى الله واشبهها بالحق والسلام عليك ورحمة الله“^۱

(اچھی طرح سمجھ لو کہ قضا ایک اہم فریضہ ہے جو سنت کے مطابق بجایا نا ضروری ہے..... جس مسئلے کے متعلق تمہارے دل میں شبہ پیدا ہو اور کتاب اللہ اور سنت نبوی میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر خود فکر کرو پھر اس کی مثالوں اور نظیروں کو دیکھو۔ اس کے بعد قیاس سے کام لو اور جو قیاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت کے زیادہ قریب ہو اس کے مطابق حکم صادر کرو..... والسلام عليك ورحمة الله)

علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب ”اعلام الموقعین“ میں اس خط پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اسے اسلامی نظام عدلیہ کی بنیاد اور علما وفضلاء، فقہاء اور قضاة کے لئے بہترین دستور العمل قرار دیا۔ ابن فرحون ماکی (متوفی ۷۰۰ھ) نے بھی اپنی کتاب ”تبصرة الحكام“ میں لکھا ہے کہ اس خط میں نہایت جامعیت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ فقہاء کو اپنے فیصلوں میں کن کن امور کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اور اپنے لئے کیا راہ عمل متعین کرنی چاہئے۔ ابن فرحون نے اس خط کا جو متن اپنی کتاب میں درج کیا ہے وہ ابن قیم کے متن سے کسی حد تک مختلف ہے۔^۲

حضرت عمر کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کو بھیجے گئے خط کے بارے میں بعض اختلافی آراء :

اس خط کے مندرجات ظاہری مذہب کے اصول سے مطابقت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے نزدیک قیاس جائز نہیں اور اس خط سے قیاس کے جواز کی تصریح ہوتی ہے اس لئے علماء ظاہریہ اس خط کو صحیح تسلیم نہیں کرتے، محمد بن محمد بن عرفوس نے اپنی کتاب ”تاریخ القضاء فی الاسلام“ میں اس خط کی تاریخی حیثیت اور اس کے مندرجات پر بحث کی اور کہا کہ ان دونوں اعتبار سے یہ خط درست نہیں ہے۔

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں :

”لم نجد قط احدًا من الصحابة كلمة نصح تدل على الفرق بين رأي ماخوذ عن شبه لما في القرآن والسنة وبين غيره من الاراء الا في رسالة مكذوبة عن عمر“^۳

(سوائے حضرت عمر کی طرف منسوب کئے گئے جھوٹے رسالے کے ہم کبھی بھی کسی صحابی سے یہ بات نہیں پاتے جو قرآن و سنت وغیرہ کے مشابہ نظائر پر قیاس کرنے پر دلالت کرتی ہوں)

اس خط کے بارے میں مستشرقین کی آراء :

بعض مستشرقین اس خط کو درست تسلیم نہیں کرتے۔

۱۔ اعلام الموقعین، ابن قیم جوازی جلی متوفی ۷۵۱ھ/۸۵۰-۸۶، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ

۲۔ تبصرة الحكام فی اصول الاقضية و منابع الاحکام، ابو عبد اللہ محمد بن فرحون اشعری ماکی ۱/۱۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۳۰۱ھ

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام صافظہ بلجھ علی ابن حزم اشعری ج ۱، ص ۱۸۵، تحقیق احمد محمد شاہ ۶/۳۹، کراچی جامعہ عالیہ مطبعہ مانی ۱۳۹۸ھ

JOSEPH SCHACHT نے لکھا :

The Instruction which the caliph Umar is alleged to have given to Kadi's, too are a product of the Third century of islam. ^۱

شناخت کے اس بیان کے مطابق یہ رسالہ تیسری صدی ہجری کے لوگوں کی اختراع ہے حالانکہ اس قول کی کوئی بنیاد نہیں۔ جمعیتہ الانجیل کے سربراہ اور اسکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں لغت عربیہ کے اُستاد D. S. MARGOLIOUTH نے اپنے مقالہ "Omar's instructions to the cadi" میں اور پھر ان کے بعد EMILETYAN نے اپنے اس موضوع پر پی ایچ ڈی کے مقالہ "Islam Organisation Judiciaires en pays d" میں اس خط پر شدید تنقید اور اعتراضات کئے اور اسے غلط قرار دیا۔^۲

معدن الجواہر بتاریخ الہمرۃ والجزائر کے محقق محمد حمید اللہ نے ان بے بنیاد اعتراضات کے تفصیل سے جوابات دئے اور اس کتاب میں تقریباً ۳۵ مستند طرق و اسانید سے اس کی صحت کو درست ثابت کیا ہے معمر بن راشد بصری (متوفی ۱۵۳ھ) امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) نے الموطا کی کتاب الاقضیہ میں امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں محمد بن حسن الشیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) نے کتاب الاصل میں کتاب الصلح کے تحت عبدالرزاق بن حمام (متوفی ۲۰۱ھ) نے اپنی مصنف میں ابویسید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۳ھ) نے کتاب ادب القاضی میں اور دیگر بہت سے علماء نے کثرت اور تواتر کے ساتھ اس خط کا تذکرہ کیا ہے۔^۳

مذکورہ حقائق کی بناء پر ہم جوہر کا ساتھ دینے پر مجبور ہیں کہ ابوسویٰ کے نام جو مولہ بالا خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی لکھا ہوا ہے۔

عراق کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمر کے دور میں جب سواد عراق کی زمین فتح ہوئی تو صحابہ کے مابین شدید اختلاف پیدا ہوا اور ان زمینوں کے مستقبل کے انتظام و بندوبست کے بارے میں دو نقطہ ہائے نظر سامنے آئے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

اول : بعض حضرات کی رائے تھی کہ ان مفتوحہ زمینوں کو فاتحین میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مفتوحہ زمینیں تقسیم فرمائی تھیں۔

دوم : بعض دوسرے حضرات جن میں خود حضرت عمر بھی شریک تھے یہ رائے رکھتے تھے کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ ان کو ان کے سابق مالکان کے ہی قبضہ میں رہنے دیا جائے جن کی حیثیت مزارع کی ہو۔ زمین کی مالک اسلامی ریاست قرار پائے اور مزارعین سے جزیہ اور خراج وصول کیا جائے جو سرکاری خزانہ کے لئے آمدنی کے مستقل ذرائع ہیں

^۱ An Introduction to Islamick Law, Joseph Shchacht, Pg. 16, 1964

^۲ Omar's Instructions to the Cadis, D. S. Margoliouth (In' Jars, London, 1990, Pg. 30)

بحوالہ معدن الجواہر بتاریخ الہمرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق محقق محمد حمید اللہ ۱۰۹۱ھ، انصاف الاسلام آباد، مجمع التوحات الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳ء

مع معدن الجواہر بتاریخ الہمرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی کے ہجرہ عالم) الملحق الاول ص ۱۰۱۔ ۱۹۹۱ھ تحقیق محمد حمید اللہ

پاکستان اسلام آباد، مجمع التوحات الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳ء

اور دونوں نقطہ ہائے نظر کے حضرات نے بڑے شہد و مد سے اپنے اپنے موقف کی تائید میں دلائل دیئے اور یہ ساری بحث ایک ماہ تک جاری رہی اس کے کچھ اشارے مختصر طور پر امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الخراج میں بیان کئے۔^۱

اس بحث میں شریک حضرت عمر نے اپنے موقف کے دفاع و وضاحت میں فرمایا :

”وقدر ایت ان حبس الارضین بعلو جہا و اضع علی اهلها الخراج، و فی رقابہم الجزیۃ ینودونہا، فتکون فی اللمسلمین المقاتلۃ و ذریتہ و لمن یتاتی بعدہم، ارا یتم هذه المدن العظام، الشام و الجزیرة و الکوفة و مصر، لابدلہا من ان تشحن بالجویوش و احرار العطاء علیہم، فممن این یعطی ہولاء اذا قسمت الارضون و العلوج؟“^۲

(میری رائے یہ ہے کہ میں ان زمینوں کو ان کے کارندوں سمیت روک رکھوں ان پر کام کرنے والوں پر خراج اور ان کی اپنی ذات پر جزیہ عائد کر دوں جس کو یہ لوگ ادا کیا کریں۔ اس طرح یہ زمینیں مسلمان مجاہدین ان کی اولاد اور بعد والوں کے لئے ایک ذریعہ آمدنی بن جائیں گی۔ آخر آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بڑے بڑے علاقے، شام، عراق، کوفہ اور مصر موجود ہیں جہاں بڑی بڑی فوجیں رکھنا پڑتی ہیں۔ اگر یہ زمین کارندوں سمیت تقسیم کر دی گئیں تو پھر ان لوگوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جائیں گی؟)

اس سے نکلنے والا نتیجہ : اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنی رائے کی تائید اور دفاع میں مصلحت ملکی کا اصول مد نظر رکھا جو اصول فقہ کا ایک بنیادی اصول ہے جس پر بہت سے فقہی قواعد کی اساس ہے۔

مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کرنے سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علت کے بدل جانے پر اجتہاد کے ذریعے مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کر دیا۔ مؤلفۃ القلوب کو بیت المال سے اس مقبرہ حصہ میں سے جو باقاعدہ روزینہ مل رہا تھا اور جو قرآن سے ثابت تھا حضرت عمر نے اپنے دور میں موجود ان مؤلفۃ القلوب کو یہ حصہ دینا بند کر دیا اور یہ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ روزینہ حاصل کر رہے تھے۔^۳ روزینہ بند کر دینے کے پیچھے کا فرما اصول :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کے ظاہر کے بجائے اس کی علت کو دیکھا اور وہ یہ تھی کہ جس وقت اسلام کمزور تھا اس وقت ان لوگوں کو روزینہ اس لئے دیا جاتا تھا کہ ان کے شر سے بچا جاسکے لیکن جب اسلام مضبوط ہو گیا اور مسلمانوں نے قوت و شوکت حاصل کر لی تو اب ان لوگوں کو دینے کی وجہ نہ رہی مزید یہ کہ قرآن نے بعض متعین اور مقررہ لوگوں کو اس حصہ میں سے دینے کا حکم نہیں فرمایا۔

قسط کے زمانے میں حد کا نفاذ نہ کرنے کے پیچھے کا فرما اصول :

حضرت عمر نے اجتہاد کے ذریعے قسط کے زمانے میں چوری کی حد کا نفاذ موقوف کر کے تعزیری سزا جاری فرمائی۔ اس اجتہاد کی حکمت یہ تھی کہ شریعت میں حد سرقہ جاری کرنے کی شرط یہ ہے کہ چور چوری کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔

حضرت عمر نے محسوس کیا کہ قحط کا ہونا لوگوں کے لئے ایک ایسی اضطراری مجبوری کی حالت ہے جس کے تحت آدمی چوری پر مجبور ہو سکتا ہے اور اس طرح اضطراری کیفیت شبہ کے زمرہ میں آتی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ادروا الحلود بالشبهات“^۱ (حدود کو شبہ کی بناء پر ساقط کر دیا کرو)۔

غلام کی چوری پر حد نافذ نہ کرنے کے پیچھے کا فرما اصول :

موطا امام مالک میں سائب بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن الحضر ی اپنے ایک غلام کو حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے اور ان سے کہا :

”اقطع يد غلامی هذا، فانه سرق، فقال له عمر: ماذا سرق؟ فقال سرق مراة لامراتی ثمنها

ستون درهما، فقال عمر: ارسله فلیس علیه قطع، خادمکم سرق متاعکم“^۲

(میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیجئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ چرا یا کیا ہے؟ کہا میری بیوی کا آئینہ چرا یا جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ تمہارے ہی خادم نے تمہارا مال چرا یا ہے)

اس فیصلے سے نکلنے والا اصول : سرقہ کے لئے ضروری ہے کہ سارق کو مال سرقہ میں کسی طرح کا حق نہ ہو۔ اشیاء میں اصل اباحت ہونے کی مثال :

موطا امام مالک میں یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب کا بیان ہے کہ :

”ان عمر بن الخطاب خرج لسی ركب، فيهم عمر وبن العاص حتى وردوا حوضا فقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض هل ترد حوضك السباع؟ فقال عمر بن الخطاب يا صاحب الحوض لا تخبرنا فانا نرد على السباع، وترد علينا“^۳

(حضرت عمرؓ چند سواروں کے ساتھ نکلے جن میں حضرت عمر وبن العاص بھی تھے یہاں تک کہ وہ ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمر وبن العاص نے حوض کے مالک سے پوچھا کہ کیا تمہارے حوض پر درندے بھی پانی پینے آتے ہیں؟ حضرت عمر نے حوض والے سے کہا کہ یہ بات ہمیں نہ بتانا کیونکہ کبھی ہم درندوں سے پہلے اور کبھی وہ ہم سے پہلے آتے ہوں گے)

اس سے نکلنے والے اصول :

- ۱- اشیاء میں اصل اباحت ہے۔
- ۲- ظاہر حالت اگر صحیح ہے تو تخص اور جستجو پر ہم مکلف نہیں ہیں۔

۱- الاحکام السلطانیہ علی بن محمد الماوردی متوفی ۴۵۰ھ، ص ۳۴۵ معر مصطفیٰ البابی الخلیفہ ۱۳۸۰ھ، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود فصل ثانی میں القاطب

یہ ہیں: ”ادروا والحلود عن المسلمین ما استطعتم“ اسے حوالہ ترمذی ذکر کیا

۲- موطا امام مالک، مالک بن انس بن مالک متوفی ۱۷۹ھ، کتاب الحدود ما لا قطع لہ ۳ حوالہ سابق باب الطهور للوضوء

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

ایک اور مثال سے توضیح : موطا امام مالک میں خالد بن اسلم سے روای ہے کہ :

”ان عمر بن الخطاب افطر ذات یوم فی رمضان فی یوم ذی غیم، وراى انه قد امسى و غابت الشمس، فجاءه رجل فقال يا امير المؤمنين، طلعت الشمس فقال عمر : الخطب يسير وقد اجتهدنا“^۱

(حضرت عمرؓ نے ایک ابرو لے دن رمضان کا روزہ افطار کر لیا ان کا خیال تھا کہ شام ہوگئی اور سورج غروب ہو گیا پس ایک آدمی نے آ کر بتایا کہ اسے امیر المؤمنین! سورج نکل آیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تیرا خیال آسان ہے، ہم نے اجتہاد کیا تھا) امام مالک نے فرمایا ”الخطب اليسير“ سے مراد قضا ہے آگے اللہ بہتر جانتا ہے چونکہ محنت کم ہے اس لئے فرمایا کہ اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لیں۔

ربیع کے علاوہ بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اجتہاد اور قیاس سے کام لیا اور ان کے اجتہادات کی روشنی میں بہت سے اصول نکلے جو اصول فقہ کی کتابوں میں کھرے ہوئے ہیں۔

دیگر صحابہ کرام بھی اجتہاد میں اصول استنباط پیش نظر رکھتے :

صحابہ کے دور میں جس طرح فقہ وجود میں آچکی تھی اسی طرح اصول کی نشوونما کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کی طرح دوسرے صحابہ کرام بھی اجتہاد کے موقع پر اصول استنباط پیش نظر رکھتے تھے مثلاً حضرت علی ابنؓ طالب، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسا ہی کیا۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جن سے ان کے اجتہاد اور اس میں جو اصول پیش نظر ہوتا تھا اس کا پتہ چلتا ہے۔

مئے نوشی کی حد کے لئے صحابہ کے مختلف استدلال اور پیش نظر اصول استنباط :

رسول اکرم ﷺ کے ابتدائی زمانہ میں شراب نوشی کی کوئی طے شدہ اور متعین سزا نہیں تھی شراب نوشی کے مجرم کو بلا کسی تحدید و تعیین کے سزائے ضرب دی جاتی تھی اور مسجد میں سزا سنا کر حاضرین سے کہا جاتا تھا کہ ہاتھوں، مکوں اور جوڑوں سے مجرم کو مناسب سزا دے دیں بعد میں آپ ﷺ نے چالیس کوڑوں کی سزا بھی دی جس پر حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانے تک عمل درآمد ہوتا رہا۔ پھر ایک مرحلہ پر حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ شراب نوشی کے واقعات زیادہ ہونے لگے ہیں اور بالخصوص ان اقوام میں جو فوجیات کے نتیجہ میں نئی نئی اسلام میں داخل ہو رہی تھیں ایسے لوگ آئے دن پکڑے جا رہے تھے جو بار بار شراب نوشی کا ارتکاب کرتے تھے حضرت عمرؓ نے یہ صورتحال کبار صحابہ کرام کے سامنے مشورہ کے لئے پیش کی اور تجویز کیا کہ شراب نوشی کی سزا بڑھانی چاہئے اس پر بحث و مباحثہ ہوا اور بالاخر حضرت علیؓ کی رائے سے سب نے اتفاق کر لیا۔

حضرت علیؓ کا طرز استدلال : حضرت علیؓ کا طرز استدلال یہ تھا کہ مئے نوش ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان کا شعور و احساس ختم ہو جاتا ہے اور اس کی عقل جاتی رہتی ہے اس عقل و شعور سے خالی نشہ کی حالت میں انسان ہڈیاں بکنا

شروع کر دیتا ہے عین ممکن ہے کہ ہڈیاں بکنے کی صورت میں وہ ایسے الفاظ بھی کہہ دے جو قذف (تہمت) کے الفاظ ہوں اس لئے قرآن کریم میں بیان کردہ قذف کی سزا (آسی کوڑے) کو جرم سے نوشی کی بھی سزا متعین کر دی جائے حضرت علی کا فرمان ہے: ”انہ اذا شرب هذی، و اذا هذی افتری فیجب ان یحکمک یجد القاذف“^۱ (جب وہ شراب پئے گا تو لازماً ہڈیاں بکے گا اور جب ہڈیاں بکے گا تو افتراء پر دازی بھی کرے گا لہذا اس کو وہ سزا دی جائے جو قذف کرنے والے (یعنی افتراء پر دازی کرنے والے کو دی جاتی ہے) چنانچہ حضرت علی کے استدلال کو قبول کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی حد ۸۰ کوڑے مقرر کر دی۔

اس استدلال میں حضرت علی نے مندرجہ ذیل دو قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی :

حضرت علی نے واضح طور پر دو ایسے قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی جنہوں نے بعد میں بہت آگے چل کر واضح شکل اختیار کی یعنی حکم بالمانا اور سد زریعہ بالفاظ دیگر فقہ کا یہ اصول کہ معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے وقت محض ان کی ابتدائی اور ظاہری صورت ہی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بالآخر ان سے کیا نتیجہ مرتب ہوتا ہے چونکہ مئے نوشی میں نشہ کی کیفیت قذف کو بھی متجسس ہو سکتی ہے اس لئے اس ذریعہ کا سد باب کرتے ہوئے جو مال (انجام) کا حکم ہے وہ اس صورت پر عائدہ منطبق کر دیا جائے۔^۲

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا طرز استدلال :

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اس موقع پر استدلال کیا کہ قرآن و سنت کی متعین کردہ حدود میں سب سے کم حد قذف ہے اس لئے کم ترین حد کی سزا کو اس جرم مئے نوشی کی حد قرار دے دیا جائے۔^۳

ایک اور مسئلہ میں صحابہ کی مشاورت اور حضرت علی کے اجتہاد پر عمل :

حضرت عمر نے ایک عورت جس کا شوہر غائب تھا اور اس کے یہاں لوگوں کی آمد و رفت تھی جسے آپ نے روکا اور اسے بلا بھیجا۔ قاصد نے عورت سے جا کر کہا چل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دو۔ اس نے کہا ہائے تباہی! عمر سے کیا مطلب؟ اور پھر ان کی طرف جب چلی تو خوف و گھبراہٹ سے راستے ہی میں دروزہ شروع ہوا اور وہ ایک گھر میں داخل ہو گئی، جہاں اس نے ایک بچہ جنم دیا۔ بچہ رویا اور حیج کرو ہیں مر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہا آپ پر کچھ نہیں آپ ادب سکھانے اور نظام درست رکھنے والے حکمران ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر ان حضرات نے صحیح رائے ظاہر کی تو ان کی رائے غلط ہے۔ اگر آپ کی رضامندی کے لئے ایسا کیا تو وہ آپ کے خیر خواہ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کا خون بہا

۱۔ موطا امام محمد، امام محمد، باب ”الحلفی الشراب“ الفاظ کے کچھ اختلاف سے۔ اعلام الموقعین ص ۱۱/۳۱۱۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیہ فی اختلاف الفقہاء، مصنفی سعید الخنی ص ۱۲۱، بیروت موسسة الرسالة طبعہ ۱۳۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء

۲۔ اصول الفقہ، محمد ابو زہرہ ص ۱۲

۳۔ فقہ اسلامی کا تاریخسی پس منظر، ساجد الرحمن صدیقی ص ۱۲۸، اسلام آباد ضریحہ اکیڈمی ۱۹۹۲ء

آپ کے اُوپر ہے کیونکہ آپ ہی کی وجہ سے اس نے خوفزدہ ہو کر بچہ جن دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ بچہ کا خون بہا اس کی قوم میں تقسیم کر دیا جائے۔^۱

حضرت عمر نے امیر المؤمنین ہوتے ہوئے بھی حضرت علی کی صاحب رائے قبول فرمائی اور ان کے اجتہاد پر مکمل عمل کیا۔ جب کہ دوسرے اصحاب کی رائے میں آپ کے لئے چھڑکا رہا تھا۔

حاملہ کی عدت کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا استدلال :

سورة البقرہ میں ایسی عورتوں کی عدت جن کے شوہر وفات پا جائیں چار ماہ دس دن بیان ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ”والذین یتوفون منکم ویلدرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشراً“^۲ (اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن انتظار کریں) مگر سورة الطلاق میں حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل بیان ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود جب کوئٹہ کے قاضی تھے تو ان کی عدالت میں ایک حاملہ خاتون کا مقدمہ آیا جس کا شوہر وفات پا چکا تھا اس کی عدت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورة الطلاق جس کو دوز صحابہ تابعین میں سورة نساء صغریٰ بھی کہا جاتا تھا، کی آیت ”وولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن“^۳ (اور حاملہ عورتوں کی مدت معینہ یعنی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے) آپ نے ان آیات سے استدلال کر کے یہ فیصلہ سنایا کہ :

مذکورہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن نہیں بلکہ وضع حمل ہے وہ چھٹی بھی مدت پر مشتمل ہو سب کی سب عدت شمار ہوگی۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا : ”ان الایة فی سورة النساء القصری واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن نزلت بعد الایة التی فی سورة البقرہ والذین یتوفون منکم“^۴

حضرت عبداللہ بن مسعود کے استدلال سے نکلنے والا اصول :

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ میں یہ واضح کیا کہ بعد میں نازل ہونے والا حکم پہلے نازل ہونے والے حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے یا یہ کئی شرائط، حدود و قیود کے اضافہ کے ذریعہ اس کی تخصیص کر دیتا ہے۔ لہذا ہر سابقہ حکم اور فیصلہ کو بعد کے فیصلہ اور حکم کی روشنی میں پڑھنا سمجھنا اس پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ قانون کی تعبیر و تشریح کا وہ اصول ہے جس کو اسلامی قانون بلکہ دنیا کے سارے ہی قوانین تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا : ”اتجعلون علیہا التغلیظ ولا تجعلون لہا الرخصة“^۵ (تختی کا پہلو کیوں روا رکھتے ہو رخصت کا پہلو کیوں اختیار نہیں کرتے)۔

گویا حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس مسئلہ میں یہ اصول بھی بیان فرمایا کہ اسلامی شریعت رخصت اور سہولت کے پہلو کے ترجیح دینے کو بہ نظر احسان دیکھتی ہے۔

۱ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات، باب دية الجنین ووجوب الدية فی قتل الخطا

۲ البقرہ : ۲۳۳

۳ الطلاق : ۳

۴ كشف المغطأ من وید الموطأ حاشیہ علی الموطأ، اشفاق الرحمن ص ۵۳۰، کتاب الطلاق باب عدة الطلاق متوفی عنہا زوج صحیح البخاری

کتاب التفسیر باب والذین یتوفون منکم ویلدرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشرا

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

الغرض ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام قرآن کی نصوص اور ارشادات نبوت کی تصریحات سمجھنے کا طبعی سلیقہ اور ملکہ رکھتے تھے اور وہ خوبی واقف تھے کہ قرآن اور سنت نبوی میں کون سی تعبیرات عام وارد ہوتی ہیں اور ان کی کہاں اور کس انداز میں تخصیص یا تنقید وارد ہوتی ہے کس کلام کا محل اور اطلاق کیا ہے۔ امور استنباط اور مناجیح اجتہاد کی تدوین نہ ہونے کے باوجود بھی وہ ان اصولوں کا فطری طریقہ پر اطلاق کرتے تھے یعنی وہ صراحتاً اصول بیان کر کے استنباط و اجتہاد نہیں کرتے تھے مگر ان کے سامنے اصول و مناجیح رہتے تھے اور ان کا اجتہاد اصول و قواعد کی روشنی میں ہوتا تھا۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں :

”ثم نظرنا في طرق استدلال الصحابة والسلف بالكتاب والسنة، فاذا هم يقسون الاشياء بالاشباه ومنها وينظرون الامثال بالامثال فان كثيرا من الوقائع بعده صلوات الله وسلامه عليه لم تدرج في النصوص الثابتة فقاوسها بما ثبتت والحقها بما نص عليه، بشرط في ذلك اللاحق، تضح تلك المساواة بين الشبهين، او المثلين، حتى يغلب على الظن ان حكم الله تعالى فيهما واحد وصار ذلك دليلا شرعيا باجماعهم عليه، وهو القياس“^۱

(پھر جب ہم نے صحابہ کرام اور سلف صالحین کے قرآن و سنت سے استدلال کے طریقوں پر غور کیا تو دیکھا کہ وہ نئے مسائل کو ان کے ہم مثل و مشابہ مسائل پر قیاس کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے بعد کتنے ہی واقعات ایسے پیش آئے جو ثابت شدہ نصوص کے دائرہ میں نہیں آتے تھے انہوں نے ایسے غیر منصوص مسائل پر کچھ ایسی شرطوں کی بنیاد پر قیاس کیا جن سے دونوں طرح کے واقعات کا ہم مثل و مشابہ ہونا مستعین ہو جاتا ہو اور یہ ظن غالب ہو جاتا ہو کہ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ہی حکم ہوگا یہ طریقہ استدلال صحابہ کرام کے اجماع سے ایک دلیل شرعی قرار پایا جسے قیاس کہتے ہیں)

امام الحرمین الجوبینی شافعی (متوفی ۴۷۸ھ) فرماتے ہیں :

”ونحن نعلم قطعاً، ان الوقائع التي جرت فيها فتاوى علماء الصحابة واقتضيتهم تزيد على المنصوصات، زيادة لا يحصرها عد، ولا يحويها حد، فانهم كانوا قايسين في قريب من مائة سنة، والوقائع تترى، والنفوس الى البحث طلعة، وما سكتوا عن واقعة صانرين الى انه لانص فيها، وعلى قطع نعلم انهم ما كانوا يحكمون بكل ما يعن لهم، من غير ضبط وربط، وملا حظة قواعد متبعة عندهم“^۲

(ہمیں قطعیت کے ساتھ یہ بات معلوم ہے کہ جن حوادث و واقعات میں صحابہ کرام کے فتاویٰ اور فیصلے صادر ہوئے وہ قرآن و حدیث کے منصوصات سے بہت زیادہ بلکہ بے حدود شمار ہیں۔ صحابہ کرام تقریباً ایک صدی تک ایسے مسائل میں قیاس کرتے رہے واقعات آئے دن پیش آتے اور یہ حضرات ان واقعات کے بارے میں احکام شرعی کی تحقیق کرتے یہ لوگ کسی

۱۔ كشف المغطاء عن وجه المؤطاحاشيه على المؤطاحاشيه كتاب الطلاق باب عدة المتوفى عنها زوجها اذا كان حاملا

۲۔ مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمن ابن خلدون، ص ۳۵۳ بغداد، المصحف سنہ

۳۔ البرهان، امام الحرمین الجوبینی متوفی ۴۷۸ھ، فقرہ ۷۱۱، مکتبہ امام الحرمین طبعہ ۱۳۱۳ھ

واقعہ پر حکم لگانے سے نہیں اس لئے خاموش نہیں رہے کہ اس سے متعلق نص وارد نہیں ہے..... اسی طرح یہ بھی یقینی امر ہے کہ یہ حضرات پیش آمدہ مسائل پر کھینچا اتفاق اور اصول و قواعد کی رعایت کے بغیر احکام جاری نہیں کرتے تھے

ڈاکٹر علی شامی نثار تحریر فرماتے ہیں کہ :

"وفی الحقیقة ان تاریخ وضع المنہج الاصولی یذهب الی عهد ابعث من عصر الشافعی بکثیر، بحیث لایجب ان نلتزمه فقط عند علماء الاحناف فی السنوات الی تسبق عصر الشافعی، بل فی عصر الصحابة انفسهم ولدی الكثيرین من فقہانہم وعن هؤلاء اخذت معظم القوانين الی یحتاج الیہا فی استفادة الاحکام، فابن عباس وضع فکرة الخصاص والعام، و ذکر عن بعض الصحابة الاخرین فکرة المفہوم" ۱

(واقعہ یہ ہے کہ اصولی منہج کو وضع کرنے کی تاریخ امام شافعی کے عصر سے بہت پرانی ہے چنانچہ ہمیں یہ اصولی منہج نہ صرف ان علماء احناف کے پاس ملتا ہے جن کا دور امام شافعی سے چند سال پرانا ہے بلکہ خود عہد صحابہ میں اور بہت سارے فقہاء صحابہ کے یہاں ملتا ہے اور استنباط احکام کے قوانین کا ایک بڑا حصہ صحابہ کرام سے منقول ہے حضرت ابن عباس نے خاص اور عام کا نظریہ پیش کیا بعض دیگر صحابہ کرام سے مفہوم کا نظریہ مذکور ہے)

شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں :

"فاذا كان استنباط الفقه ابتداء بعد رسول الله ﷺ في عصر الصحابة، فان الفقهاء من بينهم كابن مسعود، وعلي بن أبي طالب، وعمر بن الخطاب، ما كانوا يقولون أقوالهم من غير قيد ضابط" ۲

(حضور ﷺ کے بعد جب صحابہ کرام کے زمانے میں فقہ کے استنباط کا کام شروع ہوا تو فقہاء صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب اور عمر بن خطاب تو اعد و ضوابط کی رعایت کے بغیر نئے پیش آمدہ مسائل میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتے تھے)۔



۱۔ مناجیح عند مفکر المی الاسلام، علی شامی نثار ص ۶۶ بحوالہ التلخیص الفقی، جمال الدین عطیہ، دار المطبوعہ المدینہ، ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

۲۔ اصول الفقہ، محمد ابوزہرہ ص ۱۲، دار الفکر العربی، ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

عہد بنو امیہ میں اصول فقہ

(۱۳۲ھ - ۱۳۳ھ)

عہد تابعین میں اصول فقہ: (اجتہاد و استدلال)

صحابہ کرام کے مذکورہ اسلوب اجتہاد و استدلال کو تابعین نے آگے بڑھایا اور جیسے جیسے اسلامی احکام پر غور و خوض ہوتا رہا اصول و قواعد اور ان کے مابین پائے جانے والے فروق کی وضاحت ہوتی چلی گئی اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کے اسلوب بیان اور طرز استدلال نے بنیادی رہنمائی فراہم کی۔ عمومی کلیات کو جزئی مثالوں کے ضمن میں بیان کرنے کا جو بالخصوص قرآنی اور بالعموم نبوی اسلوب رہا اس کے مطابق ملتے جلتے احکام پر غور و فکر اور تدبیر کرنے سے ان جزئی احکامات میں جاری و ساری عمومی اصول اور ان کی پشت پر کارفرما قواعد کلیہ کا پتہ چلتا ہے اس معاملہ میں قرآن کا اسلوب استقراری ہے۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ پہلے ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کو دریافت کیا جائے جو کسی ایک عمومی اصول یا قاعدہ کلیہ کے تحت آتے ہوں ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کا اصطلاحی نام ”الاشباہ والامثال“ یا ”الاشباہ والنظائر“ ہے اپنے اس خاص فنی مفہوم میں سب سے پہلے یہ اصطلاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس خط میں ملتی ہے جو انہوں نے عدالتی یا ایسی اور نظام قضاء کے بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کے بعد ہی اس پورے علم کا نام علم الاشباہ والنظائر ہو گیا جس میں استقراء و تدبیر کے اس عمل سے کام لے کر شریعت کے عمومی اصولوں اور قواعد کلیہ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

دوسری صدی ہجری کے وسط تک اصول فقہ پر کام کی رفتار کا جائزہ :

دور صحابہ کے آخری زمانہ سے لے کر دوسری صدی ہجری کے وسط تک کی سوسالہ مدت میں اس میدان میں کتنا اور کیا کام ہوا اس موضوع پر کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے تاہم اتنا کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں قریب قریب ہر قابل ذکر فقہ نے اس سرگرمی میں حصہ لیا اور بہت سے اصولوں کی دریافت میں بعد والوں کے کام کو آسان بنایا لیکن اس سوسالہ دور میں قواعد فقہیہ کے بجائے زیادہ زور قواعد اصولیہ پر رہا۔ امام شافعی کی شہرہ آفاق کتاب ”الرسالۃ“ کو بغور پڑھا جائے تو اس کے پس منظر میں موجود اصولی بحثوں اور قانونی اختلافات کی وہ ساری بنیادیں محسوس ہو جاتی ہیں جن کے بارے میں ایک صحیح نقطہ نظر کو وضع اور واضح کرنے کے لئے امام صاحب نے یہ کتاب لکھی۔

بوزبرہ اس عہد میں کام کی رفتار کا ان الفاظ کے ساتھ جائزہ پیش کرتے ہیں :

”حتی اذا انتقلنا الی عصر التابعین وجدنا الاستنباط یتسع لکثرة الحوادث ولعکوف طائفة من التابعین علی الفتوی کسعید بن المسیب وغیرہ بالمدينة، وکملقمة و ابراہیم النخعی

بالعراق، فان هولاء كان بين ايديهم كتاب الله وسنة رسول ﷺ وفتاوى الصحابة، وكان منهم من ينهج منهاج المصلحة ان لم يكن نص، ومنهم من ينهج منهاج القياس، فالفتريات التي كان يفرعها ابراهيم النخعي وغيره من فقهاء العراق كانت تتجه نحو استخراج علل الاقسية وضبطها والتفريع عليها، بتطبيق تلك العلل على الفروع المختلفة، وهنالك نجد المناهج تتضح اكثر من ذي قبل، وكلما اختلفت المدارس الفقهية كان الاختلاف سببا في ان تتميز منهاج الاستنباط في كل مدرسة“

(عہد صحابہ کے بعد جب ہم تابعین کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ تابعین کے دور میں اجتہاد و استنباط کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے ایک تو اس لئے کہ نئے نئے واقعات کی کثرت ہو گئی دوسرے اس لئے بھی ایک جماعت فتویٰ کے لئے گویا وقف ہو گئی تھی مثلاً مدینہ میں سعید بن المسیب وغیرہ، عراق میں حضرت علقمہ اور ابراہیم نخعی وغیرہ ان حضرات کے سامنے تین مصادر تھے۔ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے فتویٰ ان میں سے بعض وہ حضرات تھے جو نص موجود نہ ہونے کی صورت میں مصلحت شرعی کو بنیاد بنا کر حکم شرعی کا استنباط کرتے تھے اور بعض دیگر حضرات قیاس کی راہ اپناتے تھے۔ چنانچہ فقہاء عراق میں سے حضرت ابراہیم نخعی وغیرہ کے اجتہادات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیاس کی علتوں کا استخراج اور انہیں منضبط کر کے ان علتوں کو مختلف جزئیات پر منطبق کرتے تھے اس دور میں استنباط کے اصول و قواعد پہلے سے بہت ہی زیادہ واضح اور منسج ہو کر سامنے آ گئے اور فقہی اسکولوں میں جس قدر اختلاف ہوتا تھا وہی فقہی اسکول کے مناہج استنباط الگ الگ بکھر کر سامنے آئے)

عہد تابعین کے بعد اصول فقہ میں کام کی رفتار :

ابوہریرہ فرماتے ہیں :

”فاذا تجاوزنا عصر التابعين ووصلنا الى عصر الائمة المجتهدين نجد المناهج تتميز بشكل اوضح، ومع تمييز المناهج تتبين قوانين الاستنباط وتظهر معالمها، وتظهر على السنة الائمة في عبارات صريحة واضحة دقيقة، فنجد اباحييفة، مثلا يلحد منهاج استنباطه بالكتاب، فالسنة فتاوى الصحابة ياخذ ما يجمعون عليه، وما يختلفون فيه يتخير من آرائهم ولا يخرج عنها، ولا ياخذ برأى التابعين لانهم رجال مثله، وتجده يسير في القياس والاستحسان على منهاج بين، حتى لقد يقول عنه تلميذه محمد بن الحسن الشيباني: كان اصحابه ينازعونه في القياس فاذا قال استحسنت لم يلحق به احد، ومالك رضى الله عنه، كان يسير على منهاج اصول واضح، في احتجاجه، بعمل اهل المدينة، وتصريحه بذلك في كتبه ورسائله، وفي اشتراطه ما اشترطه في رواية الحديث، وفي نقده للحاديث نقد الصير في الماهر، وفي رده لبعض الآثار المنسوبة للنبي ﷺ لمخالفة المنصوص عليه في القرآن او المقرر المعروف من قواعد الدين، كرده خبر ” اذا ولغ

الکلب فی اناء احد کم غسلہ سبع“ و کردہ خبر خیار المجلس، و کردہ خبر اداء الصدقة عن المتوفی، و كذلك كان ابو يوسف فی کتاب الخراج وفي رده على سير الاوزاعي يسير على منهاج بين واضح، منهاج اجتهاده“ ۱

(تابعین کے عہد کے بعد جب ہم ائمہ مجتہدین کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ یہ مناہج تابعین کے عہد کے مقابلہ میں زیادہ واضح تر شکل میں ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے ہیں اور مناہج استنباط کے تمیز ہونے کے ساتھ ساتھ استنباط کے قوانین اور اس کی علامتیں نہایت اُجاگر ہو جاتی ہیں اور ائمہ مجتہدین کی زبان پر صریح واضح اور فنی عبارتوں میں یہ مناہج اور قوانین واضح و اشکاف ہوتے ہیں..... امام ابوحنیفہ کے نزدیک مصادر استنباط کی ترتیب اس طرح تھی پہلے قرآن پھر حدیث پھر صحابہ کرام کے متفقہ فتاویٰ اگر صحابہ کرام کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو کسی بھی ایک صحابی کی رائے کو ضرور اختیار فرماتے سب سے بہت کراہی کوئی رائے نہیں رکھتے البتہ تابعین کے اقوال کو اس بناء پر ترک فرمادیتے کہ وہ آپ کے ہم مرتبہ لوگ تھے قیاس اور استحسان کے باب میں آپ کا ایک واضح نچ تھا آپ کے خاص شاگرد امام محمد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ قیاس کے باب میں کھل کر آپ سے بحث و مباحثہ کرتے لیکن جب آپ دلیل استحسان پیش کرتے تو سب لوگ خاموش ہو جاتے۔ امام مالک نے بھی ایک واضح اصولی نچ اپنایا ہے۔ اہل مدینہ کے عمل کو آپ نے حجت قرار دیا اپنی کتابوں اور رسائل میں اس کی صراحت فرمائی روایت حدیث کے سلسلے میں مخصوص شرطیں لگائیں۔ ایک ماہر صرف کی طرح روایتوں کو پرکھا حضور ﷺ کی جانب بعض منسوب روایتوں کو کسی نص قرآنی یا دین کے کسی معروف بنیادی قاعدہ سے متعارض ہونے کی بناء پر رد کر دیا۔ چنانچہ آپ نے حدیث ”اذ اذ الخکب فی اناء احد کم غسلہ سبعاً“ اسی طرح خیار مجلس والی حدیث اور میت کی طرف سے اداء صدقہ والی حدیث کو اسی بناء پر رد فرمایا اسی طرح امام ابو یوسف بھی کتاب الخراج میں اور الرطلی سیر الاوزاعی میں ایک واضح نچ پرچلتے نظر آتے ہیں)

اس کے بعد امام شافعی تشریف لائے اور انہوں نے فقہ مدینہ، فقہ عراق، فقہ مکہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے کچھ قواعد وضع کئے جن سے اجتہاد میں خطا و صواب کا پتہ چل سکے یہی قواعد آج اصول فقہ کے نام سے معروف ہیں اور پھر آپ نے حافظ و فقیہ عبدالرحمن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) کی درخواست پر اپنے خاص شاگرد ربیع بن سلیمان کو مظلومہ مباحث الملاء کرائے انہیں مباحث کا مجموعہ ”الرسالۃ“ کے نام سے موسوم ہے۔ جو امام شافعی کی مشہور تصنیف کتاب ”الام“ کے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز (۶۰ھ-۱۰۱ھ) ۲

مصر میں پیدا ہوئے علم و فتاویٰ میں شہرت پائی، آپ امام، فقیہ و مجتہد تھے تابعین کی کثیر تعداد نے آپ سے استفادہ و نقل کیا امام جلال الدین السیوطی نے امام ذہبی کے حوالے سے تحریر کیا: ”وتفقه حتی بلغ رتبة الاجتهاد“ ۳ (انہوں نے تفقہ حاصل کیا یہاں تک کہ اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچے)۔

۱ ح ابو یوسف عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم الاموی القرشی (۶۰۸ھ/۷۲۰ء)

۲ حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ، جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ۱۳۳/۱، مصر معظنی آفندی سند

ابن شہاب الزہری (۵۱ھ-۱۲۴ھ)ؒ

مشہور مجتہدین اور اہل فتویٰ میں آپ کا شمار ہوتا تھا ابن خلکان نے لکھا :

”احد الفقهاء والمحدثين والاعلام التابعين بالمدينة وروى عنه جماعة من الانمة منهم

مالک بن انس ، سفیان بن عیینہ ، سفیان بن ثوری.....“

(مدینہ کے ممتاز فقہاء محدثین و تابعین میں سے ایک تھے..... آپ سے ائمہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ان میں

مالک بن انس ، سفیان بن عیینہ ، سفیان بن ثوری..... شامل ہیں)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے اعمال کو ابن شہاب سے متعلق لکھا تھا :

”عليكم يا ابن شهاب فانكم لاتجدون احدا اعلم بالسنة الماضية منه“

(تم پر ابن شہاب کی اتباع لازم ہے کیونکہ تم ان سے زیادہ کسی کو سنت رسول ﷺ کا عالم نہیں پاؤ گے)۔



۱۔ محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث ابن زہرہ القرشی الزہری

۲۔ وفیات الاعیان و انباء الزمان ابنہ قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۵۴۱/۱ مصر، مطبعہ المیسیہ، احمد البانی الخلیفی ۱۳۱۰ھ

۳۔ حوالہ سابق

فصل چہارم

عہدِ عباسی کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ

(عہدِ عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)

اس فصل میں آغاز عہدِ عباسی سے چوتھی صدی تک کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ دولتِ عباسیہ میں اصول فقہ پر کافی کام ہوا۔ صبحی محمصانی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”ازدھر علم الاصول فی صدر الدولة العباسیة“^۱ (دولتِ عباسیہ کے شروع میں علم اصول پر کام کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا)۔

دوسری صدی ہجری میں علمی و دینی حالت پر ایک سرسری نظر:

بنو امیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کے مصر میں قتل اور اسفاح کے خلیفہ ہو جانے کے ساتھ اس دور کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کی بنیاد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی۔ بنو امیہ کے چودہ خلفاء نے تقریباً اکیانوے (۹۱) برس تک حکمرانی کی۔ چھٹے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور ہر لحاظ سے سنہری تصور کیا جاتا ہے۔ امن و امان دوبارہ بحال ہو گیا تھا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ممبروں پر بر ملا گستاخی کرنے کی جاہلانہ نارم کا خاتمہ کیا، وہ لوگوں کے مصالح کی طرف متوجہ ہوئے، قرآن و سنت سے اسلامی علوم کی تعلیم و تعلم کی رحمان سازی کی، عوام الناس دین کے سرچشموں میں فقہ و فہم حاصل کرنے لگے۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت پر پہلی بار باقاعدہ سرکاری سطح پر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرنے کا کام شروع کیا۔

اموی حکومت کے خاتمہ پر عبدالرحمن بن معاویہ عباسیوں کے جنگل سے بیچ کر ۱۳۸ھ میں اندلس پہنچ گئے، پھر وہاں امیر بن گئے۔ عبدالرحمن الداخل کے نام سے شہرت پائی۔ قرطبہ فتح کر کے سرزمین اندلس کو وسعت دی۔ یہ وہ وقت تھا جب عباسی خلیفہ منصور کا نام ممبروں پر لیا جاتا تھا۔ منصور کا لقب صقر قریش تھا۔ الداخل نے خطبے سے منصور کا نام نکلوا دیا۔ اندلس اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ بالفاظ دیگر الداخل کی اندلس آمد سے بنو امیہ کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

۱۷۳ھ میں الداخل کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ہشام جانشین بنے اور پھر اموی حکمرانوں نے ۳۲۸ھ تک اسبانیہ، پرتگال، مراکش اور تیونس تک فتوحات حاصل کر لیں۔ تعلیم و تعلم کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کئے۔

۱۔ لسان التشریح فی الاسلام صبحی ص ۱۰۸، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۳۶ء

۲۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ (الدولت العباسیہ) محمد شیخ محمد الخضری یکم ص ۳۶، مکتبۃ تجاریہ الکتبیر طیبہ عاشر سنہ

علماء، آئمہ و مجتہدین کی مجلسوں میں مناظرے مباحثے بھی ہوتے۔ فقہ، اصول فقہ، حدیث سمیت متعدد موضوعات زیر بحث آتے۔ اس کے نتیجے میں اصول فقہ پر بھی خاص توجہ مرکوز کی جانے لگی اور مختلف انداز سے اس پر کام ہونے لگا۔ اصول و فقہ میں خدمات کے حوالے سے اس صدی کے چند نمایاں نام مندرجہ ذیل ہیں :

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب۔ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی، امام زفر، امام مالک بن انسؒ اور ان کے اصحاب۔ مثلاً عبداللہ بن وہبؒ، عبدالرحمن بن قاسم، امام شافعی اور ان کے اصحاب۔ مثلاً بوٹیسی، مزنی اور ربیع، امام لیبث بن سعد اور ان کے اصحاب۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ کا اسی زمانہ میں ظہور ہوا۔

اس صدی میں مختلف علوم و فنون میں بالخصوص فقہ و اصول میں تالیفات کا رواج پڑ گیا تھا۔ امام ابو یوسف نے کتاب ”المخراج“ لکھی جس میں مملکت اسلامیہ کے مالی نظام کی پیچیدگیوں کو سمجھایا۔ اس کے مصادر و موارد پر کلام کیا۔ امام ابو یوسف نے یحییٰ بن خالد البرکی کے لئے ”الجوامع“ تالیف کی۔ اس میں لوگوں کے اختلاف و آراء کو بیان کیا۔ محمد بن حسن الشیبانی نے فقہ، اصول و حدیث پر کتب تالیف کیں۔ امام ابوحنیفہ کی تالیف میں سے سوائے ”الفقہ الاکبر فی علم الکلام“ اور ”العالم والمتعلم“ (اختلافی) کے ہم تک کوئی کتاب نہیں پہنچی مگر ابو یزید بوسی نے اپنی کتاب ”ناسیس النظر“ میں امام ابوحنیفہ کے اصولی مبادیات کو جمع کیا ہے جس سے ان کی اصول و فقہ میں راسخ علمی و مہارت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور جو بھی فقہ و اصول میں ان کے شاگردوں کی کتب سے قواعد و اصول اور منہج سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ درحقیقت امام ابوحنیفہ سے ہی مستفاد ہوگا۔ امام مالک نے فقہی انداز میں حدیث کی کتاب ”موطا امام مالک“ تالیف کی۔ امام شافعی نے ”الرسالۃ لتقدیمہ“ تالیف کیا جو اصول فقہ میں ہے۔ اس دور میں خلفاء و امراء کی دلچسپی بھی تالیفات کے رجحان کے فروغ کا سبب بنی۔ وہ علماء و مؤلفین کی خدمات کو سہراتے، انعامات، ہدایات و عہدے دیتے، ان کی اس علم دوستی کے نتیجے میں ہم اس دور کے اکابر ائمہ کی عمدہ مولفان پاتے ہیں جو دین و علم کے ہر باب پر محیط و جامع ہیں۔ ان حالات نے مختلف دینی جماعتوں کو ابھرنے کا سامان مہیا کیا۔ تین دینی جماعتیں خاص طور پر جنم پاتی ہیں :

۱۔ قدریہ : جن کا نظریہ یہ تھا کہ انسان اپنے ارادہ کا خود خالق ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس دور کے مشہور قدرتین میں معبد الجہنی اور غیلان دمشقی وغیرہ ہیں، جنہیں بالترتیب جاج بن یوسف اور ہشام بن عبدالملک نے قتل کروایا۔

۲۔ جبریہ : ان کا نظریہ یہ تھا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو اپنے ارادہ و عمل میں کوئی اختیار نہیں۔

۳۔ معتزلہ : قدریہ و جبریہ کے اضمحلال کے اثر سے ”معتزلہ“ وجود میں آئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی، خلق قرآن کا قول کیا، عقل کو نص پر مقدم جانا، مسلمانوں کی آراء و عقائد سے الگ ہو جانے کی بناء پر ان کا نام معتزلہ پڑ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ واصل ابن عطا اور عمر وا بن عبید نے امام حسن بصری کے حلقہ درس سے ایک مسئلہ کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں کے اختلاف کی بناء پر علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ معتزلہ کا خیال ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مومن۔ وہ دونوں

منزلوں کے درمیان ہے۔ دولت عباسیہ میں خاص طور پر مامون و معتصم کے دور میں اس فرقے نے خوب نشوونما پائی اور اثر و رسوخ حاصل کیا۔

مشرق و روم لکھتا ہے: و يعتبر واصل ابن عطاء تلميذ الحسن (البصرى) اول المعتزله وقد اجتذب مذهبہ عمر بن عبید الذی کان اشد عداوة للعلویة من واصل نفسه۔^۱

تیسری صدی ہجری میں علمی و دینی حالت پر ایک سرسری نظر:

عراق میں بدستور سلطنت عباسیہ قائم ہے اور مزید کئی علاقے بھی زیر نگین آچکے ہیں۔ دوسری طرف اندلس میں بدستور اموی حکمران ہیں۔ مراکش میں "اداسہ" اور تیونس میں "اغالبہ" دونوں اندلی حکومت کے مقابل ہیں خراسان میں دولت صفاریہ، بخارا میں "سامانیہ" اور مصر میں "طولون" کا ظہور ہوتا ہے۔ زمینی فتوحات و توسیعات کے نتیجے میں علمی ترقی اور ان دونوں کے مابین علمی مسابقت میں تیزی آجانا ایک فطری بات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس صدی میں بھی کئی نمایاں نام سامنے آئے جن میں سے چند اصولیین یہ ہیں۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور مریہ مرجیہ جماعت کے سرگروہ بشر بن غیاث الرلی، نظامیہ جماعت کے بانی "ابراہیم نظام" کا تعلق بھی اس تیسری صدی ہجری سے تھا۔ امام شافعی نے بغداد سے مصر واپسی پر اصول فقہ میں ایک مکمل کتاب بنام "الرسالۃ الجدیدہ" تالیف کی جو انہوں نے تیسری صدی ہجری کے آغاز میں لکھی تھی۔

عراق کی مذہبی و سیاسی حالت پر ایک طائر نہ نظر:

مامون رشید مسند خلافت پر بیٹھنے سے پہلے ہی خلق قرآن کا قائل تھا۔ اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ بھی کرتا تھا لوگوں کو اس مسلک کی دعوت دیتا تھا لیکن کبھی شدت کا اظہار نہیں کیا نہ دلوں کو ٹوٹاتا اور نہ کبھی مخالف عقیدہ کے لوگوں کو اذیت پہنچائی۔ مگر زندگی کے آخری ایام میں اس نے ابتلاء و ایذا رسانی کا کام شروع کر دیا مگر رئیس المعتزلہ احمد بن داؤد اس کا حقیقی محرک تھا جس نے مامون کی طرف سے علماء کو خطوط لکھے تاکہ قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں ان کا نظریہ جان کر مخالفین کو ایذا پہنچائے۔ امام احمد بن حنبل کو بھی اس اذیت سے دوچار ہونا پڑا اور یہ خطوط احمد بن داؤد نے ایسی حالت میں لکھے جب مامون زندگی و موت کی کشمکش میں گرفتار تھا۔ چنانچہ اس نے اس میں وہ زبان و لب و لہجہ استعمال کیا جن سے مخالفین کو آزارش میں ڈال کر حرص پوری کر سکے۔ مامون کے انتقال کے ساتھ معتصم تخت نشین ہو کر ۲۱۸ھ تک حکومت کرتا رہا معتزلہ کی مدد سے وہ مامون کی پیروی کرتا رہا امام احمد بن حنبل پر ابتلاء کا سلسلہ اس دور میں بھی جاری رہا۔ آپ پر کئے گئے مظالم کی نہ صرف غیر معتزلہ نے مخالفت کی بلکہ بعض معتزلہ مثلاً جاحظ وغیرہ بھی اس پر خاموش نہ رہ سکے۔ ۲۲۷ھ میں واٹن اور ۲۳۲ھ میں متوکل تخت نشین ہوئے جنہوں نے مامون اور معتصم کے برعکس اہل سنت کو پسند کیا، ان کے خیالات کی ترویج و اشاعت میں اعانت و مدد کی اور معتزلہ کی مخالفت کی۔ بشر المرسی اور ابراہیم نظام دونوں اہل سنت کے شدید مخالف تھے اور جدید آراء کے داعی تھے جو سلف صحابہ و تابعین سے معارض تھے مگر مامون و معتصم کے ساتھ قربت کی وجہ سے ان کو فروغ حاصل ہوا تھا اور تقویت ملی تھی۔

۱۔ تاریخ الشعوب الاسلامیہ، کارل بروکلمان، ۲/۳۵، بیروت، دارالعلم للائین طبع ثانی ۱۹۵۳

۲۔ ابن حنبل حیاتہ و عصرہ، آرزو قلم، محمد ابو زہرہ ص ۴۳، ۴۵، ۴۷، ۴۸، تلخیص دار الفکر العربی سنہ

تیسری صدی ہجری کے چند نامور اصولیین :

ابن صدائہ حنفی انہوں نے کتاب "اثبات القیاس وخبر واحد" تالیف کی۔ اصغ مالکی مصری نے اصول فقہ پر کتاب لکھی امام شافعی کے تلامذہ مثلاً بوہلی، مزنی نے متعدد کتب تالیف کیں شافعی مسلک کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ظاہری مذہب کے بانی داؤد ظاہری سرزمین عراق سے اُبھرے کئی غیر ملکی دورے کئے اپنے مذہب کی تائید و فروغ میں کئی کتب تالیف کیں بہت سے علماء نے ان سے استفادہ کیا لیکن تبعیین کی کمی کے باعث پانچویں صدی ہجری تک یہ مذہب تقریباً ختم ہو گیا اگرچہ بعد میں ابن حزم ظاہری نے اس مذہب پر کتاب "المسحلی" تالیف کر کے اسے زندہ کرنے کی کوشش کی۔ اتنے سارے جید علماء ائمہ و مجتہدین اور مختلف مذاہب کے مابین مسابقت کے رجحان کی موجودگی میں یقیناً علمی مناظرے و مباحثے یقیناً منعقد ہوتے ہوں گے جس کی وجہ سے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی تیزی آگئی ہوگی اور دیگر علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ فقہ و اصول فقہ میں بھی آراء و تالیفات کے کام میں اضافہ ہونا ایک یقینی بات ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

اندلس میں ۳۱۷ھ میں عبدالرحمن الداخل نے اموی خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلوانا شروع کیا اپنے نام کے سکے جاری کروائے۔ مصر میں دولت "اخشیسیہ" ابھری جو منتقل ہو کر فاطمین کے پاس چلی گئی عراق میں "بنو بویہ" کا ظہور ہوتا ہے عراق میں عباسی خلفاء کی گرفت کمزور پڑ گئی افغانستان میں دولت "غزنویہ" اور شام میں "الحمدانیہ" وجود میں آجاتی ہیں۔ ایک عالمی تبدیلی کے آثار رونما ہونے لگے مگر اس کے باوجود بغداد و مصر اہم علمی مراکز تھے۔ علماء، ادباء، شعراء، و مؤلفین کی ایک بڑی تعداد کا تعلق اس دور سے ہے۔ اندلس خراسان اور فارس میں بھی علماء کی بڑی تعداد نے علم کی سر بلندی کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ مثلاً ابن مرتج، ابوالحسن اشعری، اسحاق شاشی، قاضی ابو الفرج، ابوالحسن کرخی اور ابوبکر بھصام و دیگر اسی صدی کے اکابرین میں نمایاں ہیں۔

اس فصل میں ہم تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ اصولیین کا مختصر تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات اور جہاں ضروری و مناسب ہوگا وہاں تحقیقی تجزیہ بھی پیش کریں گے۔ جس سے اصول فقہ کے تاریخی تصور اور مختلف ادوار میں کام کی رفتار و نوعیت کی صحیح تصویر کی عکاسی ہو جائے گی اختصار کی غرض سے ہم یہاں صرف اصولیین کے مختصر نام اور تاریخ ولادت و وفات ہجری کے بیان پر اکتفاء کریں گے جبکہ نام سے متعلق تفصیلات حواشی میں بیان کی جائیں گی۔

ابن ابی لیلیٰ (۴/ ۱۲۸ھ) ۳

کوفہ کے قاضی، فقیہ و مفتی رہے ابن خلکان نے لکھا :

۱ الفح المبین فی طبقات الاصلیین، عبد اللہ المصطفیٰ الراعی ۱۲۲/۱۲۵۔ الفظ کے حذف و اضافہ فقہ کے ساتھ بیروت محمد امین درج سند

۲ وفیات الایمان و انباء اہلہ و اولادہ، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۱۳۰/۱ مصر مطبعہ المسمیہ، احمد البابی المصنف ۱۳۱۰ھ

۳ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بن بلال الانصاری الکوفی (۶۹۳/۶۵۷) کوفہ میں وفات پائی

”کان محمد من اصحاب الراى وتولى القضاء بالكوفة واقام حاکما ثلاثاً ثلاثين سنة
ولى لىنى أمیه ثم لىنى العباس وکان فقیها مفتياً“
(محمد اصحاب الراى میں سے تھے۔ نو امیہ و عباسیہ کے ادوار میں تینتیس برس تک کوفے کے قاضی رہے وہ
فقہیہ و مفتی بھی تھے)

امام اعظم ابوحنیفہؒ (۱۵۰/۸۰ھ)

زندگی کے باون سال اُموی خلافت اور اٹھارہ برس عباسی دور میں گزارے۔ اُموی خلافت کا عہد شباب اور تنزلی
و انحطاط کا زمانہ آپ نے دیکھا۔ عباسی خلافت کا وہ دور بھی آپ کی نظر سے گزرا جب فارس میں خفیہ طور پر اس کی دعوت کا
آغاز ہوا۔ جب فارس و خراسان تقریباً عباسیوں کے زیر نگیں آ گیا اور عراق فتنوں اور خطروں سے پُر ہو گیا۔ عباسی لشکر
دار الخلافہ پر حملہ کر کے اُمویوں کا خاتمہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے تو امام ابوحنیفہ وہاں سے مکہ معظمہ آ گئے۔ چھ برس
مکہ مکرمہ میں مقیم رہنے کے بعد منصور کے عہد خلافت (۱۳۶ھ میں) بغداد واپس آ گئے۔ منصور کی طرف سے بغداد کے
منصب قضا کی پیش کش ٹھکرانے کی پاداش میں معتب کے گئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصول اور مناجح استنباط :

اصول اور مناجح استنباط میں آپ کی کسی تدوین کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں ہو سکا اور امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت
بالواسطہ تلامذہ و دیگر فقہاء مروی نہیں جس سے ان کی تفصیلات کا پتہ چل سکے۔ اب تک جو اصول مدون ہوئے وہ احکام
فرعیہ کے مجموعوں سے ماخوذ ہیں اور ان میں باہم ربط پیدا کرنے کے لئے معرض وجود میں آئے ہیں ان مدونہ اصول کو
بعد میں فروع کے اصول کی حیثیت دے دی گئی۔ مثلاً امام ابو الحسنؒ اور امام دہلویؒ کے دونوں رسالوں اور
فخر الاسلام البزدویؒ کی کتاب میں جو اصول موجود ہیں خواہ وہ فرعی احکام کے قواعد سے متعلق ہوں یا مذہب حنفی کے
طریق استنباط سے، امام ابوحنیفہؒ یا ان کے رفقاء عظام کسی سے بھی مروی نہیں بلکہ بانیان مذہب حنفی کے ان فروعیات سے
مستنبط ہیں جو ان سے ماثور و منقول ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حنفی مسلک کے اصول و مناجح کی پہچان، ان فروعیات
منقولہ سے اصول کا استنباط کرنا ان کی باہمی تطبیق اور ان میں صحت کو ملحوظ رکھنا بدشاوارکام ہے۔

اصولی قاعدوں کی امام اعظم کی طرف بلا واسطہ نسبت اور ان کی حیثیت :

بعض مقامات پر اصول بزدوی وغیرہ میں اصولی قاعدوں کی نسبت بلا واسطہ امام ابوحنیفہؒ یا ان کے رفقاء کی طرف کر دی جاتی ہے
مثلاً عام اور اس پر متفرع مسائل کی بحث میں امام بزدوی کہتے ہیں کہ عام بھی خاص کی طرح قرآن و حدیث دونوں میں ”قطعی الدلالة“
ہوتا ہے حنفی علمائے اصول کا یہی نظریہ ہے امام بزدوی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی کفائل تھے چنانچہ لکھتے ہیں :

۱۔ وفيات الاعيان و انباء ابناء الازمان، قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۳۵۱ھ

۲۔ ابوالحسن عبید اللہ بن حسین (متوفی ۳۲۵ھ)

۳۔ ابوزید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ و بوسی (متوفی ۳۲۵ھ)

۴۔ ۱۱۱۰ھ، علی بن محمد بن احمین فخر الدین ابوالحسن علی بن محمد البزدوی (متوفی ۳۸۶ھ)

”والدلیل علی ان الملازب هو الذی مکینا ان ابا حنیفہ رحمۃ اللہ قال ان الخاص لایقضی علی العام بل یجوز ان ینسخ الخاص بہ مثل حدیث العرنین فی بول مایو کل لحمہ۔“
 (اس بات کی دلیل کہ مذہب یہی ہے جو ہم نے بیان کیا امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ خاص عام پر قاضی نہیں ہو سکتا بلکہ ممکن ہے عام خاص کو منسوخ کر دے جیسے حلال مویشیوں کے بول کے بارے میں عربینہ والوں کی حدیث)
 بزودی اس اصل کو فروعات مرویہ پر مبنی بتانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کو براہ راست امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاص عام کو ختم نہیں کر سکتا بلکہ عام خاص کو منسوخ کر سکتا ہے۔

محققین کی آراء :
 شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۶۷۷ھ) کی تحقیق کے مطابق یہ نسبت یا اس طرح کی نسبت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی طرف درست نہیں وہ لکھتے ہیں :

” لا تصح بہا روایة عن ابی حنیفہ وصاحبہ “
 (ان کو ابوحنیفہؒ اور ان کے دونوں اصحاب سے مروی بتانا درست نہیں)

ابوزہرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے منقول اقوال کی حیثیت پر جو بحث کی اس کا خلاصہ یہ ہے :
 ”امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب نے اقوال نقل کئے ہیں وہ دلیل سے عاری ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ قول ایک اثر منقول، خبر مشہور، صحابی کا فتویٰ یا تابعی کی رائے پر ختم ہوتا ہو۔ ان اقوال میں یہ بھی مذکور نہیں ہوتا کہ امام نے کیسے یہ قیاس کیا؟ اور اگر امتحان ہے تو وہ کس اصول پر مبنی ہے؟ البتہ امام ابو یوسفؒ کی کتابوں میں کس حد تک یہ چیزیں موجود ہیں، لیکن ان کی تعداد قلیل ہے۔ بلاشبہ ایسے اقوال ہمیں امام ابوحنیفہؒ کی پہچان حاصل کرنے سے بہت دور پھینک دیتے ہیں جو اپنے عصر کے مشہور ترین ماہر قیاسیات تھے اور جن پر مخالفوں نے قیاس آرائی میں اخراق و مبالغہ کی تہمت دہری۔ یہاں تک کہ آپ کو سنت کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینے والے خیال کیا جاتا تھا اور یہ کہ اس طرح آپہوں نے اسلامی مجتہد کے شایان شان طریق سے تجاویز کیا اور یہ خیال اس لئے پیدا ہوا کہ امام محمدؒ کی کتابوں میں کوئی شاذ ہی ایسا قیاس ملتا ہوگا جس کی علت مذکور ہو اور اس کے استنباط و اطراک کی تفصیلات موجود ہوں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے وہ امتحان کہاں گئے! جن کے متعلق عام طور سے مشہور ہے کہ تلامذہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کی توت مدرکہ اور فطانت و فراست کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ البتہ جب امام قیاس کرتے تو تلامذہ ان کے قیاس میں جدل و مناظرہ سے کام لیتے تھے۔ بلاشبہ یہ ایسے ضلاء ہیں جنہیں ہم پورا کرنے کے ذواہش مند تھے تاکہ فقہ حنفی کی عمارت تکمیل پا سکتی۔ ہاں البتہ آپ کے اصحاب و تلامذہ کے جانشینوں نے دلائل سے اعتقاد کیا اور شرعی احکام میں استخراج قیاسات، وجود استحسان اور احکام عرف کے بیان کرنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ لیکن ہم کامل وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا بیان کردہ استدلال امام ابوحنیفہؒ کے ذہن کی پیداوار اور آپ کے منہارج اثبات احکام کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ امام صاحب نے

۱۔ اصولی ۱۷۱، البرودی ابوالحسن علی بن محمد بن حسین البرودی ۲۹۱/۱، کراچی صدف پبلیکیشنز سنہ

۲۔ محمد اللہ الباقی، شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۷۷۶ھ/۱۷۶۳ء)، ۱/۱، ادارہ المطابع المہدیہ ۱۳۵۲ھ

بہت سے پیش آمدہ مسائل میں قیاس و استحسان سے فتوے دیئے تھے، لیکن ان کبیر عدان کے تلامذہ کو جب ان قیاسی یا استحسانی فتاویٰ کی تائید میں کچھ احادیث مل گئیں تو ان سے مسائل قیاسیہ و استحسانیہ کو مدلل کر دیا گیا اور قیاس و استحسان کا تذکرہ چھوڑ دیا یا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے اور امام ابوحنیفہ کی تفکر میں ایک بحد سا پیمانہ ہو گیا۔“^۱

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے منسوب اصول و قواعد کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ الامتصاف فی بیان سبب الاختلاف میں فرماتے ہیں :

”انسی وجدت اكثر هم يزعمون ان بناء الخلاف بين ابى حنيفه والشافعى على هذا الاصول المدكورة فى كتاب البردوى ونحوه وانما الحق ان اكثرها اصول مخرجة على قولهم وعندى ان المسائل القائله بان الخاص مبین ولا يلحقه البيان وان الزيادة نسخ وان قطعى العام كالخاص وأن لاترجيح بكثرة الرواة وانه لايجب العمل بحديث غير الفقيه اذا انسد باب الراى ولا عبرة بمفهوم الشرط والوصف اصلا وأن موجب الامر هو الوجوب البتة، والمثال ذلك اصول مخرجة على كلام الائمة وانها لاتصح بها رواية عن ابى حنيفه وصاحبيه وانه ليست المحافظة عليها والتكف فى جواب مايرد عليها من ضائع المتقدمين فى استباطهم كما يفعله لبردوى وغيره“ .^۲

(اکثر لوگ اس زعم کا شکار ہیں کہ ابوحنیفہ شافعی کا اختلاف بردوی وغیرہ کی کتابوں میں ذکر کردہ اصولوں پر مبنی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ اصول زیادہ تر ان کے اقوال سے مستخرج ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ قاعدہ کہ ”خاص واضح ہوتا ہے اور اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں“ یا یہ کہ زیادہ علی کتاب اللہ نسخ کا حکم رکھتی ہے یا یہ کہ ”عام خاص کی طرف تعلق ہوتا ہے“ یا یہ کہ ”کثرت روایات موجب ترجیح نہیں“ اور یہ کہ ”غیر فقیہ راوی کی حدیث پر عمل کرنا ضروری نہیں، جبکہ حدیث پر عمل کرنے سے قیاس کا خلاف آتا ہو“ اور یہ اصول کہ ”شرط اور وصف کا مفہوم معتبر نہیں“ یا یہ کہ ”امر و وجوب کے لئے ہوتا ہے۔“ مذکورہ بالا جملہ اصول و قواعد ائمہ کے کلام سے مستخرج ہیں اور کسی روایت میں یہ ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب سے منقول نہیں ہیں۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان قواعد کی پابندی اور ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دینے میں تکلف سے کام لینا، جیسا کہ بردوی کا انداز ہے مستحسن کا شیوہ ہرگز نہیں تھا)

شاہ ولی اللہ مندرجہ بالا بیان کو اپنی کتاب ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں بھی لائے ہیں۔ پھر ان قواعد کے ائمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ اس قاعدہ ”غیر فقیہ راوی کی روایت خلاف قیاس ہو تو اس پر عمل نہیں کرنا چاہئے“ پر عمل ترک کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

”ویکفیک دلیلا علی هذا قول المحققین فی مسئلة لايجب العمل بحديث من اشتهر بالضبط والعدالة دون الفقه اذا انسد باب الراى كحديث المصراة ان هذا ملهوب عیسی بن

^۱ ابوحنیفہؒ حیات و عمرہ۔ آرا و فتوے، محمد ابوہریرہ ص ۱۹۳-۱۹۴، تلامذہ اہل حنفیہ نقل، کتبہ، دار الفکر العربی، طبع ثالث، ۱۹۶۰ء

^۲ الامتصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ شاہ ولی اللہ ص ۶۱، طبع مطبعہ مہا کاظمی سنہ

۱۱۱۱ھ۔ دارالطہانۃ، المربع، ۱۳۵۲ھ

ابان واختاره كثير من المتأخرين وذهب الكرخي وتبه كثير من العلماء الى علم اشتراط فقه الراوى لتقدم الخبر على القياس وقالوا لم ينقل هذا القول عن اصحابنا بل المنقول عنهم ان خبر الواحد مقدم على القياس الا ترى انهم عملوا بخير ابي هريرة فى الصائم اذا اكل او شرب ناسيا وان كان مخالفا للقياس حتى قال ابو حنيفة لولا الرواية لقلت بالقياس“۔

(ان قواعد کے ائمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر محققین کا یہ قول کافی ہے کہ قاعدہ ایک راوی جو ضبط و عدالت میں معروف ہو مگر فقہ میں شہرت نہ رکھتا ہو اس کی وہ روایت واجب العمل نہیں جس سے رائے و قیاس کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث صحرا (وہ بکری جس کا دودھ کئی روز سے دوہا نہ گیا ہو)۔ یہ عیسیٰ بن ابان کا مذہب ہے اور بہت سے متاخرین اس کے قائل ہیں، لیکن کرفی اور بہت سے علماء کے نزدیک روای کا فقیہ ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ حدیث، بہر حال قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ قول ہمارے اصحاب سے منقول نہیں کہ ایسی روایت کو ترک کر دیا جائے بلکہ خلاف ازیں ان کا قول یہ ہے کہ خبر واحد قیاس سے مقدم ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ”جب روز دار بھول کر کھاپی لے تو اس کا روزہ نہیں توڑتا“ پر عمل کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قیاس کے مخالف ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نہ ہوتی تو میں قیاس پر عمل کر کے روزہ کے ٹوٹ جانے کا حکم دیتا)

شاہ ولی اللہ کے بیان کی روشنی میں ابو زہرہ کی تحقیق کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

”مندرجہ بالا بیانات سے بلاشبہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جن قواعد کا احناف، مذہب حنفی کے اصولوں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یا اپنے ائمہ کے استنباط کا معنی قرار دیتے ہیں وہ ان کے ائمہ کے وضع کردہ نہیں ہیں تاکہ یہ کہا جاسکے کہ وہ ان اصول کے واضح تھے اور ان کی اساس پر استنباط کرنے کے پابند تھے، بلکہ یہ اصول ان متاخرین علماء کے وضع کردہ ہیں جو ائمہ حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے بعد پیدا ہوئے، جو ایسے قواعد کے استنباط کی طرف متوجہ ہوئے کہ جن کے مطابق مذہب حنفی کے فروعات کو ایک ضابطہ میں لائیں۔ پس یہ وضع کردہ ”اصول“ ”فروع“ کے بعد وجود میں آئے۔ لیکن اس کے باوجود کہ یہ اصول متاخرین کے استنباط کردہ تھے اور ائمہ و تلامذہ سے منقول نہیں ہیں تین امور کی طرف اشارہ اور حقائق کو اصل رنگ میں بیان کرنا ضروری ہے۔“

۱۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ سے استنباط کے اصول تفصیلاً منقول نہیں ہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ استنباط کرتے وقت کچھ اصول ضرور آپ کے پیش نظر ہوں گے۔ اگرچہ آپ نے انہیں مدون نہیں کیا جس طرح کہ فروعات کو آپ نے ایک جگہ جمع نہیں کیا کیونکہ ان منتشر اور متنوع فروعات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے جو بے انتہا فکری ربط و ضبط نظر آتا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ چند قواعد کے پابند ہوں گے اور کبھی ان کی حدود و جوانب سے تجاوز نہ کرتے ہوں گے۔ باقی رہا ان کو مدون نہ کرنا تو اس کا یہ معنی نہیں کہ ایسے اصول موجود ہی نہ تھے۔ کیونکہ آپ کے تلامذہ نے جو فروعات آپ سے روایت کئے ہیں وہ کب آپ نے مدون کئے تھے۔ اور اگر آپ کے اصحاب و تلامذہ نے آپ سے یہ اصول روایت نہیں کئے تو اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ فی الواقع ملحوظ بھی نہ تھے۔ انہوں نے آپ کے مسائل کے دلائل بھی سارے کہاں ذکر کئے ہیں بلکہ بہت کم دلائل نقل کر سکے ہیں۔

۲۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، دہلی ذیلی مطبعہ مہاکاشی سنہ

امام ابو یوسفؒ کی کتب کو دیکھئے جب وہ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء کے باہمی اختلافات کا ذکر کرتے ہیں تو دلائل سے صرف نظر کرتے ہیں۔ جیسے آپ کی کتاب "اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ" اور "الرد علی سیر الاوزاعی" میں یا "کتاب الخراج" میں جہاں امام ابو یوسف اپنا اور امام ابو حنیفہ یا دیگر آئمہ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح امام محمدؒ کی اکثر کتابیں بھی دلائل کے ذکر سے تو خالی ہیں مگر بسا اوقات استنباط کا معنی صاف جھٹکتا نظر آتا ہے۔

۲۔ جن علماء نے یہ اصول مدونہ استنباط کئے جیسے امام بزدوی وغیرہ۔ انہوں نے انہیں ائمہ مذہب ہی سے منقول اقوال و فروعات سے ان کو ڈھونڈ نکالا تھا پھر ان اصول و قواعد کو ائمہ مذہب کی طرف منسوب کر دیا بلکہ بعض وہ ایسے فروعات کا بھی ذکر کر دیتے ہیں جو اس قاعدے کے صحیح النسبہ ہونے کی دلیل ہوئی یا بالفاظ صحیح تر ان فروعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں قاعدہ فروعات سے احکام استنباط کرتے وقت ائمہ کے پیش نظر تھا اور جہاں وہ ائمہ کی جانب منسوب فروعات کا تذکرہ نہیں کرتے۔ تو وہ حنفی مذہب کے بعض فقہاء کے آراء و افکار ہوتے ہیں جیسے کرخی وغیرہ۔ لیکن ان کا تعلق زیادہ تر نظری امور سے ہوتا ہے عملی سے نہیں، یا بہت ہی کم۔ بنا بریں ہم اصول فقہ حنفی کو دو قسموں تقسیم کر سکتے ہیں :

پہلی قسم کے وہ اصول ہیں جو آئمہ حنفیہ کی جانب منسوب ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے انہیں استنباط کرتے وقت ملحوظ رکھا۔ اسی سلسلہ میں وہ ایسی فروعات کا ذکر کرتے ہیں جو صحت قاعدہ پر دلالت کرتی ہیں یا بالفاظ صحیح تر ان کی صحت نسبت معلوم ہوتی ہے یعنی یہ کہ ان کی نسبت آئمہ کی طرف درست ہے۔

دوسری قسم کے اصول ہیں حنفی فقہاء کی آراء، مثلاً ثقہ و ضابطہ غیر فقہ راوی کی روایت کو مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے قبول نہ کرنے کے بارے میں عیسیٰ بن ابان کی رائے (جس کو ایک اصولی قاعدہ بنا لیا گیا)۔

امام ابو حنیفہؒ کے افکار و نظریات کے تفصیلی اصولوں کا مطالعہ کرتے وقت قسم اول کا اہتمام ضروری ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوگا کہ مثلاً فلاں قاعدہ کہاں تک فروعات پر حاوی ہے۔ ہمارا اعتماد اس بارے میں ان کتابوں پر ہوگا جن میں ایسے اصول مذکور ہیں۔ اس ضمن میں اصول فخر الاسلام بزدوی سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس پر کسی دوسری کتاب کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

۳۔ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ سے استنباط کے تفصیلی قواعد منقول نہیں ہیں تاہم استدلال کے قواعد عامانہ سے ضرور مروی ہیں۔ کتب مناقب اور آپ کی سیرت و سوانح پر مشتمل کتب میں ان مرتبوں کی تفصیلات مذکور ہیں جن سے آپ نے اپنی فقہی پیاس بجھائی۔ ان دلائل کے ذکر و بیان میں آپ کے متواتر اقوال موجود ہیں۔ اگرچہ جملہ ہیں اور ان میں تفصیلات درج نہیں ہیں، بلاشبہ ان اصول کی درست کے وقت جن پر امام صاحب کا استنباط معنی تھا۔ ان اولہ تھبہ کی طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے، جنہیں آپ نے ذکر فرمایا ہے۔

قواعد قیاس کی تدوین میں امام ابو حنیفہؒ کا کردار :

امام ابو حنیفہؒ قیاس فقہی کے امام تھے۔ جو نصوص کے پوشیدہ گوشوں سے علل الاحکام ڈھونڈ نکالتے تھے۔ پھر ان کے حکم میں عموم پیدا کرتے۔ علل و نصوص میں معارضہ میں ایسی عادلانہ تطبیق کرتے کہ نہ نص سے دُور ہتے اور نہ قیاس کو ہاتھ سے

۱۔ ابو حنیفہؒ حیات و عصرہ ارادہ وقتہ۔ محمد ابو زہرہ، ص ۲۳۲-۲۳۳، الاصول الہی بن علیہا ابو حنیفہؒ دار الفکر العربی، طبع ثالث ۱۹۶۰ء

جانے دیتے۔ جب کسی موقع پر قیاس ناسازگار ہوتا تو اس مسئلے میں استحسان کی طرف رجوع کرتے اور اس سے آگے نہ بڑھتے۔ وہ قیاس کی قباحت کو ان مقامات میں دُور کر دیتے جہاں وہ موزوں نہ ہوتا اس کے عموم کو باقی رکھتے اور اس کے تلازم کو زائل کر دیتے۔ امام ابوحنیفہ سے کہیں منقول نہیں کہ آپ نے قیاس کے بارے میں کچھ بتایا ہو۔ آپ نے یہ کام اپنے تلامذہ پر چھوڑ دیا مگر انہوں نے سوائے قیاس کے تو انہیں مرتب کرنے کے سب کچھ مرتب کر دیا۔ لیکن واضح رہے کہ بلاشبہ امام ابوحنیفہ اپنے قیاسات میں خاص قواعد کی پابندی کرتے تھے۔ استخراجِ علل میں بھی آپ ایک فکری نظام کا التزام قائم رکھتے تھے جو آپ کے پیش نظر رہتا۔

بہر حال چونکہ امام ابوحنیفہ قیاس کے اصول و قواعد کو ترتیب نہ دینے پائے تھے۔ اس لئے جب حنفی فقہ کے مجتہدین کا دور آیا تو انہوں نے آپ سے منقولہ فروع سے ایسے جامع روابط استنباط کئے جن سے احکام میں ربط و ضبط پیدا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ان ضوابط سے بھی تعرض کیا جن کو قیاسات میں امام ابوحنیفہ پیش نظر رکھتے تھے۔ تاہم چند ایسے قواعد کا ذکر بھی کیا جن کی پابندی سے آپ آزاد تھے۔ فروع منقولہ سے استخراجِ اصول کرنے والے مجتہدین نے قیاس کے جو قوانین مستبیط کئے ہیں انہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ قیاس سے استنباط کردہ اکثر فروع پر منطبق ہوتے ہیں اور جن قواعد میں فقہائے حنفیہ نے امام شافعی سے ان کے اصولوں میں مناقشہ کیا ہے ان میں علتوں کی ایسی تصویر کھینچ دی ہے جن پر احکام ماثورہ ٹھیک منطبق ہو گئے اور جہاں یہ انطباق درست نہیں بیٹھ سکا وہاں بڑی مضبوطی اور باریک بینی سے ان کی وجہ تخریج بیان کر دی ہے۔ فخر الاسلام کے بیان کردہ احکامِ علل اور ضوابطِ قیاس ہی امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کی اصلی تصویر ہیں۔

زفر بن ہذیل (۱۱۰ھ - ۱۵۸ھ) ۱

امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہ کر فقہ الرائے حاصل کی رائے کا غلبہ پایا۔ حنفیہ کے آئمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں۔ آپ قیاس و اجتہاد میں بلند مقام رکھتے۔ ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) نے لکھا:

”کان من اصحاب الحدیث ثم غلب علیہ الراى وهو قیاس“ ۲

(اصحاب حدیث میں سے تھے پھر رائے کا ان پر غلبہ ہو گیا اور وہ قیاس ہے)

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ و اصحاب کا تقابل کرتے ہوئے لکھا۔ جعفر بن لیس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام مزنی کے پاس تھا تو:

”فوقف علیہ رجل فساله عن اهل العراق فقال له: ماتقول فی ابی حنیفة؟ فقال سیدهم قال

فابو یوسف؟ قال اتبعهم للحدیث، قال فمحمد بن الحسن قال اکثرهم تفریعا قال فزفر؟ قال

احمد هم قیاسا“ ۳

۱ زفر بن الہدیٰ بن قیس بن سلیم بن قیس (۷۲۸-۷۷۴ھ)

۲ وفیات الامیاء و انباء ابناؤ الامان ابن خلکان متوفی ۶۷۱ھ، ۱۹۰۱ھ، مصر، المطبعۃ الحمدیہ احمد البانی الخلیفی ۱۳۱۰ھ

۳ تاریخ بغداد۔ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۲۳۶/۱۱۴ھ، ۷۵۵ھ، بیروت دارالکتب العلمیہ سنہ

(ایک شخص امام مزنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا : ”بوحنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ امام مزنی کہا ”اہل عراق کے سردار اس نے پھر پوچھا ”اور ابو یوسف کے بارے کیا ارشاد ہے؟“ امام مزنی بولے ”وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں“ اس شخص نے پھر کہا اور ”امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟“ مزنی فرماتے گئے، ”وہ تفریعات میں سب پر فائق ہیں۔“ وہ بولا، اچھا تو ”زفر“ کے متعلق فرمائیے؟“ امام مزنی بولے : وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں“)

اصول میں آپ کی آراء :

اصول میں آپ کی آراء میں سے بعض مذہب ابوحنیفہؒ کے خلاف ہیں ان سے چند یہ ہیں وہ فرماتے ہیں :

”الاصول عندی أن الخلاف فی صفة الماذون فیہ معتبر فاذا اذن شخص لأخر فی تطلیق زوجته طلقه رجعیة ، فواقع الماذون له طلقه باننة ، لم يقع الطلاق اصلا ، لأنه خالف الصفة التي اذن له فیها وقال ابو حنیفة و ابو یوسف ومحمد يقع الطلاق رجعیاً“ ۱۔

(میرے نزدیک اصل ہے کہ صفت ماذون میں خلاف کا اعتبار ہوتا ہے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دینے کا اختیار کسی دوسرے شخص کو دیا اور اس نے طلاق بائن دے دی تو اصلاً طلاق واقع نہیں ہوگی چونکہ اس صفت میں اختلاف پیدا ہو گیا جس کی اجازت دی گئی تھی۔ جبکہ ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے نزدیک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی)

اسی طرح ان کی ایک رائے یہ بھی ہے :

”أن المرأة اذا ادعت علی زوجها ، انه طلقها تطلیقة باننة ، واقامت شاهدين ، شهد احدهما باننه طلقها باننا ، وشهد الاخر باننه طلقها طلاقاً رجعیاً ، ردت شهادتهما ، ولم یثبت الطلاق كما قال زفر ، ويقول الثلاثة نقبل شهادتهما علی طلقه رجعیة“ ۲۔

(اگر کوئی عورت دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے طلاق بائن دی اور دو گواہ بھی پیش کرے ، ان میں سے ایک طلاق بائن کی اور دوسرا طلاق رجعی کی شہادت دے اور ان دونوں کی شہادت رد کر دی جائے گی اور طلاق کا وقوع ثابت نہیں ہوگا اسی طرح امام زفر نے فرمایا ہے مگر (ان کے سوا) تینوں (امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) نے فرمایا کہ ہم ان دونوں کی شہادت طلاق رجعی کے طور پر مان لیں گے)

مؤلفات :

ابن ندیم نے کہا کہ انہوں نے کتب تالیف کیں ۳ مگر ان کے اسماء و فنون نہیں بتائے ، شاید ان میں باقاعدہ اصول فقہ پر بھی الگ سے کوئی کتاب ہو۔

۱۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین۔ عبد اللہ مصطفیٰ المرانی، ۱۰۷۱ھ، بیروت محمد امین دہج سنہ ۲۰۰۲ حوالہ سابق

۲۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق الوراق شیعی ستونی ۳۸۵ھ ص ۲۵۶ (فی اخبار ابوحنیفہ واصحابہ)، کراچی نور محمد سنہ

۳۔ ابو عبد اللہ مالک بن انس ثم مالک بن ابی عامر بن عمرو الامشی المدنی (۱۷۱ھ-۸۰۵ھ)، مدینہ المنورہ میں وفات پائی

امام مالک (۹۳ھ - ۱۷۹ھ) ^۱

مذہب مالکی کی تدوین اور اصول : امام مالک نے ولید بن عبدالملک اموی کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ ہارون رشید عباسی کے زمانے میں وفات پائی۔ امام مالک کا مذہب کس طرح مدون ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے فقہ پر دو کامل اور جامع کتابیں تالیف کیں۔ یہی دونوں ان کے مذہب کی اصل ہیں۔ پہلی کتاب ”الموطا“ اور دوسری ”المدونة الكبرى“ ہے جن کا تعارف مندرجہ ذیل ہے :

الموطا : یہ امام مالک کی تصنیف ہے۔ مختلف روایتوں سے اس مجموعہ کی نسبت امام صاحب تک مستند ہے۔ اس میں صحیح احادیث، اخبار، آثار، صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ جمع کئے ہیں اور اپنی رائے پیش کی۔ اگرچہ یہ حدیث و آثار کی کتاب ہے لیکن اس کا لہجہ باب فقہ ہے۔ یہ کتاب ان طرق اور اصول پر مشتمل ہے جو امام مالک حدیث پر کھنے، راویوں کے جانچنے اور اپنی فقہی رائے دینے میں استعمال کرتے ہیں اور یہ کتاب ان اصولوں پر مشتمل ہے جن کو وہ استنباط کے طریقوں اور اپنی فقہ کے استدلال میں استعمال کرتے تھے۔

المدونة : اس کتاب کو امام مالک نے خود تو نہیں لکھا جس طرح موطا کو لکھا، وہ ان کے بعد ہی لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا سبب کیا تھا؟ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ امام مالک کے بعض شاگردوں نے امام محمد (شاگرد ابوحنیفہ) کی کتابیں دیکھیں اور ان کا مطالعہ کیا تو ارادہ کیا کہ امام مالک کے فتوے بھی ان کے مسائل کی طرح بنائے جائیں اس کا تذکرہ دوسرے ساتھیوں سے بھی کیا ان لوگوں نے ان مسائل کے متعلق امام مالک سے روایت کئے ہوئے ایسے فتوے نہیں پائے اور نہ ان لوگوں کو امام مالک کے شاگردوں سے روایت کئے ہوئے ایسے فتوے ملے جن میں امام مالک کے فقہ کی روشنی میں قیاس کر کے اجتہاد کیا ہو۔ تو پھر اس قسم کے فتوے ترتیب دیئے گئے اور ان کا نام ”مدونة الكبرى“ ہو گیا۔ انہیں ”حون“ نے روایت کیا تھا۔ اس کا کتاب میں امام مالک کی آراء بالخصوص کو جمع کیا۔ اور اسے بھی جمع کیا ہے جس کا استنباط امام مالک کے فتاویٰ سے صحیح سمجھا گیا۔ اس اعتبار سے یہ مذہب مالکی کی صورت ہے جس کی انہوں نے روایت کی یا جیسا کہ اصحاب امام مالک نے سمجھا، وہ لوگ جو امام کے طریقے پر چلے اور جنہیں مالکی رائے میں اجتہادی فضیلت حاصل تھی چونکہ مدونہ اس طریقہ سے لکھی گئی اور اسے مذہب مالکی کے علماء میں قبولیت عام حاصل ہوئی اس لئے ان لوگوں کو حق پہنچتا ہے جو بعد میں آئے کہ وہ اس اطمینان کا سبب معلوم کریں۔

جہاں تک مالکی مذہب کے اصول کی تدوین کی بات ہے جنہیں امام مالک نے اپنے استنباط کے وقت منضبط کیا تو ہم دیکھتے ہیں کہ امام مالک نے اپنے اصول پر کوئی نص صریح و واضح اور مرتب شکل میں پیش نہیں کی۔ جیسا کہ ان کے بعد ان کے شاگرد امام شافعی جب وہ اپنی فقہ کے اصول استنباط مرتب کرنے بیٹھے تو نص قطعی پیش کی ہے لیکن اس کے باوجود پڑھنے والا جو موطا کا بغور مطالعہ کرتا ہے اتنی استطاعت حاصل کر لیتا ہے کہ وہ امام مالک کے اصول پہچان لے۔ وہ اصول جنہیں وہ اپنے مسلک کے اجتہاد میں استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ ایک ایک کر کے گنا تے نہیں ہیں۔ اسی طرح ”المدونة“ کا مطالعہ بھی متلاشی پر بہت کچھ واضح کر دیتا ہے۔ پھر یہ کہ امام مالک نے جو مسائل اپنے ہمعصر مجتہدین کو لکھے ان میں وہ اصول کو بیان کرتے ہیں۔

جیسا کہ اس بات کی شہادت ”رسالہ اللیث“ میں ہے جو امام مالک کو لکھا گیا تھا ان دونوں بڑے زبردست اماموں میں اصول استنباط پر بحث چھڑ گئی تھی۔ اگرچہ یہ تمام ماخذ اصول مالک سے پڑے اٹھاتے ہیں لیکن اس میں اشارے ہیں پوری تعبیر نہیں ہے۔ یہ اشارے واضح اور روشن بھی نہیں ہیں بلکہ مجمل ہیں۔ اگرچہ ان میں ابہام بھی نہیں ہے اسی لئے ان اصولوں کے تعارف کے وقت ہم انہی پر انحصار نہیں کرتے بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہم ان علماء کے اقوال سے بھی تائید حاصل کریں جنہوں نے امام مالک کے بعد ان اصولوں کی معرفت میں عمر بسر کی ہے۔

فقہائے مدینہ اور فقہائے عراق کے طریقہ استنباط میں فرق :

اہل مدینہ اپنے اکثر استنباط میں اثر پر اعتماد کرتے ہیں اور عراقی علماء کی فقہ میں رائے کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ امام مالک نے جو طریقہ رائے اختیار کیا وہ ایسا نہیں جو امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور تمام اہل عراق نے اختیار کیا۔ امام مالک بیک وقت حدیث میں بلند مقام کے حامل اور فقہیہ رائے بھی تھے۔ امام مالک حدیث کا درس دیتے اور اصول فقہ جسے انہوں نے کتاب و سنت سے مخصوص کر لیا تھا اس سے اگر مقابلہ کرتے تو وہ حدیث کی ضعف روایت سے بھی فیصلہ کرتے اور ساتھ اس عمل کی بھی مطابقت دیکھتے جس پر اہل مدینہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے قریبی زمانے میں عمل پیرا تھے۔ رائے میں ان کا مسلک فقہائے عراق کے مسلک کی طرح نہیں تھا بلکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ جس باب میں قرآن و سنت اور آثار صحابہ موجود نہیں ہیں وہ ان میں مصالح پیش نظر رکھتے۔ اس لحاظ سے ان کے نزدیک مصلحت قیاس کرنے کا شرعی ضابطہ ہے جب قرآنی نص نہیں ہوتی یا تحریم کے لئے سنت موجود نہیں ہوتی یا آثار صحابہ بھی نہیں ہوتے تو وہ مصلحت کو شرع اسلامی سمجھتے ہیں اور قرآن و سنت کو مصالح عام سے قریب کرتے ہیں۔

ابوہریرہ حدیث وفقہ کی کتاب ”الموطا“ سے مثالیں دے کر ان کے فقہی استنباط پر یوں روشنی ڈالتے ہیں :

”هذه مثله سقناها، ومنها تستبين ان المؤطا كتاب فقه، وحديث، وان الاحاديث التي ذكرت فيه المقصود من سوقها هو استنباط قضايا الفقه من نصوصها، تخريج الاحكام على مقتضاها، وان لم يقتصر على الاحاديث يروها ويستنبط منها، بل يذكر اقصية الصحابة، ويحكم بمتضاها، يختار من بينها ما يراه انسب، واصلح في المسالة التي يستفتى فيها، ويذكر الامر المجتمع عليه في المدينة، و تشير الى احكام القضاة بها، ويقبس ما لم يجد له حكما على ما علم من اقصية الصحابة وقد عابت كيف قاس حال المفقود التي تعدد زوجته عدة الوفاة بعد باربع سنين، ثم تزوج على حال غائب الذي طلق زوجته وعلمت بالذلاق ولكنه راجعها في العدة، ولم تعلم، فتزوجت، ومن كل هذا يتبين ان المؤطا كتاب يحكي مسلك مالک في الاستنباط ادق حكاية، ولكنه يحكيه في استنباط الفروع، ولا يبين قواعد الاصول بينا كاملا، وقد استنبطها المالكية في الفقه من بعد“۔^۱

۱۔ مالک حیات و عصر، آراؤہ و فقہ، محمد ابوہریرہ، ص ۲۲۳۔ قاہرہ مکتبہ الانجیلو المصریہ، طبع ۱۳۸۵ھ سنہ ۱۹۶۵ء

”یہ مثالیں جو ہم نے بیان کیں ان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ موطا فقہ کی کتاب ہے اور حدیث کی بھی کتاب ہے لیکن احادیث جو اس میں بیان کی گئیں ہیں ان کے لانے سے یہ فرض ہے کہ ان سے فقہی فیصلے کا استنباط کیا جائے اور ان سے دلیل حاصل کی جائے اور ان کے مقتضاء کے موافق احکام کی فرمیں اور شاخیں نکالی جائیں۔ امام صاحب صرف احادیث کی روایتوں پر اکتفا نہیں کرتے۔ نہ صرف انہی سے استنباط کرتے ہیں بلکہ صحابہ کے فیصلے بیان کرتے ہیں اور ان کے موافق حکم لگاتے ہیں اور ان میں سے وہ رائے پسند کرتے ہیں جسے زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں، جسے اس مسئلہ میں مصالح سے زیادہ قریب پاتے ہیں۔ پھر اس سلسلہ میں مدینہ کے اجماع کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہاں کے قاضیوں کے فیصلوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں صحابہ کے فیصلوں کا علم نہیں ہوتا تو قیاس کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھ ہی لیا کہ کس طرح قیاس کیا اس مفقود کے حال پر کہ جس کی بیوی نے وفات کی عدت پوری کر لی اور اس پر چار سال بھی گزر چکے تھے۔ پھر قیاس کیا اس غائب کے حال پر کہ عورت نکاح کر لیتی ہے۔ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی طلاق کا بیوی کو علم تھا اور شوہر نے بیوی کی طلاق کی مدت میں رجعت کر لی اور رجعت کا بیوی کو علم نہیں ہوا اور اس نے نکاح کر لیا۔ اس تمام سے ظاہر ہوتا ہے کہ موطا ایسی کتاب ہے جس میں ادق مسائل کے سلسلہ میں امام مالک کے استنباط کرنے کا مسلک معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اسے فروع کے استنباط کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔ اصول کے قواعد کا کمال بیان نہیں کرتے ہیں۔ پھر بعد میں مالکیوں نے اس سے استنباط کر کے اصول و قواعد مرتب کئے ہیں۔“

مالکی فقہ کے اصول کی تدوین میں امام مالک کے کردار پر ابوزہرہ کی بحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

امام مالک نے جن اصولوں پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی انہیں مدون نہیں کیا تھا اور جن اصولوں سے انہوں نے فروع کے احکام کا استخراج کیا انہیں منضبط نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے خود کو اصولوں کا پابند رکھا تھا۔ وہ اس معاملہ میں اپنے معاصر ابوحنیفہ کی طرح تھے اور اپنے شاگرد امام شافعی کی طرح نہیں تھے جنہوں نے استنباط کے لئے اصول مدون کئے اور انہیں ضبط میں لائے اور ان کے اعتبارات و اسباب بیان کر دیئے اور استدلال میں ان کا مقام بنادیا۔ لیکن امام مالک نے اگرچہ استنباط کے لئے فقہی اصول کا ذکر نہیں کیا لیکن بعض فتوؤں، مسلوں اور احادیث کی تدوین میں ان کی طرف اشارہ ضرور کر دیا۔ یہ احادیث خواہ مستند متصل مستند ہوں یا منقطعہ مرسلہ اور بلاغات ہوں۔ اگرچہ انہوں نے اپنے مسلک و منہاج کی وضاحت نہیں کی اس سے مدافعت نہیں کی اور لینے کے اسباب منضبط نہیں کئے لیکن وہ انہی چیزوں کی طرف متوجہ رہے۔

مثلاً موطا سے ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ مرسل، منقطعہ اور بلاغات کو قبول کرتے ہیں لیکن ان کے لینے کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں اس لئے کہ وہ اس زمانہ میں ان کی اسناد کی ضرورت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے وہ اس بات پر اپنی کافی توجہ مبذول کرتے تھے کہ کون حدیث بیان کرتا ہے اور اس کے متعلق وہ کافی تسلی حاصل کرتے تھے۔ لہذا بیان کرنے والا ثقہ عقل مند اور فقیہ ہے تو سلسلہ کی ضرورت نہیں۔ امام مالک نے اہل مدینہ کے عمل کو لینے کو بھی تصریح کر دی ہے اور اس کے اسباب و دلائل پر روشنی ڈالی ہے۔ موطا قیاس کو قبول پر مشتمل ہے جیسا کہ آپ ان کا قیاس زوجہ مفقود کے سلسلہ میں دیکھ چکے ہیں کہ جب اس کا شوہر واپس لوٹا اس کے بعد کہ اس کی زوجہ مطلقہ نے جسے ابھی طلاق دی تھی، نکاح کر لیا اور پھر

رجعت کر لی۔ اور عورت کو صرف طلاق کا علم تھا اور رجعت کرنے کی خبر نہیں تھی، لہذا اس حال میں اس نے نکاح کر لیا۔ اسی طرح آپ مؤطا میں دیکھیں گے انہوں نے تصریح کی ہے یا استنباط کے اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر چنانچہ اصول کی توضیح اور توجیہ موجود نہیں ہے وہ قیاس اور اس کے مراتب میں علت کے ضابطے بیان نہیں کرتے ہیں اور نہ اس کی قسم کی تفصیل ملتی ہے۔

مذہب مالکی کے فقہاء نے فقہ میں وہی کام کیا جو مذہب حنفی کے فقہاء نے کیا تھا انہوں نے فروغ کو دیکھا ان کی تحقیق کی اور ان سے ان اصول کا استخراج کیا جن سے اس عظیم مذہب کے استنباط کا طریقہ مقرر ہو سکتا ہے۔ اور ان استنباط کئے ہوئے اصول کو اصول مالک کے نام سے مدون کیا۔ مثلاً کہتے ہیں، امام مالک اس بات میں مفہوم مخالف لیتے ہیں۔ طرز خطاب سے ظاہر ہوتا ہے، ظاہر قرآن سے اور کہتے ہیں علی العموم ایسا اور ایسا اور حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ امام مالک کے اقوال نہیں ہیں کہ ان سے چلے آ رہے ہوں ان کی ان سے روایت کی گئی ہو بلکہ یہ ان فروغ سے نکالے گئے ہیں جو امام مالک سے پہنچی ہیں۔ ان کے تفصیلی دلائل انہی کے سلسلہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں، فقہاء ان کے بعد بیان کر دیتے ہیں اس کے سوائے استدلال ممکن نہیں ہے۔

ہمارے لئے ضروری نہیں ہے کہ ہم ان اصولوں کو مان لیں کہ یہ امام مالک کے مذہب کے اصول ہیں اس لئے کہ ان علماء کی کوششیں ان میں صرف ہوتی ہیں۔ نہ یہ مناسب ہے کہ ہم ان اصولوں کو رد کر دیں اس لئے کہ وہ امام مالک سے ہمیں نہیں پہنچے ہیں۔ لیکن ہم پر یہ ضرور فرض ہے کہ جو امام مالک کے ثابت شدہ اقوال ہیں اور تصریحات ہیں ان سے جو متفق و موافق نہ ہوں انہیں رد کر دیں اور قبول نہ کریں یا جو بعض فروغ پر تو منطبق ہوتے ہیں اور اکثر پر منطبق نہیں ہوتے انہیں قبول نہ کریں۔ ہم تمام اصول میں جو علماء نے بنائے ہیں اور اس میں کوشش کی ہے، یہی صریح اختیار کریں گے۔ ہم ان سے محض اس وجہ سے انکار بھی نہیں کریں گے کہ اس میں امام صاحب کا اثر ثابت نہیں ہوا ہے بلکہ ہم اس وقت رد کریں گے جب کہ ان کے ہم تک پہنچے ہوئے اقوال کے خلاف ہو۔

لہذا جو بات علماء کے نزدیک مقرر اور ثابت ہے وہ قبول کرنے اور اعتبار کرنے کے قابل ہے جب تک اس کے خلاف دلیل ثابت نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو ہم انکار کر دیں گے اس لئے اس کے سلطان پر دلیل ہوگی، محض انکار سے کام نہیں چلے گا۔ اس لئے کہ جو بات علماء نے قبول کی ہے اسے ان کا قبول کرنا ہی مستحب بنا دیتا ہے اور ان کے قبول کر لینے کی وجہ سے ظاہر اصححت کی دلیل موجود ہوگئی۔ یہ تمام اصول ثبوت کے ساتھ مالکیوں کے علم اصول کی کتابوں میں یا شرحوں میں جو انہوں نے مؤطا پر حاشیے لکھے ہیں، ان میں سب موجود ہیں۔ یہ علماء ہر قاعدہ میں کہہ دیتے ہیں امام مالک کی یہ رائے ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے فروغ سے حاصل کیا ہے۔ آپ عراقیوں کو دیکھیں گے کہ وہ کتاب التفتیح میں قاعدہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ امام مالک کی رائے بیان کرتے ہیں جمہور کے موافق ہے یا مخالف ان آراء کے مجموعہ سے مذہب مالکی کے اصول مدون ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی نسبت اس جلیل القدر امام کی طرف ہے اور اس نسبت کی قوت ہے۔ اس میں شک نہیں انہی پر مالکیوں کے اقوال کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور یہی ہیں کہ ان پر ان مذہب کے متقدمین اور متاخرین کی تخریج اور استنباط قائم ہے، ان سے نتائج نکالے گئے ہیں۔

امام ابو یوسف حنفی (۱۱۳ھ/۸۲ھ) نے آپ نے امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہ کر فقہ کی تعلیم حاصل کی مگر کئی مواقع پر اپنے استاد امام ابو حنیفہ کی رائے سے اختلاف بھی کیا اور اس پر دلائل پیش کئے۔ کتاب "اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ" میں آپ نے وہ مسائل مع دلیل و برہان جمع کئے جن میں امام ابو حنیفہ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف تھا۔ ان میں سوائے چند ایک مقام کے آپ نے امام ابو حنیفہ "کا ساتھ دیا۔ آپ سے کئی کتب منسوب کی جاتی ہیں، ہم صرف ان کے اصول منہج کو جاننے کے لئے صرف "کتاب الخراج" کو زیر بحث لا رہے ہیں۔

کتاب الخراج : یہ قاضی ابو یوسف کا ایک خط ہے جو خلیفہ ہارون رشید کے نام ارسال کیا۔ اس میں انہوں نے حکومت کے مالی وسائل و ذرائع آمدنی کی تفصیلات ذکر کیں۔ ان کا زیادہ اعتماد قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے۔ احادیث روایت کر کے ان سے علل کا استنباط اور صحابہ کے ان پر عمل کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے اقوال سے ان کے افعال کا ثبوت نکالتے ہیں اور جب قیاس درائے میں صحابہ سے اختلاف کرتے ہیں تو اسے علل پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ آپ کے بعض قیاسات جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں تو وہ خود ہی اپنے قیاس پر فرضی اعتراض وارد کر کے اس کا مدلل اور تسلی بخش جواب دیتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل مثال میں وہ ایک فرضی اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں :

"قیل لابی یوسف : لم رأیت أن یقاسم أهل الخراج ما أخرجت الأرض من صنوف العلات، وما أثمر النخل والشجر والكرم على ما قد صنعته من المقاسمات، ولم تردهم الى ما كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه وضعه على ارضهم ونخلهم وشجرهم وقد كانوا بذلك راضين وله محتملين، فقال ابو يوسف : ان عمر رضى الله تعالى عنه رأى الارض فى ذلك الوقت محتلمته لما وضع عليها، ولم يقل: حين وضع عليها ما وضع من الخراج ان هذا الخراج لازم لأهل الخراج وحتم عليهم ولا يجوز لى ولمن بعدى من الخلفاء ان ينقص منه ولا يزيد فيه ، بل كان فيما قال لحديفة و عثمان حين اتياه بغبر ما كان استعمالهما عليه من ارض العراق "لعلكما حملتما الأرض مالا تطبيق" دليل على انهما لو أخبره انها لا تطبق ذلك الذى حملته من اهلما لنقص مما كان جعله عليهم من الخراج ، وانه لو كان ما فرضه وجعله على الارض حتمالا يجوز النقص منه ولا الزيادة فيه ماسالهما عما سالهما عنه نم احتمال اهل الأرض او عجزهم وكيف لايجوز النقصان من ذلك والزيادة فيه و عثمان بن حنيف يقول مجيباً لعمر رضى الله تعالى عنه حملت الارض امرأهى له مطيقة، ولو شئت لضعفت على الارض، اوليس قد ذكر انه قد ترك فضلا لو شاء ان ياخذها؟ وحديفة يقول مجيباً لعمر رضى الله تعالى عنه ايضا: وضعت على الارض امرأهى له محتملة وما فيها كثير فضل".

۱۔ قاضی القضاة۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری (۷۹۸ھ/۷۳۱ھ)

۲۔ کتاب الخراج۔ امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ۔ ص ۸۳، ۸۵۔ مصر۔ مطبعہ السلفیہ طبعہ ۱۳۸۲ھ

”ابو یوسف سے دریافت کیا گیا کہ اہل خراج کی اراضی سے حاصل شدہ غلے اور ان کے پھل وار درختوں مثلاً کھجور، انگور اور دیگر اشجار کے پھلوں میں آپ جو ایک مخصوص تقسیم کے قائل ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے ہوئے وہی خراج کیوں نہیں لیا جو حضرت عمرؓ نے اہل خراج کی اراضی، کھجوروں اور درختوں پر مقرر کیا تھا جب کہ اہل خراج اس پر اراضی تھے اور خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ ابو یوسف نے جواب دیا: ”حضرت عمرؓ کو جو نبی معلوم تھا کہ جو خراج اس زمین پر مقرر کیا گیا ہے وہ اس کی حیثیت سے زیادہ نہیں اور زمین اسے برداشت کرنے کے قابل ہے۔ آپؓ نے خراج مقرر کرتے وقت یہ نہیں فرمایا تھا کہ اہل خراج کے لئے ہمیشہ یہ ادا نگلی ضروری ہے اور مجھے اور میرے جانشینوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس میں کمی بیشی کر سکیں۔ بلکہ سرزمین عراق میں آپ کے عامل حذیفہ اور عثمانؓ جب وہاں کی بہترین پیداوار لے کر آئے تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ”شاید تم نے اس زمین پر اتنا خراج مقرر کیا ہے جسے وہ برداشت کرنے کے قابل نہیں۔“ حضرت عمرؓ کے الفاظ اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ اگر آپ کے عامل اعتراف کر لیتے کہ زمین خراج کی اتنی بھاری رقم برداشت نہیں کر سکتی تو آپ ضرور اسے کم کر دیتے۔ اور اگر آپ کو مقرر کردہ خراج قطعی اور حتمی ہوتا اور اس میں کمی بیشی کا امکان نہ ہوتا تو آپ ان سے ہرگز نہ پوچھتے کہ زمین قابل برداشت ہے یا نہیں؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس میں کمی یا اضافہ کا احتمال نہ ہو۔ جب عثمان بن حنیفہؓ حضرت عمرؓ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، ”زمین کے لئے یہ خراج قابل برداشت ہے اور اگر میں چاہوں تو اسے ڈگنا کر دوں۔“ کیا عثمانؓ یہ ذکر نہیں کر رہے کہ ان کا مقرر کردہ خراج حدِ اعتدال سے زائد نہیں؟ اور اس میں اضافہ کا امکان ہے۔ حذیفہ حضرت عمرؓ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، ”میں نے زمین پر جو خراج مقرر کیا ہے وہ اسے برداشت کر سکتی ہے اور اس میں کوئی زیادتی نہیں۔“

یہ پوری کتاب امام ابو یوسفؒ کی تصنیف ہے اور اس میں دوسرے فقہاء کی روایات کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ وہ بہت سے مسائل میں ابو حنیفہؒ سے اپنا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔ امام ابو یوسف جب بھی امام ابو حنیفہؒ کے رائے بیان کرتے ہیں تو اسے دلیل و برہان سے مزید کرتے ہیں اور قیاس و استحسان کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل مسئلہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ وہ اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

وقد كان ابو حنیفہ رحمة الله يقول: من احياء ارضاً مواتاً فهي له اذا اجازہ الامام، ومن احياء ارضاً مواتاً بغير اذن الامام فليست له ولل امام ان يخرجها من يده ويصنع فيها مزارع من الاجارة والاقطاع وغيره ذلك، قيل لابي يوسف ما ينبغي لابي حنیفہ ان يكون قد قال هذا الا من شئى لان الحديث قد جاء عن النبي انه قال ”من احياء ارضاً مواتاً فهي له“ فبين لنا ذلك الشئى، فانان رجوان تكون قد سمعت منه في هذا شيئاً يحتج به قال ابو يوسف: حجته في ذلك ان يقول: الا احياء لا يكون الا باذن الامام ارایت رجلين ارادا كل واحد منهما ان يختار موضعاً واحداً وكل واحد منهما منع صاحبه، ايها احق به؟ ارایت ان اراد رجل ان يحيى ارضاً ميتة بفناء رجل وهو مقرر لاحق له فيها فقال: لاحتحيا فانها بفنائى وذلك بصرنى، فانما جعل ابو حنیفہ اذن الامام في ذلك فصلا بين الناس، فاذا اذن الامام في ذلك لانسان كان له ان يحيها، وكان ذلك الاذن جائز صحیحاً. واذا منع الامام احداً كان ذلك المنع جائزاً ولم يكن بين الناس النزاع في الموضوع الواحد ولا الضرار فيه مع اذن الامام ومنعه وليس ما قال ابو حنیفہ يرد الاثرانما رد الاثر ان يقول: وان احياء باذن الامام

فلیست له فاما من يقول هي له فهذا اتباع الاثر ولكن باذن الامام ليكون اذنه فصلا فيما بينهم من خصوصاتهم واضرار بعضهم بعض قال ابو يوسف : اما ان افارى اذا لم يكن فيه ضرر على أحد ولا لاحد فيه خصوصه ان اذن رسول الله ﷺ جائز الى يوم القيامة فاذا جاء الضرر فهو على الحديث "وليس لعرق ظالم حق"۔

اس اختلافی مسئلہ کا سیاق..... مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بے آباد زمین کو آباد کرنا چاہے تو اس کے لئے حاکم وقت کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف نے اسے ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ آباد کرنے والا اس زمین کا مالک ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ آباد کردہ زمین کی ملکیت کے لئے حاکم کی اجازت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ امام ابو یوسف دونوں نقطہ نظر مع دلائل و براہین ان الفاظ سے ذکر فرماتے ہیں :

امام ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے۔ "جو شخص بنجر زمین کو آباد کرتا ہے وہی اس کا مالک ہے بشرطیکہ حاکم وقت کی اسے اجازت ہو اور جو بلا اجازت آباد کرے وہ اس کا مالک نہیں اور خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سے لے لے اور جو چاہے اس میں کرے، کسی کو اجارہ پر دے دے یا اس کی جاگیر بنا دے۔ ابو یوسف سے کہا گیا کہ حدیث میں تو آتا ہے کہ جو بنجر زمین کو آباد کرتا ہے وہی اس کا مالک ہے اور امام ابو حنیفہ اس میں اذن امام کی شرط لگاتے ہیں تو حضرت کا قول بھی کسی دلیل پر مبنی ہوگا؟ ہمیں یہ ضرور بتائیے۔ امید ہے کہ آپ نے امام سے ان کی حجت و براہین سنی ہوگی۔ ابو یوسف نے کہا "ابو حنیفہ" کی دلیل یہ ہے کہ آبادی امام کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں۔ دیکھئے دو شخص ایک خاص جگہ کو آباد کرنا چاہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے حق میں مانع ہے، آپ بتائیے کس کو حق دار قرار دیں گے؟ اور دیکھئے اگر کوئی شخص بے کار بڑی ہوئی زمین کو آباد کرنا چاہتا ہے جو دوسرے کسی آدمی کے گھن میں واقع ہے حالانکہ اسے اعتراف ہے کہ اس زمین پر اسے کوئی حق حاصل نہیں۔ اب دوسرا شخص کہتا ہے کہ اسے آباد نہ کیجئے کیونکہ یہ میرے گھن میں واقع ہے اور اس سے مجھے تکلف ہوگی۔ ایسے مواقع پر امام ابو حنیفہ نے اذن امام کو تفصیل قرار دیا ہے۔ جب وہ اجازت دیدے گا تو وہ اس زمین کو آباد کرنے کا مجاز ہوگا اور امام کا یہ اذن بالکل بجا اور درست ہوگا اور اگر روک دے گا تو یہ روکنا بھی غلط نہ ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امام کی اجازت یا عدم اجازت کی صورت میں لوگوں میں ایک جگہ کے بارے میں نہ بھگڑے انھیں گے نہ ضرر کی نوبت آئے گی۔ پھر امام ابو حنیفہ کے قول سے حدیث کی تردید نہیں ہوتی۔ تردید تب ہوتی اگر ابو حنیفہ یہ کہتے کہ اگر امام کی اجازت سے آباد کرے تب بھی وہ اس کی ملکیت نہیں ہوتی اور جب وہ کہتے ہیں کہ وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے تو یہ حدیث کی پیروی ہے نہ کہ تردید مخالفت۔ انہوں نے اذن امام کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ امام کی اجازت باہمی تنازعات اور ضرر کی صورت میں فیصلہ کن ثابت ہو لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ خصوصیت کا اندیشہ نہ ہو اور کسی کو ضرر بھی نہ پہنچتا ہو تو نبی اکرم ﷺ نے آباد کاری کی جو عام اجازت تھی وہ تازہ قیامت موجود ہے (لہذا اذن امام کی حاجت نہیں)۔ جب ضرر کی صورت رونما ہوگی تو حدیث نبوی پر عمل کیا جائے گا کہ ظالم کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ غرضیکہ ایسی طرح امام ابو یوسف جہاں بھی اپنے استاد کا اختلاف بیان کرتے ہیں وہاں تفصیلاً ان کے دلائل ذکر کر دیتے ہیں بشرطیکہ مقام محتاج تفصیل ہو جیسا کہ بنجر زمین کے مسئلہ میں۔ کیونکہ آپ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے استاذ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کے مفہوم کو اذن عام کی قید لگا کر محدود و مقید کر یا اور جہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں اجمال سے کام لیتے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اختلاف کا ذکر کرنے میں امام ابو یوسف کا طرز بیان ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے)

آپ کی ایک کتاب "الجوامع" ہے جو آپ نے یحییٰ بن خالد کے لئے تصنیف کی۔ یہ چالیس کتابوں پر مشتمل ہے اس میں انہوں نے لوگوں کے اختلاف اور قابل عمل رائے کا ذکر کیا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے: "وہو اول من وضع الكتب في اصول الفقه على مذهب ابي حنيفة"^۱ (اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مذہب ابی حنیفہ میں اصول فقہ پر کتب تالیف کی ہیں)۔

محمد بن حسن الشیبانی حنفی (۱۳۱ھ-۱۸۹ھ)^۲

فقہ اور اصولی تھے۔ ابتدائی طور پر امام اعظم سے اکتساب فیض کیا، یحییٰ بن امام ابو یوسف کے پاس کی۔ علاوہ ازیں امام ثوری اور امام اوزاعی سے بھی علمی استفادہ کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں تین برس تک مقیم رہ کر ان کی فقہ، حدیث، روایات اور ان کے افکار و آراء اخذ کئے۔ ہارون رشید کے دور میں منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ: ابن خلکان نے لکھا: "وصنف الكتب الكثیرة النادرة"^۳ (انہوں نے کئی نادر کتب تصنیف کیں)۔ ابن ندیم نے اصول فقہ پر ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔^۴

عبدالرحمن بن قاسم مالکی (۱۳۲ھ-۱۹۱ھ)^۵

یہ امام مالک کے ان شاگردوں میں سے تھے جن کے مصر میں مالکی فقہ کی اشاعت میں نمایاں کردار ہے اور فقہ مالکی کی تدوین میں بہت بڑا حصہ ہے۔ ابو زہرہ نے انہیں اصحاب ابی حنیفہ میں امام محمد بن حسن سے تشبیہ دی ہے۔ لوگ فتاویٰ و مسائل مالک میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالک کی آراء سے مختلف ہیں۔ تقریباً تیس برس تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر فقہ حاصل کی۔ امام مالک سے حصول علم میں ابن وہب کے بعد ثانی کا مرتبہ ہے۔ مالکی مسلک کی ایک اہم کتاب "المصدونہ" ہے، اس کی تالیف میں نمایاں حصہ لیا۔ یہ کتاب سولہ جلدوں میں چھپ کر منظر عام آچکی ہے۔

عبداللہ بن وہب مالکی (۱۲۵ھ-۱۹۷ھ)^۶

تقریباً تیس برس تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا۔ امام مالک انہیں فقہ مصر اور مفتی کے لقب سے یاد کرتے۔ ان کی وجہ سے مالکی مسلک مصر اور بلاد مغرب میں پھیلا۔^۷ ۱۶۹ھ میں امام مالک کے پاس آئے تھے اور ان کی

۱۔ وفیات الامیاء و انباء ابناء الزمان ابن خلکان متوفی ۲۸۱ھ۔ ۳۰۳/۲، مصر مطبعہ المعینہ احمد الہامی الحلبي ۱۳۱۰ھ

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی (۲۸ھ-۸۰۴ھ)۔ عراق میں ولادت و وفات ہوئی

۳۔ وفیات الامیاء۔ ابن خلکان، ۳۵۳/۱

۴۔ کتاب الہمیر ست ابن ندیم۔ ابو الطریق محمد بن ابی یعقوب اسحاق الوراق شیبی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۵۸، کراچی نور محمد سنڈ

۵۔ ابو عبد اللہ عبدالرحمن بن القاسم بن خالد المصری المالکی (۴۹ھ-۸۰۶ھ)، مصر میں مدفون ہیں

۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۳۹۵/۱۸ لاہور، دانش گاہ پنجاب۔ بے عبداللہ بن وہب بن مسلم القرشی المصری

۷۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)۔ ۳۹۴/۱۸ لاہور، دانش گاہ پنجاب

تقریباً تیس کتابیں مدون کیں۔ لیٹ بن سعد، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری وغیرہ آپ کے تلامذہ ہیں۔ مالکی مذہب کے فقیہ و مجتہد تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالک کے مذہب کے خلاف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ پر الگ سے کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا، ہاں البتہ ان کی فقہ میں مؤلفات میں جن میں اجتہاد کے منہج کو اختیار کیا ہے اور وہ قواعد اصولیہ پڑتی ہیں۔ ۱

الجوز جانی حنفی (متوفی ۲۰۰ھ بعدہ) ۲

خراسان سے بغداد منتقل ہو کر امام محمد و امام ابو یوسف و دیگر سے تعلیم حاصل کی "الفوائد البہیۃ" میں ہے: "اخذ الفقہ عن محمد و کتب مسائل الاصول و الامالی" ۳ (امام محمد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اصولی مسائل و امالی تحریر کئے)۔

مراغی نے لکھا:

"وقال ابن ابی حاتم: کتب عنہ ابی و سنل عنہ؟ فقال: کان صدوقاً. وقد کتب ابو سلیمان

مسائل الاصول و الامالی" ۴

(ابن حاتم نے کہا کہ میرے والد نے ان سے نقل کیا۔ ان سے سوال کیا گیا تو کہا: کہنے والے سچ کہا اور سلیمان

نے مسائل الاصول اور امالی لکھے تھے)

امام شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) ۵

جمہور کے مطابق غزہ (شام) میں ولادت ہوئی، سلسلہ قریشی ہے۔ دس برس کی عمر میں مکہ آئے، تعلیم حاصل کی

پھر مدینہ آ کر امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ والی یمن آپ کو حجاز مقدس سے یمن لے گیا اور وہاں

کے ایک علاقہ کا عامل بنا دیا۔ ظلم و سفاکیت سے روکنے پر وہ امام شافعی کا دشمن بن گیا اور علویوں کی حمایت کرنے کا الزام

لگا کر امام شافعی سمیت دس افراد کو ہارون رشید کے پاس بغداد روانہ کروا جس میں سے نوقل کر دیئے۔ امام شافعی اپنی قوت

بیان و استدلال اور امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۹۸ھ) کی سفارش پر چھوڑ دیئے گئے۔ اس وقت امام شافعی ۳۴ برس کے

تھے۔ تقریباً دو سے تین سال تک امام محمد کی صحبت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس مکہ لوٹ آئے اور نو سال تک

مکہ ہی میں مقیم رہے۔ ۱۹۵ھ میں دوسری مرتبہ دو سال کے لئے بغداد آ گئے۔ اسی سال قیام کے دوران آپ نے عبد

الرحمن بن مہدی کی درخواست پر "الرسالۃ" تصنیف کیا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ "الرسالۃ" کا مقام تصنیف مکہ تھا مگر

عراق سے عبد الرحمن مہدی کو بھیجا گیا تھا۔ ۱۹۸ھ میں تیسری بار ایک ماہ کے لئے بغداد آئے اور یہاں سے ۱۹۹ھ میں

مصر پہنچے۔ وہاں ۵۴ سال کی عمر میں ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ۶

۱ حوالہ سابق ۲ الفتح المبین، فی طبقات الاصولیین۔ عبداللہ المصطفیٰ، الراغی، ۱۹۹/۱، ۱۲۰، بیروت محمد ائین دج سنہ

۳ ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوز جانی متوفی ۸۱۵ھ بعدہ، بغداد میں وفات پائی

۴ الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحیٰ عکھنوی ہندی (۱۲۶۳ھ-۱۳۰۴ھ) ص ۲۱۶، کراچی مطبوعہ خیر کثیر سنہ

۵ الفتح المبین۔ الراغی، ۱۲۶/۱

۶ ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن الشافعی (۶۷-۸۳۰ھ)، غزہ (شام) میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

۷ الشافعی، حیاتیہ و سفرارادہ و فقہ۔ محمد ابو زہرہ ص ۲۶-۲۷ تلخیص مصر، قاہرہ دار الفکر العربی طبع ثانیہ (۱۳۶۷ھ-۱۹۴۸ھ)

آراء کی تکوین و اعلان میں امام شافعی کے ادوار : امام شافعی کی آراء کی تکوین و اعلان کے سلسلہ میں تین ادوار ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

- (۱) وہ دور جس کا تعلق مکہ سے تھا۔
- (۲) وہ دور جو دوسری مرتبہ بغداد آمد سے شروع ہوا۔
- (۳) وہ دور جو مصر پہنچنے پر شروع ہوا۔

امام شافعی کی دوسری مرتبہ بغداد آمد اور ان کی افکار و آراء کی ترویج و اشاعت پر کراچی (متوفی ۲۶۶ھ) کا بیان ہے کہ :

”ما كنا ندري مال الكتاب ولا السنة ولا الاجماع ، حتى سمعنا الشافعي يقول : الكتاب
والسنة والاجماع“ .^۱

(ہمیں نہیں معلوم تھا کتاب کیا ہے اور نہ ہی سنت و اجماع سے واقف تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے (امام) شافعی کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ کتاب ہے، یہ سنت ہے، یہ اجماع ہے)

ابو ثور کہتے ہیں کہ جب امام شافعی بغداد آئے تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ فرما رہے تھے :

”ان الله تعالى قديكز العام ويريد به الخاص ويذكر الخاص ، ويريد به العام ، وكنا لانعرف
هذه الاشياء ، فسالنا عنها ، فقال ان الله تعالى يقول ان الناس قد جمعوا لكم والمراد
ابوسفیان وقال ”يا ايها النبي اذا طلقتم النساء ، فهذا خاص والمراد عام . وهذا كلام في
اصول ما كانوا يعلمون به قبل الشافعي“ .^۲

(اللہ تعالیٰ کبھی عام ذکر کرتا ہے اور مراد خاص لیتا ہے اور کبھی خاص ذکر کر کے عام مراد لیتا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ ہم نے کہا ذرا وضاحت فرمائیے تو انہوں نے کہا : اللہ تعالیٰ کے کلام ”ان الناس قد جمعوا لكم“ میں ناس عام ہے اس سے ابوسفیان مراد ہے اور آیت مبارکہ ”يا ايها النبي اذا طلقتم النساء“ میں حکم خاص مگر مراد عام ہے اور یہ اصول میں کلام ہے، لوگ امام شافعی سے قبل نہیں جانتے تھے)

امام شافعی جب دوسری مرتبہ بغداد تشریف لائے تو ہم عصر فقہاء اور ان کے تبعین کے افکار و آراء بلکہ صحابہ و تابعین تک کو اصول کی کسوٹی پر پرکھنے لگے تھے۔ اور اس اصول سے جو بات مطابقت رکھتی تھی اس کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ صحابہ کرام کے مسلک کے خلاف بھی گئے، نیز امام ابوحنیفہ ابن ابی لیلیٰ، و اقدی اور ازاعلیٰ کے خلاف بھی وہ آراء مختلفہ کو سامنے رکھ کر اس اصول کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو رائے ان اصول سے قریب تر ہوتی اسے اختیار کر لیتے اور اگر کسی کی رائے بھی اس اصول پر منطبق نہیں ہوتی سب کو ترک کر دیتے ہیں اور نئی رائے قائم کر لیتے ہیں۔

۱۔ ابویٰ الحسین بن علی انکراچی البغدادی متوفی ۲۶۶ھ

۲۔ الشافعی، حیات و عصرہ آراؤہ و فقہیہ محمد ابوزہرہ ص ۱۴۵، دار الفکر العربی طبعہ ثانیہ ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۴۸ء

۳۔ ابو ثور، ابراہیم بن خالد (ابی الیمان الکلبی البغدادی شافعی) (۸۱۶ھ۔ ۸۵۳ھ) ۱۶۲ھ۔ ۲۳۱ھ

۴۔ الشافعی، حیات و عصرہ و آراء و فقہہ۔ محمد ابوزہرہ ص ۱۴۵، مزید مثالوں کے لئے ۱۹۳۔ ۱۹۵

مصر میں الرسالہ کی تجدید کی وجہ : مصری دور آپ کے فکری نمو کی تکمیل اور آراء فقہیہ کی پختگی کا دور ہے۔ یہاں آپ نے نئی چیزیں، عرف، حضرات، آثار تا بعین دیکھے۔ اپنی سابقہ آراء کو اپنے تجربہ، پختگی سن اور نئے شہر سے حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں پھر سے پرکھا۔ فن اصول میں جو ”الرسالۃ“ لکھا تھا اُسے حذف و اضافہ کے ساتھ دوبارہ قلمبند کیا اور فروغ میں بھی جو آراء تھیں ان کا جائزہ لے کر بعض سے رجوع کر لیا اور بعض نئی آراء قائم کیں۔

امام شافعی کا اصول تالیف و تصنیف : سب سے پہلے وہ مبادی ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے استنباط کے لئے وضع کئے تھے، پھر مسائل مختلف فیہا کا تذکرہ کرتے تھے پھر سنت رسول ﷺ اور اختلافات صحابہ کو زیر بحث لاتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد ان آراء میں سے جس رائے کو صحیح خیال کرتے اُسے مرجح قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی تالیف کے بعد برابر تحقیق و تخیص کرتے رہتے تھے اور کتب قدیمہ کو نئے قالب میں ڈھالتے رہتے۔ چنانچہ آپ کا ”رسالۃ جدیدۃ“ بھی درحقیقت تحقیق و تخیص مزید اور جدید حذف و اضافہ کے ساتھ رسالہ قدیمہ کا خلاصہ ہے۔ امام شافعی کی مؤلفات دو قسم پر ہیں :

- (۱) وہ مؤلفات جو براہ راست امام شافعی کی طرف منسوب ہیں، جو لفظی و معنوی دونوں اعتبار سے آپ کی کتب ہیں۔
- (۲) وہ مؤلفات جو امام شافعی کے اصحاب کی طرف منسوب ہیں، اور وہ درحقیقت امام شافعی کی تلخیص ہیں۔ مثلاً ”مختصر البویطی“ اور ”مختصر المزنی“ وغیرہ ”الام“ اور ”الرسالۃ“ کا تعلق پہلی قسم کی کتب سے ہے، جسے امام شافعی نے خود تالیف کیا۔ اکثر علماء کی رائے کے مطابق ”الرسالۃ الجدیدۃ“، ”الام“ سے جدا گانہ چیز ہے۔ کیونکہ الرسالہ کا موضوع اصول فقہ ہے اور ”الام“ کا موضوع صرف ”فقہ“ ہے۔ امام شافعی نے ”الرسالۃ“ کا خاص نام ”الکتاب“ رکھا تھا۔

علم اصول فقہ کا واضح و مدون : ایک رائے یہ ہے کہ امام شافعی ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ کی بنیاد ڈالی ہاں البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعہ علم اصول فقہ کی بنیادوں کو مضبوط کیا، نئی تازگی و توانائی بخشی۔ ان سے قبل فقہاء در راست، شریعت اور اس کے فہم و اغراض و مقاصد کے بارے میں کوئی مدون مرسوم اصول نہیں رکھتے تھے۔ صرف اپنے ملکات اور دلائل پر اعتماد کرتے تھے۔ علماء سے میل جول اور فقہاء سے مناظرے کرنے کے بعد امام شافعی منظر عام پر آئے اور انہوں نے حدود و رسوم کے اصول وضع کئے تو اعد موازین منضبط کئے۔

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ)، امام شافعی کی تدوین اصول فقہ میں اڈولیت یوں بیان کرتے ہیں :

”واعلم ان نسبة الشافعی الی علم الاصول کنسبة ارسطاطالیس الی علم المنطق کنسبة الخلیل بن احمد الی علم العرض وذلک لان الناس کانوا قبل ارسطو یستدلون و یعتبرون بمجر و طباعهم السلیمة لکن ما کان عندهم قانون مخلص فی کیفیۃ ترتیب الحدود والبراهین فلا جرم کانت کلمتهم مشوشة و مضطربة مجرد الطبع اذا لم یستغنی بالقانون السکلی قل ما اقلحه فلما رای ارسطاطالیس ذالک اعتزل عن الناس مدة مدیده استخرج علم المنطق و وضع للخلق بسببه قانونا کلیا یرجع الیه فی معرفة ترتیب الحدود والبراهین و کذلک لشعراء کانوا قبل الخلیل بن احمد ینظمون اشعار او کان اعتمادهم علی مجرد الطبع فاستخرج الخلیل علم العروض فکان ذلک قانونا کلیا فی معرفة مصالح الشعر فی

مفاسدہ فکذک ہاھنا الناس کانوا قبل الامام الشافعی رضی اللہ یتکلمون فی مسائل اصول الفقہ یتدلون و یعتزون و لکن ماکان لھم قانون کلی مرجوع الیہ فی معرفۃ دلائل الشریعۃ و فی کیفیۃ معارضاتھا و تر جیھاتھا فانسیط الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علم اصول الفقہ و رضع للخلق قانونا کلیا یرجع الیہ فی معرفۃ مراتب أدلۃ الشرع فبت نسبة الشافعی الی علم الشرع کسبۃ ارسطا طالیس الی علم العقل فلما اتفق الخلق علی ان استخراج علم المنطق درجۃ عالیہ لم یتفق لاحد مشارکۃ ارسطا طالیس فیہ فکذا ہاھنا و جب یعتبر فوا الشافعی رضی اللہ عنہ بسبب وضع هذا العلم الشریف بالرفعة و الجلالۃ و التمییز علی سائر معجھدین بسبب هذه الدرجۃ الشریفۃ "۔

(علم اصول فقہ کی نسبت شافعی کی طرف ایسی ہی ہے جیسی منطق کی ارسطو کی طرف یا ظیل کی عرض کی طرف، کیونکہ ارسطو سے قبل استدلال و اعتراض کا مدار صرف طبع سلیم پر تھا۔ کوئی ایسا قانون موجود نہ تھا جو حدود و براہین کی کیفیت ترتیب کو واضح کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات و کلمات مضطرب نظر آتے تھے۔ کیونکہ اگر کوئی قانون کلی مددگاہ نہ ہو تو صرف عقل سلیم کا مایاب نہیں کر سکتی۔ ارسطو نے یہ کیفیت دیکھی تو ایک عرصہ دراز تک لوگوں سے الگ گوشہ سکون میں جا بیٹھا اور پھر علم منطق کے تختہ لے کر نمودار ہوا اور دنیا کے لئے ایک قانون کلی بنایا۔ جس کے بعد ترتیب حدود و براہین کی معرفت آسان ہو گئی۔ اسی طرح ظیل سے پہلے شعراء شعرو کہتے تھے لیکن صرف اپنی طباع پر چھوڑ کر تھے۔ ظیل نے یہ دیکھ کر علم عروض کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح شعر کے مصالح اور مفاسد کے لئے ایک قانون کلی عالم وجود میں آ گیا۔ اسی طرح شافعی سے پہلے اصول فقہ پر علماء و فقہاء گفتگو کرتے تھے استدلال و اعتراض سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن دلائل شرعی کی معرفت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قانون کلی نہیں تھا جس سے بروقت ضرورت رجوع کیا جاسکے اور معارضات و ترجیحات کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکے۔ چنانچہ امام شافعی نے علم اصول فقہ وضع کیا اور دنیا کے سامنے ایسا قانون کلی رکھ دیا کہ ادلہ شرع کے مراتب کی معرفت آسان تر ہو گئی۔ جس طرح دنیا یہ مانتی ہے کہ استخراج منطق اتنا بڑا کارنامہ ہے جس میں ارسطو کا کوئی حریف نہیں۔ اس طرح دنیا کو یہ بھی ماننا چاہئے کہ شافعی رضی اللہ عنہ نے علم اصول فقہ وضع کر کے اسے رخصت کر کے اسے رفعت و جلالت کی انتہا پر پہنچا دیا اور اس لئے وہ جملہ مجتہدین سے ممتاز ہو گئے) امام شافعی نے استنباط کے اصول وضع کر کے علم فقہ کو ایک اصولی اور فنی حیثیت دیدی۔ ورنہ اس سے قبل علم فقہ فتاویٰ قضایا فرضی جزئیات تک محدود تھا۔

اصول فقہ کی تدوین سے امام شافعی کے پیش نظر مندرجہ ذیل دو باتیں تھیں :

- ۱۔ اسے آراء صحیحہ اور غیر صحیحہ کے مابین امتیاز کے لئے میزان قرار دیا جائے۔ چنانچہ امام شافعی نے اس کسوٹی پر امام مالک اور اہل عراق کی آراء کو موازنہ کیا، سیر اوزاعی اور دوسرے فقہاء کی آراء کو جانچا۔
- ۲۔ اس علم کی حیثیت ایک قانون کلی کی ہے۔ جس کے احکام جدیدہ کے استنباط کے وقت مراعات ضروری ہے۔ چنانچہ امام شافعی نے اپنے آپ کو اس کا پوری طرح پابند بنالیا۔ اس لئے یہ اصول شافعی مذہب کے حصول قرار پائے۔

۱۔ کتاب مناقب الامام الشافعی، امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ ۵۶۷-۵۷۰ھ، مصر، المطبعۃ العلمیۃ مستند

امام شافعی کے نظری و عملی اصول پر ابوزہرہ کی بحث کا خلاصہ :

”امام شافعی کے اصول بیک وقت نظری اور عملی ہیں۔ وہ فرضی صورتوں کے رنگیتانوں میں صحرانوردی نہیں کرتے بلکہ امور واقعہ کو ضبط میں لاتے ہیں۔ مثلاً ناسخ و منسوخ کی بحث میں وہ نسخ کے قواعد کو ان مسائل سے ثابت کرتے ہیں۔ جن میں آنحضرت ﷺ کی احادیث یا صحابہ کے آثار و فتاویٰ سے نسخ ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح عموم و خصوص کے مباحث میں ان آیات اور احادیث سے استفادہ کرتے تھے ہیں جو ان کے سامنے موجود ہیں۔ وہ براہ راست شریعت کے سرچشموں میں غوطہ زنی کرتے ہیں۔ ان کی تہمت تک پہنچ کر کلیات کے موتی نکالتے ہیں، حتیٰ کہ قیاس بھی اپنے اسالیب میں نصوص و عبارات کے معانی کا پابند ہو جاتا ہے۔ پھر صرف قاعدہ کلیہ کے بیان پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کے مصادر اور جن فتاویٰ صحابہ اور احادیث ماثورہ سے ان کی تائید ہوتی ہے وہ سامنے رکھ دیتے ہیں کہ یہ قاعدہ کیسے بنایا گیا اور کہاں سے لیا گیا، پھر جب دلائل سے وہ قاعدہ ثابت ہو جاتا ہے تو چند فروع جو اس قاعدہ پر مبنی ہوتے ہیں بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ قواعد و قواعد مجردہ یا صورت زدنیہ نہیں رہتے بلکہ زندہ اصول کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے قواعد میں آپ کو ذہنی صورتیں نظر نہیں آئیں گی۔ مثلاً تکلیف کے لئے قدرت شرط ہے یا نہیں۔ بغیر مقدر کے مکلف بنانا جائز ہے یا نہیں۔ قبل از عمل نسخ ممکن ہے یا نہیں وغیرہ مباحث سے کوئی بحث بھی ان کے قواعد میں موجود نہیں ہے بلکہ ان کے تمام بحث و واقعات سے مستند ہیں۔ کیونکہ امام صاحب ہمیشہ امور عملیہ کو سامنے رکھتے تھے۔

خیالی اور فرضی صورتوں کے پیچھے نہیں دوڑتے تھے۔ مثال کے طور پر ہم دو چیزیں پیش کرتے ہیں :

۱۔ جہاں کہیں کتاب و سنت سے کوئی نص موجود ہو وہاں امام شافعی اجماع کو حجت مانتے ہیں کیونکہ ایسے موقع پر اس کی حجت و دلیل سے ثابت ہو چکی ہے۔ مگر وہ اصل معنی میں اجماع کو معتذر خیال کرتے ہیں اور جب اجماع سے ان پر حجت پیش کی جاتی ہے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور تصریح کرتے ہیں کہ اجماع کا دعویٰ بالادلیل ہے۔ وہ صرف اصول فرأض میں اجماع کو تسلیم کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے اجماع کو سعادت پر مبنی قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ کسی مفروضہ کی بناء پر آنحضرت ﷺ سے روایت کا تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے نقل و حکایت کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ اقوال صحابہ کے مراتب کی تعیین کرتے ہوئے وہ یہ قاعدہ بناتے ہیں کہ جو قول کتاب و سنت سے اقرب ہو گا اسے اختیار کیا جائے گا۔ اگر بلحاظ قرب کے سب مساوی ہوں تو خلفائے راشدین کے قول کو ترجیح دیتے ہیں مگر ہوتا یہ ہے کہ جب بھی مختلف اقوال ان کے سامنے پیش آتے ہیں تو تطبیق کے وقت ایک نہ ایک قول کا انتخاب کر لیتے ہیں جو کتاب و سنت سے اقرب ہوتا ہے ورنہ اسے دوسرے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگر چہ خلیفہ کا قول اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً بھائیوں کے مقابلہ میں داد کی میراث کے مسئلہ میں وہ حضرت ابو بکر صدیق کے قول پر زید بن ثابت کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

قواعد ضابطہ کے استخراج میں وہ اپنے عملی اتجاہ اور تطبیق کی وجہ سے قیاس کی حقیقت واضح کرنے کے لئے صرف امثلہ اور اس کی اقسام کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور عمل کا استخراج مجتہد پر چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ علت کے ضوابط، طرق استخراج قوت درجات کے عموم، خصوص وغیرہ کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں کرتے، کیونکہ یہ امور مجتہد سے متعلق ہیں۔

نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اس اجتہاد کے ضوابط وضع کرتے تھے جو ان کے دور میں رائج تھا۔ علت کے مسلک اور مذکورہ طریق پر اس کی دراست یہ ایک فلسفیانہ طریقہ بحث ہے جو اس وقت کے فقہاء کے مابین رائج تھا وہ اوصاف کے قرب و بعد کی معرفت مجتہد پر چھوڑ دیتے تھے اور لطف یہ ہے کہ امام شافعی کے بعد علمائے اصول نے علت کے طرق استخراج اور اس کے ضوابط وضع کرنے میں غور و خوض کیا ہے مگر اس کی تطبیق کے وقت باہم اختلاف کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی ضابطہ وضع نہیں کر پاتے۔ قیاس کے سلسلہ میں امام شافعی نے اگرچہ زیادہ مفصل بحث نہیں کی تاہم ان کا یہی کارنامہ بہت بڑا ہے کہ انہوں نے قیاس کے ضابطے مقرر کر کے اسے ممتاز کر دیا ہے اور اس کے اقسام کی تجدید کر دی ہے۔ ۱۔

امام شافعی کے اصول فقہیہ کی موافقت و مخالفت میں علماء کے گروہ :

اصول فقہیہ کی اجمالی موافقت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۱) احناف (۲) حنابلہ

مخالفت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۱) اباضیہ (۲) شیعہ امامیہ

امام شافعی کے طریق استنباط سے اتفاق کرنے والے علماء :

ایک گروہ متبعین امام شافعی کا ہے جنہوں نے آپ کے اصول کی مکمل پیروی کی۔

۱۔ پہلا گروہ علمائے احناف کا ہے جو اجمالی طور پر تو ان طرق استنباط کے موافق ہیں جو "الرسالۃ" میں مذکور ہیں مگر تفصیلات میں قدرے مختلف ہیں۔ مثلاً یہ کہ عموم کی تخصیص اخباراً حاد سے جائز ہے یا نہیں وغیرہ۔ متبعین کی کچھ تفصیل علمائے مالکیہ کا طریقہ استنباط بھی امام شافعی کے اصول سے ملتا جلتا تھا۔ مگر علمائے حنفیہ کی بہ نسبت وہ امام شافعی سے زیادہ اختلاف کرتے تھے۔ حتیٰ کی تفصیلات سے گزر کر وہ بعض اصول عام میں بھی اختلاف کرتے تھے۔ مثلاً علمائے مالکیہ عمل اہل مدینہ کو حجت مانتے تھے مگر امام شافعی اس کے سخت مخالف تھے اور کتاب "الام" میں بہت سے مقامات پر اس کی تردید کر چکے ہیں۔

۲۔ انہیں علماء میں سے حنابلہ تھے۔ جنہوں نے امام شافعی کے اصول کو مانا۔ لیکن وہ اجماع صحابہ کے سوا دوسرے اجماع کے قائل نہ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے امام شافعی سے ظاہر اصل میں اختلاف تو کیا لیکن امام شافعی کے نزدیک اس مسئلہ کی جو روح تھی اس سے ڈور نہیں ہوئے۔ امام شافعی اگرچہ اسے حجت مانتے ہیں لیکن وہ اس کے کسی زمانہ یا کسی مسئلہ میں وجود سے انکار کرتے ہیں۔ جب ان سے ان کا مناظر اجماع سے دلیل پیش کرتا ہے تو وہ اس کے تحقق اور وجود کو معجز سمجھتے ہیں اور اصول فرائض کے سوا کسی مسئلہ میں اجماع کا اعتراف نہیں کرتے۔ لہذا امام شافعی اور امام احمد کے مابین اجماع کی حقیقت میں کوئی بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے۔

طریق استنباط سے اختلاف والے علماء :

۱۔ اسی طرح کچھ گروہ ایسے بھی تھے جنہوں نے امام شافعی سے اصول استنباط میں اختلاف کیا۔ مثلاً اباضیہ، فقہائے مسلمین کے اجماع سے انکار کرتے ہیں اور اپنے فرقے کے اجماع کو معتبر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جمہور مسلمین ان کی نظر میں گمراہ ہیں اور اہل ضلالت کی رائے معتبر نہیں ہوا کرتی۔ یہ نظریہ دراصل ان کے سیاسی نظریے پر مبنی ہے یا مرتکب کبیرہ کے بارے ان کی جو رائے ہے اس پر اس کی بنا ہے۔ باوجودیکہ یہ لوگ معنی اجماع میں جمہور مسلمین سے اختلاف رکھتے تھے مگر مبداء قیاس کے قائل تھے۔ کتاب و سنت کو ماننے میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ صرف بعض احادیث کے قبول کرنے میں انہیں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وہی نوعیت ہے جو کہ مذاہب اربعہ کے مابین پائی جاتی ہے۔

۲۔ اب رہا شیعہ امامیہ کا گروہ تو اگرچہ خلافت کے متعلق بہت سی احادیث کا انکار کرتا ہے مگر کتاب و سنت کو مجموعی حیثیت سے مانتا ہے۔ انہوں نے استنباط فقہی کو اپنے ائمہ کے استنباط کے دائرے میں محدود کیا ہے اور کتاب و سنت کے بعد ائمہ کے اقوال ان کے نزدیک حجت ہیں۔ بلکہ یہ لوگ اپنے امام وحی کے سوا کسی کی رائے اور اجتہاد کو نہیں مانتے اور ندان کے قول کے مقابلہ میں کسی دلیل کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ وہ اولہ کو صرف اس وقت مانتے ہیں جب امام موجود نہ ہو امام کی موجودگی میں وہ دلیل کے قائل نہیں ہیں بلکہ امام کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ کو غیر منصوص علم سے بھی حصہ ملا ہے یعنی وہ علم جس کا آنحضرت ﷺ نے اظہار نہیں کیا تھا۔

اصول شافعی کی مکمل کی پیروی کرنے والے علماء :

یہ وہ لوگ ہیں جو امام شافعی کے براہ راست شاگرد تھے یا شاگردوں کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اجتہاد و استخراج احکام میں امام شافعی کا منہاج اختیار کیا اور وہ امام شافعی کے اصول کی وضاحت کرتے رہے اصول اور طرق استنباط میں ان کے تتبع رہے۔

مولفات :

کتاب الام..... اس میں ان لوگوں کا رد بھی کیا جو سنت سے دلیل لانے کے منکر تھے۔ جیسے بعض علماء بصرہ اور ان کا بھی جو خبر احاد سے احتجاج کے قائل نہیں تھے بلکہ صرف اس حدیث کو قبول کرتے تھے جو متواتر ہو امام شافعی نے مضبوط دلائل سے ان کا رد کیا۔ امام شافعی ”ان لوگوں کا بھی رد کرتے ہیں جو قیاس کو خبر احاد پر ترجیح دیتے تھے یا بعض احاد حدیثوں کو قرآن کے ”عام حکم“ کے سلسلہ میں ناقابل قبول خیال کرتے ہیں۔ امام شافعی ”انے ان پر بھی تنقید کی ہے جو آثار صحابہ کو احاد حدیثوں پر ترجیح دیتے تھے۔ ان مباحث کو ہم مختلف مقامات پر بنا ہوا دیکھتے ہیں۔ مثلاً کتاب مالک اور فقہ العراقیین یا الرد علی سیر الاوزاعی، اس میں ہمیں استحسان کے ابطال کے سلسلہ میں بعض دلچسپ اور کارآمد چیزیں ملتی ہیں۔ اس مسئلہ میں امام شافعی، نالیکیوں اور عراقیوں دونوں کا رد کرتے ہیں بلکہ ان تمام لوگوں کا رد کرتے ہیں جو استدلال فقہی میں نص سے تجاوز کر جاتے ہیں یا نص پر حمل کرنے کے سلسلہ میں راہ صواب سے ہٹ جاتے ہیں۔ امام شافعی کی کتاب الام کے سوا کوئی کتاب ایسی مثال پیش نہیں کرتی جس کے مطالعہ سے پڑھنے والا اس عصر کے اجتہاد اور خاص طور پر

اس زمانہ کی فقہی کیفیتوں اور صورتوں کا صحیح اندازہ کر سکے۔ صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں موافق و مخالف ہر طرح کے دلائل، ان کی تائید و تنقید کے سلسلہ میں تفصیلی موازین مل سکتے ہیں۔ یہ کتاب (الام) صرف یہی نہیں کہ اپنے زمانہ کی روح فکری کی معنوی طور پر آئینہ دار ہے بلکہ اس کی شکل و صورت کی وضاحت بھی بڑی خوبی سے کرتی ہے۔ اس میں ہمیں ان مناظروں کی داستانیں بھی ملتی ہیں جو امام شافعی اور ان کے مد مقابل لوگوں کے مابین ہوئیں۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ دور بحث وجدل اور فکری آویزش، نیز تکمیل علوم دینیہ کا دور تھا۔ اس میں ہمیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو سنت کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے بھی جو خیراً حاد سے احتجاج کے قائل نہیں۔

”الرسالہ“ اور ”الام“ سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ناقد کی حیثیت سے اختلاف صحابہ کا مطالعہ کیا تھا۔ بلاشبہ اس دراست سے انہیں ناخوش و منموخ کا علم حاصل ہوا اور رائے کا ایک بڑا حصہ ان کے ہاتھ لگ گیا جس سے صحابہ کرام اخذ کرتے تھے۔ شریعت کے مراعی اور مجموعہ احکام کا فہم حاصل ہو گیا۔ غالباً اسی وجہ سے وہ مجتہد کے لئے یہ شرط لگاتے تھے کہ وہ اختلاف صحابہ کا عالم ہو کیونکہ ان کے اختلاف کی دراست نے ہی انہیں بہت سے اصول سمجھائے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ آرائے صحابہ اور آرائے مختلفہ کی دراست عمیقہ کی جلوہ فرمائی ان میں محسوس کرتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے علم اختلاف میں امام شافعی کو اُمت کا فیلسوف شمار کیا ہے۔

امام شافعی نے فقہ ”اہل الرائے“ سے واقفیت حاصل کی۔ وہ لوگ قیاس پر بہت زور دیتے تھے مگر اس کے قواعد و ضوابط مرتب نہیں کر پائے تھے حتیٰ کہ ان فقہاء میں بہت بڑا مقام حاصل کر لیا اور وہ قیاس کی بڑی سرعت سے معرفت حاصل کر لی۔ قیاس کے ساتھ انہیں اس قدر تعلق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ بے تکلف قیاس کے ساتھ حکم لگاتے تھے گویا وہ ان کی فطرت میں رچ بس چکا تھا۔ امام شافعی نے ان لوگوں کی فقہ پر بھی عبور حاصل کیا پھر فقہ ”اہل الحدیث“ سے اس کا موازنہ اور معارضہ کر کے قیاس کے ضابطے مقرر کئے اگرچہ ان ضابطوں سے ”اہل الرائے“ کلی طور پر متفق نہ تھے۔

”اختلاف مالک“، ”ابطال الاستحسان“ اور ”جماع العلم“ میں امام شافعی کا منہج :

ابوزہرہ فرماتے ہیں :

”فلقد وجدنا الشافعی رضی اللہ عنہ یخالفہ فی کتابہ ”اختلاف مالک“ فی کثیر من الامور اخذبہا مالک، وخالف عن بینة بعض المرویات من الاحادیث، ووجدنا فی کتابہ ”ابطال الاستحسان“ یشدد علی المالکیة و غیرہم فی اعتمادہم علی الراى الذی لم یکن اساسہ فیاسا قد حمل فیہ علی لانص ووجدناہ فی کتابہ ”جماع العلم“ یحمل علی المالکیة فی اخذہم بعممل اهل المدينة، وترکہم بعض المروى، وھکذا و لیس ذلک کله الاعلی اساس ان مالکا رضی اللہ عنہ مع انه المحدث الراوی الفاحص الناقد کان فقیہا قد اکثر من الراى، وجعل له اعتباراً ومکاناً“۔^۱

۱۔ مالک حیاتہ وصرہ، ارادہ وصرہ، محمد ابو زہرہ۔ ص ۲۲۔ قاہرہ مکتبۃ الانجیلو المرعی، طبع ثانیہ سنہ

(امام شافعیؒ) اپنی کتاب اختلاف مالک میں اکثر معاملوں میں جو امام مالک ہی کے لئے ہیں ان سے اختلاف کرتے ہیں اور ان کی روایت کی بعض احادیث سے بھی اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب ”ابطال استحسان“ میں مالکیہ وغیرہ پر اس بات پر حملہ کیا ہے کہ انہوں نے اسی رائے پر اعتماد کیا جس کی بنیاد قیاس پر نہیں تھی اور اس لحاظ سے گویا شافعی نے نص پر حملہ کیا ہے۔ ہم نے امام شافعی کی کتاب جماع العلم میں یہ بھی دیکھا کہ وہ مالکیہ اس بات پر بھی حملہ کرتے ہیں کہ مالکیہ اہل مدینہ کے عمل کو لیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بعض روایتیں چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اس بنیاد پر ہے کہ مالک باوجود محدث، راوی، نائد حدیث اور تلاش کرنے والے فقیہ بھی تھے، رائے پر کثرت سے عمل کیا ہے۔

امام شافعیؒ کی تصانیف میں اس کے علاوہ ”الرد علی سیر الاوزاعی“ بھی ہے اور یہ سب تنقیدی تصانیف ہیں اور ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے انداز و بیان میں جدل و مناظرہ کے رجحان کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بعض نے اس شدت سے متاثر ہو کر امام شافعیؒ کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کر لیا جیسے داؤد ظاہری وغیرہ۔ ابوزہرہ کے بیان سے بھی اس بات کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا :

”..... ابو سلیمان دانود بن خلف الاصفہانی وقد كان من الشافعيه وقد تلقى الفقه الشافعيه على اصحاب الشافعي. ثم ترك مذهب الشافعي واختار لنفسه ذلك المذهب الذي لا يعتمد الاعلى النص، وقد رفض من اصول الشافعي القياس، كما رفض الشافعي الاستحسان، وقد قيل له لم تركت مذهب الشافعي فقال قرأت كتاب ابطال الاستحسان للشافعي، فوجدت كل الادلة التي يبطل بها الاستحسان تبطل القياس“۔^۱

(..... ابوسلیمان داؤد بن خلف الاصفہانی شافعیہ میں سے تھے اور اصحاب شافعی سے فقہ حاصل کی مگر بعد میں شافعی مذہب چھوڑ کر اپنا مستقل مذہب اختیار کر لیا جو کہ صرف نصوص پر مبنی تھا۔ اصول شافعی میں قیاس کا انکار کیا جس طرح امام شافعی نے استحسان کا انکار کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم نے امام شافعی کا مذہب کیوں ترک کر دیا؟ تو فرمانے لگے کہ میں نے امام شافعی کی کتاب ”ابطال الاستحسان“ کا مطالعہ کیا تو اس میں میں نے یہ دیکھا کہ جتنے دلائل انہوں نے استحسان کے باطل کرنے میں پیش کئے ان سے قیاس بھی باطل ہو جاتا ہے۔)

معلیٰ بن منصور رازی (متوفی ۲۱۱ھ)^۲

انہوں نے امام ابو یوسف (متوفی ۱۹۲ھ) سے ان کی فقہ، اصول اور کتب روایت کیس کی۔

ابن سعید الاصبغی (۱۳۳ھ/۲۱۵ھ)^۳

اصول فقہ پر انہوں نے ایک کتاب تالیف کی تھی جس کا نام ”اجناس فی اصول الفقہ“ تھا۔^۴

۱ الشافعی، حیاة وعصر و آرا وہجہ، محمد ابوزہرہ۔ ص ۳۳۹۔ مصر، قاہرہ، دار الفکر العربی طبع ثانی ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء

۲ ابو یعلیٰ معلیٰ بن منصور رازی۔ بغداد میں وفات پائی

۳ کتاب الطہرست، ابن الندیم۔ اخبار ابی یوسف کے ضمن میں بیان کیا۔ ص ۲۵۶، ۲۵۷

۴ ابن سعید عبدالملک ابن قریب الاصبغی ۵ ہدیۃ العارفین، اسماعیل ہاشم بن داؤد ۲۶۳/۱۵۔ دار الفکر ۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲ء

بشر بن غیاث المرسی حنفی / معتزلی (۱۳۸ھ / ۲۱۸ھ) ^۱

فقہ و متکلم اور امام ابو یوسف کے خاص تلامذہ میں سے تھے اصول میں ان کی آراء ہیں جو اصول کی مرجع کتب میں موجود ہیں۔

ابن صدقۃ حنفی (متوفی ۲۲۰ھ) ^۲

محمد بن حسن شیبانی کے تلامذہ میں سے ہیں، فقہ تھے دس برس تک بصرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) کتاب اثبات القیاس ^۳ (۲) کتاب خبر الواحد ^۴ (۳) کتاب اجتہاد الراوی ^۵

نظام معتزلی (۱۸۵ھ / ۲۲۱ھ) ^۶

معتزلی ائمہ میں سے تھے۔ فقہ و اصول میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ چند یہ ہیں کہ انہوں نے اجماع کی حجیت اور احکام شرعیہ میں سے قیاس کا انکار کیا، قضاء کو عدم واجب مانا، نیت کے ساتھ بھی طلاق لکھ کر دینے سے واقع نہیں ہوتی، صلوات و تراویح جائز نہیں ہے۔

کتاب ”النکت“ تالیف کی۔ اس میں اجماع کی عدم حجیت پر کلام کیا، صحابہ کرام پر طعن کیا اور ہر ایک کی طرف عیب منسوب کئے گئے۔

عبداللہ بن مسلمہ القعبنی (متوفی ۲۲۱ھ) ^۷

امام مالک کی فقہ، اصول اور مؤطا کو ان سے روایت کیا گیا۔

۱ ابو عبد الرحمن، بشر بن غیاث بن ابی کریم المرسی المعتزلی البغدادی العدوی (۵۵ھ / ۸۳۳ء)۔ بغداد میں وفات پائی۔

۲ معجم الاصلیین، محمد مظہر بقا۔ ۲/۴ (۲۳۳) المملکة العربیة السعودیة جامعہ ام القرى سلسلہ بحوث الدراسات الاسلامیة (۲۲)، ہدیۃ العارفین باشا بغدادی اسماعیل۔ ۱۳۲/۵

۳ ابو موسیٰ عیسیٰ بن ابان بن صدقۃ۔ متوفی ۸۳۵ء۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

۴ کتاب الفہرست، ابن الندیم ص ۲۵۸، ہدیۃ العارفین۔ ۱۶۰/۵، ایضاح المکنون، اسماعیل باشا محمد امین بن مریم سلمہ البیانانی۔ البغدادی ۲۳/۱۳، دار الفکر ۱۳۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء

۵ کتاب الفہرست ابن الندیم ص ۲۵۸۔ ہدیۃ العارفین ۸۰۶/۵۔ حوالہ سابق

۶ ابوالمنذر ابراہیم بن سیار بن حانی البصری (۸۰۱ھ / ۸۳۶ء)۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

۷ الخ السکین فی طبقات الاصولیین، الراعی۔ ۱/۱۳۱، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۹۷/۱۶۔ ۹۸ (۳۱۳) حوالہ سابق

۸ ابو عبد الرحمن، عبداللہ بن مسلمہ بن قعب الحارثی۔

۹ کتاب الفہرست، ابن الندیم ص ۲۵۱، اصحاب مالک اللہین اخلوا عنہ ورو وامنہ۔

صبح مالکی مصری (متوفی ۲۲۵ھ) ۱

فقیر، محدث، مفتی مصر اور جدل و مناظرہ میں کمال رکھنے والے شخص تھے۔ ان کے دادا نافع حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جس دن امام مالک کا انتقال ہوا، صبح اسی دن مدینہ میں وارد ہوئے۔ امام مالک کے تلامذہ سے کتاب فیض کیا۔ ابن الماجنون کے نزدیک وہ مصر میں مالکی فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اصول فقہ میں کتاب الاصول تالیف کی ہے۔

ابویوطی الشافعی (متوفی ۲۳۱ یا ۲۳۲ھ) ۲

امام شافعی کے قیام مصر کے زمانہ میں ان سے جو کچھ سنا تھا اُسے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر لیا جس کا نام "المختصر" رکھا۔ امام شافعی کے خاص شاگرد تھے۔

آراء و مؤلفات اصولیہ..... ان کی اصول میں آراء ہیں۔ جو ان کی تالیف سے باخبر ہوگا وہ ان آراء کو اس میں پائے گا۔ آپ کی بہت سی مؤلفات ہیں انہی میں سے المختصر الکبیر، المختصر الصغیر اور کتاب الفرائض ہیں۔ یہ کتب اگرچہ فقہ میں ہیں مگر ان میں ابو یوطی نے بحث و استنباط کے طرق میں قواعد اصولیہ کی پابندی کی ہے۔

ابن ساعدہ تمیمی حنفی (متوفی ۲۳۳ھ) ۳

امام محمد بن حسن کے شاگرد ہیں، فقیر اور بغداد میں قاضی تھے۔ ابن ندیم نے لکھا: ولہ کتب مصنفہ و اصول فی الفقہ۔

ابو ثور شافعی (۱۶۴ھ/۲۴۱ھ) ۴

امام شافعی کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے اقوال قدیمہ کے ناقل ہیں۔

ابن ندیم شیعہ معتزلی (متوفی ۳۸۵ھ) نے لکھا:

"أخذ عن الشافعی وروی عنه وخالفه فی اشیاء واحداث لنفسه ملعبا اشتقه من مذہب

الشافعی..... واکثر اهل اذربيجان و ارمینية یصفهون علی مذہبه" ۵

(انہوں نے (امام) شافعی سے افذ (علم) کی ان سے روایت کی اور کئی چیزوں میں ان کے مذہب کی مخالفت کی اور

مذہب شافعی سے مشتق مذہب بنایا..... اکثر اہل اذربایجان اور ارمینیا ان کے مذہب کی فقہ کے ماننے والے تھے)

۱ ابو عبد اللہ اصبح بن الفرج بن سعید بن نافع المصری، متوفی ۸۴۰ھ۔ مصر میں وفات پائی۔

۲ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ۱/۹۵/۱۸۸، لکھیہ، الفتح المبین، الرائی، ۱۴۳۱/۱۳۵، مجملہ الاصولین، مجملہ مطہر بقا، ۲۱۲

۳ ابو یوسف یوسف بن یحییٰ المصری ابو یوطی الشافعی، متوفی ۸۳۶ھ۔ بغداد میں وفات پائی۔

۴ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۱۱۳/۲۹۹، وما بعدھا (۷۶۳)، کتاب المہمست، ابن الندیم، ص ۲۵۵، ۲۶۶، الفتح المبین، الرائی

۵ ۱/۱۳۷، طبقات الشافعیہ، ابن ہدایہ اللہ، متوفی ۱۰۱۳ھ۔ ص ۳۔ مطہر بغداد، ۱۳۵ھ

۶ ابو عبد اللہ محمد بن سائد تمیمی ۷ کتاب المہمست ابن الندیم، ص ۲۵۹، ۲۵۸۔ فی اخبار اہی حنیفہ و اصحابہ العرالعین

۸ ابو ثور رابع بن خالد بن (ابی) الیمان الکلبی البغدادی (۷۸۶/۸۵۳ھ)

۹ کتاب المہمست، ابن الندیم، ص ۲۶۵، فی اخبار الشافعی و اصحابہ بتاریخ بغداد، ابن خطیب بغدادی ۶/۲۵۷، وما بعدھا (۳۱۰۰)

ابن العماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے شذرات الذهب میں لکھا :

”ولم يقلدا حداً..... وعمل اولاً مذهب اهل الراى حتى قدم الشافعى العراق وصحبه فاتبعه وهو غير مقلد لاحد.“^۱

(کسی کی تقلید نہیں کرتے..... اولاً خلفی مذہب پر چلتے تھے۔ پھر جب امام شافعی عراق آئے تو ان کی صحبت اور اتباع اختیار کی مگر وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

اصول میں ان کی آراء :

ان کی اصول میں آراء ہیں۔ مثلاً ”المسودة في اصول الفقهاء“ میں ان کی یہ رائے نقل کی گئی ہے :

”العموم اذا دخله التخصيص بشئ فهو حجة فيما عداه، نص عليه في مواضع، وبه فالت الشافعية، واختار الجويني، حكى عن المعتزلة والا شعرية انه يصير مجازاً، ولا يحتاج به واليه ذهب عيسى بن ابان وابو ثور.“^۲

احمد بن حنبلی (۱۶۲ھ-۲۴۱ھ)^۳

فقہ و محدث تھے۔ امام احمد بن حنبلی نے فقہ و اصول میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جسے ان کے مذہب کی اصل و اساس قرار دیا جاسکے۔ اور نہ ہی اپنے فقہی افکار و آراء کی اشاعت پسند کی اور نہ ہی اپنے تلامذہ کو امام ابوحنیفہ کی طرح اطا کرائیں۔ اب یہ جاننے کے لئے کہ فقہ حنبلی کے اصول کیا ہیں؟ ان کے اصول و ضوابط کیا ہیں؟ اب صرف آپ کے تلامذہ کے کام پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ امام احمد نے فقہ کے بعض موضوعات پر کچھ تحریریں چھوڑی ہیں۔ مثلاً ”مناسک کبیر“، ”مناسک صغیر“ اور نماز پر ایک چھوٹا سا رسالہ۔ مگر یہ رسائل موضوع سے متعلق ایسے ابواب ہیں جن میں رائے، قیاس اور فقہی استنباط نہیں ہے بلکہ صرف رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اتباع اور نصوس شریعہ کا فہم ہے۔ یہ رسائل حدیث ہی پر مشتمل ہیں اگرچہ ان کا موضوع فقہ سے متعلق ہے۔ مذہب حنبلی کو جاننے کے لئے ان کے اصول استنباط مختصر اپیش کئے جا رہے ہیں۔

فقہ حنبلی کے اصول استنباط :

حافظ ابن القیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) اپنی کتاب اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں : امام احمد نے اپنی فقہی بنیاد مندرجہ ذیل پانچ چیزوں پر رکھی تھی :

۱۔ نصوص..... پہلی چیز جس پر امام احمد انحصار کرتے ہیں وہ نص ہے۔ جب آپ کو نص مل جاتی ہے تو اس کے بموجب فتویٰ دیتے ہیں اور کسی دوسری چیز کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ نص کو صحابہ کرام کے فتاویٰ پر بھی وہ مقدم رکھتے ہیں۔

۱۔ شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، ابوالفلاح عبدالحی بن العماد حنبلی، متوفی ۱۰۹۸ھ، قاہرہ مکتبۃ القدسیہ ۱۳۵ھ

۲۔ المسودة فی اصول لفقہ، مہد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن انصر، متوفی ۶۵۲ھ، شہاب الدین ابوالحسن عبداللیم بن عبدالسلام، متوفی ۶۸۲ھ، شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن حلیم، متوفی ۷۵۱ھ، جمع و تہض، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن عبدالحئی حنبلی المرانی الدمشقی، متوفی ۷۳۵ھ۔ ۱۱۶ھ، بیروت دارالکتب العربیہ سنہ ۱۳۸۰ھ

۳۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن حنبلی بن حلال بن اسد بن اورئیس بن عبداللہ (۸۰-۸۵ھ)

حافظ ابن القیم نے ایسی بہت سی مثالیں دی ہیں جہاں نص کے مقابلے میں امام احمد نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو نظر انداز کیا۔ انہی میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ ”غیر مسلم کی میراث مسلمان کو ملنی چاہئے“، کے بارے میں حدیث مانع کے پیش نظر انہوں نے رد کر دیا۔

اس مثال سے پیدا ہونے والا اشکال اور اس کا جواب :

اس مثال میں یہ خدشہ وارد ہو سکتا ہے کہ امام احمد نے نص مجرد کے مقابلے میں نہیں بلکہ ایک صحابی کے مقابلے میں دوسرے صحابی کا قول ترک کر دیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول، جمہور صحابہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خلاف تھا۔ لہذا امام احمد نے نص مجرد کے مقابلے میں صحابی کا فتویٰ ترک نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے صحابی کا فتویٰ قبول کر لیا جو نص سے محکم تھا۔ اقوال صحابہ میں اختلاف کی صورت میں وہ ترجیح کے اصول پر عمل کیا کرتے تھے۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے، اس کی عدت (چار مہینہ دس دن کے بجائے) سببہ سلمیہ کی حدیث کی رو سے وضع حمل ہے۔ امام احمد کا فتویٰ اسی پر ہے۔ اس کے لئے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول انہوں نے ترک کر دیا ہے کہ ایسی حاملہ عورت کی عدت اقصی الاجلین ہے۔ (اقصی الاجلین کا مطلب ہے یعنی چار ماہ دس دن کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تو چار ماہ دس دن عدت ہوگی، اگر اس عدت کے اندر اندر بچہ پیدا نہ ہو تو عدت وضع حمل تک ہوگی)۔

۲۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ..... فقہ امام احمد بن حنبل کی دوسری اصل صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ ہیں۔ اگر انہیں کسی صحابی کا فتویٰ مل جاتا تھا اور اس فتویٰ کے خلاف کوئی دوسرا فتویٰ ان کے علم میں نہیں ہوتا تھا تو اس پر اکتفا کرتے تھے۔ ایسے فتویٰ کو وہ اجماع نہیں قرار دیتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی عادت، تعبیر و تشریح میں احتیاط تھی لہذا ایسے موقع پر وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اسے دفع کرتی ہو۔ ایسے ہی مسائل میں غلام کی گواہی قبول کرنے کا فتویٰ بھی ہے۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام احمد ان سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، مجھے کسی ایسے صحابی کا علم نہیں ہے جو غلام کی شہادت نہ قبول کرتا ہو۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں :

”امام احمد جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی صورت سے دوچار ہوتے تھے تو عمل ہر رائے اور قیاس کسی طرح سے بھی اس کے خلاف نہیں جاتے تھے“۔

۳۔ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں فیصلہ..... حافظ ابن القیم نے امام احمد کے جن اصول خسہ کا ذکر کیا ہے ان کی ایک اصل یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں صحابہ مختلف الرائے ہوتے تھے تو ان میں سے وہ قول قبول کر لیتے تھے جو کتاب و سنت سے قریب تر ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو سکتی تو ان کا اختلاف ذکر کر دیتے۔ لیکن کسی صورت صحابہ کے اقوال سے خروج نہ فرماتے۔

۴۔ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف..... فقہ احمد کی چوتھی اصل یہ ہے کہ وہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو قبول کر لیتے تھے۔ اگر مسئلہ زیر بحث میں کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو تو ایسی صورت میں مرسل اور ضعیف حدیث کو وہ قیاس پر ترجیح دیتے۔ یاد رہے کہ یہاں ”حدیث ضعیف“ سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے جس کی سند میں کوئی متم روای ہو، جو قابل حجت نہ ہو سکتا ہو۔

بقول حافظ ابن القیم اس اصل کو دوسرے بہت سے علماء بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ اس کی نسبت انہوں نے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سب کی طرف کی ہے۔

۵۔ قیاس..... پانچویں اصل، جس کا حافظ ابن القیم نے ذکر کیا ہے، قیاس ہے۔ یعنی اگر کسی مسئلے میں امام احمد کونص نہ ملتی، نہ کسی صحابی کا قول و نہ کتاب ہو، اور نہ کوئی مرسل یا ضعیف حدیث یا تہمہ آتی تو قیاس سے کام لیتے تھے۔ لیکن قیاس کا استعمال وہ شدید اور خاص ضرورت ہی کی صورت میں کرتے تھے۔

یہ ہیں وہ اصول خس۔ جن کا ذکر حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین کے شروع میں کیا ہے۔ لیکن اگر حنا بلکہ کتب اصول کا نظر غائر سے مطالعہ کیا جائے اور حافظ ابن القیم کی متفرق اور مختلف کتابوں کو پیش نظر رکھا جائے تو ان اصول میں حذف و اضافہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً پہلی اصل یہ ہے کہ نص سے مراد صرف کتاب نہیں بلکہ کتاب و سنت دونوں ہیں۔ امام احمد بھی امام شافعی کی طرح نص بول کر دونوں کو مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ سنت کتاب کی شارح اور اس کے اجمال کی تفصیل کرتی ہے۔ لہذا کتاب و سنت کا قطعاً ایک ہی مرتبہ ہے۔ اسی طرح دوسرے اصل میں تیسرے کا اور پہلے اصل میں چوتھے کا تداخل ممکن ہے۔ اگرچہ ابن القیم کے بیان کردہ طریقے میں بعض مصطلحیتیں ضرور ہیں لیکن وہ اصل کو مانع نہیں۔ اس طور پر ابن القیم کے بیان کردہ اصول اب چار ہی رہ جاتے ہیں، جو یہ ہیں :

(۱) کتاب (۲) سنت (۳) فتاویٰ صحابہ (۴) قیاس

ان اصولوں پر جو مزید اضافہ ہو سکتا ہے، وہ یہ ہیں :

(۱) احتیصاف (۲) مصالح مرسلہ (۳) سد ذرائع

کتب حنا بلہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام احمد اجماع کو حجت مانتے تھے، بشرطیکہ وہ واقع ہو چکا ہو اور کسی ایسے معین مسئلے میں ہو جس کے بارے میں اب تک اجماع نہ ہوا ہو۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور خود امام احمد کا مسلک اس بارے میں یہی ہے۔ امام احمد کے قیاس سے کام لینے کی وجہ سے منجلی فقہاء نے بھی خود قیاس سے کام لیا اور ضروریات زمانہ نے ان کو مجبور کر دیا کہ فتاویٰ صحابہ اور مخصوص پر قیاس کریں اور فتویٰ دیں۔ امام احمد کے اقوال سے تخریج کریں اور یہ کام بغیر قیاس کے ممکن نہ تھا۔ لہذا وہ اس طریقے پر چلے۔ انہوں نے اجتہاد بھی کیا اور استنباط سے بھی کام لیا اور اجتہاد بالرای کی صورتوں مثلاً احتیصاف، مصالح مرسلہ اور اتحسان وغیرہ سے بھی کام لیا۔

علمائے حنا بلہ کی اصول فقہ میں کتب..... یہاں چند اہم کتب مختصراً ذکر کی جا رہی ہیں۔ ان کے اصل مقام پر تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے حنا بلہ نے اصول فقہ کے سلسلہ میں متعدد بلند پایہ اور مفید کتابیں لکھیں ہیں۔ ان میں علی بن محمد ابن عقیل البغدادی (متوفی ۵۱۳ھ) ابو یعلیٰ محمد بن الحسن الفراء (متوفی ۴۵۸ھ)، ابو الخطاب محفوظ بن الحسن البغدادی (متوفی ۶۹۵ھ)، نجم الدین طوفی، ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد جلیل ابن قیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے اصول فقہ پر کئی کتابیں لکھیں۔ اس علم کے قواعد مرتب کرنے اور ان کی توضیح و تشریح

۱۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ ابن تیمیہ الجزیریہ منجلی متوفی ۷۵۱ھ، تحقیق طہ عبدالرافع، ۲۹۱-۳۳، بیروت دار الفکر

کرنے میں کافی جدوجہد کی۔ اور قیاس پر خصوصیت کے ساتھ قلم اٹھایا اور پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق ابن قیم نے فقہ اسلامی کی اس شاخ قیاس پر بہت زیادہ تفصیل اور تکمیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ اس معاملہ میں دونوں سلف کے مسلک پر گامزن رہے اور انہی کے نقش قدم کی روشنی میں آگے بڑھے اور قیاس کے سلسلہ میں امام احمد سے جو شروع منسوب تھے انہیں نقل کیا۔ ان کی چھان بین کی، ان کی توضیح و تشریح کی، اس سلسلہ میں انہوں نے صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کے منہج کی عام طور پر اور امام احمد کے منہج کی خاص طور پر وضاحت کی۔ متاخرین علمائے حنابلہ نے متفرق فرود و جزئیات کو مختلف ابواب میں منتشرہ صورت میں دیکھا تو ان تمام اشیاء و نظائر کو جمع کیا۔ آسانی و سہولت کے لئے متعدد متحدہ فکر مسائل کے لئے علیحدہ علیحدہ عنوان کے قاعدے اور کلیات بنا دیئے۔ جس سے ایک واضح صورت نمایاں ہو گئی۔ چنانچہ قواعد و ضوابط پر بہت سی کتب میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں :

نجم الدین الطوقی نے ”القواعد الکبریٰ“ اور ”القواعد الصغریٰ“ تالیف کیں اور حافظ ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ) علاؤ الدین علی بن عباس الجعلبی افسہلی معروف بہ ابن اللحام (متوفی ۸۰۳ھ) کی کتابیں بھی اس فن پر اہمیت کی حامل ہیں۔

حسین الکرابیسی (متوفی ۲۴۵ھ) ^۱

محدث، فقیہ، اصولی، متکلم تھے۔ امام سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے لکھا : ”تفہم اولیٰ علیٰ مذهب اہل الراہی ثم تفہم للشافعی“ ^۲ ابن خطیب (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں لکھا :

”وله تصانیف کثیرة فی الفقه وفی الاصول تدل علی حسن فہمہ وغزارة علمہ“ ^۳
(فقہ و اصول میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں جو ان کے حسن فہم اور کثرت علم پر دلالت کرتی ہیں)

اسماعیل بن یحییٰ المزنی شافعی (۱۷۵ھ-۲۶۴ھ) ^۴

یہ بہت بڑے عالم و فقیہ و مجتہد تھے۔ حسن بیان ان کی خصوصیت تھی۔ میدانِ جدل میں حریف کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ مذہب شافعی سے متعلق بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً المختصر الکبیر والمختصر الصغیر وغیرہ۔ امام شافعی کی کتاب الام کا اختصار بھی کیا، المرانی نے لکھا :

”وله آراء کثیرة معتبرة فی الاصول . ومن تصفح کتب المزنی التي الفها وجد فیها من الراء ما يدل علی تمکنہ فی علم الاصول ، وتبحرہ فی ایراد الأدلة والاستنباط“ ^۵
(ان کی بہت سی آراء ہیں جن پر علم الاصول میں اعتبار کیا گیا ہے اور جو المزنی کی مؤلفات کی ورق گردانی کرے گا وہ ان آراء کو پالے گا جو ان کے اصول فقہ میں تمکن پر اور ادلہ و استنباط کے لانے میں تبحر پر دلالت کرتی ہیں)

۱ ابویٰ حسین بن علی بن یزید الکرابیسی متوفی ۸۵۹ھ

۲ طبقات الشافعیہ الکبریٰ تاج الدین ابویوسف عبدالوہاب بن علی طب عبدالکافی السبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد اخلو محمود الطناتی۔ ۱۱/۱۲-۱۲/۱۲ قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ بیروت،

۳ تاریخ بغداد، ابن خطیب بغدادی، ۶۳/۱۸، (۴۱۳۹)، مجم الاصلین، محمد مظہر بقا، ۱۲۲/۲۲ (۳۱۰)

۴ ابویٰ اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن عمرو بن اسحاق المزنی (۷۹۱ھ-۸۷۸ھ)، مہر میں ولادت و وفات ہوئی

۵ اللؤلؤین۔ المرانی، ۱۵۶/۱-۱۵۸

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ الامر والنہی علی مذهب الشافعی۔^۱
 ۲۔ کتاب القیاس۔^۲
 داؤد الظاہری (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ)^۳

فقہ، مجتہد، محدث اور حافظ تھے۔ بغداد کی ریاست علم ان پر ختم ہوتی تھی۔ کتاب وسنت کی ظاہری نصوص پر عمل کرنے اور تاویل، قیاس و رائے سے کام نہ لینے کی بناء پر ”جماعت ظاہریہ“ کہلاتے ہیں۔ داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہری، ۲۰۲ھ کو فہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق راہویہ اور ابو ثور سے علم حاصل کیا۔ امام شافعی کے زبردست حامی تھے۔ ان کی مدح و ثنا میں دو کتابیں لکھیں۔ بغداد میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا۔ وہ ایک جداگانہ فقہ کے بانی تھے، جس کی بنیاد انہوں نے ظواہر کتاب وسنت پر رکھی۔ وہ اس وقت تک ظاہری احکام شرع کے پابند رہتے جب تک کتاب وسنت کی کسی دلیل یا اجماع سے یہ ثابت نہ ہو کہ ظاہری حکم مراد نہیں، بلکہ بعض کی عدم موجودگی کی صورت میں وہ اجماع پر عمل کرتے اور قیاس کو بالکل نظر انداز کر دیتے۔ ان کا قول ہے کہ عموم کتاب وسنت سے ہر مسئلہ کا جواب نکل آتا ہے۔ متعدد کتب ان کی تصانیف ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے نصف تک لوگ ان کے فقہ کی اتباع کرتے رہے۔ انہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور کی مخالفت کی ہے۔ اس امر پر علماء کا اجماع ہے کہ ظواہر نصوص سے احتجاج کرنے والے داؤد بن علی ہیں۔

خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) لکھتے ہیں :

”وہو اول من اظهر انتحال الظاهر، ونفى القیاس فی الاحکام لا، واضطر الیہ فعلا،

فسماه دلیلا“۔^۴

(داؤد پہلے شخص تھے جنہوں نے ظواہر نصوص سے احتجاج کیا۔ تو لا قیاس کی نفی کی اور فعلا سے اپنانے پر مجبور ہوئے۔ اس کا

نام انہوں نے دلیلا رکھا)

مؤلفات اصولیہ :

- | | |
|----------------------------|------------------------|
| ۱۔ کتاب ابطال القیاس | ۵۔ کتاب خبر الواحد |
| ۲۔ کتاب الخبر الموجب للعلم | ۶۔ کتاب الحجۃ |
| ۳۔ کتاب الخصوص والعموم | ۷۔ کتاب المفسر والمجمل |
| ۴۔ کتاب الاجماع | ۸۔ ابطال التقليد |

۱۔ معجم الاصلیین۔ محمد مظہر، ۲۷۲/۱-۲۷۳

۲۔ معجم الاصلیین۔ محمد مظہر، ۲۷۳/۱ میں بحوالہ البحر المحیط للزردکشی (خ)، ۱۲/۱ ذکر ہے

۳۔ ابوسلیمان داؤد بن علی بن داؤد بن خلف الاصبہانی (۸۱۶ھ-۸۸۳ھ)، کو فہ میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی

۴۔ تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ، ۳۷۴/۱۸-۳۷۴/۲ (۳۷۴/۲)

۵۔ کتاب البہر ست۔ ابن الندیم، ۲۷۲/۱-۲۷۲/۲ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۶۹/۱۸-۳۷۴/۲، تاریخ الامین المرافی، ۱۵۹/۱-۱۶۱

ابن ندیم اور ابن خلیب کے مطابق مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ”کتاب الاصول“ بھی تالیف کی تھی۔ المرائی نے الفتح المبین میں ان کی صرف چھ کتب ”بحذف کتاب الاجماع، ابطال التقلید اور کتاب الاصول“^۱ بیان کی ہیں۔ اسی طرح تاج الدین السبکی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: ”ثم وقفت لداؤد رحمة الله عليه وادقا يسيرة، سماها. الاصول“^۲ اور پھر السبکی نے ان اوراق میں سے چند عبارتیں نقل کیں۔ ابو داؤد الفاہری کا مذہب تقریباً پانچویں صدی ہجری تک قائم رہنے کے بعد تبعیین کی کمی کے باعث ختم ہو گیا۔ اگرچہ ابن حزم ظاہری نے اندلس میں اس مذہب کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ کتاب ”المحلی“ تصنیف کی اور اصول میں بھی کتاب لکھی۔ ابن ندیم نے اصحاب داؤد کا ذکر کیا۔ ان میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کی اصول میں کتب کا ذکر کیا ہے:

- ۱- ابوبکر محمد بن داؤد (یہ داؤد کے صاحبزادے ہیں)..... کتاب ”الوصول الی معرفة الاصول“
- ۲- ابوسعید الرقی..... کتاب ”الاصول“ جو سو کتابوں پر مشتمل ہے
- ۳- حسن بن عبید ابوسعید الشہر بانی..... کتاب ”ابطال القیاس“
- ۴- ابوالطیب ابن خضال..... کتاب ”ابطال القیاس“۔ کتاب ”نعت الحکمة فی اصول الفقہ“
- ۵- ابواسحاق، ابراہیم بن احمد بن الحسن الرباعی بغداد سے مصر آئے، وہیں انتقال ہوا..... کتاب ”الاعتبار فی ابطال القیاس“

ابن الجنید الشیبی (متوفی ۲۸۱ھ)^۳

شیخ امامیہ کے اکابر میں سے ہیں۔ آپ نے ”الافہام لاصول الاحکام“ تالیف کی^۴

اسماعیل بن اسحاق القاضی مالکی (۲۰۰ھ/۲۸۲ھ)^۵

فقہیہ، قاری، مصری، اصولی، محدث، ادیب اور فحوی تھے۔ اصول میں بھی ایک کتاب تالیف کی۔

ابوصالح الجستانی (متوفی ۲۹۰ھ)^۶

کتاب ”اصول الفقہ“ تالیف کی^۷

ابوبکر الفاہری (متوفی ۲۹۷ھ)^۸

انہوں نے ”کتاب الوصول الی معرفة الاصول“ تالیف کی^۹

۱- کتاب المہر مست۔ ابن ندیم ص ۲۷۱-۲۷۲، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۶۹/۸، (۳۳۲۳)، الفتح المبین المرائی، ۱۵۹/۱، (۱۶۱)

۲- طبقات الشافعیہ الکبریٰ، تاج الدین السبکی، ۲۸۳/۱، (۲۹۶) مع الویل السکانی محمد بن احمد بن الجنید البغدادی الشیبی

۳- حدیہ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۵۱/۶

۴- ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق بن حماد بن یزید الازدی (۸۱۵ھ/۸۹۵ھ)

۵- حدیہ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۳۰۷/۵، الفتح المبین، المرائی، ۱۶۲/۱

۶- ابوالصالح منصور بن اسحاق بن احمد بن ابی جعفر الجستانی حدیہ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۳۷/۶

۷- ابوبکر محمد بن داؤد بن علی بن خلف الاسبہانی البغدادی الفاہری حدیہ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۳۷/۶

۸- کشف الظنون، حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ/۲۰۱۳ھ۔ حدیہ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۳۶/۶

فن اصول کی تاریخ عبد رسالت سے عمر حاضر تک حصہ اول

سعد القیر وانی (متوفی ۳۰۰ یا ۳۰۰ھ) ^۱

فقیر، اصولی، مصری، نحوی تھے تقلیدی مذمت کرتے اور کہتے ہیں :

”هو من نقص العقول وانحطاط الهمم“

(وہ تقلید عقول میں کمی اور عزم و حوصلے میں پستی کا نام ہے)

انہوں نے کتاب ”المقالات فی الاصول“ تالیف کی ^۲

حسن بن قاسم طبری (متوفی ۳۰۵ھ) ^۳

ان کی صحیح تاریخ وفات ۳۵۰ھ معلوم ہوتی ہیں اس لئے ان کا وہیں تعارف پیش کیا جائے گا۔

ابن برهان فارسی (متوفی ۳۰۵ھ) ^۴

انہوں نے ”الذخیرۃ فی اصول الفقہ“ تالیف کی ^۵

ابن سرتج الشافعی (۲۳۹ھ-۳۰۶ھ) ^۶

امام مزنی ابو القاسم الاناطلی اور الزعفرانی کے شاگرد تھے وہ اپنے وقت کے شیخ الشافعیہ تھے۔ انہوں نے مذہب شافعیہ کی تشریح، اختصار و نشر و اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ شیراز میں قاضی رہے۔ اسکی نے ابو عاصم العبادی کا یہ قول نقل کیا کہ : ”ابن سرتج شیخ الاصحاب و مالک المعانی، و صاحب الاصول و الفروع و الحساب“ آپ کی مؤلفات کی تعداد چار سو ۳۰ تک بیان کی جاتی ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الرد علی ابن داؤد فی ابطال القیاس ۲۔ الفقیر فی الاصول ^۷

ذکر یاہن بحی الساجی الشافعی (۲۲۰ھ/۳۰۷ھ) ^۸

امام مزنی اور ربیع بن سلیمان کے تلامذہ میں سے تھے بصرہ کے شیخ الحدیث اور مذہب شافعی کے ایک بلند پایہ عالم تھے ابوالحسن اشعری نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۔ سعد بن محمد بن صبیح، ابوالیمان الغسانی القیر اہل القیر وانی متوفی ۹۱۳ھ، الفتح المبین، الرازی ۱۲/۱۲۱۳۔ اس میں تاریخ وفات ۳۰۰ھ مذکور ہے

۲۔ حدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا البغدادی ۵/۵۸۳، الفتح المبین الرازی ۲/۲۱۳۱، مجمل الاصولین محمد مظہر بھا ۲/۱۲۰ (۳۵۶)

۳۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۱۳۰۱ھ مصر مطبعہ البیہ احمد البانی الکلی ۱۳۱۰ھ

۴۔ احمد بن حسین معروف بہ ابن برهان فارسی ۵۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ/۸۲۵ھ

۶۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن سرتج البغدادی (۸۶۳ھ/۹۱۸ھ) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی

۷۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۱۰۱۷ھ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۱۲۱۲۔ تاریخ بغداد، خطیب البغدادی ۳/۲۸۷-۲۹۰

۸۔ طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین نسکی ۳/۳۹۱-۳۹۲ (۸۵)۔ الوافی بالوفیات، صلاح الدین خلیل بن ابیک اصفدی ۷/۲۶۱-۲۶۲ (۳۳۳)

دارالمنشور فرانز شتارز، بغیہ ہان ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۲ء، الفتح المبین الرازی ۱/۱۶۵، ۱۶۶، مجمل الاصولین محمد مظہر بھا ۲/۱۸۳، ۱۸۴ (۱۳۳)

۹۔ ابوالحسن الساجی، ذکریا بن سبکی بن عبد الرحمن بن بجر بن عدی بن عبد الرحمن البصری (۸۳۵ھ/۹۱۰ھ) بصرہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ..... فقہ و خلائیات میں کتاب تالیف کی جس کا نام ”اصول فقہ“ رکھا یہ ابواب فقہ پر محیط ہے خلائیات میں یہ ان کی کتاب الکبیر کا اختصار ہے۔ اس کے مقدمہ میں مندرجہ ذیل ائمہ کے مسائل میں اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، ابن ابی لیبی، عبد اللہ بن حسن العنبری، امام ابو یوسف، امام زفر بن الحدیل، محمد بن عبد اللہ بن شبرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، سفیان الثوری، ربیعہ بن ابی الزناد، یحییٰ بن سعید القطان، ابو سعید القاسم بن سلام اور ابو ثور۔^۱

ابن المنذر الشافعی (متوفی ۳۰۹ھ)^۲

آپ کا شمار مذہب شافعی کے ان مجتہدین میں ہوتا ہے جو جمع قواعد اصولیہ میں اپنے امام کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ابن السبکی نے کہا:

”المحمدون الاربعة: محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر الطبری، و محمد بن خزيمة و محمد بن المنذر. من اصحابنا. وقد بلغوا درجة الاجتهاد المطلق. ولم يختر جهم ذلك عن كونهم من اصحاب الشافعي المخرجين على اصوله، المتمذهبين بمذهبه، ولوافق اجتهادهم اجتهاده.“^۳

(ہمارے اصحاب میں چار افراد محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر طبری، محمد بن خزیمہ اور محمد بن المنذر قابل تعریف ہیں۔ اور وہ سب اجتہاد مطلق کے درجہ کو پہنچے اور ان کے اجتہاد کرنے نے ان کو شافعی رہنے، اصول شافعی کی پیروی کرنے سے خارج نہیں کر دیا۔ اگرچہ ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد سے بہتر ہی کیوں نہ ہوتا۔)

ابن ذہبی نے کہا:

”وكان لا يقلد احداً“^۴

(وہ [ابن المنذر] اجتہاد میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ کتاب اثبات القیاس ۲۔ کتاب الاجماع^۵

ابن خلکان نے کہا ”کتاب الاجماع وهو صغير“ (کتاب الاجماع ایک مختصر حجم کی کتاب ہے)^۶

۱۔ اللعالمین - المرافی، ۱۶/۱۱

۲۔ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النہا پوری متوفی ۹۲۱ھ مکہ میں وفات پائی، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۱۳۸۵/۱۲ میں ۳۱۰ یا ۳۱۸ھ تاریخ وفات ذکر کی ہے۔ ۳۔ اللعالمین - المرافی، ۱۶/۱۱، ۱۶۹

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن المنذر (متوفی ۳۸۸ھ - ۱۳۳۷م، ۸۳۱۲ھ) بیروت دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۔ کتاب اللہمست، ابن الندیم، ص ۲۶۹۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ۔ متوفی ۱۰۶۷ھ - ۱۳۸۵/۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ، امام الذہبی، ۸۲/۱۲

۶۔ وفیات الامیاء، ابن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، ۳۹/۱۱

اسماعیل النونختی امامی (۲۳۷ھ/۳۱۱)۔^۱

شیعی مذہب کے عظیم متکلم اور مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱- نقض رسالة الشافعي
۲- نقض اجتهاد الراى على ابن الرواندى
۳- كتاب الخصوص والعموم
۴- كتاب ابطال القياس^۲

ابوالقاسم الکعبی معتزلی (متوفی ۳۱۹ھ)^۳

طائفہ معتزلہ کے رئیس ہیں۔ اصول فقہ میں آپ کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا البتہ اصول میں آپ کی آراء ہیں جو کتب اصولیہ میں موجود ہیں۔ مثلاً علامہ امجدی شافعی متوفی نے اپنی کتاب ”الاحکام“ میں الاصل الثانی کی پانچویں فصل ”فی المباح وما يتعلق به من المسائل“ میں ”المسألة الثانية“ میں ان کی رائے نقل کی :

”اتفق الفقهاء والاصوليون قاطبه على ان المباح غير مأمور به، خلافا لكعبی واتباعه من

المعتزلة، في قولهم انه لا مباح في الشرع، بل كل فعل يفرض فهو واجب“۔^۴

(جمع فقہاء و اصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ مباح غیر مأمور بہ ہے۔ اس بارے میں الکعبی کا اختلاف ہے جو معتزلہ کی موافقت میں ہے جن کا قول ہے کہ شرع میں کوئی فعل مباح نہیں بلکہ ہر فعل جو ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ (اس پر عمل واجب ہے)۔

اس کے چند سطور بعد ان کی دلیل کا ذکر ہے۔

اسی طرح علامہ امجدی ”الاصول الرابع“ کے باب الثانی (فی التواتر) کے المسألة الثانية میں خبر تواتر سے حاصل علم کے ضروری و نظری ہونے میں ان کی رائے بیان کرتے ہیں :

”اتفق الجمهور من الفقهاء والمكلمين من الاشاعرة والمعتزلة على ان العلم الحاصل عن

خبر التواتر ضروري وقال الكعبی وابو الحسين البصرى من المعتزلة والدقاق من اصحاب

الشافعي انه نظري“۔^۵

(اشاعرہ و معتزلہ کے جمہور فقہاء و متکلمین اس پر متفق ہیں کہ خبر تواتر سے حاصل علم ضروری ہے مگر معتزلہ میں سے الکعبی اور

ابو حسین بصری اور اصحاب الشافعی میں سے دقاق کہتے ہیں کہ وہ نظری ہے)۔

۱۔ اسماعیل بن علی بن اسحاق بن الفضل بن ابی سلم بن لو بخت البغدادی (۸۵۱ء-۹۲۳ء) :

۲۔ اللریعة التي تصانيف الشيعة، شيخ آقا بزرگ الطهراني، ۶۹/۱، ۷۶/۱، ۸۵/۱، ۱۷۶/۱، ۲۳/۲۸۵۔ بیروت دارالاضواء الطبعة الثالثة

سنہ ۱۹۵۱ء، مجلة الفكر الاسلامي ايران العدد ۲۶، ۲۵-۲۶، ص ۵۲، ۵۱

۳۔ ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی الکلبی، متوفی ۹۲۹ء، بلخ میں وفات پائی۔ کشف الظنون میں ان کا نام احمد بن عبداللہ مذکور ہے، تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے اور ابن کثیر نے برابر دانتہا میں ۳۱۷ھ بتائی ہے۔

۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الامجدی، متوفی ۶۳۱ھ/۸۹۱ء، بیروت، دارالفکر ۱۳۱۷ھ/۱۹۹۶ء

۵۔ حوالہ سابق

ابوہاشم الجبائی المحتزلی (۲۲۷ھ / ۳۲۱ھ) ^۱

شیوخ معتزلہ میں سے ہیں۔ معتزلہ کے طائفہ "البہشمیہ" کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اصول فقہ میں ان کی خاص آراء ہیں۔ مختلف علوم پر بہت سی کتب تالیف کیں۔

مولفات اصولیہ :

۱۔ کتاب الاجتهاد ۲۔ کتاب القعدة ۳۔ کتاب تذکرۃ العالم

اصول میں آپ کی آراء میں سے ہے :

"ان امتثال الامر لا یوجب الاجزاء، وقال الجمهور انه یوجب الاجزاء، بمعنی علم وجوب القضاء، واستدل الجبائی بوجوب المضی فی الحج الفاسد، مع وجوب قضائه، وقال: ان الاجزاء عند امتثال الامر یستفاد من عدم دلیل یدل علی الاعادة لا من امتثال الامر نفسه" ^۲

ابو الحسن الأشعری (۲۶۰ھ / ۳۲۴ھ) ^۳

ان کے فقہی مذہب کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ فقہائے شافعیہ ان کو شافعی اور فقہائے مالکیہ ان کو مالکی بتاتے ہیں۔ زیادہ قریب قیاس یہ بات ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے۔ اختلاف روایات کے ساتھ آپ پچاس سو بارہ سو کتب کے مصنف تھے۔

مولفات اصولیہ :

۱۔ البات القیاس ۲۔ کتاب اختلاف الناس فی الاسماء والاحکام

۳۔ کتاب الخاص والعام ^۴

اسحاق الشاشی حنفی (۲۲۳ھ / ۳۲۵ھ) ^۵

فقہیہ و اصولی تھے۔ مصر تشریف لائے اور اس کے بعض علاقوں میں قاضی رہے، حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔ مصر کے مشہور اور بڑے عالم اور ثقہ فقہاء میں سے تھے اور محمد بن حسن کی "الجامع الکبیر" زید بن اسامہ عن ابی سلیمان الجوزانی سے روایت کیا کرتے تھے۔ ^۶

۱۔ ابوہاشم، عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب بن سلام بن خالد بن عمران بن ابان الجبائی (۸۶۱ء / ۹۳۳ء) بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ کتاب العبر، ص ۱۱، ابن النذیم، ص ۲۲۲، الفتح العسینی، المرافی، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱

اصول الشاشی کس نے تالیف کی ؟

یہ کتاب بلاؤ ہندو پاکستان میں برس سے زائد عرصہ سے متداول ہے اور مدراں قدیر میں اصول فقہ پر پڑھائی جانے والی پہلی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں جو مظہر بقا نے اپنی کتاب معجم الاصولیین کے مقدمہ میں جمع کر دیئے ہیں :

☆ اس کتاب کے مصنف اسحاق بن ابراہیم، ابویعقوب الخراسانی الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ/۹۳۶ء) ہیں۔

اس کو المرآعی نے الفتح المبین (۱۷۷/۱) میں بحوالہ التوفیقات الالہیہ، معجم البلدان ۵ (صفحہ مذکور نہیں) اور الجواهر المضمینہ۔ جلد ۱ (صفحہ مذکور نہیں) نقل کیا۔ اور بروکلیمان نے (۱۷۴/۱)، الجواهر المضمینہ ۱/۱۳۶، اور الفوائد البھیة۔ ص ۲۲ نقل کیا مگر صاحب الجواهر المضمینہ (۱۳۶/۱) اور صاحب الفوائد البھیة (ص ۳۳) دونوں نے اسحاق بن ابراہیم الشاشی کے حالات بتائے مگر اصول میں ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔

☆ اس کے مصنف احمد بن محمد بن اسحاق، ابولکلی، نظام الدین الشاشی (متوفی ۳۳۳ھ/۹۵۵ء) ہیں۔

یہ کتاب اس نسبت کے ساتھ بیروت سے سنہ ۱۳۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء میں طبع ہو چکی ہے اور کتاب کی ان کی طرف نسبت کے لئے الجواهر المضمینہ (۲۶۲/۱) اور الفوائد البھیة (ص ۳۱) اور تاریخ بغداد (۳۹۲/۳) اور شیرازی کی طقات الفقہاء (۱۳۳) کے حوالے دیئے گئے ہیں مگر درحقیقت ان میں سے کسی بھی نہیں لکھا کہ ان کی اصول فقہ میں کوئی کتاب ہے اور ہدیۃ العارفین (۶۲/۱) میں بغدادی نے ان کی سوانح میں لکھا کہ ان کی کتاب ”الخمیس فی اصول الدین اعنی اصول الفقہ“ ہے اور کتاب ”الخمیس“ وہ یہی کتاب ”اصول الشاشی“ ہے اسی طرح الفوائد البھیة ص ۲۳۳ میں مذکور ہے۔

☆ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام بدر الدین الشاشی الشروانی ہے جو تقریباً ۵۲ھ یا ۸۵۲ھ میں زندہ تھے۔ اس بروکلیمان (۱۷۴/۱) نے فہرست پشاور کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

☆ اس کے مصنف کا نام ابوبکر محمد بن احمد بن حسین بن عمر (متوفی ۵۰۷ھ۔ ۱۱۱۳ء)، فخر الاسلام سے ملقب اور المستظہری سے معروف ہیں۔ لندن میں فہرست المکتبہ الہندیہ کے مصنف نے یہی کہا، اس کا نمبر یہ ہے ۲۰۶/۲۔ ۲۰۵/۲ نمبر (۱۳۳۹) مگر اس کے مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ ”اصول الشاشی“ حنفی اصول فقہ کی کتاب ہے۔ حالانکہ کتاب کے اختتامی مقدمہ ”والسلام علی ابی حنیفہ و احبابہ“ سے یہی ظاہر ہے۔ اور مستظہری شافعی تھے۔ مولانا عبدالحی نے الفوائد البھیة (ص ۲۳۲۔ ۲۳۵) میں ان کا یہی مسلک بتایا ہے اور شافعیہ میں جو حضرات الشاشی سے مشہور ہیں ان میں سے ایک ابوبکر محمد بن علی الثعالی الکبیر الشاشی (متوفی ۳۶۶ھ یا ۳۳۳ھ) ہیں جو اصول الفقہ پر ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں اور دوسرے فخر الاسلام محمد بن احمد بن حسین الشاشی (متوفی ۵۰۷ھ) ہیں جو المستظہری سے معروف ہیں۔

☆ اس کتاب کے مصنف نظام الدین الشاشی ہیں جو سائیس صدی کے علماء میں سے ہیں صاحب حقائق الحنفیہ نے یہی کہا اور بروکلیمان (۱۷۴/۱) نے فہرست بائیں پوری سے بھی یہی نقل کیا ہے، مصنف اصول الشاشی اپنی کتاب کی پہلی فصل کے لئے لٹس پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ”وروی ابن الصباغ و هو من سادات اصحاب الشافعی

لمی کتابہ المسمی [الشامل]“ الخ ابن الصباغ کی وفات ۷۷۷ھ میں ہوئی، اس پر گولڈزیہر نے توجہ دلائی (بروکلمان ۱۷۳۱) اس لئے مؤلف اسحاق بن ابراہیم کی تاریخ وفات میں شک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ گولڈزیہر کو اس کتاب کی نسبت اسحاق بن ابراہیم الشاشی کرنے میں شک نہیں، بلکہ صرف تاریخ وفات میں شک ہے۔

لیکن دوسری طرف بروکلمان کو اس بات کا یقین ہے کہ یہ کتاب اسحاق بن ابراہیم الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ) کی نہیں ہے اور خود بھی ذکر کئے، لیکن کسی کی تعیین نہیں کی۔ ایک قول مصنف فہرہس پشاور کا ہے کہ اس کے مصنف بدرالدین الشاشی ہیں اور دوسرا قول صاحب حدائق الحنفیہ کا ہے کہ نظام الدین الشاشی ہیں۔

☆ ایک قول یہ بھی ہے کہ استاد العلماء حمید الدین الشاشی (متوفی ۷۸۱ھ) مراد ہیں۔ مکتبہ راجھستان ٹونک (۷۸۳/۲) کی فہرہس المخطوطات العربیہ سے یہی پتہ چلتا ہے۔

مظہر بقائد کورہ بالا اقوال پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں : میرے خیال کے مطابق اصول الشاشی جو اسحاق بن ابراہیم الشاشی کی طرف منسوب ہے وہ اصول الشاشی متداول کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہے۔ کیونکہ اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الخراسانی (متوفی ۳۲۵ھ) کی اصول الشاشی کا ایک خطی نسخہ مکتبہ دیال سنگھ لاہور پاکستان میں نمبر ۵۳۳ کے تحت موجود ہے اس میں آغاز یوں ہے :

ابتدائیہ : ”اما بعد حمد الله على نواله والصلوة على رسوله محمد واله“ الخ

اور اس کا اختتام اس طرح ہے : ”ومعنى الافراد ان يعتبر كل مسمى بانفراده ، ليس معه غيره تمت“۔ اس کا ایک اور نسخہ نمبر ۱۲۷ کے تحت موجود ہے۔

ابتدائیہ : ”حمد الله على نواله والصلوة على رسوله محمد واله“ الخ

اختتامیہ : ”ليس معه غيره ، والله اعلم بالصواب ، واليه المرجع والمآب“

اب اصول الشاشی متداول مطبوع کے ابتدائی و اختتامی کلمات ملاحظہ کیجئے :

ابتدائیہ : ”الحمد لله الذى اعلى منزلة المؤمنين بكريم خطابه“ الخ

نہایتیہ : ”لقال ما بال اسمك ، لاجمسه فيه ؟ قال : لانه كالماء فلا خمس فيه والله تعالى

اعلم بالصواب“

اب جب اصول الشاشی منسوب اسحاق الشاشی اور اصول الشاشی متداول کے مابین ابتدائیہ اور اختتامیہ اور اختلاف واضح ہو گیا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ ایک عنوان ”اصول الشاشی“ پر دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں اور اسی طرح ہم ”اصول الشاشی“ میں ابن الصباغ التوفی سنہ ۷۷۷ھ کا ذکر پاتے ہیں۔ اس طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم کی کتاب ہو جن کا انتقال ۳۲۵ھ میں ہوا۔

۱۔ معجم الاصولیین۔ محمد مظہر بقا، مقدمہ الکتاب ص ۱۱۱۔ الخ

اصول الشاشی متداول کا مصنف کون ہے ؟

عبدالحی لکھنوی الفوائد الہیہ (ص ۲۳۳) میں کہتے ہیں : الشاشی سے دو مذہبوں کے جلیل القدر دو امام مشہور ہوئے ، ایک حنفی (المدہب) ابوعلی احمد بن محمد بن اسحاق..... پھر کہا کہ ایک دوسرے شاشی بھی ہیں جن کا ذکر گزر چکا ہے اور وہ ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ بہر حال اصول میں اصول الشاشی کی جو کتاب ہمارے زمانے میں متداول و مشہور ہے اس کا آغاز یوں ہے :

” الحمد لله الذی اعلى منزلة المؤمنین بکرم خطابه “ الخ

حاجی خلیفہ ملا کتاب چلپی نے اس کتاب کو ” کتاب الخمیس “ کے نام سے لکھا ہے اور مصنف کے نام نظام الدین الشاشی تحریر کیا اور وجہ تسمیہ یہ نقل کی کہ تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس سال تھی۔ صاحب الفوائد الہیہ نے احمد بن محمد ابوعلی الشاشی اور اسحاق بن ابراہیم الشاشی کا ذکر کیا، لیکن اس کتاب کی نسبت ان دونوں میں سے کسی کی طرف بھی نہیں کی۔ اس کے برخلاف اس کو نظام الدین الشاشی کی طرف منسوب کیا اور اس کو کشف الظنون سے نقل کیا ہے۔ مگر مظہر بقا کا کہنا ہے کہ انہیں یہ حوالہ کشف الظنون میں نہیں ملا اور جو صاحب الفوائد الہیہ اور پھر صاحب ” حدائق الحنفیہ “ نے کہا ہے وہ درستی سے زیادہ قریب ہے کہ اصول الشاشی کے مصنف نظام الدین ہیں جو ساتویں صدی کے علماء میں سے ہیں ، واللہ اعلم بالصواب۔ ان مذکورہ بالا باتوں کے باوجود یہ کتاب بلاد ہند و پاکستان میں متداول ہے۔

اصول الشاشی کی شرح :

۱۔ المعدن : صفی اللہ بن نصیر الہندی کی شرح ہے اور مقدمہ المعدن میں لکھا ہے :

” قد شرحه کثیر من الرجال ، واشتغل بحله جم غفیر من مہرۃ ارباب الکمال “

(بہت سے اشخاص نے اس کی شرح لکھی اور ماہرین ارباب کمال میں سے جم غفیر اس کے حل میں مشغول رہا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول الشاشی کہ بہت سی شرح لکھی گئی ہوں گی مگر ہم ان سے واقف نہیں ہیں۔

۲۔ مولی محمد بن الحسن الخوارزمی الفرائی معروف بہ شمس الدین الشاشی متوفی ۷۸۱ھ نے بھی اس کی ایک شرح لکھی۔

اصول الشاشی پر حواشی :

۱۔ فصول العواشی : شیخ الرداد الجونیوری حنفی (متوفی ۹۲۳-۹۳۲ھ) اس کے مصنف ہیں۔

۲۔ فصول العواشی لاصول الشاشی : یہ مولوی عین اللہ کی تصنیف ہے یہ کتاب ۱۳۰۲ھ میں دہلی سے چھپی۔ بروکلمان نے ۱۷۲۱ء میں ” فصول الحوادث “ کا نام تحریر کیا جو ان کا سہو ہے۔

۳۔ حصول العواشی علی اصول الشاشی : یہ حاشیہ شیخ محمد حسن کا ہے، جس کی کنیت ابو الحسن بن محمد السنہلی ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

۴۔ عمدۃ الحواشی علی اصول الشاشی : شیخ فیض الحسن گنگوہی، یہ کتاب بیروت سے ۱۳۰۲ھ میں چھپ چکی ہے۔

۵۔ احسن الحواشی علی اصول الشاشی : شیخ برکت اللہ لکھنوی، دہلی سے طبع ہوئی۔

۶۔ عمدۃ الحواشی علی اصول الشاشی : عباس قلی خان (۱۳۰۵ھ میں زندہ تھے) اصل کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔^۱

اس کتاب کی اردو شروح بھی لکھی جا چکی ہیں، ان میں چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مزمل العواشی : نجم الغنی خان رامپوری (۱۸۵۹ء-۱۹۲۳ء) کراچی میر محمد سنہندہ اردو زبان میں یہ ایک عمدہ شرح ہے۔ بعد میں آسانی اور سہولت کے لئے اس کتاب میں کچھ تبدیلی کر کے اور عبارت متن کے نکلنے کے ایک سوالیہ جوابیہ انداز میں ڈھال کر متن اور عبارت کو الگ الگ بیان کر کے اس کو ”معلم الاصول شرح اصول الشاشی“ ملتان کلتیہ شرکت علمیہ سے طبع کیا گیا۔ اس کو اسحاق صدیقی نے اس ترتیب پر مرتب کیا۔

۲۔ خلاصۃ الحواشی : محمد ابرہیم کراچی میر محمد

بہر حال نظام الدین الشاشی نے اس کتاب میں احناف و شوافع کے اکثر اختلافی مسائل کو اصول کے ماتحت نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے، طرز بیان مختصر مگر واضح ہے۔

ابن الاخشید معتزلی (۲۷۰ھ-۳۲۶ھ)^۲

طاقتہ معتزلہ کے فاضل، زاہد و صالح تھے۔ اصول میں آپ کی یہ کتب ہیں :

۱۔ کتاب الاجماع
۲۔ کتاب المعونہ (ناکمل)^۳

ابن الخلال قاضی - معتزلی (متوفی ۲۳۱ تقریباً)^۴

مذکور الذکر ”ابن الاخشید“ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے ”کتاب الاصول“ تالیف کی۔^۵

الاصطخری الشافعی (۲۲۴ھ-۳۲۸ھ)^۶

فقیر اور اصولی تھے۔ اصول فقہ میں آپ کی آراء میں جو کتب اصولیہ میں ملتی ہیں وہ مشہور و معتبر ہیں۔ اسی لئے بطور حوالہ پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً امدی نے ”الاحکام“ میں جب اس بارے میں کہ حضور ﷺ نے جن افعال میں ہمیشگی اختیار کی اور

۱۔ حوالہ سابق۔ ص ۱۳۶۔ انھیں اور ۶۱۶-۲۷۶-۲۷۷ (۲۲۲)

۲۔ ابوبکر احمد بن علی بن مخور (مخور) الاشاہد والبغدادی المعتزلی (۸۸۳ء-۹۳۸ء)

۳۔ کتاب التلمیذات۔ ابن الندیم ص ۲۲۰-۲۲۱، ہدیۃ العارفین اسماعیل باشا بغدادی ۶۰/۵

۴۔ ابوعمر احمد بن محمد بن حفص الخلال المہری، بصرہ میں ولادت ہوئی ۵۔ کتاب التلمیذات ص ۱۳۱-۱۳۲

۶۔ ابوسعید حسن بن احمد بن یزید بن یحییٰ بن الفضل بن بشار (۸۵۸ء-۹۳۰ء)، بغداد میں وفات پائی، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۲۶۹/۷-۲۶۸/۷

وہ افعال اُمت کے حق میں وجوب پر دلالت کرنے والے قرینے سے خالی بھی ہوں تو اس بارے میں اصولین کے مختلف طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ ان کی رائے کا بھی ذکر کرتے ہیں اور انہوں نے کہا: ”حضور ﷺ نے جن افعال کی اورائی میں مواظبت اختیار کی اور وہ وجوب پر دلالت کرنے والے قرینہ سے بھی خالی ہوں تو ابن سريج الاصطخر، ابن ابی ہریرہ، ابن خیران، حنابلہ اور معتزلہ میں سے ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ وہ افعال ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُمت کے حق میں واجب کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ ان کی حیثیت ندب و اباحت کی ہے۔“

ابو بکر الصیر فی الشافعی (متوفی ۳۳۰ھ) ۱

ابن خلکان نے لکھا:

”کان من اجلة الفقهاء اخذ الفقه عن ابی العباس بن سریع واشتھر بالحدق فی النظر

والقیاس وعلم الاصول وله فی اصول الفقه کتاب لم یسبق الی مثله“ ۲

(جلیل فقہاء میں سے تھے۔ ابوالعباس بن سريج سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور نظر، قیاس اور علم اصول میں مہارت میں شہرت پائی

اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی)

اس کے بعد ابن خلکان ابوبکر القفال کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وحکی ابوبکر القفال فی کتابه الذی صنفه فی الاصول ان ابا بکر الصیر فی اعلم الناس

بالاصول بعد الشافعی“ ۳

(ابوبکر القفال نے اپنی اصول پر کتاب میں بیان کیا ہے کہ ابوبکر الصیر فی امام شافعی کے بعد سب سے زیادہ اصول کا علم

رکھنے والے تھے)

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ کتاب البیان فی دلائل الاعلام علی اصول الاحکام

۲۔ شرح لرسالة الشافعی ۳۔ کتاب فی الاجماع ۴

قاضی ابو الفرج مالکی (متوفی ۳۳۱ھ) ۱

فقہ اصولی و لغوی تھے۔ طرسوس، انطاکیہ، المصیصہ، اشعور میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ گھڑ سواری کے فن میں بھی مہارت تھی۔ اصول فقہ پر انہوں نے ”کتاب اللمع“ تالیف کی۔ ۲

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین الابدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱۲۲۱ء، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ

۲۔ ابوبکر الصیر فی محمد بن عبداللہ البغدادی متوفی ۹۴۱ھ، مصر میں وفات پائی، طبقات الشافعیہ، ابن ہدیہ اللہ ص ۱۸

۳۔ وفیات الاعیان۔ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۳۵۸/۱ ص ۳۰ حوالہ سابق

۴۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم شیعی متوفی ۳۸۵ھ، ۲۶۷، ایضاً المعکون، اسماعیل ہاشمبغدادی، ۶۱۳/۳۷، الفتح المبین،

المراغی، ۱۸۰/۱ ص ۱۸ ابو الفرج۔ عمرو (عمر) بن محمد بن عمرو، اللشی البغدادی متوفی ۹۴۲ھ، بصرہ میں ولادت وفات ہوئی

۵۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۵۳، ہدیہ العارفین اسماعیل ہاشمبغدادی، ۸۱۵/۷

محمد ابن البرماوی الشافعی (متوفی ۳۳۱ھ) ^۱
مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ الفیہ فی اصول الفقہ
- ۲۔ النبذة الفیة فی اصول الفقہ یہ ان کی اپنی کتاب ” الفیة فی اصول الفقہ “ کی شرح ہے۔ اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے۔

” الحمد لله شرح الصلور بکتابہ المبین ذکر فیہ نظم ما جمعه خالیا عن الخلاف و الدلائل “ ^۲

ابو منصور ماتریدی حنفی (متوفی ۳۳۳ھ) ^۳

- امام المتکلمین تھے اور امام الہدی سے معروف تھے۔ سمرقند کے محلہ کی طرف نسبت سے ماتریدی کہلاتے تھے۔ آپ نے کتاب ” ماخذ الشرائع فی اصول الفقہ “ تالیف کی۔ ^۴
- محمد بن جعفر الصیر فی الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ) ^۵
فقہ تھے۔ اصول پر مؤلفات یہ ہیں :

- ۱۔ دلائل الاحکام علی اصول الاحکام
- ۲۔ شرح رسالۃ لامام الشافعی ^۶

محمد بن احمد الاسوانی الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ) ^۷

اصول فقہ میں کتاب ” جمل الاصول الدلائل علی الفروع “ تالیف کی۔ ^۸

نظام الدین الشاشی حنفی (متوفی ۳۳۳ھ) ^۹

- ابو الحسن الکرنجی سے تفقہ حاصل کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ تدریس کی اور ان کے اصحاب کو تعلیم دی۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ” اصول الشاشی “ تالیف کی۔ اس پر اسحاق الشاشی حنفی (متوفی ۳۲۵ھ) کے تحت تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔

۱۔ شمس الدین محمد ابن البرماوی الشافعی

- ۲۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ، ۱۵۱۱ھ
- ۳۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ ۱۵۳۲ھ، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۳۶۱/۶، مفتاح السعاده، مولی احمد بن مصطفی المعروف بطاش کبری زادہ متوفی ۹۶۳ھ، ۲۲-۲۱/۲ھ، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ہند ۱۳۵۶ھ
- ۴۔ محمد بن جعفر بن احمد بن یزید الصیر فی ابوبکر الطبری بغدادی الشافعی
- ۵۔ ہدیۃ العارفین۔ اسماعیل باشا بغدادی ۳۷۱/۶ھ
- ۶۔ ابو جہاد محمد بن احمد بن الریح بن سلیمان الاسوانی المعمری
- ۷۔ ہدیۃ العارفین۔ اسماعیل باشا بغدادی ۳۸۱/۶ھ
- ۸۔ ابو علی احمد بن محمد بن اسحاق متوفی ۹۵۵ھ
- ۹۔ تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ، ۳۹۲/۳ھ، (۲۲۸۳)، بیروت دار الکتب العلمیہ سنہ

ابن القاص الطبری الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ) ۱

قاص قصہ سنانے، وعظ و نصیحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ کے والد اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ ابن القاص سے مشہور ہیں۔ بقول ابن خلکان یہ بھی کہا گیا کہ یہ طرسوس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

حاجی خلیفہ نے ان کی ایک کتاب ”التلخیص فی الفروع“ ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ اصول و فروع دونوں پر مشتمل کتاب ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :

”التلخیص فی الفروع وهو مختصر ذکر فی کل باب مسائل منصوصة ومخرجة ثم امور اذہبت الیہا الحنفیة علی خلاف قاعدتہم وهو اجمع کتاب فی فن للاصول

والفروع علی صغر حجمہ“ ۲

(التلخیص فی الفروع ایک مختصر ہے، جس کے ہر باب میں مسائل منصوصہ اور مخرجہ بیان کئے گئے ہیں پھر وہ امور جن میں حنفیہ اپنے قاعدہ کے خلاف گئے ہیں، اس ایک کتاب کے صغیر الحجم ہونے کے باوجود انہوں نے فن اصول و فروع (دونوں) اس کتاب میں جمع کر دیے ہیں)

پھر حاجی خلیفہ نے اس کی مندرجہ ذیل شروع کا ذکر کیا :

۱۔ امام ابو بکر محمد (بن علی) القفال الشاشی (متوفی ۳۶۵ھ) نے شرح لکھی۔

۲۔ ابو علی حسین بن شعیب معروف بہ ابن السنجی (متوفی ۴۳۰ھ) نے شرح لکھی۔ یہ ایک بڑی شرح ہے مگر تالیب ہے۔

۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الاسترابادی معروف بہ نختن ”النختن“ الشافعی (۳۸۶ھ) نے ایک جلد میں اس کی شرح لکھی۔ ۳
اسکی نے کہا : ”وله مصنف فی اصول الفقہ“ (آپ نے اصول میں بھی کتاب تالیف کی) ۴

البزدعی الخارجمی (متوفی ۳۴۰ھ) ۵

آذربائیجان کے تحت علاقوں میں سے ایک علاقہ کی طرف نسبت سے بزدعی کہلاتے ہیں خارجی علماء میں سے تھے۔ انہوں نے کتاب ”الجامع فی الاصول“ تالیف کی۔ ۶

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد ابن یعقوب الطبری متوفی ۹۳۶ء، ابن القاص سے معروف تھے، تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ وفیات الامعان

لابن خلکان، ۱۸/۱ میں تاریخ وفات ۳۳۶ھ بھی بیان کی گئی ہے۔ طوسوس میں وفات پائی

۲۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ء، ۴۷۹/۱، ۳۷ حوالہ سابق

۳۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ عبد الوہاب سبکی ۵۹/۳ (۱۰۵) مجم الاصولین، مجم مظہر نقا، ۸۱/۱، ۸۲ (۵۲)

۴۔ ابوبکر محمد بن عبد اللہ البزدعی ۶۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ، ۲۲/۱

ابراہیم الخالد آبادی (متوفی ۳۴۰ھ) ۱

فقہ، اصولی تھے۔ الباب میں لکھا ہے: "امام الدین فی زمانہ صنف فی الاصول....." ۲

ابو اسحاق المروزی الشافعی (متوفی ۳۴۰ھ) ۳

ابن سرتج کے بعد ریاست شافعیہ آپ پر ختم ہوتی تھی۔ عمر کے آخری زمانہ میں مصر منتقل ہو گئے۔ مجلس شافعی میں درس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ حدیث کے سترائے آپ کے مشرب و مجلس سے سیراب ہو کر دنیا میں پھیل گئے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ العقول فی معرفة الاصول ۲۔ کتاب "الخصوص والعموم" ۳

ابو الحسن الکرخی حنفی (۲۶۰ھ-۳۴۰ھ) ۴

امام ابو جعفر طحاوی اور امام زادہ طہری ان کے ہم عصر نامور فقہاء ہیں۔ ان جلیل القدر آئمہ کی موجودگی میں امام کرخی کو ان کے اہل زمانہ نے اس دور کے سب سے بڑے حنفی فقہ کے طور پر تسلیم کیا۔ امام کرخی کے تلامذہ میں ابو بکر الرازی ہمام (۳۷۰ھ) بھی شامل ہیں جو احکام القرآن کے بھی مصنف ہیں۔ یوں تو امام کرخی نے بہت سے رسالے اور کتب تالیف کیں جن میں ایک کتاب "رسالۃ اصول فقہ" بھی ہے جو "اصول الکرخی" سے مشہور ہے۔ یہی کتاب یہاں زیر بحث ہے۔

کتاب "اصول الکرخی" کا تحقیقی تجزیہ..... یہ کتاب قدیم حنفی فقہ امام الکرخی کے مرتب کردہ ۳۹ قواعد و ضوابط، اصول اور فقہی کلیات پر مشتمل ہے جو ان کی رائے میں فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ ان میں سے کچھ اصول تو ایسے عمومی کلیات کی حیثیت رکھتے ہیں جو فقہ اسلامی کا مجموعی سرمایہ قرار دیئے جاسکتے ہیں اور کچھ اصول ایسے ہیں جو محض طرز استدلال اور اسلوب اجتہاد کے مطابق فقہی مسائل کا حل کرنے اور فقہی احکام کی علت چلانے میں ہی کارآمد ہو سکتے ہیں۔ دوسری قسم کے اصول میں بعض ایسے اصول بھی ہیں جن کو کسی قدر شدید تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا اور مختلف حنفی فقہاء نے ان کے دفاع میں بہت سے دلائل اور اعتراضات بھی پیش کئے۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی کے بیان کے مطابق ۳۹ میں سے ۳۶ کلیات وہ ہیں جن کے ماتحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں اور ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فقہ کے جزئی مسائل کس طرح کلیات کے ماتحت آتے ہیں اور یہ کہ کسی خاص صورت حال پر حکم فقہی کی تطبیق میں کلیات فقہ سے کس طرح استفادہ کیا جاتا ہے اور وہ کیا اصول ہوتے ہیں جن کے تحت استخراج مسائل کئے جاتے ہیں۔ ۱

۱۔ ابراہیم بن محمد بن خالد آبادی المروزی متوفی ۹۵۱ھ، بغداد سے مصر منتقل ہو گئے تھے۔

۲۔ معجم الاصولیین - منظر بقا، ۲/۱۱ (۳۳) ج ابو اسحاق ابراہیم بن احمد متوفی ۹۵۱ھ، مصر میں وفات پائی

۳۔ کتاب الفہرست - ابن النديم ص ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵

اصول الکرخی کے شارح چھٹی صدی ہجری کے ایک نامور حنفی فقیہ امام نجم الدین ابو حفص عمر لنسی (متوفی ۵۳۷ھ) کرخی کے ان اصول کی مختصراً تشریح کی۔ انہوں نے ہر قاعدہ کے تحت ایک یا چند اصولی امثلہ نظر انداز شواہد پیش کر کے ان اصول کی افادیت بڑھادی۔ مثلاً اصول الکرخی میں پہلی اصل یہ ہے :

”الأصل أن ما ثبت باليقين لا يزول بالشك“^۱
(جو بات یقین سے ثابت ہو چکی ہو وہ شک سے زائل نہیں ہو سکتی)

امام لنسی نے اس اصل کی تشریح میں فرمایا :

”من مسائله ان من شك في الحدث بعد ما يقين بالوضوء لم ينقض وضوءه“^۲
(اس اصل سے بہت سے جزئی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کو یقین کے ساتھ یہ یاد ہے کہ اس نے وضو کر لیا تھا اس کے بعد اسے یہ شک ہوتا ہے کہ شاید اس کا وضو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے تو اس صورت میں اس کا وضو باقی ہے۔ با وضو ہونے کا یقین جب تک قائم ہے وضو ٹوٹنے کا شک اسے زائل نہیں کر سکتا)

اصول الکرخی کا دوسرا اصول :

”الأصل أن الظاهر يدفع الاستحاق ولا يوجب الاستحاق“^۳
(ظاہری صورت حال استحقاق کو دفع کر سکتی ہے لیکن کوئی استحقاق پیدا نہیں کر سکتی)

امام لنسی اس اصل کی تشریح میں فرماتے ہیں :

”من مسائله ان من كان في يده دار فجاء رجل يدعيها لا يستحق الشفعة ما لم يثبت
ان هذه الدار ملكه .“^۴

(اس اصل سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک شخص ایک مکان پر قابض ہے کسی دوسرے شخص نے اس مکان پر ملکیت کا دعویٰ کیا تو اس شخص اول کا ظاہری قبضہ عدلی کے حق کو دفع کر سکتا ہے، لیکن اس قبضہ سے اسے حق شفعہ عطا نہیں کر سکتا جب تک دلائل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مکان حقیقہً اسی کی ملکیت ہے)

مصطفیٰ احمد الزرقاء کے نزدیک کلیات کی تعداد :

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء کے مطابق ۳۹ کلیات میں سے ۳۷ وہ ہیں جن کے تحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

”والظاهر ان الكرخي قد اخذ القواعد التي جمعها ابو طاهر الدباس و اضاف اليها، فقد جاءت
جموعه الكرخي بسبع وثلاثين قاعدة.....“^۵
(اور ظاہر یہ ہے کہ کرخی نے ابو طاهر دباس کے جمع کردہ قواعد کو لے کر ان پر اضافہ کیا اور اس طرح ۳۷ قواعد کا مجموعہ مرتب کر دیا۔)

۱ اصول الامام الکرخی، ابوالحسن الکرخی، ص ۱۱۔ کراچی میر محمد کتب خانہ، ۱۹۸۶ء

۲ حوالہ سابق میں احمد لنسی کی امثلہ بھی ساتھ ساتھ حاشیہ میں مذکور ہیں۔ ۳ حوالہ سابق ص ۱۱ حوالہ سابق

۴ القواعد الکلیة ماخوذة من المدخل الفقهي العام الى الحقوق المدنية (مجموعه قواعد الفقہ کا ساتواں رسالہ) مصطفیٰ احمد الزرقاء

الباب الاول، الفصل الثاني، ص ۱۰۔ لمحعة تاريخية عن القواعد الاصولية کراچی میر محمد ۱۹۸۶ء

وہ اس کے بعد لکھتے ہیں :

”ویروی الناظر فی قواعد الامام الکرخی هذه ان بعضها فیها لیس من قبیل القواعد بالمعنی الذی حددنا القاعدة، وانما هو من قبیل الافکار التوجیهیة لرجال المذهب فی تعلیل المسائل، کقول الکرخی مثلاً فیها: الاصل: ان کل آیه تخالف قول اصحابنا فانها تحمل علی النسخ او علی الترجیح او علی التاویل من جهة التوفیق“۔^۱

(ناظر امام کرخی کے قواعد میں یہ دیکھتا ہے کہ ان میں سے بعض قواعد بالعمی اس قبیل سے نہیں جسے قاعدہ کی تعریف میں ہم نے بیان کیا اور وہ تو مسائل کی علت بتانے میں مذہب کے اشخاص کے افکار کی توجیہ بیان کرنے کے قبیل سے ہیں۔ مثلاً ان میں سے امام کرخی کا یہ قول: ”اصل یہ ہے کہ ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اس کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ منسوخ ہے یا کسی اور دلیل کو اس پر ترجیح حاصل ہے یا اس میں ایسی تاویل کی جائے کہ اس آیت میں اور ہمارے اصحاب کے قول میں موافقت پیدا ہو جائے“)

اصول الکرخی کا یہ انیسواں اصول تھا جس کے بارے میں مصطفیٰ احمد زرقاء کی رائے پیش کی گئی۔ اگرچہ اس کے اور اس جیسے دو ایک دوسرے اصول کی جو تعبیر و تشریح حنفی علماء کرتے آئے ہیں وہ قابل اعتراض نہیں اور اصول کی تطبیق کی وہ مثالیں جو علامہ ابو حفص النفی نے پیش کیں کسی اعتراض کی گنجائش رہنے نہیں دیتی ہیں لیکن اس کے ظاہری الفاظ میں کسی نہ کسی تردد کی گنجائش رہتی ہے۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا اصل کے مسائل بطور مثال پیش کرتے ہوئے ابو حفص النفی فرماتے ہیں :

”قال من مسائله ان من تحری عند الاشتباه واستدبر الکعبه جاز عندنا لان تاویل قوله تعالیٰ فولو او جو حکم شطره.....“^۲

(اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اشتباہ کے وقت تحری کر کے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز ادا کی تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول ”فولو او جو حکم شطره“ سے کی تاویل یہ ہے کہ جب تمہیں بوقت اشتباہ جس رخ پر تمہاری تحری ہو اس کی سمت معلوم ہو)

نسخ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ”وللرسول ولذی القربی“۔^۳ اس آیت سے ذوی القربی کا حصہ مال غنیمت سے ثابت ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

ترجیح کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”والذین یتوفون منکم ویلذون ازواجاً“۔^۴ تو اس آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا پڑشتل ہے کہ وہ اپنی عدت چار ماہ دس دن گزرنے سے قبل صرف منع حمل سے ختم نہیں کر دے گی۔ کیونکہ آیت کریمہ عام ہے ہر متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں چاہے وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن“۔^۵ اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی عدت (مقررہ)

۱۔ حوالہ سابق۔ ص ۱۱۰
۲۔ حوالہ سابق۔ ص ۱۸
۳۔ البقرہ: ۱۵۰
۴۔ البقرہ: ۲۳۳
۵۔ الطلاق: ۴

میدے گزرنے سے قبل وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جائے کیونکہ یہ عام ہے اور متوتنی عنہا زود جہا اور غیر متوتنی عنہا زود جہا سب پر مشتمل ہے لیکن ہم نے اس آیت کو ان عباس رضی اللہ عنہم کے قول کی بناء پر ترجیح دی کہ یہ آیت اس پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ لہذا اس نے اسے منسوخ کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں مدلولوں کو احتیاط کی بناء پر جمع کر دیا کیونکہ تاریخ مشتبہ ہے۔

اسی طرح تیسواں اصول بھی قابل غور ہے جس کے ظاہری الفاظ ہیں :

”الاصل ان کل خبر یجتنی بخلاف قول اصحابنا فانہ یحمل علی النسخ او علی انہ معارض بمثلہ ثم صار الی دلیل اخر او ترجیح فیہ بما یحتج بہ اصحابنا من وجہ التر جیح او یحمل علی التوفیق وانما یفعل ذلک علی حسب قیام الدلیل فان قامت دلالة النسخ یحمل علیہ وان قامت الدلالة علی غیرہ صرنا الیہ“۔

(ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ (قول اصحاب) اپنے ہم مثل سے معارض ہے پھر ان وجوہ ترجیح میں سے کوئی اور ایسی دلیل یا وجوہ ترجیح لائی جائی گی جن کے ساتھ ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) حجت قائم کرتے ہیں یا اس کی تطبیق کی جائے گی اور دلیل قائم ہونے کی مناسبت سے ہی ایسا کیا جائے گا۔ لہذا اگر ترجیح کی دلیل قائم ہو جائے تو اسے منسوخ سمجھا جائے گا اور اگر دلیل کسی اور پر قائم ہو جائے تو ہم اس کی طرف رجوع کریں گے)

اس کے ظاہری الفاظ میں تردد کی گنجائش ہے مگر علامہ نسفی نے تطبیق کی بھی کچھ مثالیں دی ہیں ان سے اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اگرچہ شاید اس ظاہری الفاظ کے تردد سے بچنے کی خاطر مصطفیٰ احمد الزرقاء نے ۳۹ کلیات میں سے ۳۷ کو اور مولانا شامی نے ۳۶ کو شمار کیا جن کے تحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں یعنی مولانا شامی نے اصل کتاب کے تین کلیات اور استاد زرقاء نے دو کلیات کو شمار نہیں کیا۔

بہر حال ایک آدھ ایسے مختلف فیہ اصول کی موجودگی سے کتاب کی قدر و قیمت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی اور امام کرنفی کو قواعد اصولی فقہ پر پہلی کتاب کے مصنف ہونے کا شرف حاصل رہتا ہے۔ امام کرنفی نے اس کتاب میں ۳۹ کلیات جمع کئے بعض حضرات ان میں سے دو یا تین اصولوں کو شامل نہیں کرتے جو بقول ان کے حنفیت کی زانداہ ضرورت تائید و مدافعت پر مبنی ہیں۔ ان کلیات میں غالباً عراق کے فقہائے اہل الرائے کے امام اور کرنفی کے ہم عصر امام ابوطاہر الدباس کے مرتب کردہ سترہ قواعد بھی شامل ہیں لیکن قطعیت کے ساتھ یہ یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ امام کرنفی کسان ۱۳۹ اصول میں سے وہ سترہ قواعد کون سے ہیں جو امام ابوطاہر دباس کے مرتب کردہ ہیں۔ امام کرنفی نے اپنے ان ۱۳۹ اصول کو چھوٹے چھوٹے فقروں میں بیان کیا ہے امام کرنفی کے ان چند اصول سے حنفی فقہاء اور قضاة نے خوب استفادہ کیا نہ صرف یہ کہ استخراج مسائل میں ان سے مدد و استفادہ کیا بلکہ انہوں نے اپنے افکار و مضامین اور ذہانت سے کرنفی کے اصول و کلیات میں کافی اضافے کئے۔ ان اضافوں میں ایک بہت اہم اضافہ ”کتاب الاشباه والنظائر“ کا ہے جیسے علامہ ابن نجیم المصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے تالیف کیا۔ ابن نجیم کی اس کتاب میں فقہی مسائل کے استخراج کے لئے

۱۔ اصول الامام کرنفی۔ ابوالحسن الکرخنی (متوفی ۳۳۰ھ) ص ۱۸۔ ۱۹۔ اگرچہ میر محمد کتب خانہ سنہ ۱۹۸۶ء

۲۔ عیون البصار فی شرح لا شباہ و نظائر جمہوی عمر ۱۳ میں ان سترہ قواعد کی تفصیل موجود ہے۔ انڈیا، مطبعہ مٹھی کولہر سنہ

بڑی قیمتی کلیات درج ہیں جن کی تعداد امام کرخی کی ان چند کلیات سے زیادہ ہے لیکن اس صورت حال میں بھی اولیت کا شرف انہی کو حاصل رہے گا کہ انہوں نے مسائل فقہیہ کے اصول و کلیات بنا کر تیار کر لئے جن پر بعد کے زمانے کے لوگوں نے غور و فکر اور اضافے کئے۔ مگر یہ بھی ذہن میں رہے کہ بعد کی صدیوں میں ان کلیات کی عبارت کی شکل تبدیل کر دی گئی اور اس کی وہ شکل من و عن باقی نہیں رکھی گئی جن کو امام کرخی نے مرتب کیا تھا۔

مثلاً مجلۃ الاحکام العدلیۃ میں جو ۱۰۰ اصول دیئے گئے ہیں ان میں سے صرف دفعہ ۴ ایسی ہے جس کی عبارت جزوی طور پر اصول کرخی کی اصل الاول سے ملتی ہے ورنہ باقی سب اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے مجلہ میں موجود ہیں لیکن ان الفاظ اور عبارات میں نہیں جو امام کرخی نے پیش کیں۔ مجلۃ الاحکام کے اردو ترجمہ عبدالقدوس ہاشمی اور مفتی احمد علی نے کیا ان میں سے اول الذکر علماء اکیڈمی مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور سے ۱۳۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا جبکہ دوسرا ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ایک شخص ترجمہ محمد سلیم دہلوی نے کیا جو مفتی دکن پریس، حیدرآباد دکن سے ۱۳۰۱ھ میں چھپ چکا ہے۔ اس کے تین انگریزی تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں جو لندن، نکوشیا اور یروشلم سے بالترتیب ۱۹۸۹ء، ۱۹۸۱ء اور ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئے۔

ابوبکر الصبغی الشافعی (۲۵۸ھ۔ ۳۴۰ھ) ۱

نیثاپور میں شیخ الشافعی تھے۔ فقہ، حدیث و اصول میں واسع العلم امام تھے۔ اسکی نلکھا : احد الانمة الجامعین بین الفقه والحديث، بچاس برس سے زائد عرصہ تک فتویٰ دیتے رہے، فقہ وحدیث میں عظیم کتب تالیف کیں۔ ۲

ابو بکر دی الخارجی (متوفی ۳۴۰ھ/۳۵۰ھ تقریباً) ۳

عالم، فقیہ اصولی تھے۔ ابن ندیم نے لکھا :

”رأيت في سنة اربعين وثلاثمائة، وكان بي انسا يظهر مله الاعتدال، وكان خارجيا واحدا فقهاءهم، وقال لي، ان له في الفقه عدة كتب وذكر بعضها؟..... كتاب الاحتجاج على

المخالفين، كتاب الجامع في اصول الفقه.....“ ۴

(میں نے ان کو ۳۴۰ھ میں دیکھا تھا اور مجھ سے انس و محبت رکھتے، مذہب اعتدال کا اظہار کرتے مگر خارجی تھے اور ان کے فقہاء میں سے تھے اور مجھ سے کہا کہ فقہ میں میری کئی کتب ہیں ان میں سے بعض بعض کا ذکر کیا..... کتاب

الاحتجاج على المخالفين، كتاب الجامع في اصول الفقه.....)

۱ ابو بکر احمد بن اسحاق بن ایوب النیشاپوری معروف بہ الصبغی الشافعی (۸۷۱ء/۹۵۱ء)

۲ طبقات الشافعیۃ، الکبری، تاج الدین ابولہر عبد الوہاب بن علی طب عبد الکانفی السبکی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد اخلو، محمود اظہانی

۳ ۹/۳۹، دار احیاء الکتب العربیۃ سینئذ، ۹/۳، مجم الامولین، ۹۵/۱، ۹۶۔ (۶۳)

۴ ابو بکر محمد بن عبداللہ البردلی متوفی ۹۶۱ء

۵ کتاب المہمست، ابن الندیم، ص ۲۹۴، الخ المکتم، المرآئی، ۱۹۵۸ء میں ان کی تاریخ وفات ۳۵۰ھ مذکور ہے۔

محمد بن سعید القاضی الشافعی (متوفی ۳۴۳ھ) ۱۔

خوارزم سے بغداد جا کر ابواسحاق المرزوی اور ابوبکر البصری جیسے افاضل علماء سے استفادہ کیا پھر واپس خوارزم آگئے اور تدریس، تذکیر اور مختلف علوم میں تصانیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اصول فقہ میں "کتاب الہدایۃ" تالیف کی یہ ایک عمدہ نافع کتاب ہے۔ خوارزم کے علماء میں یہ کتاب متداول تھی اور وہ اس سے نفع حاصل کرتے تھے۔

القشیری مالکی (۲۶۳ھ تقریباً ۳۴۴ھ) ۲۔

مصر کے قاضی رہے۔ مصر آمد سے قبل عراق کے گرد و نواح میں بھی قاضی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

امام سیوطی نے فرمایا : "ابو الفضل القشیری البصری المالکی صاحب التصنیف فی الفروع والاصول" ۳۔

حاجی خلیفہ نے بھی امام سیوطی کے اسی قول کو نقل کیا ہے۔ آپ کی اصول پران کتب کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ کتاب القیاس ۲۔ ماخذ الاصول ۳۔ کتاب اصول الفقہ ۴۔

ابن ابی ہریرہ الشافعی (متوفی ۳۴۵ھ) ۵۔

بغداد میں قاضی رہے۔ اصول فقہ میں آپ کی آراء ہیں جو کتب اصولیہ میں نقل کی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :

(۱) "قوله بتحریم الافعال الاختیاریۃ کا کل الفاکیۃ ونحوها قبل البعۃ، لان الاباحۃ حکم شرعی ولا یثبت الا بالشرع ولایاتی الشرعی الا منطوق الرسول"۔

(۲) "ان الامر المطلق للتراخی لا للفور"۔

(۳) "ان فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کان علی جہۃ القرۃ ولم یکن بیان لمجمل او امتالا لامر یل ابتداء فهو علی الوجوب" ۴۔

۱۔ ابوبکر محمد بن سعید بن محمد بن عبداللہ بن ابی القاضی الخوارزمی، متوفی ۹۵۴ء، خوارزم میں انتقال ہوا۔ مع اللعالمین، المراتی، ۱۹۱۱ء

۲۔ ابوالفضل، بکر بن محمد بن العلاء بن محمد بن زیاد بن الولید (۸۷۷ء/۹۵۵ء)، بصرہ میں ولادت اور بصرہ میں وفات ہوئی۔

۳۔ کتاب حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاهرہ، جلال الدین السیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ/۱۲۱۲ء، ذکر من کان بمصر من طہفہاء المالکیہ، مصر، مصطفیٰ آئندہ سنہ۔

۴۔ ہدیۃ العارفتین، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۲۳۳/۱۵

۵۔ ہدیۃ العارفتین، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۲۳۳/۱۵۔ الذہبی، معارف علماء الملحد، ابراہیم بن نور الدین

المعروف بہ ابن فرحون مالکی، متوفی ۷۹۹ھ، ص ۱۶۶، ۱۶۵۔ بیروت دارالکتب العلمیہ، ۱۳۶۷ھ/۱۹۹۷ء، اللعالمین، المراتی، ۱۹۱۱ء

۶۔ ابوبکر محمد بن سعید بن محمد بن ابی ہریرہ، متوفی ۹۵۶ء، بغداد میں وفات پائی۔

۷۔ تاریخ بغداد، خطیب البندادی، ۲۹۸/۱، ۲۹۹/۱، ۳۰۰/۱ (۳۸۰۸) البدر الطالع، محاسن من بعد قرن السابع، محمد بن الشوکانی، متوفی

۱۲۵۰ھ/۱۹۷۱ء، ۱۹۸۱ء (۱۲۷) بیروت دارالعرف سنہ۔ اللعالمین، المراتی، ۱۹۳۱ء، مع الملحد، مطبوعہ ۱۳۱۲/۱۹۹۲ (۲۷۲)

ابو الولید القرشی الشافعی (۲۷۷ھ/۳۳۹ھ)۔

محدث، حافظ اور فقیہ تھے انہوں نے امام شافعی کے ”الرسالۃ“ کی ایک عمدہ شرح لکھی۔

حسین (حسن) بن قاسم شافعی (متوفی ۳۵۰ھ)۔

ابوعلیٰ بن ابی ہریرہ (متوفی ۳۳۵ھ) وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ بغداد کے شیوخ الشافعیہ میں سے تھے۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد ان کی مسند سنہالی۔ تاریخ بغداد میں ہے: ”(صنف) کما ہافی اصول الفقہ“، (انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی)۔

محمد بن عبد اللہ البردعی الخراجی (متوفی ۳۵۰ھ)

ان کی تاریخ وفات ابن ندیم نے ۳۳۰ھ تقریباً بتائی ہے، تفصیلات کے لئے وہاں رجوع کریں۔

احمد الفارسی شافعی (متوفی ۳۵۰ھ)۔

محدثین کبار ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، ابن سرتج سے تلقہ حاصل کیا۔ انہوں نے اصول فقہ میں ”اللعیبرۃ“ نامی کتاب تالیف کی۔

علی بن موسیٰ القمی حنفی (متوفی ۳۵۰ھ)

مشہور فقہائے عراق تین اور افاضل علماء و مصنفین میں سے ہیں۔ کتب شافعی اور ان کی تحقیقی پرکلام کیا۔ انہوں نے ”کتاب الثبات القیاس والاجتہاد وغیر الواحد“ تالیف کی۔

۱۔ ابوالولید حسن محمد بن احمد بن ہارون القرشی الاسوی النیشاپوری الشافعی (۸۹۰/۹۶۰ء)

۲۔ معجم الاصولین، مظہر بقا، ۳۳/۲ (۲۶۱)

۳۔ ابوعلیٰ حسین بن قاسم الطبری الشافعی متوفی ۹۶۱ء، بغداد میں وفات پائی۔ ان کے نام اور سن وفات میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان ۱۳۰/۱ میں اس اختلاف کو یوں بیان کیا: ”راست فی عدۃ کتب من طبقات الفقہاء ان اسمہ الحسن کما ہو ہننا وراست الحطیب فی تاریخ بغداد قد عدہ فی جملۃ من اسمہ الحسن“، اس طرح تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے ۳۰۵ھ کہا مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ تقریباً کتر مؤرخین نے ان کے حالات میں لکھا کہ انہوں نے ابن ابی ہریرہ سے درس لیا اور ان کی وفات کے بعد اس کی مسند پر بیٹھے۔ ابن ابی ہریرہ کا انتقال ۳۳۵ھ میں ہوا اس لئے ۳۵۰ھ تاریخ وفات کا قول درست گنا ہے۔ تاریخ بغداد ۸۷/۸ (۳۱۸) سے اسی پر اتفاق معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ تاریخ بغداد ۸۷/۸ (۳۱۸)، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱۳۰/۱

۵۔ احمد بن الحسن (حسین) بن اہل الفارسی، متوفی ۹۶۱ء

۶۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی ۶۵/۱، ۶۵/۱ میں ”اللعیبرۃ فی اصول الفقہ“ کو بھی آپ کی تصنیف بتایا ہے اور تاریخ وفات ۳۶۱ھ بتائی۔ معجم الاصولین۔ مظہر بقا ۱۰۵/۱ (۷۱)

۷۔ ابوالحسن علی بن موسیٰ القمی، کتاب المہرست ابن ندیم، ص ۲۶۰

ابن القطان شافعی (متوفی ۳۵۹ھ) ۱۔

ابن سرتج اور ان کے بعد ابواسحاق المرزوسی سے تفقہ حاصل کیا۔ فقہ و اصول میں کمال حاصل تھا، کبار ائمہ شافعیہ میں سے مجتہد فی المذہب تھے۔ خطیب بغدادی نے لکھا: "ولہ مصنفات فی اصول الفقہ و فروعہ" (اور ان کی اصول فقہ و فروع میں مصنفات ہیں)۔

حسین النجار حنبلی (متوفی ۳۶۰ھ یا ۳۵۸ھ) ۲۔

ابو الحسن بشار اور ابو محمد البر بھاری کے اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے اصول و فروع پر کتب تصنیف کیں۔

ابن برہان الشافعی (متوفی ۳۶۱ھ)

حاجی خلیفہ نے ان کی تاریخ وفات ۳۶۱ھ بتائی اور اصول فقہ پر ان کی کتاب کا ذکر کیا۔ مگر اکثر نے تاریخ وفات ۳۵۰ھ ذکر کی ہے اس لئے وہاں اس کو بیان کیا جا چکا ہے۔

ابو حامد المرزوسی الشافعی (۳۶۲ھ) ۳۔

فقہ اصولی ہیں۔ ابواسحاق المرزوری سے تفقہ حاصل کیا۔ ابن خلکان نے لکھا: "صنف فی اصول الفقہ" مگر کتاب کا نام نہیں بتایا۔ ابن ندیم نے نام بھی ذکر کیا اور لکھا کہ ان کی ایک تصنیف "کتاب الاشراف فی اصول الفقہ" ہے۔

ابو بکر القفال الکبیر الشاشی الشافعی (۲۹۱ھ/۳۶۵ھ) ۴۔

فقہ، کلام، اصول، لغت و ادب میں اپنے زمانے میں ممتاز تھے۔ عراق، شام، خراسان و حجاز کے علمی اسفار کئے۔ ماواہ انہر سخنوں میں جہاں مذہب ابوحنیفہ پھیل چکا تھا اور اپنی جڑیں مضبوط کر چکا تھا وہاں مذہب شافعی کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علمی حیات کے اوائل میں مذہب اہل ائمتراں کی جانب جھکاؤ رکھتے تھے بعد میں مذہب اہل السنۃ و الجماعت کی طرف رجوع کر لیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الرسالة للامام شافعی

۲۔ کتاب فی اصول الفقہ ۱

مزید تفصیلات کے لئے تاریخ وفات ۳۳۵ھ کے تحت بھی دیکھئے، کیونکہ ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

۱۔ ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد، متوفی ۹۶۶ھ، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳/۳۶۵ (۲۲۲۹)

۲۔ حسین بن عبداللہ، ابوبلی الحجاز الصغیر بغدادی، متوفی ۹۷۱ھ

۳۔ شہدات الذهب۔ عبدالحی بن العماد الحسلبی ۳/۳۶۱-۳۷۲، معجم الاصلیین ۲/۶۹ (۳۰۳)

۴۔ قاضی احمد بن بشر بن عامر بشر العامری، متوفی ۹۷۲ھ

۵۔ کتابہ الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۶۸ (۱-۱۳۴) من رومی عن الثانی واخذ عنہ، وفيات الاعیان، ابن خلکان، ۱/۱۸-۱۹

۶۔ ابو بکر محمد بن علی بن اسماعیل القفال الکبیر الشاشی، متوفی ۹۷۶ھ (تفصیلات کے لئے ۳۳۵ھ تاریخ وفات میں دیکھئے) شام میں ولادت و وفات ہوئی۔

۷۔ وفيات الاعیان۔ ابن خلکان، ۱/۳۵۸-۳۵۹، اللخ کنین، الراغی، ۱/۲۰۱-۲۰۲

احمد الطوا بقی الشافعی (متوفی ۳۶۸ھ)۔

محدث و فقیر تھے۔ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

ابراہیم بن احمد الظاہری (متوفی ۳۷۰ھ)۔

ابن ندیم نے اصحاب داؤد ظاہری میں ان کا ذکر کیا۔ مذہب ظاہریہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے

”کتاب الاعتبار فی ابطال القیاس“ تالیف کی۔

ابو بکر الجصاص حنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ)۔

امام کرخی کے شاگرد تھے۔ امام الجصاص کی مؤلفات مذہب حنفی کی مختصرات کی شروع وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ وہ اس بات کا کمال رکھتے تھے کہ مذہب حنفی کی مختصرات کی ایسی جامع شروع کریں جو مسائل فقہ و اصول کی مشکلات کے حل میں ایک اساسی مرجع ہوں۔ آپ کی تالیفات امام ابوحنیفہ کے اصحاب مثلاً محمد بن حسن الشیبانی اور ان کے بعد کے حنفی اصحاب مثلاً الکرخی وغیرہ کی شروع پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الفصول فی الاصول“ تالیف کی۔

کتاب ”الفصول فی الاصول“ کا تحقیقی تجزیہ :

علم اصول فقہ پر آپ کی کتاب کا نام ”اصول الفقہ“ یا ”الفصول“ ہے۔ یہ ان کی آخری تالیف ہے جو ”احکام القرآن“ سے قبل کی ہے۔ بلکہ یہی آخری کتاب بھی ہو سکتی ہے اگر یہ درست تسلیم کر لیا جائے کہ ”احکام القرآن“ اور ”اصول الفقہ“ دونوں ایک کتاب ہیں اور ”اصول الفقہ“، ”احکام القرآن“ کا مقدمہ ہے۔ جصاص نے ”احکام القرآن“ کے مقدمہ میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور شاید یہ بات درست بھی ہو، کیونکہ ”احکام القرآن“ کا کمال فہم اصول فقہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بات سے ان کی مراد یہ ہو کہ بظاہر تو دو الگ الگ کتابیں ہیں مگر مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر کتاب واحد کے حکم میں ہے۔ امام جصاص نے مقدمہ احکام القرآن میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا کہ کتاب ”اصول الفقہ“ احکام القرآن کا مقدمہ ہے :

”قد قد منافی صدر هذا الكتاب مقدمه تشتمل على ذكر جمل مما لا يسع جهله من اصول التوحيد وتوطئة لما يحتاج اليه من معرفة طرق استنباط معاني القرآن واستخراج دلالة واحكام الفاظه وما تصرف عليه انحاء كلام العرب والاسماء اللغوية والعبارة الشرعية اذ كان اولى العلوم بالتقديم معرفة توحيد الله وتنزيهه عن شبه خلقه وعمانحه المنفرون من ظلم عبیده والآن حتى انتهى بنا القول الى ذكر احكام القرآن ودلالتله“۔

۱۔ البرہسین احمد بن عبداللہ بن محمد اسماعیل الطو بقی متوفی ۹۷۸ھ ج۔ معجم الاصولین۔ مظہر بقا، ۱/۱۵۷ (۱۰۹)

۲۔ ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن حسن الرامی الدوادی الظاہری، معریش وقات پائی

۳۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۴۲، فی اخبار داؤد اصحاب، ہدیۃ العارضین، ۱۰ اسماعیل پاشا بغدادی ۶/۵

۴۔ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص (۹۷۰-۹۸۰ھ) کرمانی نے لکھا کہ صاحب کشف الظنون کو ان کے نام میں مضطرب ہے کبھی ان کو کہا ہے احمد بن علی اور کبھی احمد بن علی بتاتے ہیں۔ مگر آخری نام درست ہے۔ خطیب بغدادی اور ابن ندیم نے اس پر اعتماد کی اور دونوں کا عہد خاص سے بتا کر یہ ہے۔

۵۔ احکام القرآن، ابو بکر جصاص الرازی مقدمہ احکام القرآن، ۱/۱۱، تحقیق محمد الصادق قم حاوی، بیروت دار احیاء التراث العربی، ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۵ء

اس مقدمہ کی پہلی سطر قابل غور ہے جس میں مذکور ہے کہ (ہم اس کتاب کے شروع میں مقدمہ پیش کر چکے ہیں..... جو ان جمل کے ذکر پر مشتمل ہے.....) شاید اس مقدمہ سے مراد کتاب ”اصول الفقہ“ ہے۔ محمد الصادق قمحاوی نے ”ادکام القرآن“ پر جو تحقیق پیش کی اس میں بھی مذکور ہے..... وہ فرماتے ہیں :

” المراد بهذه المقدمة الكتاب الذى الفه فى اصول الفقہ “

(اس مقدمہ سے مراد وہ کتاب ہے جو انہوں نے اصول فقہ پر تالیف کی)

اصول الفقہ وادکام القرآن کے آخری تصنیف ہونے پر دو تائیدات :

☆ بھصا ”اصول الفقہ“ میں کثرت سے مسائل فقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیلات ان کی مختصرات کی شروع میں مندرج ہوتی ہیں جو اس بات کا ثبوت معلوم ہوتی ہیں کہ سب سے بعد کی تصنیف ہے۔

☆ بھصا ”ادکام القرآن“ میں جن مسائل اصولیہ کو پیش کرتے ہیں ان کی تفصیل کو صرف ”اصول الفقہ“ میں مندرج کرتے ہیں مگر دوسری طرف جب وہ شروع و مختصرات میں مسائل اصولیہ فقہیہ یا تفسیریہ پیش کرتے ہیں تو ان میں ”اصول الفقہ“ یا ”ادکام القرآن“ سے کچھ نقل نہیں ہوتا اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آخری زمانے کی تالیف ہے۔

کتاب ”اصول الفقہ“ کی امتیازی خصوصیت :

ابو بکر بھصا نے یہ کتاب اپنے شیخ الکرخی (متوفی ۳۳۰ھ) کی وفات کے بعد تالیف کی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں اپنے شیخ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں تو کئی مواقع پر اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً اس کتاب کے تیسرے باب (فی معنی الجمل) کی پہلی فصل میں فرماتے ہیں :

” وقد كان شيخنا ابوالحسن الكرخي رحمة الله يقول مرة في قوله تعالى : السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما “.

اور اسی طرح وہ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :

” انه (من المجمل) لا يصح الاحتجاج بعمومه “.

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر وہ ”كان شيخنا“ اور ”رحمة الله“ کے الفاظ کے ساتھ اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ ”قد“ اور ”كان“ ماضی کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر شیخ زندہ ہوتے تو یوں کہنا مناسب ہوتا : ”ورای شیخنا کذا“ یا ”يقول شيخنا كذا“۔

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ امام بھصا کی آخری تالیف ہے جو اپنے شیخ کرخی کی وفات کے بعد مندرجہ ذیل پر جلوہ افروز ہونے کے بعد لکھی اور یہ آپ کی حیات علمی کی تکمیل یعنی ۳۷۰ھ کے قریب کا زمانہ ہے اور یہ کتاب ”اصول الفقہ“ اس اعتبار سے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ علمی اسفار و تجربات کا نچوڑ ہے۔

۱۔ حوالہ سابق ج ۲ المائدہ : ۳۸ ج ۳ اصول الفقہ الحسب فی الفصول فی الاصول۔ احمد بن علی الرازی البھصا ص ۱۰/۶۸
تحقیقی مقدمہ عمیل جاسم العسیمی، حکومت وزارت الاوقاف والاشؤون الاسلامیہ ۱۳۶۳ھ۔ ۱۹۹۳ء ج ۲ حوالہ سابق ۶۸/۱۰۔ ص ۷۷، ۷۳، ۷۷، ۱۰۱

کتاب ”اصول الفقہ“ کے ماخذ و مصادر :

امام جصاص نے اس کتاب کے مضمون میں جن مصادر سے مدد لی ہوگی وہ دو ہو سکتے ہیں :

۱۔ جصاص کے شیوخ اور ان کی کتب۔

۲۔ وہ اصولی کتب جو ان کے زمانے میں دستیاب ہوئی۔

۱۔ جصاص کے شیوخ و کتب امام جصاص نے کئی علمی سفر کئے۔ مثلاً اھواز، نیشاپور، ری، بغداد وغیرہ میں وہاں کے اصولیین، فقہاء، محدثین وغیرہ سے اصول، فقہ و حدیث کا علم سیکھا۔ امام کرنی سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ جصاص کی مؤلفات فقہ حنفی کے فروغ کی دقتوں کے ساتھ ساتھ وسیع علمی و فقہی سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔ جس سے ہر مسئلہ میں مذہب حنفی کے اصول وضع کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

۲۔ کتب اصولیہ و دیگر کتب جن سے استفادہ کیا وہ اپنے زمانے کی کتب اصولیہ اور دیگر فنون کی کتب سے بالعموم اور اپنے اصحاب کی مؤلفات سے بالخصوص مستفید ہوئے۔ مثلاً وہ اپنی اس کتاب میں محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب ”الجامع الکبیر“ سے بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں۔ مثلاً ”باب القول فی تخصیص العموم بالقیاس“ میں نقل کرتے ہیں :

”قال محمد (بن الحسن) فی الجامع الکبیر لوقال رجل (لرجل) ان اغتسلت فعبدی حر وقال عیبت غسلا من جنابة لم ینصدق فی القضاء ولا فیما بینہ و بینہ

اللہ تعالیٰ“۔^۱

(امام محمد بن الحسن) نے جامع کبیر میں فرمایا : اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا، اگر تم نے غسل کیا تو میرا غلام آزاد ہے اور کہا کہ اس سے میری مراد غسل جنابت تھی)

امام جصاص اس سے نکلنے والے اصولی مسئلہ کو یوں بیان فرماتے ہیں :

”ولو كان قال : ان اغتسلت غسلا صدق فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ لأن الغسل

..... الذی نوى تخصیصها مذکورہ فی لفظہ فصلحت نية التخصیص فیہا“۔^۲

اور الشیبانی کی اس کتاب نے انہیں اس قدر متاثر کیا کہ اس کی شرح لکھ ڈالی۔ وہ اصولی مسائل میں اپنے شیخ کرنی کے بعد عیسیٰ بن ابان سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں، جس کا اظہار اس کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے جس میں وہ کثرت سے ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں مثلاً جصاص کہتے ہیں : ”وقد قال عیسیٰ بن ابان رحمة اللہ فی الحجاج الصغیر“۔^۳ اور اس طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں : ”وقال (عیسیٰ) فی الحجاج الکبیر“۔^۴

۱۔ حوالہ سابق۔ ۲۳۶/۱۔ ”باب القول فی تخصیص العموم بالقیاس“۔

۲۔ حوالہ سابق۔ ۲۳۶/۱۔ ۳۔ حوالہ سابق۔ ۱۵۶/۱ ۴۔ حوالہ سابق۔ ۱۵۸/۱

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

امام جصاص کا امام شافعی کی کتاب ”الرسالۃ“ پر مناقشہ..... جصاص امام شافعی کے ”الرسالۃ“ سے اچھی طرح مطلع نظر آتے ہیں اور بعض جگہ خصوصاً باب ”البیان“ میں ان سے مناقشہ میں سخت اسلوب اختیار کیا ہے اور بیان کی تقسیم میں امام شافعی سے مناقشہ کیا ہے۔ جصاص نے اس کتاب میں بہت سے اعتراضات پیش کئے ہیں اور ان کے خود ہی جوابات دیئے۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ان تمام کتب سے مطلع تھے جن سے یہ اعتراضات وادللہ نقل کئے، یا یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید اور تقویت کی غرض سے خود اعتراضات کرتے ہوں اور ان کے جوابات دے کر ذہن انسان میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کرتے ہوں۔

کتاب ”الفصول للجصاص“ کی امام سرخسی اور بزدوی کے واسطے سے نقل کے رجحان کی وجہ :
پانچویں صدی ہجری سے تقریباً آٹھویں صدی ہجری تک اصولیین ”الفصول للجصاص“ کو امام سرخسی و بزدوی کے واسطے سے نقل کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جصاص کی ”اصول الفقہ“ ان کے دور میں نادر و کمیاب رہی ہوگی، کیونکہ ان کے بعد مولفین اصول فقہ میں سے اکثر اس کتاب کی طرف اشارہ تو کرتے مگر تقریباً سب ہی اصول السرخسی کے حوالے سے نقل کرتے اور اس نقل پر اعتماد بھی کیا گیا۔ بزدوی نے ”کشف الاسرار“ میں اس سے کافی نقل کیا۔ السرخسی (متوفی ۳۹۰ھ) نے اپنے ”اصول“ میں جصاص کے بعض نسخوں کی موجودگی کا اشارہ کیا ہے اور ان میں سے بعض سے جصاص کی آراء بھی نقل کیں۔ مثلاً السرخسی اپنی کتاب میں کہتے ہیں :

”وهكذا رايته في النسخ من كتابه“

(اور میں نے اسی طرح ان (جصاص) کی کتاب کے بعض نسخوں میں دیکھا)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری تک اس کتاب کے بعض نسخے پائے جاتے ہوں گے اور پھر اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک کے عرصہ میں یہ نسخے یا تو غائب رہے یا تقریباً نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو البز دوی (متوفی ۴۸۲ھ)، عبدالعزیز البخاری (متوفی ۳۰۰ھ)، صدر الشریعہ (متوفی ۴۷۷ھ) اور ان کا طبقہ ضرور بلا واسطہ نقل کرتا۔ مگر ان کو یہ نسخے دستیاب نہیں ہوئے ہوں گے، اس لئے انہوں نے کتاب الجصاص سے نقل میں اصول السرخسی پر اعتماد و انحصار کو نسیمت جانا۔ کتاب ”الفصول فی الاصول“ حوادث زمانہ کا شکار رہی اور اس کتاب کے بعض اوراق جو ”مقدمة الكتاب“ اور ”مبحث العام“ کے اجزاء سے تھے ساقط و مفقود ہو گئے۔

”ادکام القرآن“ کے مقدمہ سے اشارہ ملتا ہے کہ ”اصول الفقہ“ ادکام القرآن کا مقدمہ ہے اس کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ ادکام القرآن کے مقدمہ میں ”اصول الفقہ“ کے جن مشتملات پر محیط ہونے کا اشارہ کیا ہے ہم وہ سب کچھ آپ کی اس ”اصول“ الفقہ“ نامی کتاب میں پاتے ہیں۔ مثلاً ”مقدمہ ادکام القرآن“ میں جصاص اولیٰ لغوی کی معرفت کی کیفیت پر کلام کرتے ہیں جس کی بناء پر مجتہد لغوی کی قرآن و سنت سے تفسیر کی تعیین کرتا ہے۔ جس کا نام ”طریق استنباط الاحکام“ ہے ”تاکر اصول الفقہ“ کتاب کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو پھر اس کا مقدمہ وہ ہوگا جسے جصاص کتاب کے آغاز میں لائے وہ فرماتے ہیں :

۱۔ اصول السرخسی۔ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی ہل السرخسی متوفی ۳۹۰ھ، ۱/۱۲۵، تحقیق ابوالوفا الانغانی، دارالعارف العثمانیہ ۱۳۰۱ھ

۲۔ اصول الفقہ۔ ابو بکر جصاص ۳/۳۰۰ کچھ حذف و تغیر کلمات کے ساتھ۔

”اما بعد حمد الله، والصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم: فهذه ”فصول“ وأبواب في اصول الفقه“ تشمل على معرفة طرق استنباط معاني القرآن واستخراج دلالاته، وأحكام ألفاظه، وما تنصرف عليه أنحاء كلام العرب، والاسماء اللغوية، والعبارة الشرعية، والله نسأل التوفيق لما يقربنا إليه، ويزلفنا لديه، انه ولي ذلك والقادر عليه“ ۱۔

کتاب ”الفصول“ کی بعض ساقط یا مفقودہ نصوص حوادث زمانہ کا شکار بننے کے باعث اس کی بعض نصوص ساقط یا مفقودہ ہو گئیں۔ اس بارے میں عجلیل جاسم النشمی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ”مبحث عام“ سے مندرجہ ذیل نصوص ساقط یا گم شدہ ہیں:

۱۔ عام کی تعریف

۲۔ کیا لفظ ”عموم“ کی معانی کو شامل ہوتا ہے؟

۳۔ کیا لفظ ”عموم احکام“ میں حقیقت ہوتا ہے؟

۴۔ عام کا موجب قطعی ہے یا غیر قطعی؟

ہر ایک کا دلائل کے ساتھ مختصراً تحقیقی جائزہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ عام کی تعریف:

امام دیوبندی اور سرخسی نے ہماص سے عام کی یہ تعریف نقل کی ہے:

”ان العام ما ينتظم جمعاً من الاسامی او المعانی“ ۲۔

”وضاحت“: اور پھر اس نقل کے بعد اس کو غلط قرار دیا اور کہا: ”وكان هذا منه غلطا في العبارة دون المنهـب“ ۳۔ اسی طرح امام کرنی نے بھی اس تعریف پر اعتراض کر کے اس کو غلط مانا اور ہماص کو اس سے بری الزم قرار دیا۔ مگر ان کے برعکس اسی پانچویں صدی ہجری کے ایک اور مشہور عالم صدر الاسلام ابوالیسر (متوفی ۵۴۲ھ) اپنی کتاب ”اصول الفقه“ میں اس تعریف کو ہماص کی طرف منسوب ثابت کرتے ہیں مگر اس میں سہو کا احتمال بھی مانتے ہیں اور عبدالعزیز البخاری نے اس تعریف کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۴۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ تعریف جو ابوزید دیوبندی اور سرخسی نے ہماص کی طرف منسوب کی وہ ہمارے یہاں مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ بھی گمان نہیں کر سکتے کہ ان دونوں حضرات نے یہ غلط منسوب کر دیا ہوگا۔ امام النسفی نے ذکر کیا کہ ہماص ان میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ: ”بان المعانی لها عموم“ ۵۔ امام سرخسی نے تو خود اشارہ کیا کہ ”هكذا اياته في بعض النسخ“ (میں نے خود اسی طرح بعض نسخوں میں دیکھا ہے)۔ شاید یہ کوئی دوسرا نسخہ ہو جس میں المعانی کی قید نہ ہو۔

۱۔ حوالہ سابق ۳/۳۰

۲۔ اصول السنخسی ۱/۱۲۵، تقویم الادب فی اصول الفقه، قاضی ابوزید دیوبندی، حوالہ الفصول فی الاصول، الجصاص، ۱/۳۱ مذکور ہے۔

۳۔ تقویم الادب۔ الدیوبندی، ۲/۱۵۲، کشف الاسرار امام بزدوی، ۱/۳۶، الفصول فی الاصول، الجصاص، ۱/۱۳۱ دیکھئے۔

۴۔ احمد بن محمد ابوالیسر صدر الاسلام بن عبدالکریم البردوی۔ کہا علمائے حنفیہ میں سے تھے۔

۵۔ کشف الاسرار بزدوی۔ ۱/۳۶ و ما بعدہ حوالہ الفصول للجصاص ۱/۳۳

۶۔ کشف الاسرار للنسفی۔ ۱/۱۱۱، حوالہ الفصول للجصاص ۱/۳۲

۲۔ لفظ العموم هل يتناول المعاني؟ کیا لفظ عموم کئی معانی کو شامل ہوتا ہے؟

امام سرخسی نے بھصاص کا قول نقل کیا: "ان اطلاق لفظ العموم حقیقۃ فی المعانی والاحکام كما هو فی الاسماء والالفاظ ويقال: عمهم الخوف وعمهم الخصب، باعتبار المعنى فى غير ان يكون هناك لفظ"۔ امام سرخسی نے بھصاص کے اس کلام کو خطا قرار دیا اور کہا کہ اس بارے میں مذہب حنفیہ یہ ہے: "انه لا عموم للمعاني حقیقۃ، وان كان يوصف به مجازاً"۔ جبکہ ابن حاجب، صاحب الثبوت اور قاضی دہلوی عموم میں معانی کے قائلین میں سے ہیں۔^۱

۳۔ لفظ العموم هل هو حقیقۃ فی الاحکام؟ (کیا لفظ عموم احکام میں حقیقت ہوتا ہے؟) اس بارے میں سرخسی سے بھصاص کا یہ قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:

"وقد بينا قبل ذلك ان العموم يصح اطلاقه فى الاحكام مع عدم اللفظ فيه، وذلك نحو قوله تعالى "يا ايها النبی اذا طلقتم النساء"۔ فافتح الخطاب بذكر النبی صلى الله عليه وسلم، والمراد سائر من يملك الطلاق للعدة، وقال تعالى: لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ وقوله تعالى: ولا تکن للخائفین خصیماً"۔ والمراد سائر المكلفین۔"

موجودہ کتاب میں سے یہ نص ساقط ہے اور یہ مذہب حنفی کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود بھی انہوں نے بھصاص سے اس میں مناقشہ نہیں کیا اور بزودی، عبدالعزیز بخاری اور نسفی نے بھصاص کے اس قول کو نقل کیا اور سرخسی کی طرح سکوت اختیار کیا۔^۲

۴۔ موجب العام هل هو قطعی ام غیر قطعی؟ (عام کا موجب قطعی ہے یا غیر قطعی؟)

اس بارے میں بھصاص کی رائے موجودہ کتابوں میں نہیں ملتی۔ مگر اصول کی دیگر کتب میں اس مسئلہ میں بھصاص کی رائے منقول ہے، مثلاً عبدالعزیز البخاری، اصول البزودی کی شرح میں لکھتے ہیں:

۱۔ اصول السرخسی ۱/۱۲۵

۲۔ اصول السرخسی ۱/۱۲۵-۱۲۶

۳۔ حاشیہ سلم الوصول بشرح نہایۃ السؤال، شیخ محمد بخت المطیعی ۲/۳۱۲۔

الاحکام الامدی ۲/۵۳، ارشاد الفحول، الشوکانی ۱۱۲، کشف الاسرار البزودی ۱/۳۳، کشف الاسرار، نسفی ۱/۱۱۰، بحوالہ الفصول فی الاصول، الحصص ۱/۳۳

۴۔ الطلاق: ۱

۵۔ الزمر: ۶۵

۶۔ النساء: ۱۰۵

۷۔ الفصول فی الاصول، ابو بکر جصاص ۱/۳۵

”اختلف ارباب العموم في موجب العموم، فعند ا لجمهور من الفقهاء والمتكلمين منهم موجه ليس بقطعي، وهو مذهب الشافعي، واليه ذهب الشيخ ابو منصور ومن تابعه من مشايخ سمرقند، وعند عامة مشايخنا العراقيين منهم ابو الحسن الكرخي و ابو بكر الجصاص موجه قطعي كموجب الخاص، وتابعهم في ذلك القاضي، الامام ابو زيد الدبوسي وعامة المتأخرين، منهم الشيخ البردوي“۔^۱

(اصحاب عموم کا موجب عموم میں اختلاف ہے۔ ان میں سے جمیع فقہاء متکلمین کے نزدیک اس کا موجب قطعی نہیں ہے اور وہ مذہب شافعی ہے اور اسی کی طرف شیخ ابو منصور اور مشائخ سمرقند گئے اور مشائخ عراقیوں میں سے ابو الحسن کرخی اور ابو بکر جصاص کے نزدیک اس کا موجب خاص کے موجب کی طرح قطعی ہے اور اس کی پیروی قاضی، امام ابو زید دیوبندی اور عام متأخرین میں سے شیخ بردوی نے کی)۔

سعید اللہ قاضی نے ”الفصول فی الاصول“ کے ”ابواب الاجتهاد والقياس“ پر تحقیق پیش کی۔ وہ اس میں لکھتے ہیں :
 ”والمخطوطة في ايدينا، الفصول في الاصول في الحقيقة اول كتاب في اصول الفقه الحنفي، الفه ابو بكر الجصاص، وهذا هو جديد بالتقدير“۔^۲
 (اور ”الفصول في الاصول“ کا مخطوط جو ہمارے ہاتھ میں ہے درحقیقت حنفی اصول فقہ میں پہلی کتاب ہے جسے ابو بکر جصاص نے تالیف کیا اور اسی لئے لائق قدر و تحسین ہے)
 وہ مزید لکھتے ہیں :

”كما انى قارنت هذه المخطوطة مع بعض العبارات الجصاص في احكام القران.....
 فما وجدت فيهما اى فرق الا في بعض الكلمات فقط“۔

(میں نے اس کے مخطوط کا ”احکام القرآن“ کی بعض عبارات سے تقابل کیا چونکہ ”اصول الجصاص“، ”احکام القرآن“ کا مقدمہ ہے۔ جس کا ذکر جصاص نے ”احکام القرآن“ کے مقدمہ میں بھی کیا اور کثیر عبارات نقل کیں تو میں نے ان دونوں (کی عبارات) کے مابین سوائے چند کلمات کے کوئی فرق نہیں پایا)

علامہ کوثری نے مقالات کوثری میں اور علامہ محمد یوسف بنوری نے علامہ کوثری کی کتاب ”فقه اهل العراق و حدیثہم“ کی اضافت میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے..... ابن قیم نے اپنی کتاب ”اعلام الموقعین“ میں اصول جصاص کی عبارات نقل کی ہیں میں نے ان عبارات کا اس مخطوط کی عبارت سے موازنہ کیا تو مجھے ان دونوں میں سوائے بعض کلمات کے کوئی فرق نہیں لگا۔^۳

۱۔ کشف الاسرار، البردوی، ۱/۱۲۹/۱، ۳۰۳، کشف الاسرار، ۱/۱۹۳/۱، اصول السنن، ۱/۱۳۲/۱، بحوالہ الفصول ۳۶-۱۷

۲۔ الفصول فی الاصول، ابو بکر جصاص، ”ابواب الاجتهاد والقياس“ تحقیق سعید اللہ قاضی، ص ۲۔ لاہور المعہ العلمیہ ۱۹۸۱ء

۳۔ حوالہ سابق، ص ۳

ابو عبد اللہ الشیرازی الشافعی (متوفی ۳۷۱ھ)

امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے پھر امیرانہ زندگی ترک کر کے زہد اختیار کیا، بڑے صوفی تھے۔ ابوالحسن اشعری بھی ان کے اساتذہ میں سے تھے اور شیخ الاشعری قاضی ابوبکر باقلانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ تقریباً سو برس عمر پائی۔ اہل زمانہ میں اس قدر محبوب و مقبول تھے کہ سو مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے ”الفصول فی الاصول“ تالیف کی ہے۔

ابو الحسن التمیمی الحنبلی (۳۱۷ھ-۳۷۱ھ)

فقہ، اصولی، اور فرضی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تیس حج ادا کئے۔ ابن خلیفہ نے لکھا: ”ولہ تصنیف فی الفرائض وفی الاصول“، (ان کی اصول و فرائض میں مصنفات ہیں)۔

ابوبکر الابہری المالکی (۲۸۹ھ-۳۷۵ھ)

زہد و ثقہ تھے۔ بغداد میں قاضی القضاة کا منصب پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ مذہب مالکی کے رئیس و عظیم سرمایہ تھے۔ مخالفین اور ناقدرین کا ادلہ و احکام کے دلائل سے شافی رد کرتے۔ جامع منصور میں ساٹھ برس تک تدریس و فتویٰ نویسی کی۔ ابوبکر البجستانی آپ کے شیخ ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ابن ندیم نے کہا کتاب فی اصول ”الفقہ“ اور اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین میں لکھا کہ انہوں نے کتاب ”الاصول فی الفقہ“ تالیف کی۔ ۲۔ کتاب ”اجماع اہل المدینۃ“۔

الخلال بصری (متوفی ۳۷۷ھ) انہوں نے ”کتاب الاصول“ تالیف کی ہے۔

الصاحب بن عباد الشیعی (۳۲۵ھ-۳۸۵ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں ”نہج السبیل فی الاصول“ تالیف کی ہے۔

ابو القاسم الصمیری الشافعی (متوفی ۳۸۶ھ)

اصول فقہ میں کتاب ”القیاس والعلل“ تالیف کی ہے۔ www.kitabosunnat.com

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن حنیف بن اسحاق الشیرازی متوفی ۹۸۱ھ، مفتاح العباد، طاش کبریٰ زادہ ۱۷۶/۲-۱۷۷، اشذرات الذہب، ابن العماد حنبلی، ۷/۳-۷/۶، اللخ العسین، الراغبی، ۲۰۶/۱، ۲۰۷-۲۰۸

۲۔ ابوالحسن عبداللہ بن حارث بن اسد المکی السنبلی ۹۲۹ھ-۹۸۲ھ) ۳۔ تاریخ بغداد، خلیفہ بغدادی، متوفی ۳۶۳ھ، ۳۶۱/۱

۴۔ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمار بن عمر المکی الابری (۹۰۱ھ-۹۸۵ھ) بغداد میں وفات پائی۔

۵۔ کتاب التلمیح، ابن الندیم، ۳/۲۵۳، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ۶/۵۰۱، اللخ العسین، الراغبی، ۲۰۸/۱، ۲۰۹

۶۔ ابوعمر احمد بن محمد بن حفص القاضی الخلال البصری، ہدیۃ العارفین، ۵/۶۸

۷۔ ابوالقاسم اسماعیل بن ابی الحسن عباد بن العباس بن عباد الصاحب الطائفی البغلی، ہدیۃ العارفین، ۵/۲۰۹

۸۔ ابوالقاسم عبدالواحد بن الحسن بن محمد قاضی الصمیری۔ بغداد میں سکونت اختیار کی، اللخ العسین، الراغبی، ۱/۲۱۰

ابن ابی زید القیروانی المالکی (۳۱۰ھ-۳۸۶ھ)^۱

انہوں نے نثر و نظم کے ذریعے اپنے مذہب کی بڑی زور حمایت کی اور غالباً وہ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اصولی فقہ وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ اسی لئے وہ مالک اصغر کہلاتے تھے اور اب تک انہیں مسائل دین میں سند مانا جاتا ہے۔ آپ کے اساتذہ نہ صرف افریقہ میں تھے بلکہ مشرق میں بھی بے شمار تھے جن سے انہوں نے سفر مکہ کے دوران استفادہ کیا تھا۔

مؤلفات اصولیہ..... ان کی تیس تصانیف ہیں جن کا ذکر ان کے سوانح نگار کرتے ہیں۔ ان میں سے صرف تین کتابیں اب تک باقی ہیں۔ ان میں سے ایک اصولی فقہ پر بھی کتاب ہے جس کا نام ”الرسالة“ ہے۔ مالکی اصول فقہ کا خلاصہ ہے جس کی تکمیل ۳۲۷ھ-۹۳۹ء میں ہوئی۔ یہ رسالہ کئی بار قاہرہ سے طبع ہو چکا ہے۔^۲

المعافی النہروانی القاضی الجریری (۳۰۵ھ-۳۹۰ھ)^۳

محمد بن جریر الطبری کے مذہب پر تفتقہ حاصل کیا اس لئے جریری کہلائے۔ محمد بن اسحاق ابن الندیم کے معاصر ہیں اپنے زمانے کے سب سے زیادہ علم رکھنے والے شخص تھے۔ فقیہ، ادیب، شاعر، اصولی، نحو و لغت کے امام تھے۔ مذہب ابن جریر الطبری کے مجتہد تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... ابن ندیم نے ان کے اصولی فقہ پر دو کتابوں کا ذکر کیا ہے جب کہ کشف الظنون میں ان کی صرف ایک کتاب (پہلی) کا ذکر ہے۔

۱۔ ”کتاب التحریر والنقر (المنقر) فی اصول الفقہ“

۲۔ ”کتاب الحدود والعقود فی اصول الفقہ“^۴

ابو نصر الفارابی (متوفی ۳۹۳ھ)^۵

ترک تھے، شہر فاران سے تعلق رکھتے تھے۔ لغت و ادب میں امام اور کلام و اصول میں ید طولیٰ رکھتے، حضر پر سفر کو ترجیح دیتے اور دنیا بھر کا سفر کیا، عراق، حجاز، خراسان گئے۔ نیسا پور میں قیام کیا، تدریس و تالیف کی خدمات انجام دیں یا قوت حموی نے ان کا تقریباً پندرہ صفحات میں تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے:

”وہو امام فی علم اللغة والادب..... وهو..... من فرسان الکلام فی الاصول، وکان یؤثر

السفر علی الحضر، ویطوف الافاق“^۶

۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید عبد الرحمن المالکی الطبری ۹۲۳ء یا ۹۲۳/۹۲۳ء۔ قیروان میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ دائرۃ معارف اسلامیہ، ۱/۳۱۵، دانش گاہ پنجاب۔

۳۔ ابو الفرج العسکری بن زکریا بن یحییٰ بن حماد التبریزی القاضی الجریری (۹۱۷ء-۹۹۹ء) معروف بہ ابن طراری

۴۔ کتاب الطہرست، ابن ندیم، ص ۲۹۲۔ ہدیۃ العارفین اسماعیل ہاشم ابغدری، ۶/۳۶۳۔

۵۔ ابوالنصر اسماعیل بن حماد الجوهری الفارابی، متوفی ۱۰۰۳ء۔

۶۔ لسان الکبیر، شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، حرف (الف) ۱/۳۰۰، ۳۰۱، (۱۲۵۸)، حیدرآباد دکن مجلس

دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۹ھ۔ معجم الادباء، یا قوت حموی، متوفی ۱۲۲۹ھ۔ بیروت دار التراث العربی، ۶/۱۵۱-۱۵۵، (۲۲)، معجم الاصلیین، مظہر

بقا، ۱/۲۵۸، ۲۵۹، (۲۰۳)

اسماعیل الاسماعیلی الشافعی (۳۲۳ھ-۳۹۶ھ) ^۱
 محدث، فقیہ، اصولی، متکلم اور عربی زبان کے عالم تھے۔

مولفات اصولیہ..... اصول فقہ میں ”تہذیب النظر“ تالیف کی۔ اسماعیل باشا نے ”ہدیۃ العارفین“ میں اس کتاب کا نام لئے بغیر ان الفاظ کے ساتھ ان کی اس کتاب کا تعارف کرایا: ”کتاب کبیر فی اصول الفقہ“ (ان کی اصول فقہ میں ایک ضخیم کتاب ہے)۔^۲

ابن مجاہد الطائی المتکلم مالکی (متوفی ۴۰۰ھ تقریباً) ^۳

متکلم، اصولی، فقیہ اور نظار تھے، کئی علوم پر دسترس رکھتے۔ اصحاب ابوالحسن اشعری میں سے ہیں۔ انہوں نے اصول میں مذہب مالکی پر کتاب تالیف کی۔^۴

سعد القیروانی المالکی (متوفی ۴۰۰ھ) ^۵

فقیہ، اصولی، نحوی اور ممتاز فقہاء میں سے تھے، تقلید کی مذمت کرتے اور کہتے: ”ہو من نقص العقول، وانحطاط الہمم“ (اور وہ (تقلید) نقص عقلی اور کم ہمتی کا نام ہے)۔ اصول میں انہوں نے کتاب ”المقالات فی الاصول“ تالیف کی۔^۶

ابو الحسن القرشی (متوفی ۴۰۰ھ بعدہ) ^۷

انہوں نے اصول میں کتاب ”الرد علی اہل القیاس“ تالیف کی۔^۸



^۱ ابواسعد، اسماعیل بن احمد بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس، الاسماعیلی الجرجانی الشافعی۔

^۲ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۰۹/۳۳۵۳، ابوالوفیاء، صفدی، ۱۱۱/۹، معجم الاصلیین، مظہر بقا، ۱/۲۵۶ (۱۹۹)۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی، ۲۰۹/۵۔

^۳ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یعقوب بن مجاہد الطائی المالکی، متوفی ۱۰۰۹ھ۔ اصلاً مصری تھے اور بغداد میں مقیم تھے۔

^۴ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۳۳/۱، اللخ العسین، ۲۱۳/۱۔

^۵ ابوعثمان سعد بن محمد بن صالح الغسانی القیروانی، متوفی ۱۰۰۹ھ

^۶ اللخ العسین، ۲۱۳/۱۔

^۷ ابوالحسن علی بن عبد اللہ ابن عمران القرشی المغزومی المیمونی الشعی سے مشہور تھے۔

^۸ البیان، اسکون، ۳/۵۵۵۔

فصل پنجم

عہدِ عباسیہ کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی جائزہ

(پانچویں صدی کے آغاز سے سلطنتِ عباسیہ کے زوال تک)

دینی اور سیاسی صورت حال کا مختصر جائزہ :

یہ زمانہ خاص خاص مذہب کی پابندی اور ان کی تائید اور مناظرہ و جدال کی اشاعت کا زمانہ ہے مغرب (اندلس) میں عبدالرحمن ناصر اموی پہلے ہی دولتِ عباسیہ کی کمزوری دیکھ کر امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر چکے تھے۔ مشرق سے ال سلجوق حرکت میں آئے اور فتح کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو کھل ڈالا۔ مثلاً خراسان میں دولتِ غزنویہ کی غزنی ریاستوں کو شکست دی اور تمام مشرق پر قابض ہو گئے اور بغداد میں اس وقت بنو عباس کا صرف نام تھا اور تمام اختیارات پر دولتِ بنی بویہ کی حکمرانی تھی سلاطین نے ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے اختیارات کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر بنی عباسیہ کے نام کو باقی رہنے دیا اور ان کے قائم مقام رہ کر کام کرتے رہے اور پھر بغداد کے مغربی حصہ پر تسلط حاصل کرنے کے بعد وہ جزیرہ اور وسط ایشیاء پر قابض ہو گئے پھر انہوں نے فاطمین سے ملکہ شام لے لیا اور سوائے مصر اور اس کے عقب میں واقع بلادِ مغرب کے تمام اسلامی ممالک میں ان کا قبضہ ہو گیا۔

اندلس میں نہضتِ علمی کا دور دورہ تھا اور وہاں پر اٹھنے والی علمی تحریک نے مغرب تک کو بھی اپنی علمی افکار سے منور کر دیا تھا۔ ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) اور ابوالولید باجی (متوفی ۴۵۰ھ) اسی زمانہ کے علماء ہیں جب اندلس میں اموی خلافت مستحکم و وسیع ہوئی تو اس کے ساتھ ہی بہت سے علماء نے اپنے علوم کی نشر و اشاعت اور اموی خلفاء کی علم دوستی کی بناء پر یہاں کا رخ کیا۔ علم کی ترویج و اشاعت کا سہرا عبدالرحمن ناصر کے سر ہے جو پچاس برس (۳۰۰ھ۔ ۳۵۰ھ) تک حکمران رہا اور پھر اس کے بیٹے الحکم نے عباسی خلیفہ مامون کی طرح ترویجِ علم پر خصوصی توجہ مرکوز کی۔ مشرقی ممالک سے علماء و کتب منگوائیں، لائبریریاں قائم کیں۔ ۴۲۲ھ میں فوج نے ہشام المعتمد باللہ کو تختِ خلافت سے اتار دیا اور وہ ”لادہ“ نامی مقام کی طرف بھاگ گیا اور ۴۲۸ھ میں اسی جگہ فوت ہوا۔ اس کے فوت ہونے کے ساتھ ہی کہہ ارض سے اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب اندلس میں خلافت کا شیرازہ بکھر گیا اور طوائفِ الملوکی کا دور دورہ ہوا۔ عجمی اور بربر و رذساء اور امراءِ اندلس کی جانب چل پڑے اور اس کے حصے بخرے کر کے آپس میں تقسیم کر لئے مصر میں فاطمین خلفاء امیر المؤمنین کہلوائے۔ ۳۶۱ھ میں جامعہ الازہر کی بنیاد انہوں نے رکھی تاکہ شیعہ اساتذہ و فلاسفان کے مذہب کی باطنی تعلیم کے مرکز کے طور پر وہاں اپنا مشن جاری رکھ سکیں۔ ازہر کے فارغ التحصیل تربیت یافتہ شیعہ مختلف شہروں میں مذہب کی اشاعت کرتے۔

دوسری طرف سلاجقہ کی جماعت کے منتشر ہوتے ہی دوسری ترکی حکومت قائم ہو گئی جو دولت اتاکیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مشرق و مغرب میں پھیل گئے ان ہی کی نسلوں میں سے ایک شخص محمود نور الدین کے ہاتھوں مصر کی دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا اور مصر میں دوبارہ عباسیوں کا غلبہ ہو گیا۔ اس کے بعد محمود نور الدین کے سپہ سالار صلاح الدین یوسف ابن ایوب کی حکومت قائم ہو گئی لیکن چھٹی صدی کے آخر میں مشرقِ اقصیٰ میں خوارزم شاہ کی حکومت قائم ہو گئی اور بغداد کے قریب تک آ پہنچی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں چنگیز خان کی قیادت میں مغلوں کا سیلاب اُمد آیا اور ساتویں صدی کے شروع میں ان کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو انہوں نے گرا ڈالا۔ چنگیز خان کو پوری امید تھی کہ کے آخر کار پوری دنیا اس کے اور اس کی اولاد کے زیرِ نگیں آ جائے گی اس لئے اس نے پوری دنیا کو چار حصوں میں اپنے چار لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ جو جی، چغتائی اور اوکدائی اور توی خان اور پھر ایک بیٹے کو مغربی حصہ دریا تک دے دیا اور دوسرے کو مشرقی حصہ چین تک دے دیا اور شمال اپنے تیسرے بیٹے کو دیا اور اپنی اصلی سلطنت اپنے بیٹے چغتائی کو دے دی اور اس نے یہ حساب لگایا کہ اس کے بیٹے اقصیٰ مشرق میں سواحلِ چین تک اور اقصیٰ مغرب میں بحرِ روم کے سواحل تک کے مالک بن جائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد ہی چنگیز خان کا پوتا ہلاکو خان بغداد میں اس کی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا جو عالم اسلام کا دار الخلافہ تھا۔ اس نے آخری عباسی خلیفہ مستعصم کو ۱۲۵۶ء محرم ۶۵۶ھ کو قتل کر دیا اور تمام ہلاکت و بربادی کے بعد بغداد ایک ایسی حکومت کا دار السلطنت بن گیا جس کا بظاہر کبھی کوئی آسمانی مذہب نہیں تھا جس کے قوانین ہلاکو کے دادا چنگیز خان کے وضع کئے ہوئے تھے جو کاسہ کے نام سے مشہور تھے۔

اس زمانے میں مصر میں دولتِ ایوبیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور ان کی جگہ صالح نجم الدین کی مدد سے ترکی نسل کے غلاموں نے لے لی تھی۔ چنانچہ ان کے چوتھے بادشاہ ملک ظاہر بیرس بندقداری نے عباسیوں کی نسل میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی جو اس کے زمانے میں مصر سے آیا تھا اور اس کو عباسی خلیفہ تسلیم کیا اس خلیفہ نے اس کو مصر اور اس کے ملکہات کا بادشاہ بنا دیا اور اسی وقت سے بغداد کی جگہ قاہرہ نے لے لی جس میں ایک برائے نام عباسی خلیفہ تھا اور سلطان تھا جو صاحبِ حکم تھا جیسا کہ نبی بویہ ال سلجوق کے زمانہ میں بغداد کا حال تھا۔

سقوطِ دولتِ عباسیہ کے بعد اسلامی دنیا کی حالت پر ایک نظر :

- ۱۔ غرناطہ (اندلس) میں دولتِ بنی نصر قائم تھی جس کی بنیاد محمد الغالب باللہ بن نصر نے رکھی۔ (۶۲۹-۶۷۱ھ)
- ۲۔ شمالی افریقہ میں دولتِ موحدین تھی جو ابو حفص عمر الرضی ابن اسحاق بن ابی یعقوب یوسف بن عبد المؤمن نے قائم کی تھی۔ (۶۳۶ھ-۶۶۵ھ)
- ۳۔ جزائر میں دولتِ زیانیہ تھی بنمواسن بن زیان اس کے مؤسس تھے جو بانی وطن بھی تھے۔ (۶۳۳ھ-۶۸۱ھ)
- ۴۔ تونس میں دولتِ حفصیہ قائم تھی ابو عبد اللہ محمد المستنصر باللہ ابی زکریا یحییٰ بن عبد الواحد بن ابی حفص اس کے روح رواں تھے۔ (۶۴۷ھ-۶۷۵ھ)

۱۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، (الدولۃ العباسیہ) محمد انصاری یک ص ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱

- ۵۔ مراکش میں دولت مرینیہ تھی جو ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق کے دم سے قائم ہوئی۔ (۶۵۶ھ-۶۷۵ھ)
- ۶۔ مصر میں دولت ممالیک البحر یہ تھی۔ منصور نور الدین علی ابن المرز الدین ایک اس کے بانی تھے۔ (۶۵۵ھ-۶۵۸ھ)
- ۷۔ یمن میں دولت رسولیہ تھی جس کے روح رواں مظفر بن یوسف بن منصور عمر بن علی بن رسول تھے۔ (۶۷۷ھ-۶۷۴ھ)
- ۸۔ صنعاء میں امزیدیہ المتوکل شمس الدین احمد کی حکومت تھی۔ (۶۵۶ھ-۶۸۰ھ)
- ۹۔ روم میں سلاطنت رکن الدین قلیج ارسلان رابع کی حکومت تھی۔ (۶۵۵ھ-۶۶۶ھ)
- ۱۰۔ ماردین میں دولت ارتقیہ قائم تھی جس کے بانی بٹم الدین غازی سعید تھے۔ (۶۳۷ھ-۶۵۸ھ)
- ۱۱۔ فارس میں دولت اتابکیہ سلغریہ قائم تھی ابو بکر بن سعد بن زکی بن مودود اس کے بانی تھے۔ (۶۳۳ھ-۶۵۸ھ)
- ۱۲۔ بلورستان میں دولت اتابکیہ ہزار سبویہ قائم تھی۔ دکلاء بن ہزار سب اس کے بانی تھے۔ (۶۵۰ھ-۶۷۷ھ)
- ۱۳۔ کرمان میں دولت قلیغ خان تھی جس کے بانی قلیغ خاتون تھے۔ (۶۵۵-۶۸۱)۔

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ علمی حالات ان انقلابات میں سیاسی حالات کے تابع نہ رہے بلکہ وہ ترقی کرتے رہے خصوصاً مشرق میں سلجوقیوں کے زمانے میں مصر اور فاطمی حکومت کے زمانے میں بڑے بڑے علماء اور مفکر پیدا ہوئے اور شریعت اسلامی میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے البتہ اس کا اعتراف ضروری ہے کہ شریعت میں استقلال کی روش سیاسی ضعف کی وجہ سے کمزور ہوتی گئی اور وہ روح عالیہ جو ائمہ اربعہ، داؤد بن علی، محمد بن جریر طبری اور ان کے ساتھیوں میں کام کر رہی تھی اس میں بجز معمولی اثرات کے کچھ باقی نہ رہا امام ابوحنیفہ نے اپنے اسلاف سے متعلق کہنا سیکھا تھا کہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں اور وہ روح جو امام مالکؒ میں کام کر رہی تھی۔ بجز رسول اللہ ﷺ کے کوئی ذات ایسی نہیں کہ جس کے قول کو ہم قبول کریں یا رد کریں اور ان کے فیروں میں بھی جو روح کام کر رہی تھی جس کی بناء پر وہ اس قسم کے اقوال کرتے ان کی جگہ وہ روح آگئی جس کو ہم روح تقلید کا نام دیتے ہیں۔ تو اس طرح چوتھی صدی ہجری کے وسط سے اجتہاد کا جو سایہ آہستہ آہستہ سمنٹ شروع ہوا تھا وہ تقلید کے غلبہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور مجتہد علماء میں واضح کی نظر آنے لگتی ہے۔

پانچویں و چھٹی صدی ہجری کے اصولیین کے مراکز :

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے چند مشہور اصولیین اور ان کی خدمات کے مراکز مندرجہ ذیل ہیں جہاں سے انہوں نے علمی تحریک کو پروان چڑھایا اور اصول فقہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

☆ ابو اسحاق اسفہانی شافعی۔ ان کی عملی تحریک اسفہان اور نیشاپور میں رہی جو بلا و فارس میں ہے۔

۱۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ شیخ محمد الخضری بک۔ ص ۳۸۳۔

۲۔ تاریخ التبلیغ میں الامم الاسلامیہ شیخ محمد الخضری بک نمبر ۲۳۶، ۲۳۵۔ شخص، مصر، المکتبہ التجاریہ الکبریٰ طبع ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء۔

- ☆ ابو عمر الظلمنکی مالکی اندلس میں پیدا ہوئے وہاں سے قرطبہ، مصر، مریہ، مرسیہ اور سرقسطہ آئے ان تمام مقامات پر علم کی شمع روشن کرتے رہے۔
- ☆ ابوزید بوسی حنفی نے بخاری کے قریب ایک گاؤں میں نشوونما پائی ان کی علمی تحریک کے مراکز سمرقند و بخاری تھے۔
- ☆ ابن حزم ظاہری نے اندلس کے دار الخلافہ قرطبہ میں نشوونما پائی اور انہیں حلقوں میں اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کی وہ ابتداء شافعی مسلک رکھتے تھے پھر مذہب ظاہری اختیار کر لیا۔
- ☆ ابوالولید باجی مالکی کا تعلق اندلس کے ایک شہر بطلوس سے تھا۔ حجاز، بغداد، دمشق، موصل و مصر کے علمی اسفار کئے اور پھر واپس بجا لوٹ آئے اور ان اسفار میں وہ فروغ علم میں برابر کوشاں رہے۔
- ☆ ابواسحاق شیرازی شافعی نے شیراز میں آنکھ کھولی بغداد جا کر تعلیم و تعلم تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے وہیں وفات پائی۔
- ☆ امام الحرمین جوینی شافعی کا نیشاپور سے ظہور ہوا حجاز، مکہ و مدینہ تشریف لے گئے بغداد کا بھی سفر کیا زندگی کے آخری ایام نیشاپور میں خدمت علم میں گزارے۔
- ☆ علی بن محمد البردوسی حنفی نے سمرقند، سف اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں شہرت پائی وہاں علمی ذوق و شوق بیدار کیا اصول فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

تقلیدی رجحان کی عکاسی پر دو کتابوں کے اسالیب سے مثالیں :

- ۱۔ ابوزید بوسی حنفی نے اصول فقہ پر کتاب ”تاسیس النظر“ میں ان اصول پر کلام کیا جس میں امام ابوحنیفہ و صاحبین کا امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کا امام محمد سے، امام ابوحنیفہ و امام محمد کا امام ابو یوسف سے، امام ابو یوسف کا امام محمد سے امام محمد و امام حسن بن زیاد اللؤلؤی کا امام زفر سے، حنفی ائمہ فقہ امام ابو یوسف، امام محمد و زفر کا امام مالک سے، حنفی ائمہ امام محمد زفر، حسن بن زیاد کا قاضی ابن ابی یعلیٰ سے اور حنفی ائمہ کا امام شافعی سے اختلاف ذکر کیا..... اس نشان سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس قسم کے رجحانات میں اضافہ ہو چکا تھا۔
- ۲۔ امام الحرمین جوینی شافعی کی اصول فقہ پر مشہور کتاب ”الوردقات“ اسی دور کی تصنیف ہے وہ اپنی اس کتاب میں حقیقت مجاز، اس کی انواع، کتاب و سنت، قیاس اور اس کی اقسام، استصحاب، مفتی و مستفتی کی شرط پر بحث سے فارغ ہونے کے بعد تقلید و اجتہاد کے بیان پر اپنی کتاب کا اختتام کرتے ہیں اس میں فرماتے ہیں : ”لیس للعالم ان یقلد“ (عالم کے لئے تقلید کرنا مناسب نہیں ہے) اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات بہت عام ہوئی جا رہی تھی۔

چھٹی صدی ہجری کے چند اصولیین اور ان کے علمی مراکز پر ایک طائرانہ نظر:

حجت الاسلام امام غزالی شافعی، عبداللہ بطلوسی مالکی، ابوالحسن ابن زغونی حنبلی، صدر الشہید حنفی، ابن رشد حنفی مالکی، ابن جوزی حنبلی اس صدی کے ممتاز اصولیین تھے۔

ابن کثیر کے مطابق یہ اپنی زندگی کے طویل عرصہ اس وقت تک نہیں سوتے جب تک بیس صفحات نہیں لکھ لیے جس کی وجہ سے بہت سی کتب تصنیف ہو گئیں۔

مولفات اصولیہ :

۱۔ امالی اجماع اهل المدینہ :

۲۔ المقنع فی اصول الفقہ

۳۔ التمهید فی اصول الفقہ

حسن نیشاپوری الشافعی (متوفی ۴۰۵ھ)

اصول فقہ و لغت عربیہ میں کمال رکھتے تھے۔ طریق صوفیہ پر چلتے اپنے زمانے کے زاہد اور عالم تھے مذہب شافعی القفال اور الحصری وغیرہ سے حاصل کیا۔

ابن فورک الشافعی الاشعری (متوفی ۴۰۶ھ)

فقہ، متکلم، اصول، ادیب نحوی، واعظ تھے۔ عراق میں اقامت اختیار کی وہاں علی بن حسن الباطلی سے اشعری مذہب کی تعلیم حاصل کی تکمیل تعلیم کے بعد رے اور نیشاپور آئے جہاں امیر ناصر الدولہ ابوالحسن نے ان کے لئے مدرسہ تعمیر کروایا وہیں تدریس انجام دی۔ اصول فقہ، اصول الدین اور معانی القرآن پر تقریر یا سوکتا میں تصنیف کیں۔ ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الکعبی کی اصول میں کتاب ”اوائل الادلۃ“ کی شرح لکھی۔

اصول میں آراء.....الاسنوی نے منہاج البیہاوی کی شرح کرتے ہوئے ان کی آراء نقل کی ہیں۔ سیف الدین الامدی نے الاحکام میں اور ابن اسبکی نے جمع الجوامع میں ان کی آراء نقل کیں۔ ان کے علاوہ دیگر اصولیین نے بھی ان کی آراء نقل کی ہیں۔

ابو حامد الاسفرائینی الشافعی (۳۴۳-۴۰۶ھ)

فقہ اصولی ہیں، اپنے زمانہ کے امام تھے۔ مسجد عبداللہ بن المبارک میں تدریس و افتاء کے لئے بیٹھے تو آپ کا حلقہ درس تشنگان علم سے بھرا رہتا جن کی تعداد چار سو سے سات سو تک ہوتی۔ ابن خطیب نے لکھا کہ لوگ کہتے ہیں: ”لوراہ الشافعی لفرح بہ“ (اگر امام شافعی انہیں دیکھ لیتے تو ضرور خوش ہوتے)۔

۱۔ وفيات الاعيان ونبأ ابناء الزمان ابن خلكان متوفى ۶۸۱ھ، ۳۸۱/۳۸۲ مصر مطبوعہ الميمنية احمد الباني المجلسي ۱۳۱۰ھ، ۱۱۳۱/۱۱۳۲، الرازي ۲۲۳-۲۲۴۔

۲۔ كشف القناع المسمنى عن معجات الاسامى والكسى، بدر الدين عيني متوفى ۷۵۱/۷۵۲ھ، ۷۵۱/۷۵۲، فہرست الكتب استوریہ جامعہ الملك عبدالعزیز ۱۳۱۳ھ-۱۹۹۳ء۔ مع ابولى حسن بن على الدقاق نیشاپوری متوفى ۱۰۱۵ء۔ مع مجمع الاصوليين، محمد منظر بقا ۳۷۲ (۲۷۸)۔

۳۔ ابو بکر محمد بن الحسن بن نورک الانصارى الاسهبانى متوفى ۱۰۱۵ء، غزندیں وفات اور نیشاپوری میں تدفین ہوئی۔ الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبى متوفى ۴۲۸ھ، ۷۵۱/۷۵۲ (۱۸۲۵)۔ مع ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۵/۶۶ دار الفکر ۱۳۰۲ھ-۱۹۸۲ء، وفيات الاميان، ابن خلكان متوفى ۶۸۱ھ، ۳۸۲/۳۸۳ مصر مطبوعہ الميمنية احمد الباني المجلسي ۱۳۱۰ھ، ۱۱۳۱/۱۱۳۲۔

۴۔ ابو حامد احمد بن ابوطاهر محمد بن احمد (۹۵۵/۱۰۱۵ء) بغدادی وفات پائی الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبى ۲۷۲ (۱۸۲۵)۔

مؤلفات اصولیہ اور آراء..... آپ نے اصول فقہ پر کتاب تصنیف کی مگر وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ اصول فقہ کی کتب میں آپ کی آراء و اقوال ملتے ہیں جن پر بہت سے مسائل میں اعتماد کیا گیا ہے۔

احمد الخزاعی الشیبی (۴۰۶ھ تک زندہ تھے)

رے میں وارد ہوئے تھے فقیہ و محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول میں کتاب ”المفتاح“ تالیف کی۔^۲

عبدالواحد بن محمد المقدسی جبلبی (متوفی ۴۰۶ھ)

فقیہ، اصولی اور واعظ تھے رجبہ اور شام کے علمی اسفار کئے۔

مؤلفات اصولیہ..... ابو یعلیٰ جبلبی نے طبقات الحنابلہ میں لکھا:

”وله تصنیف فی الفقہ والوعظ والاصول“^۳

(فقہ، وعظ اور اصول میں ان کی تصنیف ہیں)

احمد بن شاکر القطان الشافعی (متوفی ۴۰۷ھ)

اصول فقہ میں ”کتاب المطارحات“ تالیف کی۔^۴

احمد بن المحاملی الشافعی (۳۶۸ھ-۴۱۵ھ)

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول میں کتاب ”تحریر الادلة“ تالیف کی۔^۵

قاضی القضاة عبد الجبار المعتزلی (۳۵۹ھ-۴۱۵ھ)^۶

فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر اور اپنے زمانے کے اصول میں مذہب معتزلہ کے امام تھے۔ فروع میں مذہب شافعی سے اخذ کرتے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمر رضا کحالی نے لکھا ”کمان مقلداً الشافعی فی الفروع وعلی راس المعتزلة فی الاصول“۔

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ/۳۶۸-۳۶۹ (۲۲۳۹)، وفيات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، الفتح المبین، الرازی ۲۲۳/۱-۲۲۵، معجم الاصولیین، محمد مظہر ۱۹۶/۱ (۱۳۳)۔

۲۔ احمد بن حسین، ابن احمد الخزاعی الشیبی ۱۰۱۵ھ تک زندہ تھے، معجم الاصولیین، مظہر ۱۱۰/۱ (۷۶)۔

۳۔ ابوالفرح عبدالواحد بن محمد اشیر ازلی المقدسی، بغداد میں وفات پائی، طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلیٰ ۲۲۸/۳، ۲۳۸/۳ (۶۸۵) بیروت دار المعرفۃ سنہ ۱۹۶۰ء۔
۴۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان البصری، ہدیۃ العارفین، اسامیٰ علیٰ باشا بغدادی ۶۰/۱، الاعلام بوفیات الاعلام، محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۴۲۸ھ/۴۵۱، ۴۷۷ (۱۸۲۷)۔

۵۔ احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الفسوی ابوالحسن بن المحاملی (۹۲۸ھ/۱۰۲۳ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی۔ الاعلام بوفیات الاعلام، محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۴۲۸ھ/۴۵۱، ۴۷۷ (۱۸۲۳)، معجم الاصولیین، محمد مظہر ۱۱۴/۱ (۱۳۵)۔

۶۔ قاضی القضاة اعداد الدین ابوالحسن عبد الجبار بن احمد بن عبد الجبار بن احمد بن الخلیل بن عبداللہ الاسد آبادی البہلوانی (۶۹۰ھ/۱۰۲۵ء) بغداد میں فوت پائی، الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۲۷۹/۱ (۱۸۵۶) اس میں تاریخ وفات ۴۱۳ھ مذکور ہے۔

صاحب الرسالۃ المستظرف نے لکھا :

”ذی التصانیف السائرة و ذکرہ شائع فی الاصول“

(بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور اصول میں ان کا ذکر شامل ہے)۔

ان کا شمار بصرہ کے معتزلہ اور اصحاب اہل ہاشم میں ہوتا ہے ابوالحسن بصری آپ کے شاگرد تھے۔ اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں۔

۱۔ ”العمد“۔ یہ کتاب اصول فقہ کا ایک موسوعہ ہے اس کتاب میں اول لائے ہیں۔ اعتراضات کے رد میں مختلف طریقوں سے جوابات لاتے ہیں۔ اس کتاب کی بدولت ان بہت سی اصولیین کی آراء محفوظ ہو گئی ہیں جن کی کتب ناپید ہو چکی ہیں ”العمد“ اصول فقہ پر آپ کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی کتاب ”المغنی“ میں شامل ”کتاب الشرعیات“ سے بہت سا مواد شامل کیا ہے۔ علم الکلام میں اس کتاب ”المغنی“ کو بیس سال کی طویل جدوجہد کے بعد مکمل کیا جو تیرہ ہزار اوراق اور بیس ضخیم جلدوں پر محیط تھی۔ اس کی تالیف کا آغاز ۳۶۰ھ میں کیا اور اختتام ۶۸۰ھ میں ہوا۔ اس کی چودہ جلدیں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں ”العمد“ اصول فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے اور جو کتب اساسیہ میں شمار ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قاضی عبدالجبار کے ایک ہم عصر ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) نے بھی فن اصول فقہ کے جمع ابواب پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی اب وہ مفقود ہے۔ اس کی تلیخیص امام الحرمین نے کی جو موجود ہے^۱۔ امام بدرالدین زرکشی شافعی (متوفی ۷۹۳ھ) اصولیین اور ان کی کتب کو تاریخی تناظر میں پیش کرتے ہوئے قاضی باقلانی یا لکی (متوفی ۴۰۳ھ) اور قاضی عبدالجبار معتزلی کی خدمات کو ان الفاظ سے سہراتے ہیں :

”وجاء من بعده اى الشافعى . فبينوا و اوضحوا و ابسطوا و شرحوا حتى جاء القاضيا قاضى السنة ابوبكر بن الطيب^۲ و قاضى المعتزلة عبدالجبار ، فوسعا العبارات ، و فكاك الاشارات ، و بينا الاجمال ، و رفعنا الاشكال“^۳۔

(اور جو امام شافعی کے بعد آئے انہوں نے اس (علم کی شرح و وسط کے ساتھ تبیین و توضیح کی یہاں تک کہ دو قاضی، قاضی السنۃ ابوبکر بن الطیب اور قاضی المعتزلہ عبدالجبار آئے۔ ان دونوں حضرات نے عبارات کو نوسخ بخشا، اشارات کو کھولا اور اجمال کی تفصیل بیان کی اور اس میں پائے جانے والے اشکال کو زور کیا)۔

۱۔ تاریخ بغداد، خطب بغدادی ۱۱۳/۱۱، تاریخ طبری حوادث سنہ ۳۸۵، الرسالۃ المستظرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المستظرفۃ، شیخ محمد جعفر الکنانی متوفی ۱۳۳۵ھ، ص ۱۳۱ اگر کاپی نور محمد کتب خانہ ۹۱۳ھ۔ ۱۹۶۰ء، مجلہ ۱۱، باب ۱، یا قوت حموی (۱۱۷۹ھ۔ ۱۲۰۹ھ) ۲۹۹/۲، بیروت دار احیاء التراث العربی، سنہ ۱۳۸۵ھ۔

۲۔ ابوبکر محمد بن طیب بن محمد القاضی ابوبکر الباقلانی المصری المالکی الشافعی متوفی ۴۰۳ھ۔

۳۔ البحر المحیط، بدرالدین محمد بن بہادر بن عبدالقادر زرکشی الشافعی متوفی ۷۹۳ھ، ص ۵۱، مصر دارالکتب سنہ ۱۳۸۵ھ۔

العمد پر تحقیق :

اس کے تین ابواب الاجماع والقیاس والاجتہاد پر محمد جمال ایتھو وانی (تطوان - المغرب) نے تحقیق پیش کی اور دراسات اسلامیہ میں دراسات علیا میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ اسی طرح قاضی عبدالجبار کی کتاب "العمد" کے دوسرے نصف پر دکتور، عبدالحمید زیند کی تحقیق جاری ہے۔^۱

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے عبدالجبار معتزلی کی اصول فقہ پر اساسی کتاب کا نام العمد بتایا ہے۔^۲ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک الگ کتاب ہو جو "العمد" سے بھی پہلے تالیف کی ہو اور اس کی شرح ابوالحسن بصری نے کی ہو جو ان کے شاگرد ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت و افادیت سے بلاشبہ انکار نہیں پھر بھی ابوالحسن بصری معتزلی نے "المعتمد" کے مقدمہ میں "العمد" کے عیوب بتائے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالجبار کی کتاب "العمد" کی میں نے شرح لکھی اب اس کے بعد "المعتمد" کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"انی سلکت فی "الشرح" مسلك الكتاب فی ترتیب ابوابه و تکرار کثیر من مسائله، و شرح ابواب لاتیق باصول الفقه من دقیق الکلام"۔^۳

(شرح العمد) میں میں نے کتاب کے ابواب کی ترتیب کے طریقے کو اختیار کیا، جو اس کے کہ کثیر مسائل میں تکرار تھا اور کی ابواب کی شرح وقت کلام کے باعث اصول فقہ کے لائق نہیں تھی)

۲۔ النہایہ : اس کتاب کو قاضی عبدالجبار نے شریعات میں شامل کر دیا تھا ابوالحسن بصری نے "المعتمد" میں دو مقامات پر اس سے استفادہ کیا ہے۔^۴

۳۔ الشرح یا شرح العمد : ابوالحسن بصری نے اپنی کتاب "المعتمد" میں تقریباً چالیس مقامات پر اس سے نقل کیا ہے، اور وہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں :

"قال قاضی القضاة فی الشرح"^۵

۳۔ الدرس : ابوالحسن اپنی کتاب "المعتمد" میں "الدرس" کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "قال قاضی القضاة فی الدرس" (قاضی القضاة نے "الدرس" میں کہا) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ قاضی القضاة کی "الدرس" نامی کتاب تھی اس میں کہا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ دوران تعلیم "الدرس" میں کہا اور وہیں سے سن کر نقل کر لیا ہو۔^۶

۱۔ بحم الاصولین، مظہر بقا ۱۵۵/۳ (۳۹۰)۔ ح حوالہ سابق۔

۲۔ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرزمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۳۵۵ھ، بغداد مکتبۃ الشیخ - سندنہ۔

۳۔ المعتمد فی اصول الفقه، ابوالحسن محمد بن طلیب البصری السعری (متوفی ۳۳۶ھ/۱۰۳۳ء)، ۳/۱، مقدمہ شیخ ظلیل السیر، بیروت لبنان دار الکتب المعاصرہ ۱۳۰۳ھ - ۱۹۸۳ء۔

۴۔ تحقیقی مقدمہ علی شرح لعمد لابن الحسنین معتزلی، عبدالحمید بن علی ابوزنیدہ ۳۲۱ھ، بیروت مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔

۵۔ شرح لعمد، ابوالحسن محمد بن علی بن طلیب البصری السعری (متوفی ۳۳۶ھ/۱۰۳۳ء)، تحقیق و دراستہ عبدالحمید بن علی ابوزنیدہ، مدینہ المنورہ مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔

۶۔ حوالہ سابق۔

۵۔ الاختلاف فی اصول الفقہ: یہ کتاب ”العمد“ کا جزء ہے اور اس پر مغرب میں محمد جمال نے تحقیق کی ہے۔

۶۔ المغنی^۲: یہ بیس جلدوں پر مشتمل کتاب تھی اس کی سترہویں جلد اصول پر تھی۔

۷۔ اصول الفقہ: بعض مراجع کے مطابق انہوں نے کتاب ”اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۳

ابو اسحاق الاسفرائینی الشافعی (متوفی ۴۱۸ھ)^۴

اصولی، متکلم، محدث، مجتہد فی المذہب تھے۔ ابن عساکر نے عبدالغفار بن اسماعیل الفارسی سے نقل کیا: ”ان ابا اسحاق احد من بلغ حد الاجتهاد من العلماء لتبحره فی العلوم واستجماعه شرائط الامامة: من العربیہ والفقہ والكلام والاصول، ومعرفة الكتاب والسنة“^۵ اور تقریباً الفاظ کی کچھ کمی کے ساتھ ابن خلکان نے تاریخ نیشاپور کے سیاق سے ابوالحسن عبدالغفار الفارسی کا قول نقل کیا کہ: ”فقال فی حق احد من بلغ حد الاجتهاد من العلماء لتبحره فی العلوم واستجماعه شرائط الامامة“^۶۔ دونوں اقوال سے ان کا مجتہد ہونا اور کتاب و سنت کی معرفت، اصول وغیرہ میں امامت کے شرائط کا مجتمع ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ تعلیقہ فی اصول الفقہ^۷ ابوامظفر الاسفرائینی نے اپنی کتاب ”التبصیر فی اصول الدین“ میں کہا کہ: ان له ”ترتیب المذاهب“ و کتاب ”المختلف فی الاصول“ و کلاهما فی اصول الفقہ“^۸ (کتاب فی الاصول اور ترتیب المذاهب ان کی کتابیں ہیں اور وہ دونوں اصول فقہ میں ہیں)۔

۲۔ ترتیب المذاهب

۳۔ المختلف فی الاصول

۴۔ رسالۃ فی اصول الفقہ^۹

قاضی ابوبکر الحیرمی الشافعی (۳۲۵ھ-۴۲۱ھ)^{۱۰}

بغداد، مکہ، کوفہ و جرجان کے علماء سے اکتساب فیض کیا اور اصول و کلام میں کمال حاصل کر لیا، نیشاپور کے قاضی رہے۔

۱۔ معجم الاصلیین، مجر مظہر بقا ۱۵۶/۲ (۳۹۰) ج ۲ حوالہ سابق۔

۲۔ حوالہ سابق، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۱۱۳/۱۱۵ (۵۸۰۶)۔

۳۔ رکن الدین ابوزہاق بن براہیم بن محمد بن ابراہیم بن مہران الاسفرائینی متوفی ۱۰۲۷ء، نیشاپور، اسفرائین میں ولادت و وفات ہوئی۔ الاعلام یونانیات الاعلام، الذہبی متوفی ۴۸۸ھ ۲۸۲/۱۸۷۔

۴۔ ذیبات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۴۱۰۔

۵۔ التبصیر فی اصول الدین، ابوامظفر الاسفرائینی، ۱۹۳ھ، بحوالہ معجم الاصلیین مظہر بقا، ۵۰/۱ (۲۳)۔

۶۔ احمد بن حنبلہ، ۱۰۳/۱۰۳، ج ۲، بحوالہ معجم الاصلیین قاضی ابوبکر الحیرمی شافعی (۳۲۵-۱۰۳۰ء)، الاعلام یونانیات الاعلام، الذہبی ۲۸۳/۱ (۱۸۸۹)۔

ابو عمر الطلمنکی المالکی (متوفی ۴۲۹ھ) ^۱

فقہ، اصولی اور محدث تھے علم قرأت کے ماہر تھے۔ قرطبہ، مصر اور حجاز مقدس کے علمی سفر کئے۔
مؤلفات اصولیہ: کتاب ”الوصول الی معرفة الاصول“ تالیف کی۔^۲

ابن راہین البغدادی الشافعی (متوفی ۴۳۰ھ) ^۳

بصرہ میں مقیم تھے۔

مؤلفات اصولیہ: ”فصول فی الاصول“ آپ کی تالیف ہے۔^۴

ابوزید بوسی الحنفی (متوفی ۴۳۰ھ) ^۵

اکابر فقہائے حنفیہ میں سے ہیں ابو جعفر الاستریشی سے تفقہ حاصل کیا۔ امام کرخ کی طرح امام ابوزید بوسی نے بھی امام ابوحنیفہ کے اصول کو کجور گفتگو بنایا اور ان پر بحث کی۔ مختلف مسائل میں امام ابوحنیفہ کے اجتہادات کے پس پردہ کارفرما اصول و کلیات بیان کئے۔ امام ابوزید بوسی اپنے زمانہ کے بہت بڑے نامور حنفی فقیہ تھے فقیہانہ استدلال اور قانونی بصیرت میں ضرب المثل مانے جاتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا:

”وہو اول من وضع علم الخلاف و ابرزہ الی الموجود“ ^۶

(انہوں نے ہی سب سے پہلی علم الخلاف (یا علم اختلاف الفقہاء) کی بنیاد ڈالی اور اس کو باقاعدہ ایک منفرد علم کی حیثیت عطا کی)

مگر مورخ ابن خلکان کی رائے سے اتفاق مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ خود اختلاف الفقہاء کے عنوان سے تقابلی مطالعہ قانون پر کم از کم دو اہم کتابیں لکھی ہیں جو امام بوسی سے قبل لکھی گئیں اور ہم تک پہنچیں۔ ان میں سے ایک امام ابن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی ”اختلاف الفقہاء“ ہے جس کا ایک حصہ مستشرق جوزف شاخت شخص نے ۱۹۳۲ء میں لائبریری ہالینڈ سے شائع کیا تھا۔ دوسری امام ابو جعفر الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی ”اختلاف الفقہاء“ ہے جس کی ایک جلدی ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی کی تحقیق سے ۱۹۷۱ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ ان حوالوں کی روشنی میں بوسی کو اس علم کا موجد تو نہیں بلکہ مدون مانا جاسکتا ہے۔ انہوں نے فقہی اختلافات کی تشریح میں پائے جانے والے اصولی اور قواعدی اختلافات کی نشاندہی کی اور قواعد کو الگ الگ مرتب کیا جن سے تقابلی مطالعہ قانون کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

۱۔ ابو عمر الطلمنکی احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی یحییٰ العافری القرطبی الاندلسی متوفی ۱۰۳۸ء ماہ اگست دو لات دو فوات ہوئی، الاعلام بونیات الاعلام،

الذہبی ۱/۲۸۷ (۱۹۱۸)۔ ج الفحاشین، المرانی ۳/۳۳۱، معجم الاصولیین، مجر مطبوعہ القا، ۲۱۷-۲۱۸ (۱۶۲)۔

۲۔ امام ابوہرالد بن عبد الوہاب ابن محمد بن عمر بن محمد البغدادی معروف بہ ابن راہین متوفی ۱۰۳۹ء بصرہ میں مقیم تھے۔

۳۔ ہدایۃ العارفین ۱/۱۰۱، عمیل ہاشم البغدادی ۶۳۷/۵۔

۴۔ ابوزید عبد اللہ بن عمر بن یحییٰ القاضی البوسی متوفی ۱۰۳۹ء، بخاری میں وفات پائی، الاعلام بونیات الاعلام، مجر بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی

۴۲۸ھ، ۲۸۸/۱ (۱۹۳۲)۔ ۵۔ وفیات الامیاء، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۲۵۳/۱۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ تاسیس النظر
۲۔ الاسرار فی الاصول والفروع
۳۔ الانوار فی الاصول
۴۔ تقویم الادلۃ فی الاصول

کتاب تاسیس النظر کا تحقیقی تجزیہ :

اس کتاب میں ابوالحسن الکرخی اور ابوبکر حصاص کے بیان کردہ مضامین کو قدرے تفصیل کے ساتھ لیا گیا ہے اور نحقی فقہاء کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے اصول کے ضمن میں مسائل جزئیہ کو تفریعات اور فقہی نکات پر مشتمل قواعد اور مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ دیوبندی نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل نواجزاء میں تقسیم کیا :

- ۱۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے دونوں شاگردوں امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن اشعری کے مابین فقہی اختلاف آراء کی اساس کو بیان کیا ہے۔ اس حصہ میں وہ قواعد و اصول مذکورہ ہیں جن سے امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے نقطہ نظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔
- ۲۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے۔
- ۳۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں امام ابویوسف نے ان سے اختلاف کیا ہے۔
- ۴۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کے اصول و قواعد بیان کئے۔
- ۵۔ تین نحقی ائمہ امام محمد، امام حسن بن زیاد الملؤلوی (اصل کتاب سے ایک نام ساقط ہے) ان کی فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں ان سے ان کے ایک اور نامور ساتھی امام زفر نے اختلاف کیا ہے۔
- ۶۔ نحقی ائمہ فقہ (امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ) کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں امام مالک نے ان سے اختلاف کیا ہے۔
- ۷۔ تین نحقی ائمہ فقہ (امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد) کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کے نامور معاصر قاضی ابن ابی یعلیٰ (متوفی ۱۲۸ھ) کی آراء و اقوال سے اختلاف کیا ہے۔
- ۸۔ مذکورہ بالا نحقی ائمہ فقہ کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں انہوں نے امام محمد بن ادریس الشافعی کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔
- ۹۔ متفرق اختلافی اقوال و آراء کے اصول و قواعد۔

ان نواجزاء میں سے ہر ایک جز کو مختلف ابواب کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب میں اس موضوع سے متعلق یا اس سے ملنے جلتے امور سے متعلق اصول و کلیات بیان کئے گئے ہیں ہر اصل اور کلیہ کی مثالیں اور تطبیقی نظائر بھی دی گئی ہیں تاکہ قانون کی منشا اور واضح ہو سکے۔ امام دیوبندی نے "اصل" کا لفظ عمومی مفہوم میں استعمال کیا ہے جس میں قواعد و ضوابط اور اصول سب شامل تھے۔

۱۔ تاسیس النظر، ابو یوسف سعید (عبد) اللہ بن عمر الدیوبندی متوفی ۵۳۰ھ، ص ۲-۳، کراچی سعید بکھٹی ۱۴۰۱ھ۔

۱۔ الاسرار فی الاصول والفروع :

اس کتاب کے بارے میں حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس کا آغاز انہوں نے ”الحمد لله رب العالمین“ سے کیا ہے۔^۱

۲۔ الانوار فی الاصول :

حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک مختصر ہے، جس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: ”الحمد لله الذی اعلى منزلة المؤمنین“۔^۲

۳۔ تقویم الادلة فی الاصول :

حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ کتاب ایک جلد میں ہے اس کا آغاز : الحمد لله رب العالمین الخ سے ہوا ہے اور امام فخر الاسلام علی بن ابی عمر دوسی حنفی (متوفی ۴۸۲ھ) نے اس کی شرح بھی لکھی ہے اور یہ ایک عمدہ شرح ہے اور یہ علمائے حنفیہ میں بہت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ ابوبکر محمد بن حسین بن محمد الارسانبندی الحنفی (متوفی ۵۱۲ھ) نے اس کا اختصار کیا۔ جس کا نام مختصر تقویم الادلة للذبوسی ہے اور ابوجعفر محمد بن الحسین الحنفی نے اس کا اختصار کیا ہے۔^۳

جامع ازہر کے کلیہ اصول الشرعیہ والقانون کی لائبریری میں اس پر چند تحقیقات :

۱۔ اس پر سچی محمد جمیل کا تحقیقی مقالہ نمبر (۳۰۶) پر موجود ہے۔

۲۔ اسی طرح ”الاسرار فی الاصول والفروع فی تقویم ادلة الشرع“ پر محمد العواطی (العواطی) کا تحقیقی مقالہ موجود ہے، جس کا نمبر (۱۶۶۳) ہے۔

ابوالحسن البصری المتعزلی (متوفی ۴۳۶ھ)^۴

ائمہ معتزلہ میں سے ایک امام ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المعتمد ۲۔ زیادات المعتمد ۳۔ کتاب القیاس الشرعی

۴۔ غرر الادلة فی اصول الفقہ ۵۔ تصفح الادلة فی اصول الفقہ ۶۔ شرح العمدة

۱۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۸۳/۱، ہدیۃ العارفین، اسامیل باشا بغدادی ۶۲۸/۵، کشف القناع عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین یعنی متوفی ۸۵۵ھ، ص ۲۸۲، جدہ ملک عبدالعزیز ۱۲۰۵ھ۔

۲۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۸۳/۱، ۱۹۶/۱، ہدیۃ العارفین، اسامیل باشا بغدادی ۶۲۸/۵۔

۳۔ کشف القناع عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین یعنی متوفی ۸۵۵ھ، ص ۷۷، جدہ ملک عبدالعزیز ۱۲۰۵ھ، کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۸۳/۱، ۱۹۶/۱، ہدیۃ العارفین، اسامیل باشا بغدادی ۶۲۸/۵، الفوائد البصریہ فی تراجم الحنفیہ، عبدالرحمن کھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۱۰۹۔

۴۔ ابوالحسن محمد بن علی الطیب البصری متوفی ۴۳۶ھ، بصری میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ، ۱۰۰/۳ (۱۰۹۶)، الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۲۹۲/۱ (۱۹۳۹)۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

(۱) کتاب المعتمد کا تحقیقی تجزیہ : اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتاب میں سے ایک کتاب ”المعتمد“ ہے امام رازی نے ”المحصل“ میں اور آمدی نے ”الاحکام“ میں اس کو بھی مختصر کیا بلکہ امام رازی تو کتب اربعہ میں سے المستصفی اور المعتمد کے حافظ بھی تھے۔ یہ کتاب معتزلہ کی آراء و استدلال کے مہار میں سے ایک ہے اس میں ماضی کے اصولیین کی ایک بڑی جماعت کی آراء کو منضبط کر لیا گیا ہے ان کے ادلہ کو بیان کیا اور ان پر تنقید کی اس کتاب میں اصول فقہ کے موضوع کو ایک ترتیب نو سے مرتب کیا گیا ہے شرح العمدة میں پائے جانے والے تکرار سے اجتناب برتا ہے۔ ”مقدمۃ المعتمد“ کی یہ عبارت وچرتالیف کو بیان کرتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :

”والذی دعاسی السی تالیف هذا الكتاب فی اصول الفقه بعد شرحی کتاب العمدة. للقاضی عبدالنجار، واستقصاء القول فیہ، انی سلکت فی الشرح مسلک الكتاب فی تریب ابوابه. وتکرار کثیر من مسائله و شرح ابواب لا تلیق باصول الفقه من دقیق الکلام..... فاحسبت أن اؤلف کتابا، مرتبة ابوابه غیر مکررة، واعدل فیها عن ذکر مالا یلیق باصول الفقه من دقیق الکلام..... وایضا فان القاری لهذه الابواب فی اصول الفقه، وان کان عارفا بالکلام فقد عرفها علی اتم استقصاء ولس یستفید من هذه الابواب شینا. وان کان عارف بالکلام، صعب علیه فهمها، وان شرح له..... فکان الاولی حذف هذه الابواب من اصول الفقه.“

(قاضی عبدالجبار کی ”کتاب العمدة“ کی شرح لکھنے کے بعد جس بات نے مجھے کتاب ”المعتمد“ لکھنے کی طرف متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ اس کتاب (العمدة) کی ترتیب ابواب اور بہت سے مسائل میں تکرار تھا اور کئی ابواب میں پیچیدہ قسم کا کلام شامل کیا گیا تھا جو اصول فقہ کے لائق نہیں تھا اس کے باوجود میں نے اس کی شرح کرتے وقت اسی (صاحب کتاب کے) طرز کو پیش نظر رکھا۔۔۔ میں نے چاہا کہ ایسی کتاب تالیف کروں جس میں بلا تکرار ابواب مرتب کئے گئے ہوں اور ان باتوں سے پرہیز کروں جو دقت کلام کے باعث اصول فقہ میں زیر بحث لائے جانے کی شایان شان نہیں ہیں۔۔۔ اور یہ بھی ہے کہ اصول فقہ کا قاری اگر علم کلام کا عارف ہے تو وہ اس کی گہرائی سے پہلے ہی واقف ہے اس کے لئے یہ استفادہ کی باعث نہیں ہوگا اور اگر وہ علم کلام کا عارف نہیں ہے تو اس کی شرح کر بھی دوں تو اس کے فہم پر گرائی کا باعث ہوگا۔۔۔ لہذا ان ابواب کا اصول فقہ سے حذف کرنا ہی بہتر تھا۔)

اس سے ظاہر ہوا کہ ”المعتمد“ میں انہوں نے بعض ان مسائل کو حذف کرنا بہتر جانا جن کا تعلق اصول فقہ سے کم اور مقدمات کلامیہ سے زیادہ تھا اسی طرح انہوں نے کچھ مسائل کا اضافہ بھی کیا جو ”العمدة“ میں نہیں پائے گئے تھے۔ ابوالحسین بصری اصول فقہ کے تقریباً تمام موضوعات کو ہی زیر بحث لائے ہیں اور اس میں تحلیل علمی کے منہج کو اپنایا اور کھل کر مناقشہ کیا،

۱۔ کشف القناع عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ، ۴۸۵ھ، جہدہ ملک عبدالعزیز ۱۳۰۵ء۔)

۲۔ المعتمد فی اصول الفقه، ابوالحسین بصری متوفی ۳۳۶ھ، ۳۱۱ھ، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء۔

حسن و قبح کے بارے میں ان کے خیالات معتزلی عقائد کی طرح ہیں: دو حسن و قبح کی بحث کو اصول فقہ میں شام تصویر کرتے ہیں اور اس کا ربط پیدا کرنے کی خواہش اور کوشش کرتے ہیں۔ مختلف آراء و اقوال پیش کرتے ہیں خاص طور پر قاضی عبدالجبار کی آراء و اقوال نقل کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے مذہب کی تائید اور تقویت پہنچانا ہوتا ہے۔ کثرت سے اہل اہلالتے ہیں جو عقین کے اول کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ لمی گفتگو کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں "الکلام فی الامور" میں ان کی گفتگو تحریراً ایک سو پچیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اپنی اور دوسروں کی رائے سے برابری کی بنیاد پر استدلال کرتے ہیں عقیدتی اسلوب سے احتیاب کرتے ہیں ان کا اسلوب اجتہادانہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کئی مرتبہ معتزلہ کی بھی مخالفت کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے "باب فی العموم اذا تعقبہ تعقید بشرط، او استثناء، او صفة، او حکم" کے مسئلہ میں انہوں نے کیا۔ بہر حال بلاشبہ یہ کتاب ان کی عمدہ تالیفات و خدمات میں سے ایک اہم کتاب شمار کی گئی ہے جو فن اصول فقہ کا قابل فخر علمی سرمایہ ہے۔ کتاب "المعمد" کے بارے میں ابن خلدون کی رائے ہے وہ کہتے ہیں:

"كتاب العمدة لعبد الجبار و شرحه المعمد لابى الحسين البصرى" ۱

(العمد عبدالجبار کی کتاب ہے اور "المعمد" اس کی شرح ہے جو ابو الحسین بصری کی تالیف ہے)

مگر ہمیں ابن خلدون کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ "العمد" عبدالجبار معتزلی کی کتاب ہے اور "المعمد" اس کی شرح ہے کیونکہ "المعمد" اب چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کسی کتاب کی شرح نہیں ہے بلکہ ایک مستقل علیحدہ کتاب ہے۔ اور المعمد کے مقدمہ سے جو عبارت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اس سے بھی اس کتاب کے علیحدہ تصنیف ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

"المعمد" کے بارے میں ابو الخطاب الحکو ازانی فرماتے ہیں:

"ان المعمد مختصر العمد" ۲

(المعمد (در اصل) "العمد" کا اختصار ہے)

مگر ہمیں اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کیونکہ دونوں کتابوں کے ابواب کی ترتیب اور مسائل ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں اور دونوں میں مسائل کی کمی بیشی بھی پائی جاتی ہے۔

نوادز کین نے اپنی کتاب تاریخ التراث العربی میں "المعمد" کو اصول الدین کی کتاب بتایا ہے ۳ مگر یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی۔

"المعمد" کے اثرات کا مختصر جائزہ:

یہ کتاب بعد کے لکھنے والوں خصوصاً معتزلی اصولیین پر مسلسل اثر انداز ہوتی رہی بلکہ اس کتاب نے ان کے لئے ایک اساس و بنیاد کی فراہمی کا کام کیا۔ مثلاً ابو الخطاب الحکو ازانی اپنی کتاب "التمہید" کے مضامین میں اسی "المعمد" کی

۱ حوالہ سابق، الاکلام فی الامور، ۳۷۱/۱۶۳۔

۲ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون، متون، ۸۰۸، ص ۳۵۵، بغداد مکتبۃ العثمی سنہ ۱۳۱۱ھ۔

۳ التمهید، ابو الخطاب الحکو ازانی، ۶۹/۷۹، حوالہ تحقیقی مقدمہ علی شرح العمد لابی الحسین، ص ۱۹، مکتبۃ العلم والحکم، ۱۳۱۱ھ۔

۴ تاریخ التراث العربی، نوادز کین، ۸۶/۳۱، مکتبۃ اية الله العظمى المرعشى النجفی لعامہ قم، ایران، طبع ۱۳۱۲ھ (۱۹۳۳-۱۹۸۳ء)۔

ترتیب و طریقہ کو اپناتے ہیں اور ساتھ ہی ابوالحسن بصری اور ان کے شیخ عبدالجبار کی آراء کو "المعمد" کا حوالہ دینے بغیر اسی طرح نقل کر دیتے ہیں، حاجی خلیفہ فرماتے ہیں :

"المعمد" وهو كتاب كبير ومنه اخذ فخر الدين الرازي كتاب المحصول وللقاضى ابى

يعلى محمد بن (الحسين) الفراء الحنبلى "۱

دوہ "المعمد" ایک بڑی کتاب ہے فخر الدین رازی نے کتاب "المحصل" اسی سے اخذ کی اور قاضی ابویعلیٰ محمد بن

(الحسین) الفراء الحنبلی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بھی اس سے اخذ کیا

کشف المظنون کے حاشیہ میں یہ تحریر درج ہے کہ : "وهو (المعمد) شرح العمدة للقاضى عبد الجبار وزاده عليه اشياء كثيرة - ولى الدين -" (دوہ "المعمد" قاضی عبدالجبار کی العمدة کی شرح ہے اور اس پر ولی الدین نے بہت سی باتوں کا اضافہ کیا ہے)۔

(۲) زیادات المعتمد : یہ ایک مختصر ضخامت کی کتاب ہے جس کا صرف ایک نسخہ ہے جو قسطنطنیہ میں واقع "لا لہ لی" نامی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس میں اصول فقہ کے ان مسائل کو شامل کیا جو "المعمد" میں بیان نہیں کئے گئے تھے اور وہ مسائل حقیقت و مجاز، اور دونوں ہی سے متعلق بعض مسائل مثلاً الواجب المخیر، اقصاء الامر الفور، واقضاء النہی کو بیان کیا ان کے علاوہ بعض ان دوسرے مسائل کو بھی بیان کیا جو عموم، خصوص، افعال رسول ﷺ کی حجیت، نسخ، اجماع اور اخبار سے متعلق تھے۔

(۳) کتاب القیاس الشرعی : یہ کتاب "المعمد" سے قبل کی تالیف ہے مگر اسے بعد میں المعتمد میں شامل کر دیا گیا اس کتاب کے نسخے کو قسطنطنیہ کی "لا لہ لی" نامی لائبریری سے حاصل کر کے "المعمد" کے ساتھ طبع کر دیا گیا۔ مطبوعہ کتاب میں اس کتاب کے پہلے صفحہ پر تحریر کر دیا گیا ہے : وقد صنفه قبل كتاب المعتمد ، كما يظهر من الاشارات العديدة اليه فى كتاب المعتمد۔ یہ کچھ بیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔

(۴) غرر الادلة فى اصول الفقه ۲

(۵) تصفح الادلة فى اصول الفقه ۵

یہ کتاب دو جلدات میں ہے، علامہ بدر الدین یعنی (متوفی ۸۵۵ھ) نے اپنی کتاب کشف القناع میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے مذکورہ بالا دونوں کتب کی موجودگی اور ان کے مشتملات کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۶) شرح العمدة : یہ ابوالحسن کی اصول فقہ پر پہلی تالیف ہے، جو انہوں نے اپنے شیخ عبدالجبار کی زندگی میں ہی تالیف کرتے تھے اس کے علاوہ مزید دو کتب "المعمد" اور "کتاب القیاس الشرعی" بھی ان کی زندگی میں تالیف کیں۔

۱ کشف المظنون، حاجی خلیفہ ۱۷۳۲/۱۷۳۳ - ۲ حوالہ سابق۔

۲ المعتمد فى اصول الفقه، ابوالحسن بصری معتزلی متوفی ۳۳۶ھ/۳۳۳ھ، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔

۳ حدیہ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۶۹۔

۴ کشف القناع المرئی عن مہمات الاسامی والکنی، بدر الدین ابی محمود بنی متوفی ۸۵۵ھ/۸۵۵ھ، جامعہ ملک عبدالعزیز ۱۴۰۵ھ۔

اس پہلی کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ ابو الحسین بصری اپنے شیخ عبد الجبار کی آراء کی نقل و اعتماد میں وہی معاملہ رہا جو امام غزالی کا اپنے شیخ امام الحرمین کے ساتھ ان کی پہلی اصولی تصنیف "المنحول" میں تھا جہاں وہ اپنے شیخ کی آراء کو کثرت سے نقل کرتے ہیں اور وہ اسی محور پر رہتے ہیں اسی طرح ابو الحسین کا بھی یہی حال نظر آتا ہے۔ مگر جب امام غزالی اپنی ایک مستقل شخصیت بنا لیتے ہیں تو "الہذیب" اور پھر المستصفی میں ان کا اسلوب آزادانہ نظر آتا ہے جس میں وہ خود اپنی آراء بھی پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ابو الحسین بعد کی تصانیف میں آزاد نظر آتے ہیں جس میں وہ اپنی بھی آراء پیش کرتے ہیں۔

شرح العمدة میں وہ اپنے شیخ کا ذکر کرتے وقت اطال اللہ بقاءہ (الاندان کی عمود از فرمائے) کے الفاظ لاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کی زندگی میں تالیف کی تھی۔ ابو الحسین نے العمدة کی شرح میں جس منہج کی پیروی کی اسے المعمد کے مقدمہ میں اس وقت بیان کیا جہاں وہ العمدة اور شرح العمدة کی موجودگی میں ایک اور کتاب "المعمد" کی تالیف کرنے کی وجہ ضرورت بتاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں تکرار تھا اور غیر متعلق ابواب تھے وغیرہ وغیرہ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ان خامیوں کو دور کر کے ایک اور کتاب تصنیف کی جائے اور چونکہ "شرح العمدة" میں اسی کے ابواب و ترتیب وغیرہ کی رعایت ملحوظ رکھی گئی جس کی وجہ سے شرح بھی عیوب و نقائص سے بچ نہ سکی۔ ہم اس مقدمہ کا ذکر "المعمد" کے تعارف میں کر چکے ہیں۔ فواد سزکین نے فہارس مکتبہ الفاسیگان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کتاب (شرح العمدة) کے نام میں تردک اظہار کیا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل تین نام گنوائے ہیں :

۱۔ الخلاف بین الشیخین. ۲۔ الاختلاف فی اصول الفقہ. ۳۔ العمدة۔

درست بات یہ ہے کہ "العمدة" اور شرح العمدة دو علیحدہ کتابیں ہیں دونوں کے مؤلفین بھی جدا جدا ہیں، شاید اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ کتاب "شرح العمدة" میں وہ اسلوب پایا جاتا ہے جو شیخ عبد الجبار کا "المعنی" میں عموماً کے ساتھ اور کتاب "الشرعیات" میں خصوصیت کے ساتھ ہے جس میں وہ ہمیشہ لفظ "شیخنا" سے ابو علی الجبائی، ابو ہاشم الجبائی اور علی ابو عبد اللہ البصری مراد لیتے ہیں اور بہت سی جگہوں پر ابو الحسن الکرشی بھی مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح ابو الحسین "شرح العمدة" میں ان چاروں کی آراء کو ہر مسئلہ میں کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ جب ناظر اس شرح میں یہ دیکھتا ہے کہ اس میں شیخ عبد الجبار کی تمام آراء بغیر کسی ویشی تبدیلی و نقص کے من و عن موجود ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ ان ہی کی شرح ہے۔ اگر بنظر غائر و تحقیق دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں الگ الگ مؤلف کی کتابیں ہیں۔ مثلاً

۱۔ اس شرح میں ابو الحسین، قاضی عبد الجبار کے اشعار کی شرح نہیں کرتے یہ شارحین کی عادت ہوتی ہے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اگر قاضی عبد الجبار خود شرح کرتے تو ضرور ان کی بھی شرح کرتے۔

۲۔ اور اسی طرح دوران شرح وہ ہر مسئلہ کے آغاز میں "قال" اور "کمان یقول" کے الفاظ لاتے ہیں جس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی علیحدہ کتاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

کتاب کی انفرادیت اُجاگر کرنے والے چند امور :

- ۱۔ "شرح العمدة" اصول فقہ کے تمام ابواب پر محیط پہلی کتاب کی شرح ہے جس میں مسائل اور ان کے ادلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ان پر اعتراضات اور ان کے عقلی نقلی جوابات دیئے گئے ہیں یہ کتاب مدارس اصولیہ کے ایک معتزلی مدرسہ کی کتاب ہے جو عقل کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ دیگر مدارس اصولیہ نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا، یہ کتاب دلائل عقلیہ اور علمی و اصولی مناقشات کے حوالے سے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔
- ۲۔ اس کتاب کی بدولت ان علماء و اصولیین کی آراء و اقوال محفوظ ہو گئے جن کی کتاب حوادثِ زمانہ کی نذر ہو کر ناپید ہو گئیں۔
- ۳۔ "شرح العمدة" اصول فقہ کی ان دیگر کتب کے مقابلہ میں زیادہ ثقہ ہے جن سے معتزلہ اصولیین کی آراء، اقوال و استدلال نقل کئے جاتے ہیں اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ ابوالحسنین خود مذہبِ معتزلی تھے اور دوسرے یہ کہ ان کا زمانہ کبار معتزلہ اصولیین سے دوسروں کے مقابلہ میں اقرب ترین تھا یا اس لئے بھی کہ یہ خود بلا واسطہ ان سے ان کے اقوال و آراء کے ناقل تھے۔

مختلف مذاہب کے وہ علماء جن کے اقوال اس میں محفوظ ہیں :

ابتداء یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس کتاب میں تین رؤساء معتزلہ کی آراء و نہایت اہتمام سے بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ابوالعلی الجلبلی، ان کے صاحبزادہ ابوہاشم، ابو عبد اللہ البصری اور ساتھ ہی ابوالحسن کرخی کی رائے کو بھی اہمیت دیتے ہیں جو مذہبِ حنفی ہیں۔ معتزلہ شیوخ جن کی آراء محفوظ ہوئیں :

جعفر بن حرب، جعفر بن بشر، بشر المرسی، عبید اللہ بن الحسن العنبری، ابوالہذیل العلاف، محمد بن زید الواسطی، محمد عثمان شجاع البغلی، عباد بن سلیمان، النظام، الجاحظ، مویس بن عمران، ابوالسحاق ابراہیم بن عباس، تقاضی القضاة عبد الجبار۔ بعض متقدمین شوافع جن کے اقوال محفوظ ہوئے : الصیروفی، ابن سیریح ابو حامد المرزوی، المزی۔ بعض اہل الظواہر جن کی آراء محفوظ ہو : النہبانی، المنجری، داؤد، القاشانی۔

بعض حنفی علماء جن کی آراء ذکر ہوئیں : عیسیٰ بن ابان، سفیان بن عجمان، محمد ابن الحسن، ابو یوسف۔^۱

"المعتمد" اور "شرح العمدة" کے مستفیدین : ابوالحسنین بصری کے بعد متکلمین طرز پر لکھنے والوں نے "شرح العمدة" اور "المعتمد" سے خوب استفادہ کیا ابن خلدون نے "المعتمد" کو اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب میں شامل کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

"وكان من احسن ما كتب فيه المتكلمون كتاب البرهان لامام الحرمين والمستصفي للغزالي وهما من الاشعرية وكتاب العمدة لعبد الجبار وشرحه المعتمد لابن الحسين البصري وهما من المعتزلة وكانت الاربعة وقواعد هذا الفن"^۲

^۱ شرح العمدة، ابوالحسنین بصری معتزلی متوفی ۲۳۶ھ، مدینۃ المنورہ، المکتبہ العلوم والعلوم ۱۳۶ھ۔

^۲ مقہ - ۱، ۱۰، ۱۱، عمدة الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۲۵۵، مکتبۃ المثلثی بغداد۔ سند

شاہد قاضی ابوبکر الباقانی کی کتاب التقریب ابن خلدون تک نہیں پہنچی ورنہ وہ کتاب بھی امام الحرمین، امام ابن ابی، ابواسحاق الشیرازی اور فخر الدین الرازی کی کتب کی طرح مدرسہ اشعریین کی اساسی ہوتی۔

شیخ عبد الجبار کی العمد اور ابوالحسن بصری کی شرح العمد کے پہلے مستفید تو وہ (ابوالحسن) خود ہیں جو المعتمد میں ۱۸۰ مقامات پر کسی نہ کسی حوالہ سے ان کا ذکر لاتے ہیں یعنی یہی ان (شیخ عبد الجبار) کی رائے، یہی ان کا استدلال اور کہیں مخالف کے رد میں ان کا ذکر لاتے ہیں۔ المعتمد میں بھی العمد کا حوالہ دے کر نقل لاتے ہیں اور کبھی بغیر "العمد" کا ذکر کئے اس میں سے نقل کرتے ہیں۔ صرف ۸ مقامات پر "العمد" کا نام دیا ہے۔^۱

بعد کے لوگوں میں سے ابوالخطاب الكلواذانی نے اپنی کتاب "التمہید" میں ابوالحسن بصری اور ان کے شیخ عبد الجبار کی آراء سے استفادہ کیا مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان دونوں کی کون سی کتب سے انہوں نے استفادہ کیا۔ وہ سولہ مقامات میں قاضی القضاة عبد الجبار کا اور اکیس مقامات میں ابوالحسن بصری کا نام بھی لیتے ہیں۔^۲

امام الحرمین جوینی اپنی کتاب البرہان میں دو مقامات میں عبد الجبار بن احمد کا نام ذکر کرتے ہیں۔ ایک جگہ "العمد" اور دوسری جگہ "شرح العمد" کے حوالے سے۔^۳ اسی طرح ابن النجار نے "شرح الکوکب المنیر" میں خاص طور پر دوسرے جزء میں ان دونوں کی آراء کو چند مواقع پر نقل کیا ہے۔^۴

اسی طرح شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادیس بن عبد الرحمن القرانی (متوفی ۶۸۳ھ) نے اپنی کتاب "نفائس الاصول فی شرح المحصول" میں "شرح العمد" سے چھ مقامات پر اکیس مرتبہ اور بارہ مقامات میں "المعتمد" سے اور دو مقامات میں "العمد" سے نقل و استفادہ کیا ہے۔^۵

اور سب سے زیادہ استفادہ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ زکشی الشافعی نے اپنی کتاب "البحر المحیط" میں کیا جس میں "المعتمد" سے ۷۳ مقامات سے استفادہ کیا اور قاضی عبد الجبار ۲۱۶ مرتبہ حوالہ ذکر کیا۔^۶

الشریف مرتضیٰ الشیبی (۳۵۵ھ-۴۳۶ھ)^۷

انہوں نے کتاب "الذخیرة فی الاصول" تالیف کی۔^۸

حسین الصمیری (۳۵۱ھ-۴۳۶ھ)^۹

کبار فقہاء میں شمار کئے گئے ہیں۔

۱ شرح العمد، ابوالحسن بصری معتزلی متوفی ۳۳۶ھ/۶۷۷ء، مکتبۃ العلوم والادب، ۱۴۱۰ھ۔ ۲ حوالہ سابق ۲۸۱/۱۔

۳ البرہان فی اصول الفقہ۔ امام الحرمین ابوالوالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف الجوی متوفی ۴۷۸ھ ص ۲۱۵، فقرہ ۱۳۰-۱۱۵۶ فقرہ ۱۱۸۶ مکتبۃ امام الحرمین طبعہ خالہ ۱۴۱۳ھ۔ ۴ شرح العمد، ابوالحسن بصری معتزلی متوفی ۳۳۶ھ/۶۸۱ھ۔ ۵ حوالہ سابق۔

۶ حوالہ سابق ۲۸۱/۲۹۔ ۷ ابوالقاسم علی بن ابی احمد الحسن بن موسیٰ ابن محمد بن موسیٰ بن جعفر الشریف، مرتضیٰ موسوی بغدادی الشیبی العلوی، تاریخ بغداد ۱۱/۳۰۲ (۶۲۸۸) اور اعلام بوفیات الاعلام میں اس طرح مذکور ہے علی بن الحسن بن موسیٰ الشیبی الموسوی۔

۸ بدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۸۸/۵۔ ۹ ابوعبد اللہ حسین بن علی بن محمد بن جعفر القاضی الصمیری (۹۶۲ھ/۱۰۴۵ء)۔

مؤلفات اصولیہ انہوں نے کتاب "مسائل الخلاف فی اصول الفقہ" تصنیف کی۔ اس پر راشد بن یحییٰ راشد ان کی تحقیق کی اور جامع الانوار محمد بن سعید الاسلامیہ ریاض سے ۱۰۶۰ھ میں ایسے ہی کتابت حاصل کی۔
 آپ اصول فقہ میں ان کی کتاب نقل کی گئی ہے۔ مثلاً ابن تیمیہ کی معتبر کتاب "مسبؤۃ" میں ان کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا: ترجمہ الفحاصی التصیری الحنفی ان۔"

ابن الملش القرطبی المارکی (۳۵۸ھ-۴۳۶ھ) ۴

مؤلفات اصولیہ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی جو اجزاء پر مشتمل تھی۔ ۴

ابو محمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ)

ابو احمد بن ابی اعلیٰ عبدالمکب بن عبدالمکعب البہرہان فی اصول الفقہ ان کے بیٹے اور شاگرد تھے۔ م
 شافعی کی کتاب "الرسالۃ" کی شرح لکھی۔ ۴

ابوالولید حسان نیشاپوری (متوفی ۴۳۹ھ)

انہوں نے امام شافعی کی کتاب "الرسالۃ" کی شرح لکھی۔ ۴

ابراہیم التومنی القیروانی (متوفی ۴۳۳ھ) ۴

فقہ، اصولی اور محدث تھے، ان کی عمدہ شروع اور تالیفات ہیں۔ ۴

ابو الفتح الرازی الشافعی (متوفی ۴۳۷ھ) ۵

فقہ، اصولی، مفسر اور محدث تھے۔ بغداد میں ابو حامد الاسفرائینی سے فقہ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ مدبب میں امام
 ہو گئے۔ اپنے شیخ ابو حامد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مسند مدرسہ سنبلا۔

مؤلفات اصولیہ..... ایسی نے طبقات الوطی میں لکھا :

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۲۳ھ، ۷۹۷-۸۱۸ھ، الفوائد السعیدہ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۶۷، المسودہ فی اصول
 الفقہ، محمد الدین، شہاب الدین، شیخ الاسلام ص ۲۶۰، بیروت، دارالکتاب العربی۔ الجواہر المعیہ، محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی متوفی
 ۷۷۷ھ، ۲۱۳/۱۔

۲۔ عبدالمکب بن احمد بن محمد بن عبدالمکب بن ابی اسحاق القرشی البصرانی القرطبی مالکی، ابن الملش سے معروف تھے۔

۳۔ ہدیہ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۲۳۵/۱۔ ۴۔ ابو محمد الجوبینی، عبد اللہ بن یوسف بن عبد اللہ بن یوسف الطائری السہمی، الاعلام
 بونیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۴۳۸ھ، ۲۹۲/۱ (۱۹۵۱) تحقیقی مقدمہ علی البرہان اللجوبینی، عبد العظیم محمد الدیب، ص ۲۹ مکتبہ امام

الخرن طبرہ، خالد ۱۳۱۲ھ، ۱۹۹۴ء۔ ۵۔ ابو الولید حسان نیشاپوری متوفی ۴۳۹ھ (شارح رسالہ)۔

۶۔ ابواسحاق ابراہیم بن حسن بن اسحاق القیروانی التومنی متوفی ۱۰۵۱ء، قیروان میں وفات پائی۔ ۷۔ مجمع الاصولین، محمد مظہر شاہ، ۲۸/۱ (۸)۔

۸۔ ابوالفتح سلیم بن ایوب بن سلیم الرازی متوفی ۱۰۵۵ء، جدہ کے قرہبی ساحل بحر القلزم میں ڈوب کر وفات پائی، ہدیہ العارفین، اسماعیل باشا
 بغدادی ۳۰۹/۱۔

”ولہ فی اصول الفقہ کتاب وقفت علیہ“

(اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس سے میں واقف ہوں)

اسی طرح طبقات کبریٰ کے حاشیہ میں بھی مذکور ہے۔^۱

ابوالطیب الطبری الشافعی (۳۲۸ھ - ۴۵۰ھ)^۲

فقہ، اصولی، جدلی تھے تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) اور ابواسحاق الشیرازی نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ایک سو دو برس عمر پائی آخری عمر تک حافظہ میں کمی اور عقل میں خلل پیدا نہیں ہوا اور نہ فہم میں فتور پیدا ہوا بلکہ دوسرے فقہاء کی طرح فتویٰ دیتے۔ بغداد کو وطن بنایا وہیں درس و تدریس کی اور فتویٰ دیتے ”کسرخ“ میں وفات تک قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ..... صاحب ہدیۃ العارفین نے لکھا :

”ویقال لہ فی الاصول والمذہب والخلاف والجدل کتب کثیرة“^۳

(کہا جاتا ہے کہ اصول، فقہ، خلاف اور جدل میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں)

شذرات الذہب میں ہے :

”وصنف فی الخلاف والفقہ والاصول والجدل کتب کثیرة لیس لاحد مثلها“^۴

(انہوں نے خلاف، فقہ، اصول اور جدل میں بہت سی کتب تصنیف کیں، جو اپنی مثال آپ تھیں)

عبدالجبّار الاسکاف (متوفی ۴۵۲ھ)^۵

فقہ، اصولی، متکلم اور اپنے زمانے کے افاضل فقہاء و متکلمین میں سے تھے۔ امام الحرمین الجوبینی سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور ان کے طریقہ کے مطابق سند فراغت پائی۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول فقہ، جدل اور اصول الدین میں کتب تصنیف کیں۔^۶

۱۔ معجم الاصلیین، محمد منظر بقا ۱۲/۱۲ (۳۵۹)۔

۲۔ ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن عمر الطبری (۱۰۵۸/۹۶۰ھ) طبرستان میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۲۳۹/۱۵

۴۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳۵۸/۹ - ۳۶۰ (۳۹۲۶)، شذرات الذہب، ابن العماد جلیلی متوفی ۱۰۸۹ھ، ۲۸۳/۱۳، مصر مکتبۃ القدسی ۱۳۵۰ھ، الفح المبین، الراغبی ۲۳۸۱ - ۲۳۹۰، معجم الاصلیین، محمد منظر بقا ۱۳۹/۱۳۹۳ (۳۸۳)۔

۵۔ ابوالقاسم، عبدالجبّار بن علی بن محمد بن حسان الاسفراہینی الاسکاف متوفی ۱۰۰۶ھ۔

۶۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۳۹۹/۱۵، معجم الاصلیین، محمد منظر بقا ۱۵۷/۱۵۷ - ۱۵۸

المارودی الشافعی (۳۶۴ھ - ۴۵۴ھ) ۱

فقہ و اصولی تھے بغداد میں ابو حامد الاسفراکینی بھی آپ کے شیوخ میں سے ہیں خصوصیات کے ساتھ مذہب شافعی کے اصول و فروع میں ید طولی رکھتے۔ کئی شہروں میں قاضی رہے۔ اجلہ علماء کی ایک جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ:..... اصول فقہ، حدیث، تفسیر، سیاست، اور ادب وغیرہ میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ۲

ابوالقاسم البکری المالکی (متوفی ۴۵۴ھ) ۳

اندلس میں بلسیہ سے تعلق تھا، فقہ اصولی اور اہل النظر والاحتجاج تھے۔ حصول علم و حج کے لئے شرق بعید کا سفر کیا شہر بلسیہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ:..... المرائی نے لکھا :

”لہ مؤلفات حسنة فی هذا الباب“

(ان کی اس موضوع پر عمدہ مؤلفات ہیں) ۴

ابن حزم ظاہری (۳۸۴ھ - ۴۵۶ھ) ۵

فقہ، مفسر، محدث، اصولی، متکلم، منطقی، ادیب، شاعر اور مؤرخ تھے۔ ابن حزم، ظاہری فقہ کے ترجمان تھے انہوں نے داؤد اصبہانی کی فقہ کو از سر نو زندہ کیا۔ اسے فقہی شاہرہ پر گامزن کیا اس میں وسعت پیدا کی اس کے فروعیات کی تائید میں دلائل دیئے۔ زبردست دلائل و براہین سے مخالفین کا رد کیا۔ ظاہری فقہ کے نظریات کی تائید میں بعض آئمہ کے اقوال سے استشہاد کیا۔ ابن حزم نے ابتداء میں فقہ شافعی کا مطالعہ اور اس پر عمل شروع کیا مگر وہ شافعی فقہ کے ساتھ زیادہ نہ چل سکے۔ پھر ظاہری فقہ کے امام شیخ داؤد اصبہانی کی طرح جو امام شافعی کے شاگرد تھے صرف نصوص کتاب و سنت کی طرف دعوت دینے لگے ان کا نظریہ یہ تھا کہ اوامر و نواہی وہی ہیں جو نصوص و آثار سے ثابت ہیں۔ امر و نہی کی عدم موجودگی میں استحباب الحال کے مطابق احکام ثابت ہوں گے۔ ابن حزم بھی وہی کہتے تھے جو داؤد ظاہری نے کہا کہ امام شافعی نے استحسان کے بطلان پر جو دلائل دیئے ہیں انہیں سے قیاس کا ابطال ہوتا ہے۔

ابن حزم کے اصولی منہج کا تحقیقی تجزیہ :

ابن حزم نے فقہی اصول وضع کئے اور امام شافعی کی طرح اپنے طرز استنباط اور طریق اجتہاد کو اپنے وضع کردہ اصول میں محدود و محصور رکھا اور ان کے ذکر و بیان میں طوالت سے کام لیا یہ اصول انہوں نے اپنی مشہور کتاب ”الاحکام فی

۱۔ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری (۱۰۷۵/۹۷۷-۱۱۰۷/۱۰۷۷) ۱۰۷۵/۹۷۷-۱۱۰۷/۱۰۷۷ میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

۲۔ اللخسطن، المرائی، ۱/۲۳۰، ۲۳۱۔ ۳۔ ابوالقاسم خلف بن احمد بن یحییٰ البکری متوفی ۱۰۶۲ھ/۱۰۷۲ء اندلس سے تعلق رکھتے تھے۔

۴۔ الدبیحان، ابن فرعون مالکی متوفی ۴۹۹ھ/۱۱۸۵ء، اللخسطن، المرائی، ۱/۲۳۲، ۲۳۳، مجمل البلدان یا قوت حموی ۲/۲۷۹۔

۵۔ ابوالحسن علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف (۱۰۶۴/۹۹۳ء) اندلس میں ولادت و وفات ہوئی، الاعلام یونانیات الاعلام

محمد بن احمد بن عثمان، الذہبی متوفی ۴۴۸ھ/۱۰۳۱ء، ۳۰۳۱، ۳۰۳۸۔

اصول الاحکام“ میں بیان کئے۔ اس کبیر الحجیم کتاب کے پہلو پہلو آپ نے ظاہری فقہ کے قواعد میں ایک مختصر کتاب بھی تحریر کی۔ وہ قیاس و استحسان کو تسلیم نہیں کرتے اور ان پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔ انہوں نے مسائل میں اجتہاد کیا فروعات کو چنانچہ فقہی مسائل کو مختلف شاخوں میں تقسیم کیا ان کے اجتہاد میں ایک طرح کا استنباط بھی پایا جاتا ہے مگر وہ صرف نصوص و آثار کو اپنے اجتہاد کی اساس قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اصول وضع کرنے کے بعد ان کی روشنی میں فروعات اخذ کیں نتائج و ثمرات نکالے۔ وہ تقلید اور اجتہاد بالرائے کو نہیں مانتے تھے تقلید کی مذمت کرتے ہوئے اپنی کتاب ”المحلی“ میں فرماتے ہیں۔

” لا یحل لاحد ان یقلد احد الاحیاء ولا میتا وعلی کل احد من الاجتہاد حسب طاقته۔“
(کسی شخص کے لئے کسی زندہ یا فوت شدہ آدمی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق اجتہاد کر سکتا ہے)

اسی طرح تقلید کی مذمت میں مزید فرماتے ہیں :

”والمجتهد المخطی افضل عند اللہ تعالیٰ من المقلد المصیب هذا فی اهل الاسلام خاصة وامانی غیر اهل الاسلام فلا عنذر للمجتهد المستدل ولا للمقلد، وکلاهما هالک، برهان هذا ذکرناه انفا بالاسناد من قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اجتهد الحاكم فأخطأ فله اجر و ذم اللہ التقلید جملة فالمقلد عاص و المجتهد ماجور۔“^۱

(حق تک پہنچ جانے والے مقلد سے غلطی کرنے والا مجتہد اللہ کے ہاں زیادہ افضل ہے اور یہ اہل اسلام کا خاصہ ہے اور لیکن غیر اہل اسلام کے ہاں نہ تو استدلال کرنے والے مجتہد معذور ہے اور نہ ہی مقلد اور وہ دونوں برباد ہیں اور اس پر ہم نے حضور ﷺ کے قول سے سند کے ساتھ دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر حاکم اجتہاد کرے اور غلطی کرے اس کے لئے ایک اجر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کلمۃ تقلید کی مذمت فرمائی تو مقلد گناہ گار ہے اور مجتہد اگر دیا جاتا ہے)

ظاہر یہ کہ منہج کے منہج کا ائمہ اربعہ کے منہج سے تقابل :

ابن حزم کا طرز استنباط ائمہ اربعہ کے منہج سے مختلف تھا۔ ظاہری ظواہر کتاب و سنت پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے علل تلاش نہیں کرتے تاکہ دیگر مسائل کو ان پر قیاس کیا جائے جیسا کہ ائمہ اربعہ کی فقہ کا ایک مخصوص انداز ہے اور ان ہی اصولوں پر ان کی فقہی ہے۔ اس کے برعکس فقہائے اربعہ نصوص کو پڑھ کر ان سے احکام اخذ کرتے ہیں پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نصوص سے علت کا استخراج کرتے ہیں اور جہاں وہ علت پائی جاتی ہے وہاں وہی حکم جاری کر دیتے ہیں اس طرح علت میں عموم پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں نص نہیں ہوتی وہاں بھی اس کا حکم جاری کر دیا جاتا ہے اس کی صورت اس فقہی قیاس کی ہو جاتی ہے جس پر فقہائے اربعہ کا تعامل ہے۔

جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عام لوگوں کو ہمیشہ تقلید کرنا چاہئے ان کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب ”النبذ“ میں فرماتے ہیں :

۱۔ الکلی، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم لفظ ہری متوفی ۴۵۶ھ ۶۶۱ھ، مسئلہ نمبر ۱۰۳، تحقیق احمد محمد شاہ، القاہرہ مکتبہ دار التراث مستند۔
۲۔ حوالہ سابق ۶۹/۱، مسئلہ نمبر ۱۰۸۔

”فنقول لمن اجاز التقليد للعامی : أخبرنا من تقلد؟ فان قال عالم مصر قلنا، فان كان فی مصر عالما مختلفان، کیف یصنع؟ ایأخذ ایهما شاء؟ فهذا دین جدید، وحاش لله أن یكون حکمان مختلفان فی مسئلة واحدة، حرام حلال معاً من عند الله تعالیٰ، ثم العجب کله : ان یکون فرض للعامی الذی مقامه بالاندلس تقلید مالک، وبالیمن تقلید الشافعی، وبخراسان تقلید ابي حنیفة وفتاویهم متضادة، وهذا دین الله تعالیٰ منه؟ فوالله ما أمر الله تعالیٰ بهذا قط بل الدین واحد، وحکم الله تعالیٰ قدبین لنا: (ولو كان من عند غیر الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً) ولكن العامی والأسود المجلوب من غانة ومن هو مثلهم اذا أسلم، فقد عرف بلاشک ما لاسلام الذی دخل فيه، وأنه أقر بالله أنه الاله، لا اله غیره، وأن محمداً رسول الله الیه، وأنه قد دخل فی الدین الذی أتى به محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم“۔

(جو بھی ایک عام شخص کو تقلید کی اجازت دیتا ہے، ہم اس سے دریافت کریں گے کہ وہ کس کی تقلید کرے؟ اگر وہ جواباً کہے کہ اپنے شہر کے عالم کی تقلید کرے تو ہم دریافت کریں گے اگر اس کے شہر میں دو مختلف الخیال عالم ہوں تو پھر کیا کرے؟ آیا دونوں میں جس کی چاہے تقلید کرے؟ یہ تو ایک نیا دین ہوا، آخر ایک ہی دین میں ایک مسئلہ میں دو مختلف حکم کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک حرام اور ایک حلال اور لطف یہ کہ دونوں خدا کی طرف سے ہوں۔ پھر یہ امر موجب حیرت ہے کہ اندلس کے عوام پر امام مالک کی تقلید فرض ہو، یمن میں امام شافعی کی تقلید اور خراسان میں امام ابوحنیفہ کی، حالانکہ ان کی فتاویٰ ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیا یہ خدا کا دین ہے؟ بخدا اس نے یہ حکم ہرگز نہیں دیا بلکہ دین ایک ہے، خدا کا حکم بھی ایک ہے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے ”ولو كان من عند غیر الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً“ (اگر قرآن کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں وہ بڑا اختلاف پاتے)۔ مگر وہ عالمی اور سیاہ فام غلام جسے غانہ (افریقہ ملک) سے لایا گیا ہو اور اس کی نظیر و مثیل کوئی شخص مشرف باسلام ہو جائے وہ بخوبی جان لے گا کہ وہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور اس نے اس ذات کا اقرار کر لیا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، وہ شخص بلاشبہ اس دین اسلام میں داخل ہو گیا جسے آنحضور ﷺ لائے تھے۔)

ابن حزم کے فقہی اصول :

ابن حزم کے مطابق چار اصول ایسے ہیں جن کے بغیر کوئی شرعی حکم معلوم نہیں کیا جاسکتا۔

- ۱۔ قرآن کریم۔
- ۲۔ حدیث رسول ﷺ جو دراصل خدا کی جانب سے ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے راوی قابل اعتماد ہوں یا حدیث متواتر ہو۔
- ۳۔ علمائے اُمت کا اجماع۔
- ۴۔ ان میں سے کوئی دلیل جس میں صرف ایک ہی احتمال پایا جاتا ہو۔

ابن حزم، قیاس و استحسان کو باطل قرار دیتے ہیں اور اجتہاد بطریق ذرائع کو بھی نہیں مانتے۔

۱۔ المنہج فی اصول الفقہ، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، تحقیق احمد الحجازی القاسم ۳۳، قاہرہ مکتبۃ الکلایات الازہریہ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء۔

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، ص ۱۱۱، تحقیق احمد محمد شاہ کراچی جامعہ ملیہ بکر الاسلامیہ ۱۳۹۸ھ۔

مؤلفات اصولیہ..... ابن حزم اپنی تصانیف میں جدلی طرز استدلال کو اختیار کرتے ہیں آپ ایک ایک کر کے مخالف کے دلائل پیش کرتے ہیں پھر ان کی تردید کرتے ہیں۔ اپنے دعوے کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے مخالف کے دعوے کا ابطال کرتے ہیں، پھر جدل کے مراتب میں سے اس مرتبہ کو اپناتے ہیں جس میں مخالف فریق کے اقوال ہی سے اس کی تردید کی جاتی ہے۔ ابن حزم نے فقہ کے اصول و فروع میں بڑی قابل قدر کتابیں تصنیف کیں ان تصانیف میں آپ نے داؤد بن علی ظاہری فقہاء اور دیگر ظاہری مسلک کو پیش نظر رکھا۔ حدیث، فقہ، اصول، ملل و ادیان، تاریخ، علم الانساب، ادب اور مخالفین کی تردید میں تقریباً چار سو کتابیں تالیف کیں جو ایک اندازہ کے مطابق اسی ہزار (۸۰,۰۰۰) اوراق پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاحکام لاصول الاحکام یا الاحکام فی اصول الاحکام

۲۔ مسائل اصول الفقہ ۳۔ مراتب الاجماع ۴۔ النبذ فی اصول الفقہ الظاہری

۵۔ ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید والتعلیل

مسائل اصول الفقہ :

اس نام سے ان کی ایک مختصر تصنیف مصر میں ابن الامیر الصنعانی اور القاسمی کے حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب اصول فقہ سے متعلق چند اقتباسات پر مشتمل ہے جنہیں محمد بن اسماعیل الامیر صنعانی نے ابن حزم کی کتاب "المحلی" کے مقدمے سے منتخب کیا تھا اور جن کے ساتھ انہوں نے اپنی توضیحات و تشریحات بھی شامل کر دی ہیں۔ یہی رسالہ "مجموعۃ رسائل فی اصول التفسیر" اور اصول الفقہ مرتبہ جمال الدین القاسمی مطبوعہ دمشق ۱۳۳۱ھ کے صفحہ ۶۲۲ پر اور مجموعہ الرسائل مطبوعہ المنیر یہ قاہرہ ۱۳۴۳ھ ۱۳۴۶ھ کی جلد اول کے صفحہ ۷۷۹ پر موجود ہے۔^۱

مراتب الاجماع :

ان کی ایک تصنیف اس نام سے بھی محفوظ ہے۔^۲

النبذ فی اصول الفقہ الظاہری :

اس کتاب کا تاریخی نام "النبذۃ الکافیۃ فی اصول احکام الدین" ہے۔ یہ کتاب احمد حجازی القاسمی تقدیم، تحقیق و تعلق کے ساتھ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء میں مکتبۃ الکلیات الازہریہ، حسین محمد امبانی قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔^۳

ابطال القیاس والرای والاستحسان والتقلید والتعلیل :

جب یہ کتاب مخطوط کی صورت میں تھی تو سب سے پہلے گولڈزیہر (GOLDZIHER) نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا۔ اس کتاب میں ابن حزم نے اپنے اس نظریہ کی پُر زور حمایت کی ہے کہ فقہی استنباط کی ان

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ/۴۹۳، کچھ الفاظ کے حذف کے ساتھ، لاہور دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء۔

۲۔ حوالہ سابق/۴۹۳۔

۳۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ/۲۱ حدیث العارفین، اسماعیل ہاشم ابغدادی/۵/۶۹۰، کشف القناع المرئی، بدر الدین عینی، ۴۸۹۔

جزئیات کو جن کی بنیاد قرآن وحدیث پر نہیں ہے زد کردینا ضروری ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب سعید الافغانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء میں مطبعہ جامعہ دمشق سے چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔^۱

احمد البیہقی شافعی (۳۸۴ھ۔ ۴۵۸ھ)^۲

فقہ، محدث اور اصولی تھے، ابو عثمان صابونی اور حاکم ابو عبد اللہ النیشاپوری آپ کے اساتذہ تھے۔ حصول علم کے لئے بغداد، خراسان اور حجاز مقدس کے سفر کئے علامہ ذہبی نے لکھا:

لو شاء البیہقی أن يعمل لنفسه مذهبا یجتهد فیہ لکان قادر اعلی ذلك لسعة علومه
ومعرفته بالاختلاف“.

(اگر بیہقی چاہتے تو اپنے لئے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دیتے اس میں اجتہاد کرتے تو وہ وسعت علمی اور اختلافات کی معرفت رکھنے کی بناء پر ضرور قادر ہو جاتے)

امام الحرمین جوینی نے فرمایا:

”مامن شافعی الاول شافعی علیہ منۃ الابیہقی فان له علی الشافعی منۃ لتصانیفہ فی نصرۃ
مذہبہ واقاویلہ“.

(شوافع میں سے بیہقی کا امام شافعی پر احسان ہے کہ انہوں نے کثرت تصانیف سے ان کے مذہب اور نظریات کی مدد کی)

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ ”کتاب الخلافیات“ اس میں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے مابین اختلافی مسائل کو جمع کیا اور پھر ایک مخصوص اصولی طریقہ کے مطابق ان کی توضیح و تشریح کی۔

۲۔ رسالۃ الی ابی محمد الجوینی۔ ۳۔ ینابیع الاصول۔^۳

قاضی ابویعلیٰ جنبلی (۳۸۰ھ۔ ۴۵۷ھ)^۴

فقہ، اصولی اور محدث تھے۔ حاکم عبد اللہ نیشاپوری آپ کے شیخ تھے۔ جبکہ مؤلف تاریخ بغداد، ادھبۃ اللہ شیرازی آپ کے شاگرد تھے۔ ان کے زمانہ میں علم کی ریاست حنابلہ ان پر ختم ہوتی تھی۔

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ / ۳۸۵۔ ۳۹۵۔ لاہور ورڈز گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء

۲۔ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ، محافظ بیہقی نیشاپوری الحمر وجرزی (۹۹۳/۱۰۶۶ء)۔ نیشاپور میں ولادت و وفات ہوئی، تذکرہ الحفاظ، الذہبی ۱۱۳۲/۳ (۱۰۱۳)۔ ۳۔ کشف الظنون، حامی خلیفہ ۲/۲۵۱، ایضاح المکنون، اسامیل ہاشم بغدادی ۳/۷۸، الفتح المکمل، المراقی ۲۳۹۔ ۲۵۰، معجم الاصولیین، محمد منظر بھا ۱/۱۱۳، ۱۱۳ (۷۸)۔

۳۔ لعلی محمد بن حسین بن محمد بن خلف بن احمد بن الفراء بغدادی (۹۹۰/۱۰۶۵ء) تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۲/۲۵۶ (۷۳۰)۔

مؤلفات اصولیہ :

۱. العدة فی اصول الفقه . یہ ۵ جلدوں میں احمد بن علی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔
۲. مختصر العدة . ۳. الکفایة فی اصول الفقه . ۴. مختصر الکفایة۔

ابراہیم السروی (۳۵۸ھ - ۴۵۸ھ)ؒ

بغداد میں ابو حامد الاسفہرینی سے تفقہ حاصل کیا منصب قضاء پر فائز رہے تدریس و افتاء کی خدمت انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : اسکی نے کہا :

”لہ تصانیف کثیرة فی المذہب ، والخلاف والاصول والفرائض“ :^۱
(فقہ خلاف، اصول اور فرائض میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔)

ابو حاتم القرظی و بنی الشافعی (متوفی ۴۶۰ھ)ؒ

ہدیہ العارفین میں صاحب عقد المذہب کے حوالے سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا اصول اور خلاف میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں کتاب ”تجرید التجرید“ اور ”کتاب الحیل“ بھی شامل ہیں۔^۲

ابو فضل ثابت الشیبی (متوفی تقریباً ۴۶۰ھ)ؒ

منہاج الرشادة فی الاصول آپ کی تصانیف میں سے ایک ہے۔^۳

محمد بن حسن الطوسی الشیبی (۳۵۸ھ - ۴۶۰ھ)

طاقفہ امامیہ کے شیخ تھے نجف میں وارد ہوئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱. کتاب العدة فی الاصول . ۲. منتهی السؤل فی شرح الفصول۔^۴

عبدالرحمن الفورانی (۳۸۸ھ - ۴۶۱ھ)ؒ

فقہیہ، اصولی اور محدث تھے۔ ابوبکر القفال کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔

۱. الخ الکلیین، الرازی ۱/۳۳۵۔ ۲. ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن موسیٰ بن ہارون الطہری (۹۶۹/۱۰۶۶ء)۔

۳. معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱/۶۳ (۳۵)۔

۴. ابو حاتم محمود الحسین بن محمد بن یوسف بن الحسن بن محمد بن مکرم بن ناکب الانصاری الطہری۔

۵. ہدیہ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی ۶/۴۰۲۔ ۶. ابو الفضل ثابت بن عبدالقدیر ثابت البکری۔

۷. ایضاح الحکون، اسماعیل ہاشم بغدادی ۴/۵۸۶۔ ۸. ابو جعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی الطہری، ہدیہ العارفین، اسماعیل ہاشم بغدادی ۶/۲۷۔

۹. ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن فوران الفورانی الروزی (۹۹۸/۱۰۶۹ء) خراسان (مرو) میں وفات پائی۔ للاعلام یوفیات الاعلام، الذہبی ۱/۳۵۵ (۲۰۳۲)۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا :

” و صنف فی الاصول والمذہب والخلاف...“

(اور انہوں نے اصول، مذہب اور خلاف۔۔ میں کتب تصنیف کیں۔) ۱

حسین المرزوی الشافعی (متوفی ۴۶۲ھ) ۲

فقیر و اصولی تھے۔ ابوبکر القفال المرزوی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا : ” صنف فی الاصول والفروع والخلاف“۔ ۳

حمزہ الدیلمی الشیبی (متوفی ۴۶۳ھ) ۴

فقیر و اصولی تھے۔ الرقعی اور المفید کے کبار تلامذہ میں سے تھے اور الرقعی کے تو خاص الخواص تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے کتاب ”التقرب فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔ ۵

الخطیب البغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) ۶

ابن خلکان نے لکھا :

” و کان فقیہا فغلب علیہ الحدیث والتاریخ“

(اور وہ فقیر تھے مگر ان پر حدیث اور تاریخ کا زیادہ غلبہ تھا)۔

رضا کمال نے ان کو اصولی بتایا ہے۔ مذہب شافعی پر تفرقہ حاصل کیا، مشہور کتاب تاریخ بغداد کے مصنف ہیں

”الفقہ والمفتقہ“ بھی تالیف کی۔ ۷

عبدالکریم القشیری (۳۷۶ھ-۴۶۵ھ) ۸

صوفی، مفسر، فقیر، محدث، متکلم اور دیگر کئی علوم کے ماہر تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم امام بکر بن نورک سے حاصل کی اور

اس میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الفصول فی الاصول“ تالیف کی۔ ۹

۱ دیات الامیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۲/۲۷۶، ۲۷۷۔ ۲ حسین بن محمد بن اسماعیل المرزوی القاضی متوفی ۱۰۷۰ء۔

۳ مجمع الأصولیین، محمد مظہر بقا، ۲/۷۹ (۳۱۳)۔ ۴ حمزہ بن عبدالعزیز السار الدیلمی العسقلانی (ابویعلی) متوفی ۱۰۷۰ء۔

۵ مجمع الأصولیین، محمد مظہر بقا، ۲/۸۵ (۳۱۹) بحوالہ اعیان الشیعہ ۷/۷۰، ۷۱، روایات بیہات ۲/۳۷۰ (۳۳۳)۔

۶ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب بغدادی (۱۰۰۲/۱۰۷۱ء) بغداد میں وفات پائی۔

۷ دیات الامعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱-۶۷ مصر مطبوعہ المکتبۃ، اسمعالبانی الخلیفہ، ۱۳۱۰، مجمع الموفقیین ۲/۳، مجمع الادباء ۱۳/۳۵ (۲)۔

۸ عبدالکریم بن حوازی بن مہدالملک بن طلحہ بن محمد زینبھا پوری (۹۸۶/۱۰۷۳ء)، نیشاپور میں وفات پائی۔

۹ ہدیۃ العارفین ۶/۶۰۷-۶۰۸۔

ابوالمظفر الاسفرائینی شافعی (متوفی ۴۷۱ھ) ^۱

فقہ، اصولی، مفسر اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں بھی آپ نے کتاب تصنیف کی۔ ^۲

ابوالولید الباجی مالکی (۴۰۳ھ-۴۷۲ھ) ^۳

فقہ، اصولی، محدث، متکلم، مفسر، ادیب، شاعر تھے۔ حصول علم کے لئے بغداد، دمشق، موصل، مصر وغیرہ کا سفر کیا وہاں کے جید علماء سے علم سیکھا۔ موصل میں فقہ و اصول کی تعلیم وہاں کے قاضی ابو جعفر السمانی سے حاصل کی تیرہ برس تک حصول مقصد میں سرگرم رہنے کے بعد واپس بلجہ لوٹ کر علمی و عملی میدان میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے لگ گئے۔ بعض بلاد اندلس کے قاضی بھی رہے۔ الراغبی نے ابن حزم کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا :
”لم یکن للمذہب المالکی بعد القاضی عبدالوہاب الا ابو الولید الباجی“ (قاضی عبدالوہاب کے بعد سوائے ابوالولید باجی کے مذہب مالکی میں کوئی (عالم، مناظر) نہ تھا)۔ مختلف فنون پر تیس کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ احکام الفصول فی احکام الاصول ^۴۔ یہ کتاب عبدالمجید ترکی کی تحقیق سے ۱۴۰۷ھ میں چھپ چکی ہے۔
- ۲۔ کتاب الحدود۔ یہ نیزہ جماد کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۲ھ میں چھپ چکی ہے۔
- ۳۔ کساب الاشارة۔ ایک طرح سے یہ احکام الفصول کا اختصار ہے، یہ کتاب مکتبہ نزار مصطفیٰ البازریاض سے عادل احمد الموجود اور علی محمد عوض کے تحقیق کے ساتھ ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ھ میں دوسری مرتبہ شائع ہوئی۔ اس سے قبل ۱۳۵۱ھ میں تونس سے شرح الورقات پر شیخ بدہ السوسی کے حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی تھی۔ اسی طرح یہ کتاب ابن حزم اللاندسی متوفی ۴۵۶ھ ”قصیدہ فی اصول فقہ الفظاہریہ“ کے ساتھ مصطفیٰ الوضیفی اور مصطفیٰ ناجی کے مساعدت سے مرکز احیاء التراث ادب و تراث المغربی رباط سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ ^۵

کتاب ”الاشارة“ کے شارحین :

- ۱۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر القشیری الجبالی غرناطی مالکی متوفی ۷۰۸ھ۔ ^۶

۱۔ ابوالمظفر شاہ بور بن طاہر بن محمد الاسفرائینی متوفی ۱۰۷۸ھ۔

۲۔ اللخسینی، الراغبی/۲۵۱/۱، مجمل الاصولین، محمد مظہر بٹا/۱۳۹/۲ (۳۸۳) انہوں نے بحوالہ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۸۰ (۱۹۹) اور طبقات ابن قاضی ۳۶۱/۱ ذکر کیا۔

۳۔ ابوالولید سلیمان بن خلف، بن سعد بن ابوبن وارت القشیری اللاندسی الباجی (۱۰۱۲/۱۰۸۱) اندلس میں ولادت و وفات پائی۔ تذکرۃ المخطوط، الذہبی ۸/۱۱۷ (۱۰۲۷)۔
۴۔ کشف القناع، بدر الدین عینی، ص ۳۸۹۔

۵۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل ہاشم، بغدادی ۵/۳۹۷، الدبیاج، ابن فرحون مالکی، ص ۱۹۷-۲۰۰، اللخسینی، الراغبی/۲۵۲۔

۶۔ الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۱۰۶، اللخسینی، الراغبی/۲/۱۰۸، ۱۰۷۔

- ۲۔ احمد بن ابراہیم بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر اشقیی مالکی متوفی ۸۰ھ۔
- ۳۔ ابو العباس احمد بن عبدالرحمن الیریطنی مالکی متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ المرائی نے لکھا: " (وشرح) الارشادات للباسی فی الاصول " (انہوں نے باجی کی اصول میں کتاب الارشادات کی شرح لکھی)۔ حالانکہ باجی کی الارشادات کے نام سے اصول میں کوئی کتاب نہیں شاید کاتب کی غلطی سے الاشارة کے بجائے الارشادات ہو گیا ہو۔

ابو اسحاق الشیرازی شافعی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ)

فقہ اصول و حدیث میں امام تھے۔ بغداد جا کر ابو حاتم القزوینی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ خلق کثیر نے ان کے علم سے استفادہ کیا۔ ان سے مروی ہے کہ جب وہ خراسان گئے تو وہاں انہوں نے اپنے تلامذہ و اصحاب ہی کو قاضی، مفتی اور خطیب کے عہدوں پر فائز، دیکھا، مشہور کتاب "طبقات الفقہاء" کے بھی مصنف ہیں۔ خلیفہ مقتدی بامر اللہ کے یہاں ان کی بہت قدر و منزلت تھی، نظام الملک نے ان کی تدویر کے لئے جس مدرسہ کو تعمیر کروایا تھا خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے شیرازی کی وفات پر ان کے غم میں اسے بند کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ شیرازی نے بہت سی کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) اللمع : یہ کتاب جن بنیادی ابواب پر مشتمل ہے وہ خبر، اجماع، قیاس، استحسان، استصحاب، اولہ، تقلید، افتاء، اجتہاد ہیں۔ کتاب کا پہلا جزء قرآن اور دوسرا اصولی قضایا مثلاً امر، نہی، عموم، خصوص، ظاہر، تاویل، ناخ و منسوخ پر مشتمل تھا۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے، قاہرہ سے ۱۳۲۶ھ، ۱۳۲۷ھ، ۱۳۲۷ھ، ۱۹۲۹ء، ۱۳۲۷ھ/۱۹۷۷ء میں چھپی اور بیروت سے ۱۴۰۵ھ میں عبدالرحمن المرعشلی کی تحقیق اور صدیقی غماری کی تخریج احادیث کے ساتھ چھپی۔ اسی طرح مکتبہ الکلیات الازہریہ اور دارالندوہ الاسلامیہ، بیروت سے سید محمد بدرالدین النعسانی الجلسی کی تصحیح کے ساتھ ۱۹۸۷ء-۱۹۸۸ء شائع ہوئی۔

(۲) شرح اللمع یا الوصول الی مسائل الاصول : شیرازی کی یہ شرح عبدالحمید ترکی کی تحقیق کے ساتھ دارالغرب اسلامی، بیروت سے دو جلدوں میں ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء میں چھپ چکی ہے اس کے علاوہ علی بن عبدالعزیز بن علی العمرینی کی تحقیق کے ساتھ تین جلدات میں بھی چھپ چکی ہے اس کا تعارف و منج تحقیقی جائزہ میں پیش کیا جائے گا۔

۱۔ اللع لکھنؤ، المرائی ۲/۲۰۰۔ ج ۳ عوار سابق ۳/۳۳۔

۲۔ جمال الدین ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ (۱۰۰۳/۱۰۸۳ء) شیراز میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۳۔ کشف الخطون، حاجی خلیفہ/۲۳۳۹/۱۰۶۲/۱، ہدیۃ العارفین، اسماعیل ہاشمی، ۸/۵، کشف القناع المرئی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۳۹۳، اللع لکھنؤ، المرائی ۱/۲۵۵-۲۵۷۔

۴۔ کشف القناع المرئی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، ج ۳، ۳۹۳، ج ۴، جامعہ الملک عبدالعزیز، ۱۳۶۳ھ، ۱۹۹۳ء طبقات الشافعیہ، عبدالرحیم الاستوی شافعی (جمال الدین) شافعی متوفی ۷۷۲ھ/۷۷۲-۷۷۲ (۶۷۲) بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔

کتاب اللمع کے شیرازی کے علاوہ شارحین :

(تاریخ وفات کی زبانی ترتیب کے ساتھ) مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱- ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن عبد القاهر بن محمد بن یوسف بغدادی شافعی متوفی ۵۳۳ھ معروف بہ ابن الخطاب انہوں نے مکمل شرح لکھی۔^۱
 - ۲- کمال الدین مسعود بن علی العنسی متوفی ۶۰۴ھ۔^۲
 - ۳- عبد اللہ بن اسعد الوزیری البیہقی متوفی ۶۱۳ھ تقریباً انہوں نے غابۃ الطلب و المامول فی شرح اللمع فی الاصول کے نام سے شرح لکھی۔^۳
 - ۴- عبد اللہ العکبری حلبی متوفی ۶۱۶ھ نے المتبع فی شرح اللمع تالیف کی۔^۴
 - ۵- موسیٰ بن احمد بن یوسف البیہقی شافعی متوفی ۶۲۰ھ۔^۵
 - ۶- ضیاء الدین ابو عمر عثمان بن عیسیٰ الہمدانی الکردی متوفی ۶۲۲ھ نے دو جلدوں میں شرح لکھی۔^۶
 - ۷- قاضی احمد بن مقلب بن عثمان العنسی العدنی متوفی ۶۳۰ھ نے "شرح مشکل اللمع" تالیف کی۔^۷
 - ۸- سلیمان بن شعیب بن خضر الجیری القاہری متوفی ۹۱۲ھ۔^۸
 - ۹- شیخ نجی بن امان الکی نے "نزهة المشتاق" کے نام سے شرح لکھی جو ۱۳۷ھ میں قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔
 - (۳) التبصرۃ فی اصول الفقہ : یہ کتاب دار الفکر، دمشق سے ۱۹۸۳ء میں محمد حسن بیٹو کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے اور اس کا طویل مقدمہ بعنوان "الامام الشیرازی حیاتہ و ارؤہ الاصولیہ" علیحدہ کتاب کی صورت میں دمشق سے ۱۹۸۰ء میں چھپ چکا ہے۔^۹
- حاجی خلیفہ نے کہا کہ ابوالفتح عثمان بن جنی نے اس کی شرح لکھی تھی^{۱۰} مگر عبد المجید ترکی نے شرح اللمع میں اس کی نسبت کی صحت میں شک کیا ہے اور کہا کہ ابن جنی کا انتقال امام شیرازی کی ولادت سے پہلے ۳۹۲ھ/۱۰۰۱ء میں ہوا ساتھ یہ بھی لکھا کہ ایسی کو بھی یہی مغالطہ شرح کی نسبت کے بارے میں ہوا تھا۔ صاحب تنظیم الاصولیین نے لکھا کہ بسکی کے حوالے سے یہ بات ان کو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں نہیں ملی۔^{۱۱}

۱- کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۵۱۶۲/۲، حدیۃ العارفین، اسماعیل ہاشم آبادی ۳۵۵/۵۔

۲- ایضاح المکنون ۱۳۲/۳، اسماعیل ہاشم آبادی ۳۱۰/۴۔

۳- ایضاح المکنون ۱۳۲/۳، حدیۃ العارفین ۳۵۸/۵۔

۴- ایضاح المکنون ۳۱۰/۲، حدیۃ العارفین ۳۷۹/۶۔

۵- کشف الظنون، ۵۱۶۲/۲، حدیۃ العارفین، ۳۵۳/۵، بحم الاصولیین، محمد مظہر ۱۳۲/۱۸۔

۶- ایضاح المکنون ۳۱۰/۴۔

۷- الفح السین، المرانی ۳/۶۷، بحم الاصولیین، محمد مظہر ۱۶۲/۱۶۲ (۳۶۱)۔

۸- کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۵۱۶۲/۲، ۲۰۲۳۔

۹- تحقیق مقدمہ علی شرح اللمع الشیرازی، عبد المجید ترکی ۵۴، دار الغرب الاسلامی ۱۴۰۸ھ۔

(۴) کتاب القیاس : محقق الملخص فی الجدل ، محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس کتاب کا ذکر کیا کہ شیرازی نے خود تین مرتبہ اس کتاب کا ذکر شرح اللمع کے باب ” الکلام علی معنی الخطاب وهو القیاس “ باب فساد الوضع وفساد الاعتقاد اور باب القلب میں کیا۔ محقق نیازی نے یہ بھی کہا کہ کتب فہارس، طبقات و تراجم وغیرہ میں اس کتاب کے ذکر میں ان کو کوئی لغزش نہیں ہوئی ہے۔^۱

(۵) الحدود والحقائق فی الاصول^۲

(۶) المختصر فی اصول مذهب الشافعی

ادلة : الحمد لله حق حمدہ وصلاحه علی محمد خیر خلقہ وعلی الہ وصحبہ^۳

(۷) الملخص فی الجدل

الملخص فی الجدل کا تحقیقی تجزیہ :

” النظر “ کا لفظ تین انواع پر مشتمل ہوتا ہے اصول فقہ میں اس کا نام جدل ہے فروع فقہ میں خلائیات اور مناظرہ کی شروط و قواعد میں اس کا استعمال ” اداب البحث “ کہلاتا ہے۔ اس تفریق کے باوجود خلائیات جس کا تعلق فروع فقہ سے ہوتا ہے اس میں اصول فقہ کے ” الجدل “ پر گفتگو کر لی جاتی ہے اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ الجدل میں خلائیات کو زیر بحث لایا جائے۔ امام شیرازی اپنی اس کتاب ” الجدل “ میں خلاف کے مسائل کو ایک ایک کر کے پیش کرتے ہیں اور ان سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اپنے مذہب یا ذاتی رائے کو ترجیح دیتے ہیں مخالفین کی آراء کا بھرپور انداز سے بطلان کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ قرآن کریم اور اس کی تاویل کے قضایا مثلاً عموم، خصوص، امر، نہی، ناسخ و منسوخ، حدیث اور اس کے طرق کی نقل، اس کی صحت کے اثبات، اجماع اور اس کے اثبات و نفی میں کلام کرتے ہیں، مثلاً ان کے حجیت شرعیہ ہونے اور اس کا نظریہ اور اس میں اکابر و مجتہدین کی آراء و نظریات اور جن کے ذریعے اجماع منعقد ہوتا ہے وغیرہ۔ آخر میں قیاس کے ارکان اصل، فرع، حکم اور علت پر بحث کرتے ہیں۔ اصول اربعہ اساسیہ کے ساتھ دیگر اصول مہمہ مثلاً استحسان الاستصحاب اور الاستصلاح کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔

محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس پر تحقیق کی اور جامعہ ام القری سے ۱۳۰۷ھ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔^۴

(۸) الموعونة فی الجدل : یہ کتاب الملخص فی الجدل کی تخصیص ہے جو عمید الجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۰۸ھ / ۱۹۸۸ء میں طبع ہو چکی ہے۔^۵

۱ حوالہ سابق اس میں محقق ” الملخص “ اخوند جان نیازی کے حوالہ سے مذکور ہے تحقیقی مقدمہ علی شرح اللمع عمید الجید ترکی ص ۶۳۔

۲ معجم الاصلیکن، مجرمہ ۱/۳۶۔ ص حوالہ سابق۔

۳ حوالہ سابق، کشف القناع المرئی، بدرالدین عینی ص ۳۹۴، تحقیقی مقدمہ علی شرح اللمع عمید الجید ترکی ص ۱۳۲، ۱۳۱ حوالہ سابق۔

۴ تحقیقی مقدمہ علی شرح اللمع عمید الجید ترکی ص ۵۷۔ ۵۹، تخصیص اور اس میں فہرس منطوقات المکتبہ الوطنیہ بیس ص ۱۷۰، ۱۸۶ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ کشف الظنون حاجی ظیفہ ۲/۳۱۳۔

کتاب الوصول الی مسائل الاصول یا شرح اللمع کا تحقیق تجزیہ :

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر ”الوصول الی معرفة الاصول“ کے نام سے کیا اور اسی نام کی ایک اور کتاب کو ابو بکر محمد بن داؤد لفظ ہری متوفی ۲۹۴ھ۔ ۹۰ء کی طرف منسوب کیا۔ دی سلان نے فہرست مخطوطات المکتبہ الوطنیہ بیروت میں لکھا کہ یہ کتاب کلام اور اصول دین میں ہے اور وہ ان پر گفتگو کے دوران مذہب شافعی کے اصول فقہ اور طریقہ جدید پر بحث کرتے ہیں۔ اس کتاب کی ”القسم الناسی“ ہم تک پہنچی جو مندرجہ ذیل رئیس البواب پر مشتمل ہے۔ الخیر، الایمان، القیاس، الاتحسان، الاتصاحب، الادلۃ، التقليد، الفتویا، الاجتہاد، الاختلاف جہاں تک اس کے ”الجزء الاول“ کا تعلق ہے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ قرآن سے متعلق ہوگا اور ان تمام تقاضیاء پر مشتمل ہوگا جسے اصولی اس مقام پر زیر بحث لاتے ہیں مثلاً امر، نہی، عموم، خصوص، ظاہر، تاویل، نسخ و منسوخ۔

باوجود اس کے کہ صرف حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو ان کی طرف منسوب کیا ہے مگر دیگر کی تائیدات سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے اور اس کی نسبت میں کسی قسم کا شک نہیں رہتا۔ مثلاً وہ اس کتاب کے فقرہ ۲۶۳ اور ۳۳۰ میں اپنی کتاب التلخیص یا ملخص کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں :

”ذکرت فی التلخیص فی الجدل“ (میں نے التلخیص فی الجدل میں اس کا ذکر کیا ہے)

یا ”ذکرت ذلک فی الملخص“ (میں نے اسے ”الملخص“ میں ذکر کیا ہے)

شرح اللمع یا الوصول کا زمانہ تالیف :

شیرازی نے ابوالطیب طبری متوفی ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء سے زانوئے تلمذ طے کیا اور الاصول میں کم از کم چودہ مرتبہ ان کی آراء نقل کیا اور دوسروں کی آراء پر ان کی رائے کو ترجیح دی۔ وہ اس کتاب کے فقرہ ۱۹۲ اور ۳۶۹ میں بالترتیب کہتے ہیں :

سمعت القاضی ابالطیب یقول (میں نے ابوالطیب کو کہتے ہوئے سنا)

سمعت القاضی ابالطیب رحمہ اللہ (میں نے ابوالطیب رحمہ اللہ کو کہتے سنا)

ان اقوال سے اندازہ ہوتا ہے انہوں نے اس کتاب کو اپنے شیخ طبری (متوفی ۴۵۰ھ) کی وفات کے بعد تالیف کیا ہوگا۔

شرح اللمع الوصول میں شیرازی کا اسلوب :

کتاب الوصول مذہب شافعی کے اصول فقہ اور طریقہ جدید پر تصنیف ہے اس میں ان کا اسلوب یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے مسائل کو الگ الگ کر کے ان کی تفصیل لانے میں اور پھر سب سے پہلے اپنی رائے اور پھر اس سے متعلق تمام مشہور آراء پیش کر دیتے ہیں پھر مخالفین کی آراء پیش کر کے دلائل نقلیہ قرآن، سنت اقوال صحابہ و تابعین سے اور پھر دلائل عقلیہ سے ان کا بطلان ثابت کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف وہ آراء مخالفہ زیادہ تر معتزلہ کی ہوتی ہے۔ نیر اشاعرہ، مالکیہ، حنفیہ و ظاہریہ کی آراء مخالفہ کا بھی ذکر کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف وہ بالعموم آراء شافعیہ اور بالخصوص اپنے اُستاد ابوالطیب طبری کی آراء کی پر زور تائید و حمایت کرتے ہیں اور جب مذہب شافعی میں ہی آراء کا اختلاف ہوتا ہے تو اس رائے کو ترجیح دے کر مختار قرار دیتے ہیں جو اقرب الی السنۃ ہوتی ہے یا جیسے وہ درست سمجھتے ہیں۔

اس کتاب پر طائرانہ نظر ڈالنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب تعبیر و تشریح میں بعض مطول کتابوں سے عمدہ ہے۔ اس میں وہ قرآن و حدیث سے مسترہ و متواصل استشہاد میں حریص نظر آتے ہیں یہی بات ان کو اہل سنت و حدیث اور جماعت میں شامل رکھتی ہے اور اس میں ان کی بقا کی ضامن ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اصول فقہ میں ہے لیکن اس میں ”طریقۃ النظر“ پر اعتماد کیا گیا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ”النظر“ تین انواع پر مشتمل ایک جامع لفظ ہے اصول فقہ میں مستعمل ہو تو اس کا نام جہل ہے فروع فقہ میں خلافیات اور مناظرہ کی شروط و قواعد میں اس کا نام ”آداب البحت“ ہے۔^۱

ابن الصباغ الشافعی (۴۰۰ھ - ۴۷۷ھ) ۲

فقیہ، اصولی و متکلم تھے فقہ و اصول میں خاص کمال حاصل تھا، ثقہ مانے جاتے یہاں تک کہ بعض نے ان کو ابو اسحاق الشیرازی پر نوبت دی۔ قاضی ابوالطیب الطبری سے تفقہ حاصل کیا، مدرسہ نظامیہ کے پہلے مدرس ہیں، نظام الملک نے نظامیہ کی تعبیر ابو اسحاق الشیرازی کے لئے کروائی ان کے انکار کے سبب انہوں نے تیس دن بدریس کی پھر مسلسل اصرار پر ابو اسحاق الشیرازی نے مسند سنجال لی۔ ابن سبکی نے ابوالوفاء بن عقیل حنبلی کا قول نقل کیا کہ انہوں نے کہا :

”لم ادرک فیمن رایت و حاضرت من العلماء علی اختلاف مذاہبہم من کملت له شرائط الاجتهاد المطلق الاثلاثۃ : ابایعلی بن الفراء و ابا الفضل الہمدانی الفرضی و ابا نصر بن الصباغ“.

(مختلف مذاہب کے جن علماء کو میں نے دیکھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں سے کسی کو بھی شرائط اجتہاد مطلق پر پورا اترنے نہیں پایا سوائے ابویعلی بن الفراء، اور ابوالفضل ہمدانی الفرضی اور ابونصر الصباغ کے)۔

مؤلفات اصولیہ :

۱. العمدۃ فی اصول الفقہ

۲. تذکرۃ العالم والطریق السالم فی الاصول ۳

امام الحرمین الجوبینی الشافعی (۴۱۹ھ - ۴۷۸ھ) ۳

فقیہ، اصولی، متکلم اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ ابو محمد الجوبینی اور قاضی حسین سے تفقہ حاصل کیا اُستاد ابو القاسم الاسکافی الاسفرائینی سے علم الاصول کی تعلیم حاصل کی۔ طغرل بیگ سلجوق کے وزیر عمید الملک الکندری نے

۱ تحقیق مقدمہ علی شرح المنہج، عبد المجید ترکی ص ۵۷-۵۹، تلخیص اور اس میں مہرس مخطوطات المکتبہ الوطنیہ بیروت ص ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ۲/۲۰۱۳۔

۲ ابونصر عبدالسید بن محمد بن عبدالواحد بن احمد ابن الصباح (۱۰۱۰/۱۰۸۳ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳ الفتح المکن، الراغبی ۱/۲۵۸-۲۵۹، مجمل الاصولین، مجر مظہر بقا ۲/۲۰۵-۲۰۶ (۳۳۹)۔

۴ امام الحرمین عبدالملک بن ابوعبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد ابن جویہ الجوبینی (۱۰۱۳/۱۰۸۵ء) نیشاپور میں ولادت و وفات ہوئی۔

جب اشاعرہ وغیرہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور منبروں سے مذمت کروائی تو آپ ترک وطن کر کے بغداد چلے گئے۔ وہاں سے ۱۰۵۸ھ/۱۰۵۸ء میں حجاز مقدس پہنچے، مکہ معظمہ اور مدینہ المنورہ میں چار سال تک درس دیتے رہے اسی وجہ سے ان کا اعزازی لقب امام الحرمین پڑ گیا بعد میں نظام ملک کے دور میں دوبارہ نیشاپور آئے اور مرتے دم تک وہاں مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتے رہے جس کا نام بغداد کے مشہور مدرسہ کے نام پر مدرسہ نظامیہ رکھا۔^۱

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ البرهان
- ۲۔ الوریقات
- ۳۔ تلخیص الغریب والارشاد فی اصول الفقہ
- ۴۔ التحفۃ فی الاصول
- ۵۔ الشامل فی الاصول

کتاب ” البرهان “ کا تحقیقی جائزہ :

امام الحرمین اپنی اس کتاب کا آغاز ”مقدمات الكتاب“ سے کرتے ہیں جس میں مبادیات علم اصول فقہ بیان کرتے ہیں اور ہر اس شخص کے لئے اس منہج کی پیروی کو لازمی قرار دیتے ہیں جو فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی کا ارادہ رکھتا ہو وہ کہتے ہیں :

حق علی کل من یحاول الخوض فی فن من فنون العلوم :

(۱) أن یحیط بالمقصود منه. (ب) وبالمواد التي یستمد منها ذلك الفن.

(ج) ” وحقیقته وحده ان امکنت عبارة سلیدة علی صناعة الحد، وان عسر فعلیه ان یحاول الدرک بمسالک التقاسیم“۔^۲

(نوں علوم کے کسی فن میں گہرائی حاصل کرنے کے لئے ان (مندرجہ ذیل) باتوں کا جاننا ضروری ہے کہ اس فن کے مقصود منہ کا احاطہ، اور اس میں جن مواد سے استمداد کیا گیا ہے (ان کا بھی احاطہ) اور اسی کی حقیقت و تعریف اگر آسان و سہل عبارت میں ممکن ہو تو بیان کرے اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہو تو تقاسیم کے مسالک پر درک کی بھرپور کوشش کرے)۔

اس طریقہ کو اپنانے کو چاہتے ہوئے فرماتے ہیں :

” کسی یکون الاقدام علی تعلمه مع حظ من العلم الجملی بالعلم الذی یحاول الخوض فیہ“۔^۳

(تا کہ اس علم کی بابت (ابتداء میں ہی) اجالا جان جائے جس کے بارے میں گہرائی اور غور و خوض کا ارادہ کیا گیا ہے۔)

آپ اسی منہج کی اپنی اس کتاب میں پیروی کرتے ہوئے اصول فقہ کی تعریف اس کے مصادر اور مقصود منہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر دیگر مقدمات لاتے ہیں احکام شرعیہ کی تعریف پیش کرتے ہیں۔ معتزلہ کے اس شبہ پر مناقشہ کرتے ہیں جس میں انہوں نے ”تقیح“ و تخمین اور اس کا ادراک عقلی یا شرعی ان سب کو اصول فقہ کی بحث میں شامل

۱۔ دائرہ محارف اسلامیہ، ۵۳/۱، لاہور، ۱۳۹۱ھ، ص ۱۳۹۱۔ ۱۹۷۱ء۔

۲۔ حدیث العارفین، ۱۱، اسماعیل ہاشم بغدادی، ۶۲۵/۵۔ ۳۱، حوالہ سابق۔

۳۔ البرهان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوزی، موتی، ۲۷۸/۱، ۸۳/۱، مکتبہ امام الحرمین، ۱۳۹۹ھ۔ ۵، حوالہ سابق۔

کر دیا پھر منہم کا شکر اور درجہ شکر پر معتزلہ سے مناقشہ کر کے ان کے مذہب کا فساد ذکر کیا کیوں کہ انہوں نے اس کا وجوب عقلی مانا ہے۔ اس کے بعد تکلیف اور اس کا معنی اور مکلف کون ہے اور ”ملا يجوز التكليف به لكونه ذكر كذا اور علوم اور اس کے مدارک^۱ (درجات) اور عقول کے مدارک (درجات)^۲ کو بیان کیا۔ اس طرح امام الحرمین نے ایک نیا اسلوب عطا کیا کہ ابتداء ہی میں عقل کے بارے میں مقبول قول پیش کر دیا کیونکہ عقل ہی علوم کے حقائق تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد علم کی سابقین سے منقول تعریفات پیش کر کے اس کا فساد بیان کیا اور پھر کہا کہ علم کی کوئی حقیقی تعریف ممکن ہی نہیں۔ پھر جہل، ظن، شک، اور تقلید کا فرق بیان کیا، علم اور عالم کے حال کو بیان کیا۔ مترض ہمشکک اور اس کا موقف بیان کیا علم کے معنی کی وضاحت کی پھر علوم کے مدارک اور وسائل پر کلام کیا اس کو ایک فصل کے تحت لاکر علوم میں سابقین کی آراء کو پیش کیا اور ان کے مطالبہ غور و غوض سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ :

”ان الحق بعيد نازح عن هذه المسالك“^۳

(بے شک (اس بارے میں) حق ان مسالک سے بہت دور ہے)۔

پھر ایک فصل کے تحت صرف یہ بیان لائے کہ عقل ہی جن کا ادراک کر سکتی ہے اور سمجھ ہی جن کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ جن کا ادراک دونوں (عقل و سمج) کر سکتے ہیں ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کی انواع بیان کیں۔

آخر میں یہ مقدمات اس فصل پر ختم ہوتے ہیں :

”يشتمل على مقدار من مدارك العقول تمس الحاجة اليه في مسائل الاصول“^۴

اس فصل میں واضح کیا کہ ہر شے میں عقل کا تفوق درست نہیں بلکہ بعض اشیاء کا درک اور تنفذ عقل پر موقوف ہوتا ہے اور بعض کا نہیں، وہ فرماتے ہیں :

”ان العقول لا تجول في كل شئ بل تقف في اشياء وتنفذ في اشياء“

البرہان کے بنیادی موضوعات کا مختصر تعارف

امام الحرمین ان مقدمات سے فراغت پانے کے بعد کتاب کے اصل موضوعات یعنی اصول الفقہ اور اس کے اولہ کی طرف آتے ہیں اختصار کے ساتھ ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔

اول۔ البیان : کتاب کی اس قسم میں بیان کے مسائل کو ابواب اور فصول میں پیش کیا بیان سے مراد الکتب والنسخہ ہے اس کے بعد بیان کو عقلی اور سمعی کی طرف تقسیم کر دیا۔ ”کتاب البیان“ میں اوامر و نواہی کے مسائل، مطلق و مقید، عام و خاص کو بیان کیا ”افعال الرسول“ اور ان کے شرعی حجت ہونے پر کلام کیا۔ تاویل کے طریقے بیان کئے پھر اخبار پر ایک مکمل باب باندھا جس میں خبر متواتر کی شرط اور عمل کے وجوب میں خبر واحد کے مفید ہونے اور روایت و رواۃ اور ان کی صفات، جرح و تعدیل وغیرہ پر کلام کیا۔

۱ حوالہ سابق فقرہ : ۳۶ و بعد جا۔ ۲ حوالہ سابق فقرہ : ۵۵ و بعد جا۔

۳ حوالہ سابق فقرہ : ۵۳۔ ۴ حوالہ سابق فقرہ : ۵۳ و بعد جا۔

ثانیاً۔ الاجماع : اس میں اجماع کے وقوع کے بارے میں نظریات پر بحث کرتے ہوئے اس کے ممکن الوقوع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے :

”ولكنه في زمننا ليس بهين“^۱

(اور لیکن وہ (اجماع) ہمارے زمانے میں آسان نہیں ہے)

وہ اجماع کی بحث کو مندرجہ ذیل چار فنون میں سمیٹتے ہیں :

(۱) اجماع کرنے والی کی تعداد و صفات :

اجماع میں عوام کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن ارباب حل و عقد کا اعتبار ہے اور اصحاب الاصول کے اجماع کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا موقف ہے کہ ”ان لا اعتبار بهم“^۲ (ان (اصحاب الاصول) کا اجماع معتبر نہیں)۔ امام الحرمین نے یہاں قاضی کی مخالفت کی ہے وہ اصحاب الاصول کے اجماع کو معتبر مانتے ہیں۔ مجمعین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ :

”انه يجوز ان يحط عددهم عن عدد التواتر، بل يجوز شعور الزمان عن العلماء، فاما ان يكون اجماع المنحطين عن مبلغ التواتر حجة، فهذا لا يرصاه، فان ماخذ الاجماع يستند الى طرد عادة“^۳

(اگر اجماع کرنے والوں کی تعداد تواتر سے کچھ کم ہے تو بھی اجماع جائز ہے بلکہ مختلف زمانے کے علماء کا بھی اجماع جائز ہے اور اس میں زیادہ کی ہو تو وہ عادت کے خلاف ہونے کی بناء پر درست نہیں ہوگا۔)

اجماع کرنے والوں کے اوصاف کے بارے میں ان کا قول ہے :

”ان كل مالا يعتبر في احاد المفتين، فهو غير معتبر في المجمعين“
(ہر وہ شخص جو مفتی کی شرط پر پورا نہیں اترتا تو اجماع میں اس کی شمولیت معتبر نہیں ہوگی۔)

(ب) اجماع کے لئے کون سا زمانہ معتبر ہے؟

امام الحرمین نے قاضی اور ابواسحاق کی ارادہ کو دلائل کے ساتھ بالتفصیل پیش کی اور ان پر بحث کی اور کہا :

”فالذی اخترناه استعمار طرق الحق فی المسالك کلها“^۴

(ہم نے تمام مسالک میں حق کے راستے کو اختیار کیا ہے۔)

اس کے بعد امام الحرمین نے اس بارے میں اپنی رائے پیش کی۔

(ج) کیفیت اجماع قولی/سکوتی :

اس بارے میں شافعی اور امام ابوحنیفہ کے اقوال پیش کئے پھر امام شافعی کے قول کو قول مختار تسلیم کیا کہ اجماع سکوتی کا کوئی اعتبار نہیں اور کہا :

۱ حوالہ سابق، فقرہ : ۶۰۰۔ ۲ حوالہ سابق، فقرہ : ۶۰۹۔ ۳ حوالہ سابق (مطبوعہ)۔

۴ حوالہ سابق، فقرہ : ۶۱۶۔ ۵ حوالہ سابق، فقرہ : ۶۲۰۔

”فانہ لا ینسب لساکت قول“ بل

(بلاشبہ کسی خاموش شخص سے قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔)

(د) کس چیز پر اجماع کا انعقاد کیا جاسکتا ہے اور کس چیز پر اس کا انعقاد نہیں ہو سکتا :
اس بحث کے ساتھ ہی جزء اول مکمل ہوتا ہے۔

ثالثاً۔ القیاس : دوسرے جزء کا آغاز قیاس سے ہوتا ہے اس کو تفصیلاً تقریباً دو صفحات میں بیان کیا جس میں مسائل قیاس، اس کی انواع اور اس کے مراتب وغیرہ ذکر کئے۔

رابعاً۔ استدلال : استحسان اور مصالح مرسلہ پر عمل کرنے سے متعلق مختلف آراء پیش کیں اس بارے میں تین مذاہب کا ذکر کیا۔

۱۔ اس کی نفی کرنے والے یعنی قاضی اور اصحاب متکلمین کا گروہ۔

۲۔ اس کے قائلین، یعنی امام مالک۔

۳۔ اجتہاد بالاستدلال کو شرط کے ساتھ جائز کہنے والے، یعنی امام شافعی۔

امام الحرمین نے ان تینوں آراء میں سے امام شافعی کی رائے کو پسندیدہ مانا ہے۔

خامساً۔ النسخ : اس کے تحت ”نسخ“ کے معنی بیان کئے اس کے عقلاً اور شرعاً وقوع کے جواز کو ثابت کیا ”نسخ الكتاب بالسنة“ اور ”نسخ السنة بالكتاب“ دونوں کو درست تسلیم کیا، یہاں امام الحرمین امام شافعی کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”نسخ الكتاب بالسنة“ ممنوع نہیں ہے۔

عبدالعظیم محمود الدیب نے ”البرہان“ پر تحقیق کی ان کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب جو دو مجلدات پر مشتمل ہے جو نسخ کے بیان پر مکمل ہوتی ہے مگر وہ نامکمل ہے۔

اس کتاب کے نامکمل ہونے پر عبدالعظیم کے دلائل :

۱۔ امام الحرمین نے البرہان کے خاتمہ میں ”الاجتہاد“ اور ”الفتویٰ“ کو اس کتاب میں شامل بتایا مگر وہ مطبوعہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں :

”تم الكتاب، وقد نجز بحمد الله وحسن توفيقه الغرض من هذا المجموع في الاصول ونحن نرسم بعد ذلك، مستعين بالله تعالى، كتابا جامعاً في الاجتهاد والفتوى، يقع مصنفاً برأسه وتتمة لهذا المجموع“.

اس کتاب کے نامکمل رہنے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام الحرمین نے کتاب التاویلات کے آخر میں جو بیان فرمایا اس سے تو صریحاً پتہ چلتا ہے کہ نسخ کے بعد باب الفتوی اور صفات المفتیین، الاستفتاء اور اوصاف المجتہدین کا ذکر کیا گیا ہوگا۔

۲۔ المنحول جو امام الحرمین کی کتاب البرهان کا خلاصہ ہے اس میں احکام الاجتہاد والفتویٰ بھی موجود ہے خود نام غزالی اپنی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں :

”هذا تمام المنحول من تعليق الاصول، بعد حذف الفضول، وتحقیق كل مسألة بما هي العقول، مع الاقلاع عن التطويل، التزام ما فيه شفاء الغليل، والاقصار على ما ذكره امام الحرمين رحمه الله في تعاليقه، من غير تبديل وتزويد في المعنى وتعليل، سوى تكلف في تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول، وتبويب ابواب... الخ“

اس سے بھی معلوم ہوا کہ المنحول کے مسائل اور ان کی ترتیب اور مشتملات کتاب برهان کی صورت پر مرتب کئے گئے تھے اور المنحول میں ”احکام الاجتہاد والفتویٰ“ کا ہونا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ دونوں موضوعات برهان کے موضوعات میں شامل رہے ہوں گے اور اس کا جزء ہوں گے۔

کتاب ”البرهان“ کی اہمیت و منزلت

بلاشبہ تاریخ علم الاصول میں بالخصوص اور تاریخ فکر الاسلامی اس کتاب کو اہم کتب میں شمار کیا گیا ہے اس میں ان اصولیین کی آراء بھی محفوظ ہو گئیں جن کی کتب ناپید ہو چکی ہیں۔ مثلاً امام الحرمین تقریباً ہر مسئلہ میں امام باقلانی کی رائے پیش کرتے ہیں ان کی یہ آراء ان کی کتب ”الارشاد و التقريب، اصول الكبير، اصول الصغير، المقنع فی اصول الفقه اور بہت سے مسائل اصولیہ سے ماخوذ ہوتی ہیں جو ان کتابوں میں محفوظ تھیں، مگر ان کتابوں میں سے کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ اس طرح البرهان میں ابن نورک کی آراء ان کی کتاب ”مجموعات“ سے پیش کردہ ہیں اور اشعری کی ”اجوبة المسائل البصرية“ سے اور قاضی عبدالجبار کی ”العمد“ اور ”شرح العمد“ سے اور ابن البیانی کی کتاب ”الابواب“ سے پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے ”العمد“ کے علاوہ تمام کتب ناپید ہیں۔ اسی طرح اہل سنت کی اصول فقہ پر کوئی اور کتاب سوائے ”اصل الاصول“، ”رسالة الشافعی“ جو طریقہ متکلمین پر تصنیف کی گئی ہو ہم تک نہیں پہنچی، یہ کتاب نئے طریقہ اور نئے اسلوب پر تالیف کی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے شافعی عالم السبکی جو البرهان سے قبل لکھی گئی کتب پر آگاہ تھے انہوں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور کہا کہ :

”ان هذا الكتاب وضعه امام الحرمين في اصول الفقه على اسلوب غريب، لم يقصد فيه باحد بلا (بلاشبہ یہ کتاب جس امام الحرمین نے اصول فقہ میں انوکھے اسلوب پر تالیف کیا ان سے قبل کسی نے بھی اس اسلوب کو نہیں بنایا)

اصول فقہ میں ارکان اربعہ کتب میں ”البرهان“ کی اہمیت :

کتاب ”البرهان“ اصول فقہ کی ان چار رکن کتابوں میں سے ایک ہے جن پر کتب اصول فقہ کی عمارت قائم ہے اس علم کی معظم المؤلفات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کتب اصول فقہ میں ”البرهان“ کی حیثیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں :

طبقات الشافعية الكبرى، تاج الدين ابو نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) تحقیق عبد الفتاح محمد اصنو- محمود محمد فطاحنا ۱۹۲/۵: قاهرہ، دار احیاء الکتب العربیہ، فصل عیسیٰ الربابی الخلیفی سنہ ۱۹۲۷ھ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

”وكان من أحسن ما كتب فيه المتكلمون كتاب البرهان للامام الحرمين المستصفي للغزالي وهما من الأشعرية وكتاب العمدة لعبد الجبار وشرحه المعتمد لابی الحسين البصرى وهما من المعتزلة وكانت الأربعة قواعد هذا الفن واركانه ثم لخص هذه الكتب الأربعة فجلان من المتكلمين المتأخرين وهما الامام فخر الدين بن الخطيب فى كتاب المحصول وسيف الدين الامدى فى الكتاب الاحكام، واختلف طوائفهما فى الفن بين التحقيق والاحتجاج، فابن الخطيب اميل الى الاستكثار من الأدلة والاحتجاج والامدى مولع بتحقيق المذاهب وتفريع المسائل“^١

(متكلمين کی اصول فقہ پر عمدہ کتب میں سے یہ ہیں امام الحرمین کی ”البرهان“ اور الغزالی کی ”المستصفي“ میں یہ دونوں اشعری ہیں اور عبد الجبار کی کتاب ”العمدة“ اور ان کی ”شرح المستند“ میں جو ابو الحسن البصری نے کی، دونوں معتزلی ہیں چاروں کتب اس فن کی بنیاد اور ارکان کہلائیں۔ پھر متاخرین میں سے دو عظیم متکلمین نے ان چاروں کی تلخیص کی وہ امام فخر الدین بن الخطیب (الرازی) ہیں جنہوں نے ”المحصول“ تالیف کی دوسرے سیف الدین الامدی ہیں جنہوں نے کتاب ”الاحکام“ تالیف کی دونوں نے اس فن میں تحقیق اور دلائل کے مختلف طریقوں کو اپنایا، ابن الخطیب کثرت سے اولیٰ اور احتجاج لانے کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں جب کہ امدی مذاہب کی تحقیق اور مسائل کی تفریع کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔)

آگے چل کر ابن خلدون ان کتب کے اثرات اور مستقبل میں لکھی جانے والی مولفات اصولیہ کا ان پر اعتماد سے متعلق لکھتے ہیں :

”واما كتب المحصول ما اختصره تلميذ الامام سراج الدين الارموى فى كتاب التحصيل ونجاح الدين الارموى فى كتاب الحاصل واقتطف شهاب الدين القرافى منهما مقدمات وقواعد فى كتاب صغير سماه التقيحات وكذلك فعل البيضاوى فى كتاب المنهاج وعنى المبتدئون بهذين الكتابين وشرحهما كثير من الناس. واما كتاب الاحكام للامدى وهو اكثر تحقيقا فى المسائل فلخصه ابو عمر وبن الحاجب فى كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره فى كتاب اخر تداوله طلبة العلم وعنى اهل المشرق والمغرب به وبمطالعته وشرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين فى هذا الفن فى هذه المختصرات“^٢

(پھر اس کتاب ”المحصول“ کا خلاصہ امام فخر الدین کے شاگرد سراج الدین الارموی نے کتاب ”التحصيل“ میں اور تاج الدین الارموی نے کتاب ”الحاصل“ میں کیا بعد ازاں شہاب الدین قرافی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات و قواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سے کتاب میں ضبط کیا جس کا نام ”تنقیحات“ رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے ”المنهاج“ میں یہی طرز اختیار کیا ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور لوگوں نے ان پر شرحیں لکھی اھمادی کی کتاب ”الاحکام“ جو مسائل کی تحقیق پر مشتمل تھی، اس کا خلاصہ ابو عمر و بن الحاجب نے اپنی کتاب ”مختصر الکبیر“ میں کیا پھر اس کا بھی خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت ہی پسند کیا اہل مشرق و مغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی، شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اس پر اچھی اچھی شرحیں لکھی گئیں۔)

^١ مقدّم ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفى ٨٠٨هـ، ص ٣٥٣۔ بغداد مکتبۃ المصنّفی سنند
٢ حوالہ سابق ص ٣٥٣، ٣٥٥۔

کتاب البرہان کی شروع :

۱. ایضاح المحصول من بوهان الاصول : ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری (متوفی ۵۳۶ھ) نے یہ شرح لکھی۔^۱

۲. التحقیق والبیان فی شرح البرہان : ابو الحسن علی بن اسماعیل بن علی (حسین) بن عطیہ الایباری الصنہبانی التکافی (متوفی ۶۱۶ھ) نے اس نام سے شرح لکھی۔^۲

نوٹ : اس شرح میں ”البرہان“ کے صرف ان مقامات اور عبارات کی شرح کی گئی ہے جہاں شارح نے شرح و تعلق کی ضرورت محسوس کی۔

۳. کفایۃ طالب البیان شرح البرہان : یہ شریف ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ الحسینی المعزونی (متوفی ند) کی تالیف ہے اس میں مازری اور ایباری کے کلام کو جمع کیا اور اس میں اضافہ کیا۔^۳

الغرض پانچویں صدی ہجری کے آخر میں امام الحرمین جوینی نے ارسطو کے اسلوب پر اصول فقہ میں کتاب ”البرہان“ تالیف کی امام غزالی، شیخ جوینی کے شاگرد ہیں انہوں نے بھی اصول فقہ کی تالیف میں اپنے استاد کا منہاج اختیار کیا۔ ان کی منہاجیات کی بہترین صراحت کتاب ”البرہان فی اصول الفقہ“ میں ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اشعری اصول کی بنیاد پر ایک اسلوب قضا قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔^۴

”الورقات“ کا تحقیقی تجزیہ

امام سبکی نے امام الحرمین سے متعلق ایک طویل مدتیہ مقالہ لکھا اور علی الاعلان کہا کہ ان کی ادبی تصنیفات کی کثرت کی توجیہ سوائے معجزہ کہنے کے اور کسی طرح ممکن نہیں، ان کی کتب اصول فقہ اور علم کلام کے درمیان بی ہوئی ہیں، ان کی کتاب الوقات فی اصول الفقہ کی شرحیں تیرھویں صدی ہجری تک برابر لکھی جاتی رہیں۔ سبکی نے اس کتاب کے مشکل ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کو لغز الامیہ (امت کی چیلستان) کا نام دیا ہے۔ امام سبکی نے ان تحفظات کی طرف بھی توجہ دلائی جو جوینی نے امام اشعری اور امام مالک کے بارے میں درج کئے ہیں یہ تحفظات ایسے ہیں جن کی بناء پر ان کی شرعی تصنیف کو بالخصوص مالکیوں کے ہاں زیادہ قبولیت نہیں مل سکی۔^۵

الورقات پر شروع و حواشی لکھنے والے علماء : (تاریخ وفات کی زمینی ترتیت کے ساتھ)

(۱) تاج الدین عبدالرحمن بن ابراہیم بن سباع الفرکاح شافعی متوفی ۶۹۰ھ۔^۶

(۲) جلال الدین محمد بن احمد لکھنوی شافعی متوفی ۸۶۳ھ۔^۷

۱۔ ایضاح الحکون ۱۵۶/۳، ہدیۃ العارفين ۸۸/۶، الدیباچ، ابن فرحون مالکی متوفی ۵۹۹ھ۔ ص ۳۷۳، ۳۷۵، بیروت دار الکتب العلمیہ

۲۔ ۱۳۱۷ھ، الفتح السنی، الراغبی ۲/۲۶۔ ۳۔ الدیباچ، ابن فرحون مالکی ص ۳۰۶، الفتح السنی، الراغبی ۲/۵۱۔

۴۔ البرحان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوبینی متوفی ۴۷۸ھ، ص ۵۸ مصر دار الوفا وطبعہ سال ۱۳۱۲ھ۔

۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ۵۳۶/۷، لاہور، دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء۔ ۶۔ حوالہ سابق، الفاظ کے حذف و اضافہ کے ساتھ۔

۷۔ ہدیۃ العارفين ۵/۵۲۵، الفتح السنی، الراغبی ۲/۹۲، معجم الاصلوبین، محمد مظہر بقا، ۱۷۲/۲ (۲۰۹)۔

۸۔ ہدیۃ العارفين ۶/۲۰۲، الفتح السنی، الراغبی ۳/۳۰۶۔

جلال الدین محلی کی شرح پر حواشی :

- ۱۔ شہاب الدین احمد بن احمد بن عبدالحق السباطی مصر شافعی متونی ۹۹۰ھ۔^۱
 - ۲۔ احمد بن احمد بن سلام القلیوبی المصری متونی ۱۰۶۹ھ۔^۲
 - ۳۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبدالحق الدمیاطی متونی ۱۱۱۷ھ۔^۳
 - ۴۔ احمد بن عبد اللطیف الخطیب الحادوی الشافعی نے حاشیہ النحج علی شرح الورقات کے نام سے حاشیہ لکھا۔ شرح محلی اور حاشیہ النحج دونوں ایک ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی مصر سے ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۸ء میں چھپ چکے ہیں۔
 - (۳) سراج الدین عمر بن احمد بن محمد المصری البلیسی شافعی متونی ۸۷۸ھ نے تحقیقات فی شرح الورقات کے نام سے شرح لکھی۔^۴
 - (۴) کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمن شافعی متونی ۸۷۴ھ معروف بہ امام الکاملیہ۔^۵
 - (۵) زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متونی ۸۷۹ھ۔^۶
 - (۶) ابن قادان حسین بن احمد بن محمد بن احمد گیلانی مکی شافعی متونی ۸۸۹ھ۔^۷
 - (۷) ابو عبد اللہ محمد بن محمد الخطاب متونی ۹۵۴ھ نے "قرۃ العین" کے نام سے شرح لکھی۔^۸
 - (۸) احمد شہاب الدین الرملی المصری الانصاری شافعی متونی ۹۵۷ھ نے "غایہ المامول فی شرح ورقات الاصول" کے نام سے شرح لکھی۔ ۹۲۰ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔^۹
 - (۹) شرف الدین یونس بن عبد الوہاب بن احمد بن ابوبکر الدمشقی العیادی شافعی متونی ۹۷۸ھ۔^{۱۰}
 - (۱۰) شہاب الدین بن قاسم العبادی قاہری شافعی متونی ۹۹۴ھ نے "حاشیہ علی شرح الوریات" لکھا۔
- نوٹ : شرح ورقات پر العبادی کی دو ترسیل یاد حاشیہ ہیں "الکبیر" اور "الصغیر" مطبوعہ الحلیمی سے "ارشاد الفحول" کے حاشیہ پر اور اسی طرح امام قرآنی کی شرح التفسیر کے حاشیہ پر مکتبہ المنیر یہ قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں چھپ چکی ہے۔^{۱۱}
- (۱۱) ابو الخیر بن محمد ابوالسعادت بن الحب محمد بن الرضی محمد الحسین الطبری مکی (دسویں صدی ہجری کے عالم) نے شرح الوریات لکھی۔^{۱۲}

۱۔ حدیۃ العارفین ۶/۵۷۳۔

۲۔ شرح الطحاوی، ۳/۱۲۰، معجم الاصلیین ۱/۲۰۰، ۱۹۹/۱ (۱۳۸)۔

۳۔ کشف الخفون، حاجی طیفیہ ۲/۳۵۸، حدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، ۲۰۶/۱، معجم الاصلیین ۳/۳۳۔

۴۔ معجم الاصلیین، معجم منظر بقا، ۲/۶۳ (۶۹۷)۔

۵۔ حدیۃ العارفین، ۱۰، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۳۳۲، اللطیف الحسین، ۱، الرافعی ۳/۷۵۔

۶۔ معجم الاصلیین ۲/۶۹، ۶۸ (۳۲)۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۵/۱۳۰، اللطیف الحسین، ۱، الرافعی ۳/۱۸۱، معجم الاصلیین ۱/۷۷۔

۸۔ معجم الاصلیین ۲/۹۸ (۳۳۶)۔

(۱۲) نسیمی زاوہ شیخ ابراہیم بن سعید النکھاری رومی متوفی ۱۰۱۳ھ نے۔

۱۔ تحاریر و تقاریر المتحققات فی شرح الوراقات اور

۲۔ جامع المتفرقات من فرائد الوراقات تالیف کیے۔^۱

(۱۳) ابراہیم بن احمد بن محمد بن علی بن الملا الحصکفی شافعی متوفی ۱۰۳۲ھ معروف بہ ابن الملا نے الوراقات پر تین شرحیں لکھیں :

۱۔ کفایۃ الرقاۃ الی معرفۃ غرف الوراقات (مختصر شرح)

۲۔ التحاریر والملحقات والتقاریر المتحققات (متوسط شرح)

۳۔ جامع المتفرقات من فرائد الوراقات (مطول شرح)^۲

(۱۴) ابو عبد اللہ محمد الرباط بن محمد بن ابوبکر الدلالی مالکی متوفی ۱۰۸۹ھ نے ”المعارج المرتقیات الی (طی) الوراقات“ کے نام سے شرح لکھی۔^۳

(۱۵) حسین بن حسین بن قاسم بن محمد بن علی الحسنی الصنعانی متوفی ۱۱۱۳ھ۔^۴

(۱۶) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زکوة الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔^۵

(۱۷) محمد بن عبادہ العدوی الصوفی مالکی متوفی ۱۱۹۳ھ نے تالیف کی۔^۶

الوراقات کو نظم کرنے والے علماء :

(۱) شرف الدین، شمس الدین، یحییٰ نور الدین بدر الدین موسیٰ بن رمضان عمیرہ العمریطی متوفی ۸۹۰ھ تقریباً نے ”تسهیل الطرقات فی الوراقات“ کے نام سے نظم کیا۔^۷

(۲) شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن رجب الطوفی قاہری شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔^۸

(۳) ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی بن ایوب المصری ابن ابی شریف شافعی متوفی ۹۲۳ھ۔^۹

(۴) ابن الاھول ابوبکر بن ابوالقاسم بن احمد بن محمد الحسینی البیہمی التھامی حنفی متوفی ۱۰۳۵ھ۔^{۱۰}

(۵) عبد الجواد بن شعیب بن احمد بن عباد بن شعیب القناتی شافعی (متوفی ۱۰۷۳ھ)۔^{۱۱}

(۶) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زکوة الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔^{۱۲}

۱۔ حدیۃ العارفین ۲۰/۵۔ ۲۔ مجملہ الاصولین ۲۵، ۲۴/۱ (۵)۔

۳۔ مجملہ الاصولین ۲۰/۲ (۲۷۰)۔ ۴۔ حدیۃ العارفین ۲۹۶/۵، مجملہ الاصولین ۲۰/۲ (۲۷۰)۔

۵۔ الفکرین ۱۲۰/۳۔ ۶۔ الفکرین ۱۳۳/۳۔ ۷۔ حدیۃ العارفین ۵۲۹/۶۔

۸۔ حدیۃ العارفین ۱۳۵/۵۔ ۹۔ مجملہ الاصولین ۵۴/۱، ۵۵ (۲۸)۔

۱۰۔ حدیۃ العارفین ۳۳۹/۶۔ ۱۱۔ حدیۃ العارفین ۵۰/۵۔ ۱۲۔ حدیۃ العارفین ۳۱۰/۶۔

(۷) بدرالدین عثمان بن سند الخجندی البصری متوفی ۱۲۴۲ھ نے نظم الوراقات للامام الحرمین اور شرح نظم الوراقات تالیف کی۔^۱

(۸) ابوالعباس احمد بن بابا الشنقیطی مالکی متوفی ۱۲۱۰ھ بعدہ نے ”ارجوزة نظم فیہا ورفات امام الحرمین“ تالیف کی۔^۲

شرف الدین العمیر یطی (متوفی ۸۹۰ھ) کے نظم کی شرح :

شرح الدین نے تسہیل الطرقات فی نظم الوراقات کے نام سے اس کو منظوم کیا تو بعد میں مکہ المکرمہ کے ایک عالم سید محمد بن علوی مالکی نے اس نظم کی شرح لکھی اور یہ دونوں ایک ساتھ وزارت الاعلام کی اجازت سے دار القبلة الثقافة الاسلامیة، مکہ المکرمہ سے ۱۲۱۱ھ میں طبع ہوئی۔

کتاب ”التلخیص“ کا تحقیقی تجزیہ :

”التقرب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتهاد“ قاضی ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے خود ”الارشاد المتوسط، الارشاد الصغیر“ کے نام سے اس کا اختصار کیا یہ اصول کے موضوع پر ایک عظیم کتاب تھی۔ کتاب الارشاد کا وہ نسخہ جو ہمیں دستیاب ہوا وہ چار جلدوں میں ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی۔ امام الحرمین کی ”التلخیص“ قاضی باقلانی کی مذکورہ بالا کتاب کا اختصار ہے۔

عبدالرحمن المتولی الشافعی (۴۲۶ھ-۴۷۸ھ)^۳

فقہ، اصولی، متکلم و فاضل تھے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو تین مقامات پر ذکر کیا ”الغنیة فی الاصول“ اس کا آغاز الحمد للہ رب العلمین الخ سے ہوتا ہے۔^۴

ابوالحسن القیر وانی المالکی (متوفی ۴۷۹ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”الفصول فی معرفة الاصول“ تالیف کی۔^۶

احمد الخزاعی الشیبی (متوفی ۴۸۰ھ تقریباً)^۷

انہوں نے کتاب ”المفتاح فی الاصول“ تالیف کی۔^۸

۱۔ اللؤلؤ العین - ۱۳۳/۳۔ ۲۔ مجمل الاصولین، ۱۰۳/۱ (۶۸)۔

۳۔ ابوسعید (سعید) عبدالرحمن بن مامون بن علی بن ابراہیم انیشاپوری (۱۰۳۵/۱۰۸۶ء)، نیشاپور میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون، ۲/۱۲۵۷، حدیث العارفین، ۵/۱۵۰/۵۱۸۔

۵۔ ابوالحسن علی بن فضال بن علی بن غالب بن جابر بن عبدالرحمن التمیمی المجاشعی القبروانی۔

۶۔ حدیث العارفین، ۵/۶۹۳، ایضاح المکنون، ۱۹۳/۴۔ ۷۔ احمد بن حسین بن احمد الخزاعی انیشاپوری الشیبی۔

۸۔ حدیث العارفین، ۵/۸۰۔

شافعی بن صالح الجنبلی (متوفی ۲۸۰ھ)

ابن رجب جنبللی نے اپنی کتاب ”الذیل علی طبقات الحنابلة“ میں ان کے متعلق لکھا:

”و کتب معظم تصانیفه فی الاصول والفروع“۔^۱

(فروع و اصول میں ان کی قابل قدر تصانیف ہیں)

فخر الاسلام البز دوی الحنفی (۴۰۰ھ-۴۸۲ھ)^۲

فروع و اصول، فقہ و حدیث مناظرہ و کلام، وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلافت بنے۔

عبدالحی لکھنوی نے آپ کے متعلق لکھا:

”البز دوی الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدین فی الفروع والاصول“۔^۳

(بز دوی امام الکبیر مختلف علوم میں جامع فروع و اصول میں دنیا کے امام ہیں۔)

سمرقند میں علم حاصل کیا مذہب حنفی کے حفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: عبدالحی لکھنوی نے لکھا:

”لہ تصانیف کثیرة معتبرة و کتاب کبیر فی اصول الفقہ مشہور باصول البز دوی

معتبر معتمد“۔^۴

(ان کی بہت سی معتبر تصانیف ہیں۔۔۔ اور اصول فقہ میں ایک بڑی کتاب (اس فن میں) معتد و معتبر ہے جو اصول

البز دوی سے مشہور ہے۔)

(۱) کنز الوصول الی معرفة الاصول کا تحقیقی جائزہ:

آپ کی بہت سی کتب میں سے اصول فقہ پر یہ کتاب ”اصول البز دوی“ بعض دینی مدارس میں پڑھائی جاتی

ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کو سمجھنا گویا لوہے کے پنے چبانا ہے۔ بز دوی کے متن کی کیفیت کو

عبدالعلی نے شرح مسلم الثبوت کے مقدمہ میں اس طرح بیان کیا:

”وأوردت حل بعض عبارات الامام الاجل والشیخ الاكمل رئیس الائمة والعالمین فخر

الاسلام والمسلمین لقبه أغر من الصبح الصادق واسمه یخبر عن علوه علی کل حاذق

ذلک الامام الالمعی فخر الاسلام والمسلمین علی البز دوی برد الله مرقدہ وتلک

۱) (ب) شافعی بن صالح بن حاتم بن ابی عبداللہ الجنبللی، ابو محمد، ۴۳۰ھ کے بعد بغداد آئے وہیں وفات پائی۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلة، ابن

رجب، ابوالفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد، ابجد ادوی دمشقی الحسینی (۳۶۷ھ-۹۵ھ) ۳/۴۹ (۲۳) بیروت دار المعرفہ بیروت۔

۲) فخر الاسلام، ابوالحسن ابوالعسر علی بن محمد بن الحسن بن عبدالکریم بن موسیٰ بن یحییٰ بن یحیٰب (۱۰۱۰ھ-۷۹ھ)۔

۳) الفوائد المحمّیہ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۱۲۲۔

۴) الفوائد المحمّیہ، ص ۱۲۲، ۱۲۵، کشف الظنون، ۶۹۳/۵، ایضاً اسکنون/۳، ۱۳۸۸، لاخط الحسین، ۲۶۳/۱۔

العبارات كانها صخور مراكزة فيها الجواهر واوراق مستورة فيها الزواهر تحيرت
أصحاب الازهان الشاقبه في اخذ معانيها وقع الغانصون في بحارها بالاصداف عن لا ليها
ولا استحيى من الحق وأقول قول الصدق ان جل كلامه عظيم لا يقدر على حله إلا من نال
فضله تعالى الحسيم وأتى الله تعالى وله قلب سليم“ ۱۔

(.....) اور یہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں ٹھگونے چھپے ہوئے ہیں۔ روشن
ذہن و ذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں ان عبارتوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے
سیپوں پر قناعت کر رہے ہیں اور اس حق کے اظہار میں شرماتا نہیں اور سچی بات کہتا ہوں کیونکہ ان کی باتیں واقعی
عظیم ہیں کوئی ان کے حل پر قدرت نہیں رکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا سے قلب سلیم کی نعمت میسر ہو۔

فخر الاسلام بزودی نے جس طرح ایک مشکل عبارت کے اسلوب کو اپنایا تو ان کی عبارت کے فہم میں صعب و عسر
کی بناء پر ان کا لقب ابوالعسر پڑ گیا۔ مگر دوسری طرف ان کے ایک حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا انہوں نے بھی اصول
اور دیگر فنون میں کتب تالیف کیں مگر اپنے بھائی فخر الاسلام کے برعکس انہوں نے نہایت سلیس صاف اور واضح عبارتوں
میں بات کرنے کے اسلوب کو اختیار کیا اور یہ ان کا اسلوب اہل علم کو اتنا آسان لگا کہ ان کا لقب ابوالیسر رکھ دیا، ہو سکتا
ہے کہ فخر الاسلام نے تعلیم اور اس اسلوب کو متعارف کرانے کی غرض سے ایسا کیا ہو اور پھر ان ہی کے مشورہ سے ان کے
بھائی نے نہایت سلیس، صاف اور واضح عبارات میں اصول فقہ کے مسائل کو پیش کیا تا کہ دونوں طریقوں پر اصول فقہ
میں خدمات کا شرف ان کے خاندان کو حاصل ہو جائے۔

طاش کبریٰ زادہ نے لکھا :

”وللامام فخر الاسلام البزدوی اخ مشہور بابی الیسر تصنیفاتہ کما ان فخر الاسلام
مشہور بابی العسر تصنیفاتہ“ ۲۔

(امام فخر الاسلام کے ایک بھائی ہیں جو اپنی تصنیفات کے اسلوب میں آسانی کی وجہ سے ابوالیسر کہلائے جس طرح کہ
فخر الاسلام اپنی تصانیف میں مشکل کے باعث ابوالعسر سے مشہور ہوئے۔)

کتاب ”اصول بزودی“ کے شارحین :

- ۱۔ علی بن محمد بن علی بنجم العلماء حمید الدین الضریر الراشی حنفی متوفی ۶۶۷ھ۔ ۳
- ۲۔ حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین السغناقی حنفی متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۳ھ۔ ۴
- ۳۔ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی انکر لانی متوفی ۷۷۷ھ نے ”الشافی“ کے نام سے شرح لکھی مختلف
مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ ۵

۱۔ فوارح الرحموت بشرح مسلم الثبوت لکب اللہ بن عبدالمکور، عبدالحی محمد بن نظام الدین الانصاری متوفی دوسری صدی ہجری کے ادوار ۵/۱، مصر
مطبعہ بولااق ۱۳۲۲ھ۔ ۲۔ مقابح السعادة، طاش کبریٰ زادہ متوفی ۹۶۲ھ۔ ۳۔ الفح اکھین، الراعی ۲/۷۷۔ ۴۔
۵۔ حدیث العارفین، ۵/۳۱۳، الفح اکھین ۲/۱۱۲، بحم الاصلیین ۲/۷۷۔ ۶۔ ۷۷۷ھ۔ ۷۔ بحم الاصلیین ۲/۱۱۹، (۲۳۸)۔

- ۴۔ ابوالکارم فخر الدین احمد بن الحسن بن یوسف الجار بردی الترمیزی متوفی ۷۳۶ھ۔^۱
 - ۵۔ قوام الدین محمد بن محمد بن احمد السنجاری انکا کی متوفی ۷۳۹ھ نے "بیان الاصول" کے نام سے شرح لکھی۔^۲
 - ۶۔ قوام الدین امیر کاتب بن امیر الاتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ نے الشامل کے نام سے شرح لکھی۔^۳
 - ۷۔ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود الباری حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے "التقریر" کے نام سے شرح لکھی۔^۴
 - ۸۔ سعید الدین بن قاضی بدھن بن شیخ محمد القدوائی خیر آبادی متوفی ۸۰۲ھ۔^۵
 - ۹۔ شہاب الدین احمد بن ابوالقاسم عمر الزوالی دولت آبادی حنفی متوفی ۸۳۹ھ (شہاب الدین شمس الدین اھمدی)۔^۶
 - ۱۰۔ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن سعید ضیاء حنفی متوفی ۵۸۳ھ ہدیۃ العارفین میں ان کی شرح کا نام "شافعی اختیار الکافی من الاصول البزدوی" مذکور ہے۔^۷
 - ۱۱۔ وجیہ الدین عمر بن عبدالحسن الارزنجانی حنفی ۸۷۱ھ میں زندہ تھے۔^۸
 - ۱۲۔ الشاہروردی مضفک حنفی متوفی ۸۷۵ھ (اموی علی بن محمود بن محمد۔۔۔ البسطامی الہروی) نے کتاب "التحریر فی شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔^۹
 - ۱۳۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی ہندی حنفی متوفی ۸۸۲ھ۔^{۱۰}
 - ۱۴۔ محمد بن فراموزروی ملا خسرو حنفی متوفی ۹۹۵ھ۔^{۱۱}
 - ۱۵۔ علا الدین الداد بن عبداللہ جو پوری حنفی متوفی ۹۲۳ھ۔^{۱۲}
 - ۱۶۔ بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ۔^{۱۳}
 - ۱۷۔ عبدالعزیز بخاری متوفی ۷۳۰ھ کی "کشف الاسرار" ایک اہم و عمدہ شرح ہے جو دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔
- اصول بزدوی پر تعلیقہ :

۱۸۔ جلال الدین بن احمد بن یوسف بن طوع رسلان التبانی متوفی ۹۳ھ نے تعلیقہ علی اصول الہرودی

۱۔ حدیۃ العارفین ۶/۱۵۲، الفتح المبین ۲/۱۵۲، معجم الاصولین ۱/۱۰۸، ۱۰۹، ۱۰۷ (۷۳)۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۶/۱۵۵۔ معجم الاصولین ۲/۱۷۲، معجم الاصولین ۱/۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۸ (۲۲۸)۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۲/۱۷۱، الفوائد البصریہ ص ۱۹۵، ۱۹۶، الفتح المبین ۲/۲۰۱۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۸۵، ۳۸۶، ۱۳۸ میں تاریخ وفات ۸۸۲ھ مذکور ہے۔ نزہۃ الخواطر و بیحہ السامع والخواطر، عبدالحی بن فخر الدین الحسینی متوفی ۱۳۳۱ھ، ۳/۷۸، ۷۹ (۹۳) سند حیدرآباد دکن مجلس دائرہ المعارف العمائدیہ ۱۳۷۱ھ۔ ۱۹۵۱، معجم الاصولین ۱/۱۱۹ (۳۵۵)۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۵/۱۷۷۔ معجم الاصولین ۳/۳۳۔

۶۔ حدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔ معجم الاصولین ۳/۳۵، ۳۵۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۸۵۔ معجم الاصولین ۶/۲۱۱۔

۸۔ معجم الاصولین ۱/۲۷۶، ۲۷۷ (۲۲۲)۔ معجم الاصولین ۲/۲۱۵، ۲۱۶ (۲۲۸)۔

تالیف کی۔ کشف الظنون اور ہدیۃ العارفين میں ہے کہ انہوں نے ”تعليقة على شرح الارزنجانی لاصول البزدوی“ تالیف کیا۔^۱
 اصول بزدوی کی احادیث کی تخریج :
 ۱۹۔ زین الدین قاسمی بن قطبوغا خفی متوفی ۸۷۹ھ نے ”تخریج الاحادیث من اصول البزدوی“ تالیف کی۔^۲

(۲) شرح تقویم الادلة :

البزدوی نے اصول فقہ میں دہلوی کی کتاب ”تقویم الادلة“ کی شرح لکھی۔

ابوالعباس الجرجانی شافعی (متوفی ۴۸۲ھ)

انہوں نے ”المعايات في اصول“ تالیف کی۔^۳

شمس الائمة السرخسی خفی (متوفی ۴۸۳ھ)

متکلم، محدث، مناظر، اصولی اور مجتہد تھے۔ ان کی تصانیف فقہ و اصول پر محیط ہیں انہوں نے فقہ کی مشہور و ضخیم کتاب ”المبسوط“ اپنے شاگردوں کو اس وقت املا کرائی جب انہیں ایک کنویں میں قید کر دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں ان کے تلامذہ کنویں کی منڈھیر پر جمع ہو جاتے اور بغیر کسی کتاب و مراجع کے املاء کراتے جاتے اور شاگرد لکھتے رہتے۔ محمد بن حسن کو ”السير الكبير“ املا کرائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”اصول السرخسی“ تالیف کی۔^۴

احمد الابیوردی (متوفی ۴۸۳ھ بعدہ)

فقہ و اصول پر آپ کی انوکھی مصنفات ہیں۔^۵

یعقوب بن ابراہیم حنبلی (متوفی ۴۸۶ھ)

فقہ اصولی تھے ۳۰۰ھ کے بعد بغداد آئے تھے، ”باب الازج“ میں منصف قضاء پر فائز رہے۔ ابوالحسن حنبلی نے ”طبقات الحنابلة“ میں لکھا :

۱۔ حدیۃ العارفين ۵/۱۳۶۷، فتح الملہم ۲/۲۰۸، عجم الاصولین ۲/۱۸۰، ۱۷۷ (۲۳۷)۔

۲۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد۔ حدیۃ العارفين ۵/۸۰۔

۳۔ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی ہلی خراسانی متوفی ۱۰۹۰ء۔

۴۔ حدیۃ العارفين ۶/۷۶، الفوائد المحیة ص ۱۵۸، فتح الملہم ۱/۲۶۴-۲۶۵۔

۵۔ عجم الاصولین ۱/۱۶۲ (۱۱۳)۔

” و صنف کتاب فی الاصول والفروع “^۱

(اور انہوں نے اصول و فروع پر کتب تصنیف کیں۔)

ابوالفرج عبدالواحد بن محمد حنبلی (متوفی ۲۸۶ھ)

فقیر زاہد اور اپنے وقت کے شیخ الشام تھے ابن رجب نے لکھا:

” کان اماماً عارفاً للفقہ و لا اصولاً “

(وہ فقہ و اصول کے عارف (اور) امام تھے۔)

وہ مزید لکھتے ہیں:

” وللشیخ ابی الفرج تصانیف عدیدۃ فی الفقہ و الاصول منها..... ومختصر فی الحدود

وفی اصول الفقہ “^۲

(اور شیخ ابوالفرج کی فقہ و اصول میں کئی تصانیف ہیں جن میں..... ومختصر فی الحدود وفی اصول الفقہ

..... بھی شامل ہیں۔)

قاضی ابوبکر الشاشی (۴۰۰-۲۸۸ھ)

بغداد میں ابوالطیب الطبری وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ صاحب الفتح الحسین نے ان کو بھی اصولیین میں سے شمار کیا ہے مگر ان کی اصولی خدمات و کتب کا ذکر نہیں کیا۔^۳

ابویوسف القزویٰ المعتبری (۳۹۲-۲۸۸ھ)

عبدالجبار بن احمد اہمدانی کے استاد ہیں۔ مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ اپنے زمانے کے شیخ المعتبر لیتے بن گئے۔ صاحب الفتح الحسین نے ان کو بھی اصولیین میں شمار کیا مگر ان کی اصولی خدمات و کتب کا ذکر نہیں کیا۔^۴

رزق اللہ التمیمی حنبلی (۴۰۱-۲۸۸ھ)

فقیر، اصولی اور واعظ تھے۔

مؤلفات اصولیہ: صفدی نے وائی بالوفیات میں کہا: ”کان فقیہاً فاضلاً فی المذہب والخلاف والاصول، ولہ فی ذلك مصنفات حسنة“^۵

۱۔ قاضی ابوعلی یعقوب بن ابراہیم بن سطور البرزینی عسکری بغدادی وفات پائی۔ طبقات الحسین، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلیٰ ۲۳۵/۲-۲۳۷ (۶۸۲) بیروت دار المعرفہ سنہ۔

۲۔ عبدالواحد بن محمد بن علی بن احمد الشیرازی المقدسی المدمشقی ابوالفرج الانصاری حنبلی، دمشق میں وفات پائی۔ کتاب التزیل علی طبقات الحسین، ابن رجب حنبلی متوفی ۹۵ھ/۳-۶۸/۷۱ (۳۱) بیروت دار المعرفہ سنہ۔

۳۔ ابوبکر محمد الخطر بن بکران الحموی (۱۰۰۹/۱-۱۰۹۷) شاش میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح الحسین، ۲۸۶/۱-۲۸۶/۱

۴۔ ابویوسف عبدالسلام بن محمد بن یوسف بن ہندار (۱۰۰۱/۱-۱۰۹۷) قزوین میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح الحسین، ۲۷۷/۱-۲۷۷/۱

۵۔ ابو محمد رزق اللہ بن عبدالوہاب بن عبدالعزیز الحموی (۱۰۱۰/۱-۱۰۹۵) معجم الاصلیین ۱۰۳/۲ (۳۳۱)۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی (متوفی ۴۸۹ھ)

اپنے والد سے مذہب ابوحنیفہ پر تفقہ حاصل کیا پھر مذہب شافعی کی طرف منتقل ہو گئے پھر ابواسحاق الشیرازی، ابن الصباغ سے زانوئے تلمذ طے کیا، بہت سے فنون میں ید طولی رکھتے تھے، سلفی العقیدہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : القواطع فی اصول الفقہ ۱

عبدالوہاب البغدادی الشافعی (۴۱۴ھ - پانچویں صدی ہجری کے آخر میں وفات پائی) :

فقہ اصولی تھے۔ اصول فقہ پر کئی کتب تالیف کیں۔ ۲

ابوالقاسم الباجی المالکی (متوفی ۴۹۳ھ)

اپنے والد سلیمان القاضی سے تفقہ حاصل کیا۔ اپنے والد کے کثیر ترکہ کو چھوڑ کر حصول علم کے لئے بغداد، بصرہ، یمن، اور حجاز مقدس کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”سر النظر فی علمی الاصول والخلاف“ تالیف کی۔ ۳

عبدالوہاب بن احمد حنبلی (متوفی پانچویں صدی ہجری)

خطیب، واعظ، فقیہ اور اصولی تھے۔ بغداد میں تعلیم حاصل کی، قاضی ابویعلیٰ سے تفقہ حاصل کیا حران کو وطن بنایا وہاں کے قاضی بھی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن رجب حنبلی نے اپنی طبقات میں ذکر کیا کہ انہوں نے کتاب اصول الفقہ تالیف کی۔ ۴

الکلیا الہر اسی شافعی (۴۵۰ھ - ۵۰۴ھ) ۵

فقہ، اصولی اور مفسر تھے۔ امام الحرمین کے شاگرد تھے امام الحرمین کے حلقہ درس میں چار سو طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ ان میں سے تین شخص سب سے ممتاز تھے کیا ہر اسی، احمد بن محمد اور امام غزالی۔ طبرستان سے نیشاپور، بیہقی اور عراق کے سفر کئے مدرسہ نظامیہ (بغداد) میں تدریس کی، فقہ و اصول و جدل میں مہارت تامہ رکھتے، دولت سلجوقیہ میں مجد الملک بن ملک سلجوق کے عہد میں قاضی رہے صاحب ارشاد الفحول امام شوکانی نے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

۱ ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار بن احمد بن محمد سمعانی متوفی ۱۰۹۵ھ مرو میں ولادت و وفات ہوئی۔ کشف الظنون ۲/۱۳۶۷ھ، حدیث العارفین ۶/۱۴۳۳، اللوح المبین ۱/۲۶۶۔ ۲ ابو احمد عبدالوہاب محمد عمر بن راہین بغدادی (ولادت ۱۰۲۳ء) اللوح المبین ۱/۲۷۔

۳ ابوالقاسم احمد بن سلیمان بن خلف الباجی متوفی ۱۰۹۹ء، حج سے واپسی پر جدہ میں انتقال ہوا۔ الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۰۳-۱۰۴، اللوح المبین ۱/۲۷۱، معجم الاموال ص ۱۲۹/۱ (۹۱)۔

۴ کتاب الذیل علی طبقات ابن ابی بلبان بن رجب عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد البغدادی دمشقی الحنبلی (۳۶۷-۹۵۷ھ) ۳/۳۳-۳۴ (۲۰) ابن رجب نے ۴۲۰ھ میں وفات پانے والوں کی فہرست میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ دستاورد المرقتہ سنہ۔

۵ ابوالحسن عماد الدین علی بن محمد بن علی بطبری الکلیا الہر اسی (۱۰۵۸ء/۱۱۱۰ء) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التعلیق فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۱

حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)^۲

فقہ، اصولی، متصوف شاعر اور ادیب تھے۔ امام الحرمین کے تین ممتاز شاگردوں میں سے ایک تھے اور ان کے حلقہ درس کے معید تھے۔ اس زمانے میں نامور علماء کے یہاں معمول تھا کہ جب وہ درس دے چکے تو سب سے لائق شاگرد باقی طلبہ کو درس دیتا۔ اُستاد کے بتائے ہوئے مضامین کو اچھی طرح ذہن نشین کروانا، وہ معید کہلاتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : علامہ شبلی نعمانی نے اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے :

- | | | |
|--------------------------------|------------------|-----------------------|
| (۱) المنحول | (۲) المستصفی | (۳) شفاء الغلیل |
| (۴) منتخل فی علم الجدل | (۵) تحصین الماخذ | (۶) ماخذ فی الخلافیات |
| (۷) مفصل الخلاف فی اصول القیاس | | |

المرانی نے المنکون فی الاصول کا ذکر کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے ابو منصور جمال الدین حسن بن یعقوب بن المطہر الشیبی متوفی ۲۶۷ھ کی علمی خدمات کے تذکرہ میں لکھا کہ انہوں نے ”شرح غایۃ الوصول فی الاصول للفرغالی حجة الاسلام“ تحریر کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غایۃ الوصول فی الاصول نامی کتاب بھی امام غزالی نے تالیف کی تھی جس کی ابو منصور نے شرح لکھی۔^۳

”المنحول من تعلیقات الاصول“ کا تحقیقی تجزیہ

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

امام صاحب کے نام سے جو تصنیفات مشہور ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن کی نسبت میں بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ درحقیقت وہ امام صاحب کی تصنیف نہیں اس قسم کی چار کتابیں ہیں المنحول --- یہ کتاب (المنحول) اصول فقہ میں ہے۔ کشف الظنون میں اس کو ردی حنیفہ کے نام سے لکھا ہے، اور فلائد العقبان کے مصنف کا قول نقل کیا ہے کہ وہ امام غزالی کی (کتاب) نہیں بلکہ محمود معتزلی کی تصنیف ہے۔ شمس الاممہ کروری نے اس کتاب کا رد بھی لکھا ہے۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کی نہایت سختی سے حریف گیری کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مسائل فی صدی ۹۰ غلط ہیں۔ چونکہ امام صاحب نے احیاء العلوم میں امام ابوحنیفہ کی نہایت مدح کی ہے اس کے علاوہ ائمہ دین کو برا کہنا امام صاحب کی شان سے بھی بعید ہے اس لئے یہ خیال کیا گیا کہ وہ امام غزالی کی تصنیف نہیں ہو سکتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف اس دلیل کی بناء پر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اولاً رجال و تاریخ کی تمام کتابوں میں وہ امام صاحب ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ثانیاً امام صاحب کے ابتدائی حالات جس نے غور سے پڑھے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ابتداء میں امام صاحب کا مزاج کس قدر

۱۔ حدیۃ العارفین ۶۹۴/۵، کشف الظنون ۱/۳۲۳، الفتح المبین ۲/۸۰۷۔

۲۔ ابوحامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن احمد الغزالی الطوسی (۱۰۵۸/۱۱۱۱م)۔ خراسان میں ولادت و وفات ہوئی۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۳۶۳/۳۶۴۔ کشف الظنون ۲/۱۰۵۲/۲، ایضاً المنکون ۳/۲۹۸، حدیۃ العارفین ۶/الفتح المبین ۸/۲۔

۳۔ الغزالی، شبلی نعمانی ص ۳۲۳ کراچی مدینہ پبلیشنگ سنٹر۔ الفتح المبین ۲/۱۰۷، کشف الظنون ۲/۱۱۹۳، مجمع الاصولین ۲/۶۲ (۲۹۵)۔

مجادلہ پسند اور نکتہ چینی واقع ہوا تھا محدث عبدالغافر نے امام صاحب کو دونوں زمانوں میں دیکھا تھا ان کا بیان ہے کہ امام صاحب ابتداء میں نہایت جاہ پسند، خود پسند اور مغرور تھے۔ لیکن آخر میں ان کی حالت بدل گئی اور وہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ ”منخول“ اسی ابتدائی زمانے کی تصنیف ہوگی، ہم نے اس کتاب کو دیکھا ہے خود اس کی طرز تحریر بتاتی ہے کہ وہ نثر شباب کے زمانے میں تصنیف ہے۔^۱

بروکلیمان نے المنخول کے آپ سے منسوب ہونے میں شک کیا ہے اور کہا :

”ان من الممكن ان يكون احد تلاميذه قد نشره و فقا للدروس التي كان الغزالي يلقبها.“^۲

(ممكن ہے کہ یہ (المنخول) ان کے کسی شاگرد کی ہو جو امام غزالی کے ان دروس پر مشتمل ہو جو دوران درس انہوں نے دیئے۔)

بروکلیمان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لئے درست نہیں مانا جاسکتا۔ امام غزالی نے المستصفیٰ کے مقدمہ میں اس کتاب کا اشارہ کیا اور کہا یہ ایک مختصر ہے۔ اسی طرح ”الشفاء الغليل“ میں بھی یہ مذکور ہے، اور امام غزالی کے زمانے سے آج تک اصولیین اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کرتے چلے آ رہے ہیں اور جب ان کی تصانیف کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں المنخول کو بھی شامل کرتے ہیں۔

امام غزالی کی اصول فقہ پر پہلی کتاب :

”المنخول“ اصول پر امام غزالی کی پہلی کتاب ہے اور ان کی دوسری کتب جیسے ”شفاء الغليل“ اور ”المستصفیٰ“ تصانیف بعد کی تصانیف ہیں اس کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ ”المستصفیٰ“ اور ”شفاء الغليل“ میں ”المنخول“ کا ذکر آتا رہتا ہے اور ”المستصفیٰ“ کے مقدمہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

المنخول کا زمانہ تالیف :

امام غزالی نے اس کتاب کو اپنی علمی زندگی کے آغاز پر تصنیف کیا اور بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تدریس کے زمانہ میں اپنے استاد امام الحرمین کی زندگی میں ہی یہ کتاب لکھ دی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام الحرمین کی وفات کے بعد اس کو تصنیف کیا ہو کیونکہ ابتدائی زمانہ میں تو آپ مکمل طور پر دراسات فلسفہ کی طرف مائل تھے، اور مقاصد الفلاسفہ اور تہافتہ الفلاسفہ جیسی کتب کی تصنیف میں مشغول تھے۔

امام ابن السبکی شافعی (۷۷۱ھ) نے فرمایا :

”و المنخول“ فی اصول الفقہ، الفہ فی حیاة استاذہ امام الحرمین“^۳

(”المنخول“ انہوں نے (امام غزالی) نے اپنے استاد کی زندگی میں تالیف کی)

۱۔ الغزالی، شبلی نعمانی، ص ۳۶، ۳۵ انہوں نے حافظ ابن عساکر کی پینین کذب المغتری کے حوالہ سے ذکر کیا۔

۲۔ تحقیقی مقدمہ علی المنخول للمغزالی، محمد حسن صہتو، ص ۳۱۔

۳۔ طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین ابوبکر عبد الوہاب بن علی بن عبد الکاکی السبکی (۷۷۱ھ-۷۷۷ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناحی

۶/۲۳۵، قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ، فیصل عیسیٰ البابی، شبلی سنہ ۱۹۷۱ھ۔

لیکن ”المنخول“ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب امام الحرمین کی وفات کے بعد کی تصنیف ہے۔ اس کی چند مثالوں سے وضاحت یہ ہے۔ مثلاً ”المنخول“ کی عبارت ہے :

”لا والمختار انه لا يحتج به، لان العقل لا يحيل ذلك في المعقولات والشبهة مختلجة، والقلوب مائلة الى التقليد واتباع الرجل المرموق فيه، اذ قال قولاً“۔

اس کے بعد فرماتے ہیں : ” هذا مما اختاره الامام رحمه الله“۔^۱

اس میں ”رحمہ اللہ“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ المنخول کی تالیف کے وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

دوسری مثال کے لئے ”المنخول“ کی اس عبارت کو پیش کر سکتے ہیں :

” والتزام ما فيه شفاء الغليل، والاقتصار على ما ذكره امام الحرمين رحمه الله في تعاليقه من غير تبديل“۔

اس عبارت میں ”رحمہ اللہ“ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

المنخول میں امام غزالی کی اسلوب :

اس کتاب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں امام غزالی ایک مستقل شخصیت کے رُوپ میں نظر نہیں آتے بلکہ ان کی حیثیت زیادہ تر اپنے استاد کی آراء کے ناقل و مدافع کی نظر آتی ہے۔ اس میں اپنے استاد کے افکار کو مدون کرتے ہیں ان کی تعالیق کو بغیر زیادتی و کمی کے من و عن بیان کر دیتے ہیں اور ان کی آراء کے قیاس کرتے ہیں اور وہ خود المنخول کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

” وهذا تمام القول في الكتاب، وهو تمام المنخول من تعليق الاصول، بعد حذف الفضول، وتحقيق كل مسألة بما هي العقول، مع الافلاع عن التويل، والتزام ما فيه شفاء الغليل، والاقتصار على ما ذكره امام الحرمين رحمه الله في تعليقه، من غير تبديل وتزيد في المعنى وتقليل، سوى تكلف في تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول، وتويب ابواب، وروما لتسهيل المطالعة عند مسيس الحاجة الى المراجعة“۔

(اور یہاں کتاب ”المنخول من تعليق الاصول“ مکمل ہوتی ہے اس میں غیر ضروری کا حذف اور ہر مسئلہ کی عقول کی ماہیت کے لحاظ سے تحقیق سے ہدایت سے اجتناب اور جو کچھ شفاء الغلیل میں ہے اس سے التزام کیا ہے اور امام الحرمین رحمہ اللہ علیہ نے جو کچھ اپنے تعلیقہ میں فرمایا ہے میں نے اس کے معنی میں تبدیلی، زیادتی و کمی کے بغیر اس کا اختصار کیا سوائے اس کے کہ ہر کتاب کی تقسیم فصول اور تویب ابواب میں کانت چھانٹ کرنے کے اس ارادے سے کہ مطالعہ کے وقت مراجعت میں آسانی ہو سکے۔)

۱۔ الحؤل من تعليقات الاصول، امام غزالی، تحقیق محمد حسن صیو، ۱۲۲، دمشق دار الفکر طبعہ ثانیہ ۱۳۰ھ ۱۹۸۰ء۔

مگر امام الحرمین سے اس عقیدہ و پیروی نے انہیں اپنی رائے کے اظہار سے روک نہیں دیا تھا وہ المنحول میں ان سے اعراض بھی کرتے ہیں اور ان کے مسلک کے خلاف کو بھی اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً امام الحرمین شرعی طور پر دو علتوں کو ایک معلول پر جمع کرنے کو مطلقاً ممنوع قرار دیتے ہیں باوجود اس کے کہ عقل اس کو جائز مانتی ہے امام غزالی، امام الحرمین کے اس مسلک کے خلاف کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

”والمختار ان العلل قد تنز دحم علی حکم واحد“۔^۱

(اور اس بارے میں مذہب مختار یہ ہے کہ علل حکم واحد پر جمع ہو سکتی ہیں۔)

پھر اس بارے میں مخالفین کے رد میں دلائل دیئے۔

المنحول پر ایک ناقد رانہ نظر:

المنحول کی ایک حیثیت مسلم ہے اس کی اہمیت و افادیت سے کسی صورت انکار نہیں اور صاحب کتاب قابل مدح و ستائش ہیں لیکن پھر بھی اس کتاب میں بعض کی پائی جاتی ہے جن کی نشاندہی ضروری ہے جس کا مقصد تحقیر نہیں بلکہ صرف تحقیق ہے۔

۱۔ امام غزالی نے اپنی دوسری کتب مثلاً المستصفیٰ میں ان بہت سی آراء کو بیان کرنے سے اجتناب کیا جو انہوں نے ”المنحول“ میں بیان کی تھیں ان آراء کو ہم المستصفیٰ کے تحقیقی تجزیہ میں پیش کریں گے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی طرف بعض اقوال کی بلا حوالہ نسبت:

۲۔ امام غزالی نے ”المنحول“ میں امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ انہوں نے مصالح کی گفتگو میں اس حد تک وسعت دی کہ دو تہائی اُمت کی استصلاح کی خاطر ایک تہ اُمت کا قتل جائز کر دیا اسی طرح ایک اور قول میں ان کی طرف یہ منسوب ہے کہ امام مالک کے نزدیک تعزیر میں قتل کی سزا بھی ہو سکتی ہے اور یہ کہ ضرورت مصلحت کے پیش نظر اغنیاء سے شدت کے ساتھ مطالبہ درست ہو جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے ان اقوال کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا اور بعض کتب مالکیہ میں تو اس کے برعکس ثابت ہے۔^۲

۳۔ اسی طرح المنحول میں امام ابوحنیفہ کی طرف یہ قول منسوب ہے ”بان مطلق الامر یفید التکرار“۔^۳ (بے شک امر مطلق تکرار کا فائدہ دیتا ہے) مگر امام ابوحنیفہ سے اس کا اختلاف ثابت ہے امام سرخسی نے فرمایا:

”الصحيح من مذهب علمائنا ان صيغة الامر لا توجب التكرار ولا تحتمله“۔^۴

(اور درست بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کا مذہب ہے کہ امر کا صیغہ نہ موجب تکرار ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے)

۱۔ حوالہ سابق ۱۵۳۔ ۲۔ حوالہ سابق ص ۳۵۳۔ ۳۔ حوالہ سابق ص ۳۷۔

۴۔ اصول السنخسی، ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السنخسی متوفی ۳۹۰ھ، ۲/۱، تحقیق ابوالوفاء افغانی حیدر آباد دکن مجلہ احیاء المعارف العثمانیہ، دارالکتب العربی ۱۳۷۲ھ۔

پھر کچھ طور کے بعد فرماتے ہیں :

”قال الشافعي مطلقاً لا يوجب التكرار ولكن يحتمله... وقال بعضهم مطلقاً يوجب التكرار

الا ان يقوم دليل يمنع منه“۔^۱

(اور امام) شافعی نے فرمایا کہ امر مطلق موجب تکرار نہیں لیکن اس کا احتمال رکھتا ہے۔۔۔ اور بعض نے کہا کہ امر موجب تکرار ہے سوائے اس کے کہ کوئی دلیل اس سے روک دینے کی موجود ہو۔)

امام غزالی احناف کی طرف قول منسوب کرنے کے بعد اس کے بطلان پر استدلال پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قول تو خود بخود مذہب حنفی کے خلاف ہے اور ابن ہمام کا قول بھی اس بارے میں مذہب حنفی کی تائید کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

”الصيغة الامر باعتبار الهيئة الخاصة لمطلق الطلب، لا تفيد مرة ولا تكرار، ولا يحتمله، وهو المختار عند الحنفية“۔^۲

(امر کا صیغہ اپنی خاص ہیئت کے اعتبار سے طلب مطلق کے لئے آتا ہے۔ تکرار کا فائدہ نہیں دیتا اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے اور یہی احناف کا مختار مذہب ہے) اور یہی بات کتب حنفیہ میں موجود ہے۔

اسی طرح امام غزالی اپنی کتاب ”المنحول“ میں امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ وہ ”نسخ القرآن بالسنة“ کے عقلاً عدم جواز کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بھی امام مالک سے غیر معروف ہے۔ امام مالک کا اس بارے میں مذہب یہ ہے کہ وہ ”نسخ القرآن بالسنة“ کو عقلاً جائز مانتے ہیں مگر اس کا وقوع نہیں مانتے۔ شاید انہی وجوہات کی بنا پر امام غزالی نے ”المستصفي“ میں ان اقوال کو دوبارہ نقل نہیں کیا ہے۔

”المنحول“ کا مقدمہ ”المستصفي“ کے مقدمہ الکتاب کی طرح منطقی انداز پر نہیں ہے۔

”المستصفي“ میں تو امام غزالی یہ تک کہہ دیا :

”من لا يحيط بها لا ثقة له يعلمه“۔^۳

(جو ان (مقدمات منطقیہ) کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا کوئی اعتبار نہیں)

مگر انہوں نے المنحول میں اس طرح نہیں کیا۔

اصول فقہ میں علم الکلام و دیگر علوم داخل ہونے کی وجہ :

امام غزالی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”وانما اكثر فيه المتكلمون من الاصوليين لغلبة الكلام على طابعهم فحملهم حب صناعتهم على خلطه بهذه التسعة كما حمل اللغة والنحو بعض الاصوليين على مزاج جملة

۱۔ حوالہ سابق۔ ج ۲ تقریری اصول الفقہ، کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید، ابن ہمام الدین الاسکندری حنفی متوفی ۸۶۱ھ، صفحہ ۱۳۲، مصر مطبع البابی الخلیفی ۱۳۵۱ھ۔ ج ۲ المستصفي، امام غزالی، مقدمہ الکتاب، ۱/۷، ادارۃ القرآن، ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

من النحو بالاصول ، فذكر واليه من معاني الحروف ومعاني الاعراب جملا هي من علم النحو خاصة ، وكما حمل حب الفقه جماعة من فقهاء ماوراء النهر ، كابي زيد رحمه الله تعالى واتباعه في مسائل كثيرة من تفاريع الفقه بالاصول ، وان اوردوها في معرض المثال ”۔

(اور بلاشبہ اکثر اصولی متکلمین نے ان کے طبائع پر علم کلام کے غلبہ کے باعث اس فن (اصول فقہ) کو اس (علم کلام) کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ جس طرح کے لغت و نحو کا غلبہ رکھنے والوں نے کیا کہ نحو کو اصول میں ملا کر اس میں معانی الحروف اور معانی الاعراب کیبحاث کا شامل کر دیا جس کا تعلق علم لغت سے تھا۔ اسی طرح فقہ کا غلبہ رکھنے والی ماوراء النہر کے فقہاء کی جماعت جیسا بل زید رحمہ اللہ اور ان کے تبعین نے بھی بہت سے مسائل میں فقہ کی تفریحات سے اصول نکالنے اور مثالیں پیش کرنے میں کیا)

المنحول میں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف میں سخت لب و لہجہ اختیار کیا :

امام غزالیؒ نے ”المنحول“ کے آخر میں ایک فصل کے تحت مذہب امام شافعی کی دیگر مذاہب پر نقدیم اور اس کی وجہ بیان کی اور پھر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا بطلان کیا۔ جس کی تفصیلات المنحول میں ”المسلك الثالث في الكلام على مخالفت مالک و اسی حنیفہ رحمہ اللہ“ کے تحت ص ۳۹۹ سے دیکھی جاسکتی ہیں، ان کو غیر مجتہد کہا اور کہا کہ وہ لغت سے تاملد ہیں اور کہا کہ انہوں نے جو مسائل فقہیہ بیان کئے وہ غلط ہیں شاید امام غزالی نے یہ سب اپنے استاد امام الحرمین کے منہج کی پیروی میں کیا، کیونکہ انہوں نے بھی اپنی کتاب ”مغیث الخلق“ میں ایسا ہی کیا تھا۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ امام غزالی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے مذہب کی حمایت میں تعصب کا اظہار کیا بلکہ یہ اس مدرسہ کے افراد میں سے ایک فرد ہیں جن کی تعداد کافی ہے اور ان کا ماخذ بھی کافی ہیں۔

امام غزالی کا رجوع :

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ امام غزالی نے زندگی کے اواخر میں مذہب ابوحنیفہ سے متعلق ان اعتقادات سے رجوع کر لیا تھا جس کا اظہار ان کی کتب ”المستصفی“ اور ”احیاء علوم الدین“ سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے اپنے پیش نظر صواب رکھتے ہوئے موقف عدل کو اپنایا اور عصیت کو ترک کر دیا تھا۔ احیاء علوم الدین میں آپ نے فرمایا :

ونحن الان ذکر من احوال فقہاء الاسلام مانعلم به ان ما ذکرناہ لیس طعننا فیہم، بل هو طعن فیمن اظہر الاقتداء بہم متحلا لمذاہبہم، وهو مخالف لہم فی اعمالہم وسیرتہم، فالفقہاء الدین ہم زعماء الفقه وقادة الخلق. اعنی الذین کثر اتباعہم فی المذہب، خمسة: الشافعی ومالک، واحمد بن حنبل، وابو حنیفہ، وسقیان الثوری رحمہم اللہ تعالیٰ اوکل واحدمہم کان عابدا، وزاهدا، عالما بعلوم الاخرۃ، وفقیہا فی مصالح الخلق فی الدنیا، ومریدا بفقہہ وجہ اللہ تعالیٰ. فہدہ خمس خصال، اتبہم وفقہاء العصر من جملتہا علی خصلة واحدة، وهي التشمیر والمبالغة فی تفاریح الفقه“.

اس کے بعد فرمایا :

”واما ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ، فلقد کان ایضاً عبداً زاہداً، عارفاً باللہ تعالیٰ، خانقمانہ، مریداً وجہ اللہ تعالیٰ بعلمہ“۔^۱

(اور بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عابد، زاہد، عارف باللہ تعالیٰ اور اس سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ رکھنے والے بھی تھے۔)

شیخ زاہد کوشری نے اپنی کتاب میں امام الحرمین جوینی کے اقوال نقل کئے جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی شان سے متعلق غیر مناسب باتیں کہیں تھیں اور ان کو بھرپور طریقے سے رد کیا اور اشارہ کیا کہ ابام غزالی نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا جو انہوں نے المنحول میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے متعلق پیش کی تھی۔^۲

المنحول میں حد درجہ اختصار ہے :

المنحول کے اکثر ابواب میں اس قدر اختصار ہے کہ بس اشارے سے معلوم ہوتے ہیں جو مشکل الفہم ہوتے ہیں جب کہ بعض اوقات اسلوب اتنا سہل اور آسان بھی ہوتا ہے کہ اس میں کوئی دشواری یا پیچیدگی نہیں ہوتی۔

ایک ”حدیث“ سے متعلق امام غزالی کا موقف :

امام غزالی عدد کے مفہوم کے بیان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ دلیل دے کہ رسول ﷺ نے ساری علی السبعین ان لوگوں کے لئے فرمایا جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ”استغفرلہم اؤ لا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرة فلن یغفر اللہ لہم“۔^۳

تو یہ جھوٹ پڑنی ہوگا۔ امام غزالی ان الفاظ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں :

”علی ان مسائل فی آیۃ الاستغفار کذب قطعاً، اذا الغرض منه التناہی فی تحقیق الیاس من المغفرة، فکیف یظن برسول ﷺ ذہولہ عنہ“۔^۴

(آیت استغفار کے بارے میں جو حدیث سے نقل کیا گیا وہ قطعی کذب ہے کیونکہ اس آیت کا مقصد ہی ان کے بارے میں مغفرت کی کسی امید سے روکنا ہے اور آپ ﷺ سے یہاں غفلت کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔)

”سازید علی السبعین“ کے حدیث نہ ہونے کے بارے میں امام غزالی کو وہم ہو گیا حالانکہ یہ حدیث صحیحہ ہے اور بخاری مسلم وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے۔^۵

۱ احیاء علوم الدین، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ/۳۳۱ کتاب العلم بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۱۹ھ-۱۹۹۸

۲ احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الحقائق، محمد زاہد کوشری متوفی ۱۳۷۱ھ/۸۴۱۵ کراچی ایچ ایم سعید کمپنی طبع غانی ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸

۳ التوبہ : ۸۔ مع المنحول من تعلیقات الاصول، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ/۲۱۲

۵ صحیح بخاری، امام بخاری کتاب البراءت باب ما یکرمہ من الصلوۃ علی المنافقین والاشقیاء المشرکین اس میں ذرت علی سبعین کے الفاظ ہیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ امام غزالی کی اصولی فقہ میں المنحول پہلی کتاب تھی اور ابتدائی زمانہ کی کوشش تھی اس لئے اس کی تمام خوبیوں اور ان کی اس عظیم خدمت کے باوجود اس کتاب میں کچھ کمی بہر حال تھی۔ مگر اس سے ان کی عظمت و احترام میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کی کاوش اخلاص پر مبنی تھی اور مقصد اللہ کی خوشنودی تھا۔ اس کتاب کی خوبیوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ المنحول میں امام غزالی جب کسی کے حوالے سے کوئی بات کرتے ہیں تو اکثر مقامات پر وہ اس کے قائل کا نام بھی ذکر کر دیتے ہیں، جبکہ المستصفیٰ میں وہ اس طرح نہیں کرتے بلکہ صرف ان کے نزدیک جو قول مختار ہوتا ہے اسے بیان کر دیتے ہیں پھر دوسروں کی آراء کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں : امام صاحب نے یوں تو بہت سے علوم فنون میں کتابیں لکھیں لیکن تخصیص کے ساتھ جن علوم کو ترقی دی وہ فقہ، اصول فقہ، کلام اور اخلاق ہیں۔۔۔ اصول فقہ میں امام صاحب نے بہت سے مسائل خود ایجاد کئے ہیں چنانچہ ان کی کتاب ”المنحول“ اس دعوے کی بین دلیل ہے۔^۱

”المنحول“ کا طرز تحریر امام غزالی کی مخالفت کا سبب بنا :

شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

”امام صاحب نے آغاز شباب میں ایک کتاب منحول نام، اصول فقہ میں تصنیف کی تھی جس میں ایک موقع پر امام ابوحنیفہ صاحب پر نہایت سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی تھی اور نہایت گستاخانہ الفاظ ان کی شان میں استعمال کئے تھے۔ امام صاحب کے مخالفین کے لئے یہ عمدہ دستاویز تھی یہ لوگ سب سے دربار میں یہ کتاب لے کر پہنچے اور اس پر زیادہ آب و رنگ چڑھا کر پیش کیا اس کے ساتھ امام صاحب کی تصانیف کے مطالب بھی الٹ پلٹ کر بیان کئے اور دعوئی کیا کہ امام غزالی کے عقائد مذہباً اور عقائدہ ہیں۔“^۲

المنحول کی نسبت فیصلہ نہیں ہوتا کہ کس زمانے میں تصنیف ہے مکاتبات امام غزالی اور طبقات الشافعیہ، تراج الدین بسکی نے لکھا ہے کہ یہ زمانہ شباب کی تصنیف ہے جب امام الحرمین زندہ تھے لیکن امام غزالی نے خود اپنی کتاب مستصفیٰ فی اصول الفقہ میں لکھا ہے کہ : ”منحول“ احیاء العلوم، کیمیائے سعادت اور جواہر القرآن کے بعد کی تصنیف ہے۔“ منحول اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، اس کا طرز تحریر علانیہ شہادت دیتا ہے کہ وہ ابتدائی زمانہ کی تصنیف ہے خصوصاً امام ابوحنیفہ ”کی شان میں جو گستاخیاں ہیں وہ ہرگز اس زمانے کی نہیں ہو سکتیں جب وہ تارک الدیناصوفی ہو چکے تھے اور اس قسم کے طرز تحریر سے قطعی تو یہ کہ چکے تھے۔ مکاتبات میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام صاحب نے انکار کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی شان میں کبھی گستاخانہ الفاظ استعمال نہیں کئے اس لئے یا تو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ اس قدر عبارت جو امام ابوحنیفہ کی تنقیص میں ہے الحاقی ہے۔ یا یہ قرار دینا چاہئے کہ جو کتاب امام غزالی نے شباب میں تصنیف کی تھی وہ منحول نہیں بلکہ اور کوئی کتاب تھی اور امام صاحب نے بعد کو اس کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا تھا۔^۳

المنحول کے رد میں کتاب : شمس الائمہ کروری نے منحول کے رد میں کتاب لکھی تھی۔^۴

۱۔ الغزالی، شبلی نعمانی ص ۵۶۔ ۲۔ حوالہ سابق ص ۲۲-۲۳۔ ۳۔ حاشیاء الغزالی، شبلی نعمانی ص ۳۲-۳۳۔ ۴۔ حوالہ سابق۔

کتاب ”المستصفیٰ“ کا تحقیقی تجزیہ :

یہ کتاب اصول فقہ کے ارکان اربعہ کتب میں سے ایک ہے جن پر اس فن کے لکھنے والوں نے بنیاد رکھی۔ ابن خلدون نے اسے اصول فقہ کی بنیادی کتب میں شمار کیا ہے۔^۱ امام غزالی نے اپنی علمی زندگی کے آخری زمانہ میں اس کو تالیف کیا جس کی وجہ سے یہ آپ کے علمی تجربہ کا نچوڑ ہے، جب آپ نے نیشاپور بغداد میں دوبارہ تدریس کا آغاز کیا تو یہ کتاب تالیف کی۔ اس کتاب کے مقدمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں :

”ثم ساقى قدر الله تعالى الى معاودة التدريس والافادة، فاقترح على طائفة من طائفة من محصلى علم الفقه تصنيفا في اصول الفقه“^۲

(پھر اللہ تعالیٰ نے تدریس و افادہ کی طرف لوٹنے پر آمادہ فرمایا تو علم فقہ حاصل کرنے والی جماعت کے سامنے اصول فقہ پر تصنیف پیش کی۔)

امام غزالی ”المستصفیٰ“ کی امتیازی خصوصیات یوں بیان فرماتے ہیں :

یہ کتاب حد درجہ اختصار اور طبیعت پر گراں گزرنے والی طوالت سے پاک ہے، اس میں ان دونوں کے درمیان راستہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس میں تحقیق و ترتیب کے جس طریقہ کا اہتمام کیا گیا ہے اس میں المنحول کی طرح حد درجہ اختصار نہیں اور نہ ہی ”تہذیب الاصول“ کی طرح طوالت ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں :

”اقترح على طائفة من محصلى علم الفقه تصنيفا في اصول الفقه، اصراف العناية فيه الى التلفيق بين الترتيب والتحقيق، والى التوسط بين الاخلال والاملال. على وجه يقع فى الفهم دون كتاب ”تهديب الاصول“ لميله الى الاستقصاء والاستكثار، وفوق كتاب ”المنحول“ لميله الى الايجاز والاختصار. فاجتهد الى ذلك مستعينا بالله، وجمعت فيه بين الترتيب والتحقيق لفهم المعانى“^۳

(علم فقہ کے شائقین نے اصول فقہ میں کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے اپنی توجہ تحقیق و ترتیب کے درمیان مزین کرنے اور رکاوٹ و تیزی کے درمیان راستے کو اس طرح اپنایا کہ فہم پر گراں نہ ہو جو کتاب تہذیب الاصول سے گہرائی و کثرت میں کم اور ایجاز و اختصار میں کتاب المنحول سے زیادہ ہو تو میں نے اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کی خواہش کو پورا کیا اور میں نے اسے فہم معانی کے لئے ترتیب و تحقیق کے مابین جمع کر دیا۔)

امام غزالی ”المستصفیٰ“ میں مستقل شخصیت کے حامل نظر آتے ہیں :

امام غزالی اس میں ایک مستقل امام و شخصیت کے حامل فرد نظر آتے ہیں جس میں وہ اپنی آراء کو امام الحرمین سے کلیہ مقید نہیں کرتے بلکہ صرف حق جاننے کی صورت میں یا اس کے بغیر چارہ نہ ہونے کی صورت میں وہ ان کے حصار

^۱ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۴۵۵۔

^۲ المستصفیٰ، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ/۱۲۳۱ء، دار الفکر، ص ۱۳۰۔

ح حوالہ سابق۔

میں رہتے ہیں ورنہ وہ اس کی جگہ دوسرے اقوال لے آتے ہیں، اور ایسا کرنے کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں یعنی اس کتاب میں وہ ”المنحول“ کی طرح اپنے استاد امام الحرمین کی آراء و اقوال سے جتنے نظر نہیں آتے بلکہ آزاد رہتے ہیں۔ شیخ محمد خضریٰ بک ”المستصفیٰ“ کے اسلوب پر ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

”وعبارة المستصفی راقية فی حیث اسلوبها العربی ولم یکن الغزالی ممن یشح علی القرطاس فتراه کما قال یطلق فیہ العنان حتی یبلغ الغایة مما یرید . ولم یکن قد جاء فی زمنهم حرور التلخیص والاختصار لان همهم الوحید کان تادیة المعنی الی فکر السامع طال لکلام اوقصر“۔^۱

(اسلوب کے اعتبار سے کتاب ”المستصفیٰ“ کی عبارت، بہت بلند پایہ ہے امام غزالی کا غد کے استعمال میں بخیل نہیں تھے بلکہ جب تعریف کے لئے بیٹھتے تو عمان قلم کو چھوڑ دیتے اور جو کچھ بیان کرنا ہوتا کھل کر بیان کرتے آپ کے دور میں اختصار و تلخیص کا رواج نہیں ہوا تھا ان حضرات کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مفہوم دعویٰ کو سامع کے ذہن میں اتار دیا جائے خواہ کلام طویل ہو یا مختصر۔)

المستصفیٰ کی تقسیم: امام غزالی نے المستصفیٰ کو ایک مقدمہ اور چار اقطاب پر مرتب کیا مقدمہ تمہیدیک مانند ہے اور چار اقطاب مقصود کے خلاصہ و ذکر پر مشتمل ہیں اور ان کی تفصیلات کو یوں بیان فرمایا :

”اعلم انک اذا فهمت ان نظر الاصولی فی وجوه دلالة الأدلة السمعية علی الاحکام الشرعية، لم یخف علیک ان المقصود معرفة كيفية اقتباس الاحکام من الادلة، ثم فی الادلة واقسامها، ثم فی كيفية اقتباس الاحکام من الادلة ثم فی صفات المقتبس الذی له ان یقتبس الاحکام، فان الاحکام ثمرات . وکل ثمرة فلها صفة وحقیقة فی نفسها ولها مثمر مستمر وطریقه الاستثمار . والثمرة : هی الاحکام ، اعنی الوجوب ، والحظر ، والندب ، والکراهة والاداء ، والحسن والقبح ، والقضاء ، والاداء ، والصحة والفساد ، وغیرها : والثمر هی الادلة ، وهی ثلاثة : الکتاب ، السنة ، والاجماع فقط . وطرق الاستثمار هی : وجوه دلالة الادلة ، وهی اربعة : اذا الاقوال ، اما ان تدل علی الشیئی بصیغتها ومنظومها ، او بفحوها ومفهومها ، وباقتضائها وضرورتها ، او بمعقولها ومعناها المستبطن منها ، والمستمر : هو المجتهد ، ولا بد من معرفة صفاته ، شروطه واحکامه ، فاذا ان الاصول تلور علی اربعة اقطاب :

القطب الاول : فی الاحکام ، والبداة بها اولی ، لانها الثمرة المطلوبة ، القطب الثانی : فی الادلة ، وهی الکتاب والسنة والاجماع . وبها التنبیة القطب الثالث : فی طریق الاستثمار ، وهو وجوه دلالة الادلة القطب الرابع : فی المستمر ، وهو المجتهد الذی یحکم بظنه ، ويقابله المقلد الذی یلزمه اتباعه ، فیجب ذکر شروط المقلد والمجتهد وصفاتهما“۔^۲

^۱ اصول الفقہ، شیخ محمد الخضریٰ، ص ۸۔ قاہرہ دارالحدیث سنہ ۱۹۸۷ء۔

^۲ المستصفیٰ، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شامی متوفی ۵۰۵ھ / ۶۰۵ھ، کراچی ادارة القرآن متوفی ۱۳۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

(جان لو کہ بے شک اگر تم احکام شرعیہ میں اولہ سغیہ کی دلالت کی وجہ، اصولی کی نظر میں دیکھ چکے ہو تو تم پر اولہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت اور پھر اولہ اور اس کے اقسام میں پھر اولہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت پھر مقبوس کی صفات میں جو احکام سے اقتباس کرتا ہے کی معرفت میں مقصود پوشیدہ نہیں رہے گا۔ تو بلاشبہ احکام شمرات ہیں اور ہر شمر اپنے اندر ایک صفت و حقیقت رکھتا ہے اور اس کا ایک شمر، مستمر اور طریق استعمار ہے اور شمر وہ احکام ہیں یعنی وجوب، حظر، مذہب، کراہت، اباحت، حسن و بیح، انقضائے واداء، صحت و فساد وغیرہ اور شمر وہ اولہ ہیں جو صرف تین ہیں یعنی کتاب، سنت، اجماع اور طریق الاستشمارہ اولہ پر دلالت کرنے والی وجہ ہیں جو چار ہیں کیونکہ اقوال یا توشیحی پر اپنے صیغہ و لفظ کے اعتبار سے دلالت کریں گے یا اپنے مقصد و معنی کے اعتبار سے اپنے انقضائے و ضرورت کے اعتبار سے یا اپنے مقبول اور اس سے مستنبط معنی کے اعتبار سے دلالت کریں گے اور مستمر وہ مجتہد ہے اس لئے اس کی صفات، شروط و احکام کی معرفت ضروری ہے تو اس صورت میں جملہ اصول چار اقطاب میں گردش کریں گے۔ قطب اول احکام میں ہے، اس کے ساتھ ابتداء کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ شمرہ مطلوب ہوتا ہے۔ قطب ثانی اولہ میں ہے اور وہ کتاب، سنت، اجماع ہے اور اس کو ثانیاً بیان کرنا بہتر ہے۔ قطب ثالث طریق الاستشمار (نتیجہ طلب کرنے کے طریقے) میں ہے اور وہ اولہ کی دلالت کی وجہ ہیں۔ قطب رابع مستمر میں ہے اور وہ مجتہد ہے جو اپنے ظن سے حکم لگاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں مقلد ہے جو اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے تو مجتہد اور اس کی صفات کے ساتھ مقلد کی شرط کا ذکر واجب ہوگا۔)

المستصفیٰ کے منطقی مقدمہ کا جائزہ : اصول و فقہ کی اس کتاب کا مقدمہ منطقی میں ہے اور امام غزالی یہ سمجھتے تھے کہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ضروری ہے اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو اس منطقی مقدمہ کا احاطہ نہ کرے اس کے علم کا اہل علم کے یہاں کوئی اعتبار نہیں اسی لئے وہ فرماتے ہیں :

”نذکر فی هذه المقدمة مدارک العقول، انحصارها فی الحدو البرهان، و نذکر شروط الحد الحقیقی، و شرط البرهان الحقیقی، و اقسامهما علی منهاج اوجز مما ذکرناہ فی کتاب ”محک النظر“ و کتاب ”معیار العلم“ و لیست هذه المقدمة من جملة الاصول، و لا من مقدماته الخاصة به، بل هي مقدمة العلوم كلها، و من لا یحیط بها فلا تعلقه بعلومه اصلا، فمن شاء ان لا یکتب هذه المقدمة فلیدا بالکتاب من القطب الاول، فان ذلك هو اول اصول الفقه، و حاجة جمیع العلوم النظرية الی هذه المقدمة کحاجة اصول الفقه“۔^۱

(ہم اس مقدمہ میں مدارک العقول، حد اور برہان میں اس کے انحصار کو بیان کریں گے اور ہم حد حقیقی کی شرط اور برہان حقیقی کی شرط اور ان دونوں کے اقسام کو مختصراً بیان کریں گے۔ جیسے ہم نے کتاب ”محک النظر“ اور کتاب ”معیار العلوم“ میں ذکر کیا ہے اور یہ مقدمہ مکمل اصول میں نہیں اور نہ اس کے مقدمات کسی خاص فن میں ہے، بلکہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ہے اور جو اس کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا اصلاً کو اعتبار نہیں اور جو اس مقدمہ کو نہ لکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ کتاب میں قطب اول سے ابتداء کر لے کیونکہ وہ اصول فقہ کا ابتدائی ہے اور تمام علوم نظریہ میں اس مقدمہ کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح اصول فقہ میں اس کی حاجت ہے۔)

المستصفیٰ کے منطقی مقدمہ کا تجزیہ :

امام غزالی کتاب کے مقدمہ میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی بھی علم کے حقائق کو صحیح معرفت حاصل نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ منطق کے ذریعے ان علوم کو نہ سمجھا جائے اس کے بعد منطق کے ضروری اجزاء بھی لکھتے ہیں جو آپ کے خیال میں ضروری تھے اس مقصد میں آپ نے معقولات کے ادراک، دلائل و برہان کی حدود اور اس کے حقیقی شرائط اور برہان اثبات کے حقیقی شرائط مع اس کے اقسام یا جزئیات کے تحریر فرمائے ہیں۔ ان شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ فلسفے سے پرہیز کے باوجود امام غزالی اس کے ایک شعبہ پر کتنا عمیق اور پختہ اعتقاد رکھتے تھے۔ علم منطق بھی فلسفہ کے ایک شاخ ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ ارسطو نے اپنے علم کی جو عظیم ترین میراث چھوڑی ہے اس میں منطق کا زیادہ حصہ ہے۔

امام غزالی کا "المستصفیٰ" میں مسائل بیان کرنے میں عدم توازن :

امام غزالی اس کتاب کے مسائل بیان کرنے میں توازن نہیں رکھ پائے بعض مسائل اور ان کے اعتراضات و جوابات اور شبہات کے ازالہ میں بھی طویل بحث کرتے ہیں مثلاً قیاس کے مانعین کے شبہات کے ازالہ کے وقت ان کی یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ جب کہ بعض مسائل کے بیان میں وہ انتہائی اختصار اور دقت سے کام لیتے ہیں مثلاً مطلق و مقید کی مکمل بحث اس کے مسائل و تشریح کو صرف نصف صفحہ میں بیان کر دیا۔

المستصفیٰ میں امام الحرمین کی تقلید میں کمی نظر آتی ہے :

اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ امام غزالی نے المستصفیٰ میں امام الحرمین کی ان کثیر آراء کے ذکر سے گریز کیا جس پر انہوں نے "المنحول" میں موافقت کی تھی مثلاً المنحول میں صفت کے مفہوم سے احتجاج جائز ہونے میں امام الحرمین کا مسلک اختیار کرتے ہوئے نہ صرف اسے جائز قرار دیا بلکہ اس مذہب کے دفاع میں اور منکرین کے رد میں دلائل دیئے۔ مگر المستصفیٰ میں انہوں نے اس رائے کے بجائے یہ موقف اختیار کیا کہ صفت کے مفہوم سے احتجاج غیر حجت ہوگا۔

المستصفیٰ میں گوشہ نشینی کے زمانہ میں آراء میں تبدیلی :

امام غزالی نے "المستصفیٰ" میں ان آراء سے بھی گریز کیا جو گوشہ نشینی کے زمانے میں اختیار کی تھیں جب آپ عبادت و ریاضت میں مگن تھے اور تصوف کا غلبہ تھا۔ مثلاً احیاء میں "مسألة التکلیف بالمحال" کے جواز کا قول کیا جب کہ "المستصفیٰ" میں اسکے عدم جواز کا قول کیا۔

المستصفیٰ کا زمانہ تالیف : امام غزالی نے اپنی وفات سے ایک سال قبل یعنی ۵۰۴ھ میں اس کتاب کو تصنیف کیا۔

۱ المنحول من تعلیقات الاصول، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ ص ۲۱۵، اختیار الغزالی و راہ فی مفہوم الصفة کے ضمن میں بیان کیا۔

المستصفیٰ کے شارحین :

- (۱) ابن الناطر حسین بن عبدالعزیز محمد مالکی متوفی ۶۷۹ھ نے شرح المستصفیٰ للغزالی تالیف کی۔^۱
- (۲) ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد عبدالرحمن بن مسعد الغرناطی متوفی ۶۹۹ھ نے شرح لکھی۔ ابن فرحون نے الدبیان میں اس کے لئے "شرحاً حسناً" (عمدہ شرح) کے الفاظ کہے ہیں۔^۲
- (۳) حافظ ابو علی الحسن (الحسین) ابن عبدالعزیز بن محمد القرشی البصری الغرناطی، الاندلسی متوفی ۶۹۹ھ معروف بہ ابن الاحوص۔^۳
- المستصفیٰ کے اختصار و حواشی: اہل مغرب و اندلس نے امام غزالی کی المستصفیٰ کی خوب قدر دانی کی اس کے اختصارات بھی کئے چند مندوجذیل ہیں :

- ۱۔ علی بن ابوالقاسم ابن ابی قنون متوفی ۵۷۵ھ نے المقتضب الاصفیٰ فی اختصار المستصفیٰ کے نام سے اختصار لکھا۔^۴
- ۲۔ ابوالولید محمد بن رشد الحفید متوفی ۵۹۵ھ نے "الضروری فی اصول الفقہ" یا "مختصر المستصفیٰ" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔^۵
- ۳۔ محمد بن عبدالحق ابی عمر الذروی متوفی ۶۲۵ھ نے "مستصفیٰ المستصفیٰ" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔^۶
- (۴) ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الارزی الاشہلی اندلسی متوفی ۶۳۷ھ یا ۶۵۱ھ معروف بہ ابن الحاج انہوں نے "مختصر المستصفیٰ" اور "حاشیہ علی مشکلات المستصفیٰ" تالیف کیا۔^۷
- المستصفیٰ پر تعلیقہ : ابوالحسن ہبل بن محمد بن سہیل بن مالک الارزی الغرناطی متوفی ۶۳۹ھ نے امام غزالی کی المستصفیٰ پر تعالیق لکھے۔^۸

ابوالخطاب الکوثرانی حنبلی (۴۳۲ھ-۵۱۰ھ)^۹

فقیر، اصولی، فرضی ادیب شاعر تھے۔ قاضی ابویعلیٰ سے تفقہ حاصل کیا ائمہ حنبلیہ کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

- ۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۱۳ اس میں ان کا نام اس طرح مرکوز ہے حسین بن عبداللہ بن عبدالعزیز ابن محمد بن محمد الاصولیین ۲/۶۸ (۳۰۵)۔
- ۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۱۰۲ ایضاً الکنون ۳/۴۷۷، الدبیان، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ میں ۱۰۳، اللوح المسکین ۲/۹۸، معجم الاصولیین ۱۹۸-۱۹۹ (۱۳۷)۔
- ۳۔ حدیۃ العارفین، ۵/۲۸۳۔
- ۴۔ تحقیق مقدمہ علی مختصر المستصفیٰ لابن رشد، جمال الدین علوی میں ۱۸، بیروت ملادار الغرب الاسلامیہ ۱۹۹۹م۔
- ۵۔ حوالہ سابق۔
- ۶۔ حدیۃ العارفین، ۵/۹۵، اللوح المسکین ۲/۶۷، معجم الاصولیین ۱/۱۹۷ (۱۳۷)۔
- ۷۔ حدیۃ العارفین، ۵/۳۱۳، الدبیان میں ۲۰۶، ۲۰۵، اللوح المسکین ۲/۶۲۔
- ۸۔ محفوظ بن احمد بن حسن بن احمد الکوثرانی بغدادی (۱۰۳۰/۱۱۱۶م) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ” التمهید فی اصول الفقہ “ تالیف کی۔^۱

ابوبکر الاسار بندی الحنفی (متوفی ۵۱۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : ۱۔ الاصول فی الفقہ ۲۔ مختصر تقویم الادلة للذبوسی^۲

ابوالوفاء بن عقیل جنبلی (۴۳۱ھ-۵۱۳ھ)^۳

فقہ، اصولی، واعظ اور متکلم تھے۔ ابوعلی بن الفراء سے فقہ حاصل کیا اور ابوالولید المحترقی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، علوم و فنون اور ان کی تصنیف و تالیف کے میدان میں قوی الحجۃ تسلیم کئے جاتے تھے۔ شروع میں مذہب معتزلہ کی جانب میلان رکھتے تھے بعد میں اس رجحان کو ترک کر کے مذہب حنابلہ کی فقہ میں منہمک ہو گئے مگر اس کے باوجود بھی ان کے عقیدہ میں مذہب معتزلہ کا اثر باقی رہا۔ اپنے زمانے کے قطب الاعلام اور شیخ الاسلام تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ” الواضح فی اصول الفقہ “ تالیف کی یہ کتاب تین مجلدات میں ہے اس کے علاوہ ایک کتاب ” الفنون “ بھی تالیف کی جس میں فقہ، اصول فقہ، علم الکلام اور بہت سے علوم سے کثیر و عظیم فوائد جمع کئے۔ حافظ الذہبی نے اس کتاب سے متعلق لکھا :

” لاتصنیف فی الدینا اکبر من هذا الكتاب “ (اس دنیا میں اس تصنیف سے بڑی کوئی کتاب نہیں)۔^۴

عبدالرحیم القشیری الشافعی (متوفی ۵۱۴ھ)^۵

فقہ، اصولی، مفسر اور ادیب تھے اپنے والد سے علم الاصول وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر ان کی وفات کے بعد امام الحرمین کی صحبت اور ان کے درس میں ہمیشہ شریک رہے یہاں تک کہ فقہ، اصولی و خلاف میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔
مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ہمیں ان کی کسی تصنیف کا علم نہیں ہو سکا (واللہ اعلم)۔^۶

احمد بن عثمان الفیحی (متوفی ۷۵ھ)

انہوں نے کتاب ” قواعد الادلة وشواهد الاحیة “ تالیف کی۔^۷

۱۔ البیاض السکون، ۳/۳۲۱، حدیۃ العارفین ۶/۶، اللؤلؤ المبین ۱۱/۲۔

۲۔ ابوبکر محمد بن حسین بن محمد، امام فخر الدین خراسان (مرد) سے تعلق رکھتے تھے حدیۃ العارفین ۶/۸۳۔

۳۔ ابوالوفاء بن علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بن احمد بغدادی (۱۰۳۹ء/۱۱۱۹ء) بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ البیاض السکون ۳/۸۵، حدیۃ العارفین ۵/۶۹۵، اللؤلؤ المبین ۱۲/۲، اس میں علامہ ذہبی کا قول منقول ہے۔

۵۔ ابوالفضل عبدالرحیم بن عبدالکریم بن حوازن القشیری متوفی ۱۱۴۰ء۔

۶۔ مجمع الاسالیب ۲/۱۹۷، (۴۳) شذرات الذهب، شیخ عبدالرحمن بن ابی اسحاق جنبلی متوفی ۱۰۸۹ء/۴۳۵۔

۷۔ ابوالعالی احمد بن عثمان بن عمر الفیحی بغدادی حدیۃ العارفین ۵/۸۲۔

ابن البرہان الشافعی (متوفی ۴۷۹ھ - ۵۲۰ھ) ^۱

فقہ، اصولی اور محدث تھے، ابتداء میں ضلی المذہب تھے پھر شافعی مذہب اختیار کر لیا۔ امام شاشی، امام غزالی اور الکیا الہر اسی سے تفقہ حاصل کیا۔ ابن خلکان، صفدی، ابن العباد، یافعی، بزرگلی، ابن جوزی، اسنوی اور ابن کثیر وغیرہ نے آپ کے اصول فقہ میں تفوق، تبحر علمی اور ضرب المثل ہونے پر اقوال ذکر کئے ہیں۔ عبدالحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے مطابق انہوں نے اصول فقہ میں چھ کتابیں تالیف کیں وہ لکھتے ہیں :

” نستطيع ان نقول لسا وجدنا من كثرة النقول في كتب المتأخرين ان كتب ابن برهان كانت من امهات كتب اصول الفقه“ ^۲

(متاخرین کی کتب میں ان سے کثرت سے نقل پا کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابن برہان کی یہ کتب اصول فقہ کی امہات الکتب میں سے ہیں۔)

مدرسہ نظامیہ میں تدریس کی حافظہ نہایت اچھا تھا جو چیز ایک مرتبہ سن لیتے یاد ہو جاتی۔ آپ کے دروازے پر تشنگان علم کا ہجوم رہتا، آپ کے تلامذہ میں الصائغ ابوالحسنین ہبہ اللہ بن الحسن ہبہ اللہ بن عسا کر متوفی ۵۶۳ھ۔ شرف الدین ابوسعید عبداللہ بن محمد بن ہبہ اللہ لامطہر بن علی بن ابی عمرو ن قاضی قضاة الشام متوفی ۵۸۵ھ اور ملک النخاع الحسن بن صافی بن عبداللہ شافعی نحوی اصولی ادیب متوفی ۵۶۸ھ بھی شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ البسيط
- ۲۔ الوسيط
- ۳۔ الاوسط
- ۴۔ الوجيز
- ۵۔ الوصول الى علم الاصول
- ۶۔ التعجيز ^۳

(۱) کتاب الوجیز کا تحقیقی تجزیہ :

تقریباً تمام سوانح نگاروں نے ان کے حالات میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں تقریباً سو مقامات میں ابن برہان سے اور تقریباً بیس مقامات میں الوجیز سے نقل کیا ہے۔ امام جمال الدین اسنوی نے نہایت السول میں ابن برہان سے ایک سو پچاس مقامات پر اور پندرہ مقامات میں الوجیز سے نقل کیا ہے اس طرح بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی نے اپنی کتاب البرہان فی علوم القرآن میں کئی جگہوں میں ان سے نقل کیا۔

^۱ ابن برہان ابوالفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل (۱۰۶۲ء/۱۱۲۶ء) بغداد میں ولادت ہوئی۔ الفتح المبین ۱/۲، اس میں تاریخ وفات ۴۳۳ھ اور کشف الظنون ۱/۲۰۱ میں ۵۱۸ھ مذکور ہے۔

^۲ تحقیقی مقدمہ علی الوصول الی الاصول، عبدالحمید علی ابوزنید ص ۲۹، ریاض، مکتبہ المعارف ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء۔

^۳ کشف الظنون ۱/۲۰۱، ۲۰۰۱/۲، ۲۰۰۱/۳، ۲۰۰۱/۴، ۲۰۰۱/۵، ۲۰۰۱/۶، ۲۰۰۱/۷، ۲۰۰۱/۸، ۲۰۰۱/۹، ۲۰۰۱/۱۰، ۲۰۰۱/۱۱، ۲۰۰۱/۱۲، ۲۰۰۱/۱۳، ۲۰۰۱/۱۴، ۲۰۰۱/۱۵، ۲۰۰۱/۱۶، ۲۰۰۱/۱۷، ۲۰۰۱/۱۸، ۲۰۰۱/۱۹، ۲۰۰۱/۲۰، ۲۰۰۱/۲۱، ۲۰۰۱/۲۲، ۲۰۰۱/۲۳، ۲۰۰۱/۲۴، ۲۰۰۱/۲۵، ۲۰۰۱/۲۶، ۲۰۰۱/۲۷، ۲۰۰۱/۲۸، ۲۰۰۱/۲۹، ۲۰۰۱/۳۰، ۲۰۰۱/۳۱، ۲۰۰۱/۳۲، ۲۰۰۱/۳۳، ۲۰۰۱/۳۴، ۲۰۰۱/۳۵، ۲۰۰۱/۳۶، ۲۰۰۱/۳۷، ۲۰۰۱/۳۸، ۲۰۰۱/۳۹، ۲۰۰۱/۴۰، ۲۰۰۱/۴۱، ۲۰۰۱/۴۲، ۲۰۰۱/۴۳، ۲۰۰۱/۴۴، ۲۰۰۱/۴۵، ۲۰۰۱/۴۶، ۲۰۰۱/۴۷، ۲۰۰۱/۴۸، ۲۰۰۱/۴۹، ۲۰۰۱/۵۰، ۲۰۰۱/۵۱، ۲۰۰۱/۵۲، ۲۰۰۱/۵۳، ۲۰۰۱/۵۴، ۲۰۰۱/۵۵، ۲۰۰۱/۵۶، ۲۰۰۱/۵۷، ۲۰۰۱/۵۸، ۲۰۰۱/۵۹، ۲۰۰۱/۶۰، ۲۰۰۱/۶۱، ۲۰۰۱/۶۲، ۲۰۰۱/۶۳، ۲۰۰۱/۶۴، ۲۰۰۱/۶۵، ۲۰۰۱/۶۶، ۲۰۰۱/۶۷، ۲۰۰۱/۶۸، ۲۰۰۱/۶۹، ۲۰۰۱/۷۰، ۲۰۰۱/۷۱، ۲۰۰۱/۷۲، ۲۰۰۱/۷۳، ۲۰۰۱/۷۴، ۲۰۰۱/۷۵، ۲۰۰۱/۷۶، ۲۰۰۱/۷۷، ۲۰۰۱/۷۸، ۲۰۰۱/۷۹، ۲۰۰۱/۸۰، ۲۰۰۱/۸۱، ۲۰۰۱/۸۲، ۲۰۰۱/۸۳، ۲۰۰۱/۸۴، ۲۰۰۱/۸۵، ۲۰۰۱/۸۶، ۲۰۰۱/۸۷، ۲۰۰۱/۸۸، ۲۰۰۱/۸۹، ۲۰۰۱/۹۰، ۲۰۰۱/۹۱، ۲۰۰۱/۹۲، ۲۰۰۱/۹۳، ۲۰۰۱/۹۴، ۲۰۰۱/۹۵، ۲۰۰۱/۹۶، ۲۰۰۱/۹۷، ۲۰۰۱/۹۸، ۲۰۰۱/۹۹، ۲۰۰۱/۱۰۰، ۲۰۰۱/۱۰۱، ۲۰۰۱/۱۰۲، ۲۰۰۱/۱۰۳، ۲۰۰۱/۱۰۴، ۲۰۰۱/۱۰۵، ۲۰۰۱/۱۰۶، ۲۰۰۱/۱۰۷، ۲۰۰۱/۱۰۸، ۲۰۰۱/۱۰۹، ۲۰۰۱/۱۱۰، ۲۰۰۱/۱۱۱، ۲۰۰۱/۱۱۲، ۲۰۰۱/۱۱۳، ۲۰۰۱/۱۱۴، ۲۰۰۱/۱۱۵، ۲۰۰۱/۱۱۶، ۲۰۰۱/۱۱۷، ۲۰۰۱/۱۱۸، ۲۰۰۱/۱۱۹، ۲۰۰۱/۱۲۰، ۲۰۰۱/۱۲۱، ۲۰۰۱/۱۲۲، ۲۰۰۱/۱۲۳، ۲۰۰۱/۱۲۴، ۲۰۰۱/۱۲۵، ۲۰۰۱/۱۲۶، ۲۰۰۱/۱۲۷، ۲۰۰۱/۱۲۸، ۲۰۰۱/۱۲۹، ۲۰۰۱/۱۳۰، ۲۰۰۱/۱۳۱، ۲۰۰۱/۱۳۲، ۲۰۰۱/۱۳۳، ۲۰۰۱/۱۳۴، ۲۰۰۱/۱۳۵، ۲۰۰۱/۱۳۶، ۲۰۰۱/۱۳۷، ۲۰۰۱/۱۳۸، ۲۰۰۱/۱۳۹، ۲۰۰۱/۱۴۰، ۲۰۰۱/۱۴۱، ۲۰۰۱/۱۴۲، ۲۰۰۱/۱۴۳، ۲۰۰۱/۱۴۴، ۲۰۰۱/۱۴۵، ۲۰۰۱/۱۴۶، ۲۰۰۱/۱۴۷، ۲۰۰۱/۱۴۸، ۲۰۰۱/۱۴۹، ۲۰۰۱/۱۵۰، ۲۰۰۱/۱۵۱، ۲۰۰۱/۱۵۲، ۲۰۰۱/۱۵۳، ۲۰۰۱/۱۵۴، ۲۰۰۱/۱۵۵، ۲۰۰۱/۱۵۶، ۲۰۰۱/۱۵۷، ۲۰۰۱/۱۵۸، ۲۰۰۱/۱۵۹، ۲۰۰۱/۱۶۰، ۲۰۰۱/۱۶۱، ۲۰۰۱/۱۶۲، ۲۰۰۱/۱۶۳، ۲۰۰۱/۱۶۴، ۲۰۰۱/۱۶۵، ۲۰۰۱/۱۶۶، ۲۰۰۱/۱۶۷، ۲۰۰۱/۱۶۸، ۲۰۰۱/۱۶۹، ۲۰۰۱/۱۷۰، ۲۰۰۱/۱۷۱، ۲۰۰۱/۱۷۲، ۲۰۰۱/۱۷۳، ۲۰۰۱/۱۷۴، ۲۰۰۱/۱۷۵، ۲۰۰۱/۱۷۶، ۲۰۰۱/۱۷۷، ۲۰۰۱/۱۷۸، ۲۰۰۱/۱۷۹، ۲۰۰۱/۱۸۰، ۲۰۰۱/۱۸۱، ۲۰۰۱/۱۸۲، ۲۰۰۱/۱۸۳، ۲۰۰۱/۱۸۴، ۲۰۰۱/۱۸۵، ۲۰۰۱/۱۸۶، ۲۰۰۱/۱۸۷، ۲۰۰۱/۱۸۸، ۲۰۰۱/۱۸۹، ۲۰۰۱/۱۹۰، ۲۰۰۱/۱۹۱، ۲۰۰۱/۱۹۲، ۲۰۰۱/۱۹۳، ۲۰۰۱/۱۹۴، ۲۰۰۱/۱۹۵، ۲۰۰۱/۱۹۶، ۲۰۰۱/۱۹۷، ۲۰۰۱/۱۹۸، ۲۰۰۱/۱۹۹، ۲۰۰۱/۲۰۰، ۲۰۰۱/۲۰۱، ۲۰۰۱/۲۰۲، ۲۰۰۱/۲۰۳، ۲۰۰۱/۲۰۴، ۲۰۰۱/۲۰۵، ۲۰۰۱/۲۰۶، ۲۰۰۱/۲۰۷، ۲۰۰۱/۲۰۸، ۲۰۰۱/۲۰۹، ۲۰۰۱/۲۱۰، ۲۰۰۱/۲۱۱، ۲۰۰۱/۲۱۲، ۲۰۰۱/۲۱۳، ۲۰۰۱/۲۱۴، ۲۰۰۱/۲۱۵، ۲۰۰۱/۲۱۶، ۲۰۰۱/۲۱۷، ۲۰۰۱/۲۱۸، ۲۰۰۱/۲۱۹، ۲۰۰۱/۲۲۰، ۲۰۰۱/۲۲۱، ۲۰۰۱/۲۲۲، ۲۰۰۱/۲۲۳، ۲۰۰۱/۲۲۴، ۲۰۰۱/۲۲۵، ۲۰۰۱/۲۲۶، ۲۰۰۱/۲۲۷، ۲۰۰۱/۲۲۸، ۲۰۰۱/۲۲۹، ۲۰۰۱/۲۳۰، ۲۰۰۱/۲۳۱، ۲۰۰۱/۲۳۲، ۲۰۰۱/۲۳۳، ۲۰۰۱/۲۳۴، ۲۰۰۱/۲۳۵، ۲۰۰۱/۲۳۶، ۲۰۰۱/۲۳۷، ۲۰۰۱/۲۳۸، ۲۰۰۱/۲۳۹، ۲۰۰۱/۲۴۰، ۲۰۰۱/۲۴۱، ۲۰۰۱/۲۴۲، ۲۰۰۱/۲۴۳، ۲۰۰۱/۲۴۴، ۲۰۰۱/۲۴۵، ۲۰۰۱/۲۴۶، ۲۰۰۱/۲۴۷، ۲۰۰۱/۲۴۸، ۲۰۰۱/۲۴۹، ۲۰۰۱/۲۵۰، ۲۰۰۱/۲۵۱، ۲۰۰۱/۲۵۲، ۲۰۰۱/۲۵۳، ۲۰۰۱/۲۵۴، ۲۰۰۱/۲۵۵، ۲۰۰۱/۲۵۶، ۲۰۰۱/۲۵۷، ۲۰۰۱/۲۵۸، ۲۰۰۱/۲۵۹، ۲۰۰۱/۲۶۰، ۲۰۰۱/۲۶۱، ۲۰۰۱/۲۶۲، ۲۰۰۱/۲۶۳، ۲۰۰۱/۲۶۴، ۲۰۰۱/۲۶۵، ۲۰۰۱/۲۶۶، ۲۰۰۱/۲۶۷، ۲۰۰۱/۲۶۸، ۲۰۰۱/۲۶۹، ۲۰۰۱/۲۷۰، ۲۰۰۱/۲۷۱، ۲۰۰۱/۲۷۲، ۲۰۰۱/۲۷۳، ۲۰۰۱/۲۷۴، ۲۰۰۱/۲۷۵، ۲۰۰۱/۲۷۶، ۲۰۰۱/۲۷۷، ۲۰۰۱/۲۷۸، ۲۰۰۱/۲۷۹، ۲۰۰۱/۲۸۰، ۲۰۰۱/۲۸۱، ۲۰۰۱/۲۸۲، ۲۰۰۱/۲۸۳، ۲۰۰۱/۲۸۴، ۲۰۰۱/۲۸۵، ۲۰۰۱/۲۸۶، ۲۰۰۱/۲۸۷، ۲۰۰۱/۲۸۸، ۲۰۰۱/۲۸۹، ۲۰۰۱/۲۹۰، ۲۰۰۱/۲۹۱، ۲۰۰۱/۲۹۲، ۲۰۰۱/۲۹۳، ۲۰۰۱/۲۹۴، ۲۰۰۱/۲۹۵، ۲۰۰۱/۲۹۶، ۲۰۰۱/۲۹۷، ۲۰۰۱/۲۹۸، ۲۰۰۱/۲۹۹، ۲۰۰۱/۳۰۰، ۲۰۰۱/۳۰۱، ۲۰۰۱/۳۰۲، ۲۰۰۱/۳۰۳، ۲۰۰۱/۳۰۴، ۲۰۰۱/۳۰۵، ۲۰۰۱/۳۰۶، ۲۰۰۱/۳۰۷، ۲۰۰۱/۳۰۸، ۲۰۰۱/۳۰۹، ۲۰۰۱/۳۱۰، ۲۰۰۱/۳۱۱، ۲۰۰۱/۳۱۲، ۲۰۰۱/۳۱۳، ۲۰۰۱/۳۱۴، ۲۰۰۱/۳۱۵، ۲۰۰۱/۳۱۶، ۲۰۰۱/۳۱۷، ۲۰۰۱/۳۱۸، ۲۰۰۱/۳۱۹، ۲۰۰۱/۳۲۰، ۲۰۰۱/۳۲۱، ۲۰۰۱/۳۲۲، ۲۰۰۱/۳۲۳، ۲۰۰۱/۳۲۴، ۲۰۰۱/۳۲۵، ۲۰۰۱/۳۲۶، ۲۰۰۱/۳۲۷، ۲۰۰۱/۳۲۸، ۲۰۰۱/۳۲۹، ۲۰۰۱/۳۳۰، ۲۰۰۱/۳۳۱، ۲۰۰۱/۳۳۲، ۲۰۰۱/۳۳۳، ۲۰۰۱/۳۳۴، ۲۰۰۱/۳۳۵، ۲۰۰۱/۳۳۶، ۲۰۰۱/۳۳۷، ۲۰۰۱/۳۳۸، ۲۰۰۱/۳۳۹، ۲۰۰۱/۳۴۰، ۲۰۰۱/۳۴۱، ۲۰۰۱/۳۴۲، ۲۰۰۱/۳۴۳، ۲۰۰۱/۳۴۴، ۲۰۰۱/۳۴۵، ۲۰۰۱/۳۴۶، ۲۰۰۱/۳۴۷، ۲۰۰۱/۳۴۸، ۲۰۰۱/۳۴۹، ۲۰۰۱/۳۵۰، ۲۰۰۱/۳۵۱، ۲۰۰۱/۳۵۲، ۲۰۰۱/۳۵۳، ۲۰۰۱/۳۵۴، ۲۰۰۱/۳۵۵، ۲۰۰۱/۳۵۶، ۲۰۰۱/۳۵۷، ۲۰۰۱/۳۵۸، ۲۰۰۱/۳۵۹، ۲۰۰۱/۳۶۰، ۲۰۰۱/۳۶۱، ۲۰۰۱/۳۶۲، ۲۰۰۱/۳۶۳، ۲۰۰۱/۳۶۴، ۲۰۰۱/۳۶۵، ۲۰۰۱/۳۶۶، ۲۰۰۱/۳۶۷، ۲۰۰۱/۳۶۸، ۲۰۰۱/۳۶۹، ۲۰۰۱/۳۷۰، ۲۰۰۱/۳۷۱، ۲۰۰۱/۳۷۲، ۲۰۰۱/۳۷۳، ۲۰۰۱/۳۷۴، ۲۰۰۱/۳۷۵، ۲۰۰۱/۳۷۶، ۲۰۰۱/۳۷۷، ۲۰۰۱/۳۷۸، ۲۰۰۱/۳۷۹، ۲۰۰۱/۳۸۰، ۲۰۰۱/۳۸۱، ۲۰۰۱/۳۸۲، ۲۰۰۱/۳۸۳، ۲۰۰۱/۳۸۴، ۲۰۰۱/۳۸۵، ۲۰۰۱/۳۸۶، ۲۰۰۱/۳۸۷، ۲۰۰۱/۳۸۸، ۲۰۰۱/۳۸۹، ۲۰۰۱/۳۹۰، ۲۰۰۱/۳۹۱، ۲۰۰۱/۳۹۲، ۲۰۰۱/۳۹۳، ۲۰۰۱/۳۹۴، ۲۰۰۱/۳۹۵، ۲۰۰۱/۳۹۶، ۲۰۰۱/۳۹۷، ۲۰۰۱/۳۹۸، ۲۰۰۱/۳۹۹، ۲۰۰۱/۴۰۰، ۲۰۰۱/۴۰۱، ۲۰۰۱/۴۰۲، ۲۰۰۱/۴۰۳، ۲۰۰۱/۴۰۴، ۲۰۰۱/۴۰۵، ۲۰۰۱/۴۰۶، ۲۰۰۱/۴۰۷، ۲۰۰۱/۴۰۸، ۲۰۰۱/۴۰۹، ۲۰۰۱/۴۱۰، ۲۰۰۱/۴۱۱، ۲۰۰۱/۴۱۲، ۲۰۰۱/۴۱۳، ۲۰۰۱/۴۱۴، ۲۰۰۱/۴۱۵، ۲۰۰۱/۴۱۶، ۲۰۰۱/۴۱۷، ۲۰۰۱/۴۱۸، ۲۰۰۱/۴۱۹، ۲۰۰۱/۴۲۰، ۲۰۰۱/۴۲۱، ۲۰۰۱/۴۲۲، ۲۰۰۱/۴۲۳، ۲۰۰۱/۴۲۴، ۲۰۰۱/۴۲۵، ۲۰۰۱/۴۲۶، ۲۰۰۱/۴۲۷، ۲۰۰۱/۴۲۸، ۲۰۰۱/۴۲۹، ۲۰۰۱/۴۳۰، ۲۰۰۱/۴۳۱، ۲۰۰۱/۴۳۲، ۲۰۰۱/۴۳۳، ۲۰۰۱/۴۳۴، ۲۰۰۱/۴۳۵، ۲۰۰۱/۴۳۶، ۲۰۰۱/۴۳۷، ۲۰۰۱/۴۳۸، ۲۰۰۱/۴۳۹، ۲۰۰۱/۴۴۰، ۲۰۰۱/۴۴۱، ۲۰۰۱/۴۴۲، ۲۰۰۱/۴۴۳، ۲۰۰۱/۴۴۴، ۲۰۰۱/۴۴۵، ۲۰۰۱/۴۴۶، ۲۰۰۱/۴۴۷، ۲۰۰۱/۴۴۸، ۲۰۰۱/۴۴۹، ۲۰۰۱/۴۵۰، ۲۰۰۱/۴۵۱، ۲۰۰۱/۴۵۲، ۲۰۰۱/۴۵۳، ۲۰۰۱/۴۵۴، ۲۰۰۱/۴۵۵، ۲۰۰۱/۴۵۶، ۲۰۰۱/۴۵۷، ۲۰۰۱/۴۵۸، ۲۰۰۱/۴۵۹، ۲۰۰۱/۴۶۰، ۲۰۰۱/۴۶۱، ۲۰۰۱/۴۶۲، ۲۰۰۱/۴۶۳، ۲۰۰۱/۴۶۴، ۲۰۰۱/۴۶۵، ۲۰۰۱/۴۶۶، ۲۰۰۱/۴۶۷، ۲۰۰۱/۴۶۸، ۲۰۰۱/۴۶۹، ۲۰۰۱/۴۷۰، ۲۰۰۱/۴۷۱، ۲۰۰۱/۴۷۲، ۲۰۰۱/۴۷۳، ۲۰۰۱/۴۷۴، ۲۰۰۱/۴۷۵، ۲۰۰۱/۴۷۶، ۲۰۰۱/۴۷۷، ۲۰۰۱/۴۷۸، ۲۰۰۱/۴۷۹، ۲۰۰۱/۴۸۰، ۲۰۰۱/۴۸۱، ۲۰۰۱/۴۸۲، ۲۰۰۱/۴۸۳، ۲۰۰۱/۴۸۴، ۲۰۰۱/۴۸۵، ۲۰۰۱/۴۸۶، ۲۰۰۱/۴۸۷، ۲۰۰۱/۴۸۸، ۲۰۰۱/۴۸۹، ۲۰۰۱/۴۹۰، ۲۰۰۱/۴۹۱، ۲۰۰۱/۴۹۲، ۲۰۰۱/۴۹۳، ۲۰۰۱/۴۹۴، ۲۰۰۱/۴۹۵، ۲۰۰۱/۴۹۶، ۲۰۰۱/۴۹۷، ۲۰۰۱/۴۹۸، ۲۰۰۱/۴۹۹، ۲۰۰۱/۵۰۰، ۲۰۰۱/۵۰۱، ۲۰۰۱/۵۰۲، ۲۰۰۱/۵۰۳، ۲۰۰۱/۵۰۴، ۲۰۰۱/۵۰۵، ۲۰۰۱/۵۰۶، ۲۰۰۱/۵۰۷، ۲۰۰۱/۵۰۸، ۲۰۰۱/۵۰۹، ۲۰۰۱/۵۱۰، ۲۰۰۱/۵۱۱، ۲۰۰۱/۵۱۲، ۲۰۰۱/۵۱۳، ۲۰۰۱/۵۱۴، ۲۰۰۱/۵۱۵، ۲۰۰۱/۵۱۶، ۲۰۰۱/۵۱۷، ۲۰۰۱/۵۱۸، ۲۰۰۱/۵۱۹، ۲۰۰۱/۵۲۰، ۲۰۰۱/۵۲۱، ۲۰۰۱/۵۲۲، ۲۰۰۱/۵۲۳، ۲۰۰۱/۵۲۴، ۲۰۰۱/۵۲۵، ۲۰۰۱/۵۲۶، ۲۰۰۱/۵۲۷، ۲۰۰۱/۵۲۸، ۲۰۰۱/۵۲۹، ۲۰۰۱/۵۳۰، ۲۰۰۱/۵۳۱، ۲۰۰۱/۵۳۲، ۲۰۰۱/۵۳۳، ۲۰۰۱/۵۳۴، ۲۰۰۱/۵۳۵، ۲۰۰۱/۵۳۶، ۲۰۰۱/۵۳۷، ۲۰۰۱/۵۳۸، ۲۰۰۱/۵۳۹، ۲۰۰۱/۵۴۰، ۲۰۰۱/۵۴۱، ۲۰۰۱/۵۴۲، ۲۰۰۱/۵۴۳، ۲۰۰۱/۵۴۴، ۲۰۰۱/۵۴۵، ۲۰۰۱/۵۴۶، ۲۰۰۱/۵۴۷، ۲۰۰۱/۵۴۸، ۲۰۰۱/۵۴۹، ۲۰۰۱/۵۵۰، ۲۰۰۱/۵۵۱، ۲۰۰۱/۵۵۲، ۲۰۰۱/۵۵۳، ۲۰۰۱/۵۵۴، ۲۰۰۱/۵۵۵، ۲۰۰۱/۵۵۶، ۲۰۰۱/۵۵۷، ۲۰۰۱/۵۵۸، ۲۰۰۱/۵۵۹، ۲۰۰۱/۵۶۰، ۲۰۰۱/۵۶۱، ۲۰۰۱/۵۶۲، ۲۰۰۱/۵۶۳، ۲۰۰۱/۵۶۴، ۲۰۰۱/۵۶۵، ۲۰۰۱/۵۶۶، ۲۰۰۱/۵۶۷، ۲۰۰۱/۵۶۸، ۲۰۰۱/۵۶۹، ۲۰۰۱/۵۷۰، ۲۰۰۱/۵۷۱، ۲۰۰۱/۵۷۲، ۲۰۰۱/۵۷۳، ۲۰۰۱/۵۷۴، ۲۰۰۱/۵۷۵، ۲۰۰۱/۵۷۶، ۲۰۰۱/۵۷۷، ۲۰۰۱/۵۷۸، ۲۰۰۱/۵۷۹، ۲۰۰۱/۵۸۰، ۲۰۰۱/۵۸۱، ۲۰۰۱/۵۸۲، ۲۰۰۱/۵۸۳، ۲۰۰۱/۵۸۴، ۲۰۰۱/۵۸۵، ۲۰۰۱/۵۸۶، ۲۰۰۱/۵۸۷، ۲۰۰۱/۵۸۸، ۲۰۰۱/۵۸۹، ۲۰۰۱/۵۹۰، ۲۰۰۱/۵۹۱، ۲۰۰۱/۵۹۲، ۲۰۰۱/۵۹۳، ۲۰۰۱/۵۹۴، ۲۰۰۱/۵۹۵، ۲۰۰۱/۵۹۶، ۲۰۰۱/۵۹۷، ۲۰۰۱/۵۹۸، ۲۰۰۱/۵۹۹، ۲۰۰۱/۶۰۰، ۲۰۰۱/۶۰۱، ۲۰۰۱/۶۰۲، ۲۰۰۱/۶۰۳، ۲۰۰۱/۶۰۴، ۲۰۰۱/۶۰۵، ۲۰۰۱/۶۰۶، ۲۰۰۱/۶۰۷، ۲۰۰۱/۶۰۸، ۲۰۰۱/۶۰۹، ۲۰۰۱/۶۱۰، ۲۰۰۱/۶۱۱، ۲۰۰۱/۶۱۲، ۲۰۰۱/۶۱۳، ۲۰۰۱/۶۱۴، ۲۰۰۱/۶۱۵، ۲۰۰۱/۶۱۶، ۲۰۰۱/۶۱۷، ۲۰۰۱/۶۱۸، ۲۰۰۱/۶۱۹، ۲۰۰۱/۶۲۰، ۲۰۰۱/۶۲۱، ۲۰۰۱/۶۲۲، ۲۰۰۱/۶۲۳، ۲۰۰۱/۶۲۴، ۲۰۰۱/۶۲۵، ۲۰۰۱/۶۲۶، ۲۰۰۱/۶۲۷، ۲۰۰۱/۶۲۸، ۲۰۰۱/۶۲۹، ۲۰۰۱/۶۳۰، ۲۰۰۱/۶۳۱، ۲۰۰۱/۶۳۲، ۲۰۰۱/۶۳۳، ۲۰۰۱/۶۳۴، ۲۰۰۱/۶۳۵، ۲۰۰۱/۶۳۶، ۲۰۰۱/۶۳۷، ۲۰۰۱/۶۳۸، ۲۰۰۱/۶۳۹، ۲۰۰۱/۶۴۰، ۲۰۰۱/۶۴۱، ۲۰۰۱/۶۴۲، ۲۰۰۱/۶۴۳، ۲۰۰۱/۶۴۴، ۲۰۰۱/۶۴۵، ۲۰۰۱/۶۴۶، ۲۰۰۱/۶۴۷، ۲۰۰۱/۶۴۸، ۲۰۰۱/۶۴۹، ۲۰۰۱/۶۵۰، ۲۰۰۱/۶۵۱، ۲۰۰۱/۶۵۲، ۲۰۰۱/۶۵۳، ۲۰۰۱/۶۵۴، ۲۰۰۱/۶۵۵، ۲۰۰۱/۶۵۶، ۲۰۰۱/۶۵۷، ۲۰۰۱/۶۵۸، ۲۰۰۱/۶۵

۲۔ کتاب الاوسط کا تحقیقی تجزیہ :

اس کتاب کی اہمیت اور شہرت الوجیز سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ متاخرین، اصولیین نے اس کتاب کو بھی مرکز نگاہ بنایا۔ امام شوکانی نے ارشاد اللہول میں تقریباً دس مقامات پر اور جمال الدین اسنوی نے نہایت السول میں بھی کئی مقامات پر اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

(۳) کتاب البسیط :

اس کتاب سے متاخرین کے استفادہ کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۴) کتاب الوسیط :

اس سے استفادہ کے بارے میں بھی ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۵) کتاب التعجیز :

اکثر تراجم کی کتب میں اس کتاب کا ذکر نہیں ملتا مگر علامہ اسنوی نے نہایت السول میں "فی مسالۃ مفہوم اللقب" میں ابن برہان کی اس کتاب کا ذکر کیا وہ فرماتے ہیں :

"وحکی ابن برہان فی التعجیز قولاً ثالثاً فی مفہوم اللقب انه حجة فی اسماء الانواع الغنم
دون اسماء الاشخاص کزید...."

(اور ابن برہان نے تعجیز میں قول ثالث "فی مفہوم اللقب" میں بیان کیا کہ وہ غنم کی انواع کے اسماء میں توجت ہے لیکن اسماء اشخاص جیسے زید۔۔۔ میں جت نہیں ہے)

(۶) کتاب الوصول الی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

ابن برہان نے "الوصول" کے مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں لکھا :

"هذا کتاب اختصرته فی فن اصول الفقه لیسهل علی المبتدی حفظه وضبطه، واضربنا عن
الاطناب والتطویل اذ به تضعیف الفائدة، وخیر الکلام ما قبل ودل"

(میں نے فن اصول فقہ میں اس کتاب کا اختصار کیا تاکہ مبتدی کے لئے اس کا حفظ اور ضبط آسان ہو جائے ہم نے غیر ضروری طوالت سے اجتناب کیا کیوں کہ وہ بے فائدہ ہے اور بہتر کلام وہ ہوتا ہے جو مختصر ہو اور دلیل کے ساتھ ہو۔) مگر ابن برہان کے اس بیان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس کتاب کا اختصار ہے آیا یہ اصول فقہ پر ان کی دیگر پانچ کتب میں سے کسی ایک کا اختصار ہے یا اصول فقہ پر کسی اور مصنف کی کتاب کا اختصار ہے۔

۱۔ الوصول الی الاصول، ابن برہان البراء، ترجمہ علی محمد الوکیل شامی، متوفی ۵۲۰ھ ص ۳۸۔ ریاض : مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء۔

بہر حال کتاب "الوصول" اصول فقہ کے صحیح ابواب اور معظم مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب ہے اس کا مختصر ہونا نہ تو قاری کے فہم پر نخل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طوالت اکتاہٹ پیدا کرتی ہے وہ سوائے ایک جگہ کے تمام مقامات پر اپنے استاذ امام غزالی کا نام لے بغیر ان سے نقل کرتے ہیں وہ امام غزالی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فذهب الغزالی قدس الله روحه الى انها سوال باطل.....

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب امام غزالی کی وفات کے بعد تالیف کی تھی۔ وہ امام غزالی سے متاثر نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قاری اس کتاب کے اسلوب و ترتیب کو "المنحول" سے بہت قریب پاتا ہے۔ اسی طرح امام الحرمین کی البرہان سے بھی متاثر لگتے ہیں۔ ابن برہان امام الحرمین اور اپنے دوسرے استاذہ کی آراء کو کئی مقامات پر نقل کرتے ہیں مگر وہ تعظیماً "شیخنا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ امام الحرمین کی تربیت سے صرف اس وقت ہٹتے ہیں جب کوئی مسئلہ اصول فقہ سے کم تعلق رکھتا ہو تو وہ اسے بیان نہیں کرتے جیسے الکلام فی مدارک العلوم و ادلتها و مراتبها و معانی السحروف وغیرہ اور بعض چیزوں کے اصول فقہ سے قریبی تعلق کی بناء پر ان کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں جیسے لغوی مسائل میں حقیقت، ہجاز، مجمل کی بعض ابجاث، ابن برہان اپنے استاذ امام الحرمین کی طرح استاد ابواسحاق الاسفرائینی اور قاضی ابوبکر باقلانی کی آراء پر اعتماد کرنے میں مساوی و مشارک نظر آتے ہیں۔

قاضی ابوالولید بن رشد مالکی (۴۵۵ھ - ۵۲۰ھ) ^۱

اپنے زمانے میں اندلس و مغرب کے زعیم فقہاء میں سے تھے عمدہ تالیف پر قدرت رکھتے اصول، فروع، فرائض اور بہت سے علوم میں دسترس تھی۔ روایت و درایت کا خوب علم رکھتے تھے، کم گو اور بہت حیاء کرنے والے شخص تھے۔ ۵۱۱ھ میں قرطبہ کے قاضی بنائے گئے۔ ابوجعفر بن رزق سے تفقہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض آپ کے تلامذہ میں سے ہیں، کثیر التصانیف شخص تھے۔

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "البيان والتحصيل، لما فی استخراجہ بن التوجیہ والتعلیل" تالیف کی یہ ایک عظیم کتاب ہے جو میں سے زائد مجلدات پر مشتمل ہے۔ ^۲

ابوبکر الطرطوشی مالکی (۴۵۱ھ - ۵۲۰ھ) ^۳

مالکی فقیہ تھے۔ اندلس میں ابوالولید باجی سے زانوئے تلمذ طے کیا، حجاز مقدس، بغداد، بصرہ، شام اور اسکندریہ کے علمی دورے کئے اور امیر شافعیہ ابوبکر المشاشی ابوعلی العستری وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔ فقہ، مسائل الخلاف، اصول، فرائض وغیرہ میں ید طولی رکھتے زاہد متقی اور متواضع تھے۔ قاضی عیاض آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

۱۔ ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی (۱۰۶۳/۱۱۲۶م) قرطبہ میں وفات پائی۔

۲۔ الدبیان، ابن فرعون مالکی متوفی ۶۹۹ھ، ص ۳۷۳، حدیۃ العارفین، ۲/ ۸۵، معجم الوفین، رضا کمال، ۲۲۸/ ۸، الصحیحین، ۱۱۳/ ۲، ۱۵۰۔

۳۔ ابوبکر محمد بن ابوالولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن ایوب القرشی البصری اللاندکی الطرطوشی (۱۰۵۹/۱۱۲۶م)، ابن ابی رندقہ سے معروف تھے اندلس میں ولادت اور اسکندریہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مسائل الخلاف“ اور ”مسائل اصول فقہ“ پر تعلقہ تالیف کیا۔
ابن السید البطلیوسی مالکی (۴۴۴ھ-۵۲۱ھ) ۴
نحوی، ادیب، شاعر، محدث اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التنبیہ علی الاسباب الموجبة لاختلاف الفقهاء فی الاصول“ تالیف کی۔ ۵

حسین اللامشی (۴۲۱ھ-۵۲۲ھ) ۴

امام، فاضل اور ثقہ تھے ابو بکر محمد بن حسن بن منصور النسی سے اخذِ علم کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی جو فاس میں قرودین کی لائبریری میں ۶۳۳ نمبر کے تحت موجود ہے۔ ۵

الباہری المالکی (متوفی ۵۲۳ھ) ۴

فقہ، اصولی مفسر، اور عادل قاضی تھے۔ علم کی نشر و اشاعت کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ ابوالولید باجی اور ابن زیتون سے اخذِ علم کیا مصر و مکہ تشریف لائے۔ امام زحشری نے ان کی خدمت میں آخر سیبویہ کی کتاب پڑھی کیونکہ ان کو اس میں مہارت حاصل تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”المدخل فی الاصول“ تالیف کی حدیث العارفتین میں ان کی کتاب کا نام ”مجموعۃ فی اصول الفقہ“ مذکور ہے۔ ۶

ابو الطاہر التتوخی مالکی (متوفی ۵۲۶ھ بعدہ) ۵

امام، عالم، مفتی اور مذہب کے حافظ تھے۔ اصول فقہ، حدیث اور لغت عربیہ میں امام تھے۔ مالکی مذہب کے ممتاز علماء میں سے تھے تقلید سے اجتناب و ترجیح کی برتری ظاہر کرتے۔

انہوں نے کتاب ”انوار البدیعة الی اسرار الشریعة، التہذیب علی التہذیب التنبیہ علی مبادی التوجیہ“ تالیف کیں۔ ابو الطاہر التتوخی قواعد اصول فقہ سے فروع کے احکام کا استنباط کرتے تھے اور اپنی اس کتاب ”التنبیہ“ میں استنباط کے اسی صحیح کو اپنایا ہے اگرچہ شیخ تقی الدین بن دقین العید نے استنباط کے اس طریقہ کو غیر مفید

۱۔ حسن الحامزہ، امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ۲۱۳/۱، وفيات الاعیان، ابن خلدون، ۴۸۰، ۴۷۹/۱، الدیاج، ابن فرعون ص ۲۴۱، حدیث

العارفتین، ۸۵/۲، مجملہ المجلدین، ۹۲/۱۲۔ ۲۔ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن السید المطہی (۱۰۵۹ھ/۱۱۲۶ھ)۔

۳۔ اللعالمین، ۱۹/۲۔ ۴۔ ابوالقاسم حسین بن علی عماد الدین الملامشی (۱۰۳۹ھ/۱۱۲۸ھ)۔

۵۔ الفوائد العریضہ، عبدالحی کھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۶۷، مجملہ الاصولین، ۷۰/۲ (۳۰۵)۔

۶۔ ابو بکر عبداللہ بن ظہر بن محمد بن عبداللہ الباہری الاشبلی الاندلسی متوفی ۱۱۲۸ھ، اندلس میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۷۔ حدیث العارفتین، ۳۵۵/۵، اللعالمین، ۲/۱۲۔ ۸۔ ابو الطاہر ابوالحسین بن عبدالصمد بن بشر اللعالمی متوفی ۱۱۳۲ھ۔

کہا ہے، کیونکہ فردوع کی تخریج قواعد اصولیہ سے جدا اور بعید نہیں ہوتی اور ابوطاہر نے اس کتاب میں تقلید کی زیادہ پیروی کے اسلوب کو نہیں اختیار کیا۔ آپ شہید کئے گئے آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ آپ نے اپنی کتاب ”المختصر“ کی تکمیل کی تاریخ ۵۲۶ھ ذکر کی ہے اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۵۲۶ھ کے بعد ہی آپ کا انتقال ہوا ہوگا۔^۱

الفراء محمد بن محمد الحنبلی (۴۷۵ھ-۵۲۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”المجرد فی الاصول“ تالیف کی۔^۲

ابوالحسن بن الزاعونی حنبلی (۴۵۵ھ-۵۲۷ھ)^۳

فقیر، اصولی، محدث، نحوی، لغوی اور واعظ تھے ابن جوزی آپ کے اساتذہ اور ابن عساکر آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے شیخ الحنابلہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غرر البیان فی الاصول یہ کتاب چند مجلدات پر مشتمل ہے۔

۲۔ مجموعات فی المذہب والاصول۔^۴

امیہ بن ابی الصلت الاندلسی (متوفی ۴۶۰ھ-۵۲۹ھ)

عالم، ادیب، حکیم، شاعر اور مخم تھے۔ انہوں نے کتاب ”الانتصار فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۵

ابوالحسن الکرچی شافعی (۴۵۵ھ-۵۳۲ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الذرائع فی علم الشرائع . ۲۔ سد الذرائع، یہ مذکور الذکر کتاب الذرائع کی شرح ہے۔

۳۔ الفصول فی اعتقاد ائمة الفحول۔^۶

۱۔ الدیراج، ابن فرعون ماکلی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۳۲، ۱۳۳، اللخ المستمین ۲/۲۲۔

۲۔ محمد بن محمد بن حسین بن محمد بن احمد بن خلف بن الفراء ابو حازم بن قاضی البویعلی بغدادی، حدیث العارفین ۶/۸۶۔

۳۔ ابوالحسن علی بن سعید اللہ بن نصر بن سعید اللہ بن ہبل بن سری الزاعونی (۱۰۶۲/۱۱۳۳م) ابن زاعونی سے معروف تھے۔ بغداد میں ولادت ہوئی۔

۴۔ حدیث العارفین ۵/۶۹۶، اللخ المستمین ۲/۲۳۔

۵۔ امیہ بن عبدالعزیز ابی الصلت الاندلسی الدانی الاشہلی (۱۰۶۸/۱۱۳۵م) اندلس میں ولادت اور افریقہ میں وفات پائی ان کی تاریخ وفات ۵۲۶ھ بھی بیان کی گئی ہیں۔ مجمل الاصولین ۱/۲۸۳۔ (۲۲۷) مجمل الادباء ۷/۷۰۷۔

۶۔ ابوالحسن محمد بن عبدالملک بن محمد بن عمر بن ابی طالب الکرچی۔ اسپہانی وھدان کے مابین پہاڑی شہروں کی طرف نسبت سے کرچی کہلاتے ہیں حدیث العارفین ۶/۸۷۔

ابن الخشاب شافعی (متوفی ۵۳۳ھ) ۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ابواسحاق الشیرازی کی "اللمع" کی شرح لکھی۔ ۲

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۳۳ھ) ۳

علم النظر، فقہ و اصول میں ید طولی رکھتے تھے۔ بخاری میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ بخاری میں ابوالفاجر عبدالعزیز بن عمر سے تفقہ حاصل کیا۔ امام الحرمین ابوالقاسم محمد بن عبداللہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

مؤلفات اصولیہ : "کفایۃ الفحول فی علم الاصول"۔ ۴

امام المازری مالکی (۴۵۳ھ-۵۳۶ھ) ۵

ادیب، حافظ، طبیب، فقیہ، اصولی، ریاضی، متکلم تھے۔ ابن فرحون نے لکھا کہ اقطار ارض میں کوئی مالکی ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقیہ نہ تھا۔ آپ نے ابوالحسن اللخمی وغیرہ سے علم حاصل کیا، بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ابوالعالی کی کتاب "البرہان" کی شرح لکھی اور اس کا نام ایضاح المحصول من برہان الاصول رکھا۔ اس کے علاوہ مذہب مالکیہ کی کتاب "التلقین" کی بھی ایک عمدہ شرح لکھی یہ دونوں شروح آپ کے مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ۶

صدر الشہید حنفی (۴۸۳ھ-۵۳۶ھ) ۷

فقہ و اصولی تھے فروع و اصول میں امام اور معقول و منقول میں بلند مقام رکھتے اپنے والد سے تفقہ حاصل کیا اور اپنے والد کی زندگی ہی میں خراسان میں بالغ النظر مجتہد و فقیہ بن گئے اور شہرت حاصل کر لی موافقین و مخالفین دونوں آپ کے فضیلت کے معترف ہوئے، مذہباً حنفی تھے بعض لوگوں کو ان کے شافعی المذہب ہونے کا وہم ہوا صاحب الہدایۃ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : فقہ و اصول وغیرہ میں آپ کی مؤلفات ہیں، مثلاً اصول حسام الدین وغیرہ۔ ۸

۱ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف بغدادی۔ ابن الخشاب سے معروف تھے۔

۲ حدیۃ العارفین ۵/۳۵۵۔

۳ کشف الظنون ۲/۱۰۴۹، حدیۃ العارفین ۵/۵۷۸، الفوائد الحمویہ ص ۹۸، اللغز اکملین ۱/۳۵، اس میں تاریخ وفات ۵۶۳ ذکر ہے۔

۴ ابو عبداللہ محمد بن علی بن عمر النسفی المازری (۱۰۶۱/۱۱۳۳ھ) جزیرہ معقلہ کے ساحلی شہر بازرق میں ولادت اور فریقہ میں وفات ہوئی۔

۵ ایضاح المکتون ۳/۱۵۶، حدیۃ العارفین ۶/۸۸، الدیاج ص ۳۲۵، اللغز اکملین ۲/۲۶۔

۶ ابو محمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ (۱۰۹۰/۱۱۰۳ھ) صدر الشہید سے مشہور تھے مرتد شہید اور بخاری میں مدفون ہوئے۔

۷ حدیۃ العارفین ۵/۸۳، الجواہر الحمویہ ج ۱ الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی متوفی ۷۷۵ھ، ۳۹۱/۱۰۸۱ الفوائد الحمویہ

عبداللہ کنعونی متوفی ۱۳۰۷ھ ص ۱۳۹، اللغز اکملین ۲/۲۵۔

محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی (۵۳۹ھ بعدہ)

ماوراء النہر کے لامش نامی گاؤں کی طرف نسبت سے لامشی کہلاتے ہیں اس سے یہ ہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیم و تعلم ماوراء النہر بالخصوص سمرقند کے قریب فرغانہ میں ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”اصول اللامشی“ تالیف کی۔

کتاب ”اصول اللامشی“ کا تحقیقی جائزہ :

”اصول اللامشی“ یا ”کتاب اللامشی فی اصول الفقہ“ حاجی خلیفہ نے ”اصول اللامشی“ کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ ان کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہیں مگر اصول فقہ کی اس کتاب میں وہ گیارہ مقامات پر ”مشائخ ماوراء النہر“ یا ”مشائخ سمرقند“ یا ”مشائخ دیارنا“ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ اسی علاقے سے وابستہ ہوگا اس لئے ان کی شخصیت پر وہاں کا اثر غالب تھا۔ اسی طرح وہ تقابل میں مشائخ عراق یا مشائخ بغداد (حنفی) کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ مختلف آراء ہونے کی صورت میں اللامشی کی ترجیح :

کسی مسئلہ میں مختلف اقوال و آراء ہونے کی صورت میں وہ اپنے شہر کے مشائخ کی آراء کو بالعموم اور اپنے رئیس ابو منصور ماتریدی کی رائے کو بالخصوص مشائخ عراق پر ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں وہ مختلف مشائخ کی آراء پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

”اختلف اصحابنا فی وجوب الاعتقاد، قال مشائخ العراق: ”حکمہ وجوب العمل والاعتقاد قطعاً“ وقال مشائخ سمرقند و رئیسہم الشیخ ابو منصور (محمد بن محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی) رحمہ اللہ، حکمہ وجوب العمل ظاہراً والاعتقاد علی سبیل الابهام، وهو الوجوب او السندب عینا لیکن یعتمد ان ما اراد اللہ تعالیٰ به حق ویاتی بالفعل لامحالة حتی لا یائم بالترک اذ کان واجبا۔“

یہاں مشائخ عراق، سمرقند اور ان کے رئیس کی وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں آراء پیش کیں اور پھر کہا :

”والصیح ما قالہ مشائخ سمرقند۔“

(اور صحیح وہ ہے جو مشائخ سمرقند نے فرمایا۔)

انہوں نے صرف قول راجح بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اس کو دیگر اقوال میں سے صحیح ماننے کی وجہ بیان کی۔ اسی طرح وہ تخصیص الکتاب، ہوتا بالقیاس اور خبر واحد کے مسئلہ میں بھی وہ اسی طرح مشائخ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں ان کی آراء پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں : ”وہو الجواب الاصح، علی قول مشائخ سمرقند۔“

۱ ابوالمہدی محمود بن زید اللامشی ۱۱۳۳ھ میں زندہ تھے۔ ۲ کشف الظنون ۱/۱۱۳، ۱۱۱۔

۳ کتاب اللامشی فی اصول الفقہ، محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی تحقیق عبدالجبار ترکی ص ۱۵۸، ۱۵۹، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳،

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”المنہاج فی الاصول“ تالیف کی۔^۱
علاء الدین السمرقندی حنفی (متوفی ۵۴۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”ایضاح القواعد الباب فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۲
قاضی ابوبکر بن العربی مالکی (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ)^۳

فقہ، محدث، مفسر، اصولی، ادیب و متکلم تھے۔ اشبیلیہ، اندلس، بغداد، شام، اسکندریہ، مصر، مکتہ المکرمہ میں کثیر علماء فضلاء و صوفیاء سے تحصیل علم کیا۔ ابوبکر الشاشی، ابو حامد غزالی، ابوسعید زنجانی وغیرہ آپ کے بعض اساتذہ ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں، قاضی عیاض، ابن شکوال آپ کے کثیر تلامذہ میں شامل ہیں۔ اشبیلیہ کے قاضی رہے، اس عہد سے پر رہتے ہوئے عدل و انصاف کی بالادستی قائم کی آپ بہت سی عمدہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”المحصول فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۴
فخر الدین الرازی شافعی (متوفی ۵۴۳ھ)

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی الکبریٰ ان کی کتب کے بارے میں متوفی ۶۰۶ھ میں دیکھیں
حدیث العارفین میں ان کی تاریخ وفات ۵۴۳ھ مذکور ہے۔^۵

ابو المحاسن البیہقی (متوفی ۵۴۴ھ)^۶

ادیب، شاعر، اصولی، مفسر تھے ان کے فقہی مذہب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہو سکا، ابوالحسن مذکورہ علوم میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ

۱۔ صیقل الالباب۔ ۲۔ والنوا واللوامع (منظوم)

۳۔ التلیح فی الاصول۔^۷

ابوالفتح شہرستانی متکلم اشعری (۴۶۹ھ-۵۴۸ھ)

انہوں نے کتاب ”الاقطار فی الاصول الفقہ“ تالیف کی۔^۸

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۷، حدیث العارفین ۴۰۲/۶۔ ۲۔ ابوبکر علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی حنفی، حدیث العارفین ۹۰/۶۔

۳۔ ابوبکر قاضی محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد العارفی الاشعری (۱۰۷۶ھ/۱۱۳۸ھ)، ابن العربی سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت، پچاس

میں وفات اور قاسم میں تدفین ہوئی۔ ۴۔ ایضاح المسکون ۳/۳۲۳، حدیث العارفین ۲/۹۰، الدبیان ص ۳۷۶، ۳۷۸، الفتح المکتم

۲/۲۸، تذکرۃ الحفاظ، الوثیقی ۱۲۹۳/۶۔ ۵۔ حدیث العارفین ۶/۱۰۷۔

۶۔ فخر الرازی ابوالحسن مسعود بن علی بن احمد بن العباس الصوافی المتعصمی متوفی ۱۱۳۹ھ، نیشاپور میں ولادت ہوئی۔

۷۔ حدیث العارفین ۶/۳۲۸، الفتح المکتم ۲/۳۱۔

۸۔ ابوالفتح محمد بن ابوالقاسم عبدالکریم بن ابوبکر احمد شہرستانی متکلم اشعری، حدیث العارفین ۹۱/۶۔

ابو محمد بن عبداللہ الشلمسی مالکی (۲۸۴ھ-۵۵۱ھ)

فقہ، اصولی اور رجال الحدیث کے حافظ تھے مسائل خلاف، علم عربیہ و ہیئت میں تبحر تھے۔ نو برس تک اپنے شہر حلب کے قاضی رہے اور عدل و انصاف میں امیر و غریب کی کوئی تفریق نہیں کی۔ مکہ المکرمہ، مصر، عراق، و خراسان کے علمی دورے کئے، ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔

علاء الدین ابوبکر حنفی (۲۸۸ھ-۵۵۲ھ)

فقہ تھے انہوں نے اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں:

۱۔ بذل النظر فی الاصول۔

۲۔ حصر المسائل وقصر الدلائل فی شرح منظومة النسفی۔^۲

ابن الخلیل الشافعی (۲۸۲ھ-۵۵۲ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۳

ابوبکر القلیعی مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "نور الحجۃ وایضاح المحجۃ" تالیف کی۔^۴

علاء الدین حنفی (متوفی ۵۵۳ھ)

فقہ، اصولی تھے انہوں نے کتاب "میزان الاصول فی نتائج العقول" تالیف کی جس کا آغاز: "الحمد لله ذی العزۃ والجلال" الخ سے ہوتا ہے۔^۵

ابوبکر ظہیر بلخی (متوفی ۵۵۳ھ)

فروع و اصول میں فاضل امام تھے معقول و منقول میں کامل عالم تھے۔ نجم الدین عمر النسفی، صدر الاسلام ابوالیسر محمد البرز دوی، بہاء الدین المرغینانی وغیرہ سے علم حاصل کیا، محمود زنگی کے زمانے میں حلب آئے اور پھر دمشق چلے گئے۔^۶

ابن النفری مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)^۷

محدث، فقہ، متکلم و اصولی تھے۔ اہل غرناطہ میں سے ہیں مختلف علوم میں آپ کی تالیفات ہیں۔

۱۔ ابو محمد عبداللہ بن عیسیٰ الشلمسی (۱۰۹۱/۱۱۵۶م) اندلس میں ولادت اور خراسان میں وفات ہوئی، الخ المبین ۳۲/۲۔

۲۔ ابوبکر محمد بن عبدالحمید بن حسن بن حمزہ الاسندی علاء الدین السمرقندی، مہدیہ العارفین ۹۲/۶۔

۳۔ ابوالحسن محمد بن المبارک بن محمد بن عبداللہ بغدادی، ابن الخلیل، مہدیہ العارفین ۹۳/۶۔

۴۔ ابوبکر محمد بن محمد بن عبداللہ القلیعی الاہلبی، اندلس سے تعلق تھا، مہدیہ العارفین ۹۳/۶۔

۵۔ ابوبکر محمد بن احمد، علاء الدین شمس الشکر سمرقندی، کشف الظنون ۱۹۱۶/۲۔

۶۔ ابوبکر احمد بن علی بن عبدالعزیز متوفی ۱۱۵۸ء، ظہیر بلخی سے معروف تھے حلب میں وفات پائی۔ الفوائد المہدیہ ص ۲۷۔

۷۔ ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن عبدالرحمن ابن النضاک المغراری الغرناطی، متوفی ۱۱۵۸ء، ابن نفزی سے معروف تھے۔ غرناطہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مدارک الحقائق فی اصول الفقہ“ تالیف کی جو چند روزہ اجزاء پر مشتمل ہے۔^۱

ابن ہبیر ۵ حنبلی (متوفی ۵۶۰ھ)

انہوں نے کتاب ”الاجماع والاختلاف“ تالیف کی۔^۲

ابوالمفاخر الکردوری حنفی (متوفی ۵۶۲ھ)^۳

فقہ و اصولی تھے حنفی علماء میں بلند مقام رکھنے کی وجہ سے شمس الامم اور امام الحنفیہ کا لقب دیا گیا۔ زہد و تقویٰ میں بہت بلند درجہ رکھتے، سلطان عادل نور الدین محمود بن زنگی کے زمانے میں حلب کے قاضی رہے، مختلف علوم پر آپ کی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۴

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۶۳ھ)

ان کی تاریخ وفات ۵۳۳ھ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

ابوالحسن البہیقی (۳۹۹ھ-۵۶۵ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱- کتاب اصول الفقہ . ۲- جلاء صدر الشاب فی الاصول .

۳- المحجج فی الاصول۔^۵

ابوالحسن الاندلسی (متوفی ۵۶۷ھ)

فقہ تھے اصول فقہ میں ”اللباب فی اصول الفقہ“ تالیف کی جس کا آغاز : ”الحمد لله الذی ابدع الخلاق بلا الة و علة الخ“ سے ہوتا ہے۔ ”اللباب فی اصول الفقہ“ کے نام سے محمد بن احمد سمرقندی حنفی نے بھی کتاب لکھی تھی مگر حاجی خلیفہ نے ان کا سن وفات نہیں بتایا۔^۶

۱- الديباج ص ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱

ضیاء الدین القرطبی مالکی (متوفی ۵۶۷ھ) انہوں نے کتاب ”دلائل الاحکام“ تالیف کی۔^۱

ابن صافی ملک النخاع شافعی (۴۸۹ھ-۵۶۸ھ)^۲

نحوی، فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، مقرر اور شاعر تھے ابو احمد الاشہمی سے تفقہ اور ابن برہان سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی جو ”الوجیز“ اور ”الوسیط فی اصول الفقہ“ کے مصنف ہیں اشاعت علم کے لئے خراسان، کرمان اور غزنہ و ہند کے اسفار کئے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے کتاب ”الحاکم فی اصول الفقہ“ تالیف کی الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے: ”وفی الفقہ الحاکم، وفی اصول الفقہ و اصول الدین مختصر ان“ ابن خلکان نے لکھا: ”ولہ مصنفات کثیرة فی الفقہ و الاصول“۔^۳

اسعد الکراہیسی (متوفی ۵۷۰ھ)^۴

الفوائد البہیة میں ہے: ”کان فقیہا فاضلا دیبا عالما حسن الطریقة، له معرفة تامة بالفروع و الاصول“۔

علاء الدین بن الامسندی السمرقندی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی آپ کی فقہ میں کتب ہیں لیکن ہمیں اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔^۵

عبدالرحمن ابن الانباری (۵۱۳ھ-۵۷۰ھ)^۶

ابو منصور بن الرزاز سے مدرسہ نظامیہ بغداد میں نفع حاصل کیا قاضی بن شہبہ نے موفق عبداللطیف کے حوالے سے لکھا کہ ان کی ایک سو تیس تصانیف ہیں اکثر نحو میں ہیں اور ان میں سے بعض فقہ، اصول اور تصوف میں ہیں مگر انہوں نے اصول فقہ پر ان کی کسی کتاب کا نام ذکر نہیں کیا۔^۷

ابن فتحہ شافعی (متوفی ۵۷۲ھ)

انہوں نے ”نور المحجة فی ایضاح المحجة فی الاصول“ تالیف کی۔^۸

۱ ابو بکر محمد بن سعدون ابن تمام بن محمد الازدی القرطبی ضیاء الدین، ایضاح الحکون ۳/۴۷۶۔

۲ ابو زرار حسن بن صافی بن عبداللہ بن زرار بن ابوالحسن (۱۰۹۵ھ/۱۱۷۲ھ) بغداد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی، ملک القاس سے مشہور تھے۔

۳ کشف الظنون ۱/۶۲۳، حدیثہ العارفین ۵/۲۷۹، الفتح المبین ۲/۳۶۹، معجم الاصولیین ۲/۴۲۳ (۲۷۳)۔

۴ ابوالمظفر اسعد بن محمد بن حسین جمال الدین الکراہیسی نیشاپوری متوفی ۱۱۷۲ھ۔

۵ کشف الظنون ۲/۱۲۵۷، اس میں تاریخ وفات ۵۳۹ھ مذکور ہے، الفوائد السعدیة ص ۳۵، الجواهر السعدیة ۱/۱۳۳، (۳۱۵) معجم الاصولیین

۶ ابوالبرکات عبدالرحمن بن محمد بن عبد (عبید) اللہ بن سعید، کمال الدین ابن الانباری (۱۱۱۹ھ/۱۱۷۷ھ)۔

۷ کشف الظنون ۲/۱۲۷۱، حدیثہ العارفین ۱/۵۱۹، ۵۲۰، وفیات الاعیان، ابن عیاض، ابن خلکان ۱/۲۷۹، معجم الاصولیین ۲/۱۸۷ (۳۳۳)۔

۸ ابوالحسن محمد بن عبید ابن فتحہ حدیثہ العارفین ۶/۹۸۔

احمد الطالقانی شافعی (متوفی ۵۸۹ھ) ۱۔

مذہب، خلاف، نظر اصول، حدیث تفسیر اور وعظ وزہد میں امام تھے، اصحاب شافعی کے رئیس تھے اپنے شہر قزوین سے نیشاپور آگئے تھے وہاں محمد بن -جکی فقیہ کی خدمت میں رہ کر کمال حاصل کیا ان کے دروس کے معید بن گئے۔ بغداد اور حجاز مقدس کے بھی سفر کئے، مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ پر ہمیں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ ۲۔

احمد الغزنوی حنفی (متوفی ۵۹۳ھ) ۲۔

فقیہ، متکلم، اصولی تھے۔ محمد بن یوسف علوی حسینی اور امام کاسانی صاحب البدائع سے تفقہ حاصل کیا اور امام کاسانی کے درس کے معید تھے۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔ ۳۔

ابوالولید محمد بن رشد الحفید مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) ۵۔

فقیہ، ادیب، اصولی، حافظ، فیلسوف، حکیم تھے۔ فقہاء اور قضاة کے گھرانے میں نشوونما پائی آباء و اجداد مالکی مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔ ابن رشد، ان کے والد اور دادا قرطبہ کے قاضی رہے اور کچھ دنوں اشبیلہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔ ابن رشد کے دادا محمد بن رشد عالم اور فقیہ تھے، ان کے بعض مباحث شرعی اور فلسفیانہ مسائل سے متعلق تھے۔ ابن رشد نے شریعت اسلامیہ کے اشعری طریقہ پر تعلیم حاصل کی اور فقہی اصول کی امام مالک کے طریقہ پر تحصیل کی اس لئے ان کے شرعی اور فقہی خیالات اور فلسفیانہ میلانات میں مناسبت پائی جاتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ابن رشد نے اپنی اکثر کتابوں میں اشعریوں پر اعتراضات کئے ہیں اور ان کے طریقوں اور اساسی اصول پر سخت تنقید کی ہے جہاں تک تصانیف کا تعلق ہے تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابن رشد نے چھتیس برس کی عمر سے قبل کوئی کتاب لکھی۔ ۴۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ مختصر المستصفی یا "الضروری فی اصول الفقہ"۔

۲۔ کشف مناهج الادلة یا مناهج الادلة فی الاصول۔ ۵۔

۱۔ ابوالخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن العباس القزوینی متوفی ۱۱۹۳ء قزوین میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ مجموع الاموالین ۱۰۲/۱ (۶۷)۔

۳۔ احمد بن محمد بن محمد بن سعد (سعید) الغزنوی متوفی ۱۱۹۶ء غزنہ میں ولادت اور حلب (شام) میں وفات ہوئی۔

۴۔ الطبقات السنیہ ۲/۴، ۸۰۹، ۸۰۸، الجواہر المہدیہ ۱/۱۲۱، ۱۲۰، (۲۳۷) الفوائد المہدیہ ص ۴۰، مجموع الاموالین ۱/۱۳۳ (۷۶)۔

۵۔ ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ (۱۱۲۶ء/۱۱۹۸ء) حیدر غرناطہ سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت و تدفین ہوئی مراسم میں انتقال ہوا۔ ۶۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جردس ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۵۵، الفاظ کے تغیر کے ساتھ تاریخ قضاة الاندلس، ابن حسن التبرامی

الاندلسی متوفی ۹۲ھ منبسط شرح تیسق، مرتبہ کام طویل، ص ۱۳۳، ۱۳۵، میردت دارکتب العلمیہ ۱۳۶، ۱۹۹ء۔

۷۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جردس ۱۵۹، اس میں "کشف منہاج الادلة نامی کتاب کو الہیات کی کتاب بتایا ہے جب کہ اللطیف ص ۱۳۹ اور

البیاض السکون ۴/۵۸۵ میں "منہاج الادلة فی الاصول" مذکور ہے، الدبیاج، ابن فرعون مالکی متوفی ۹۹ھ ص ۳۷، ۳۷۸۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

”کتاب مختصر المستصفیٰ یا الضروری فی اصول الفقہ“ کا تحقیقی تجزیہ :

ابن رشد نے ”مختصر المستصفیٰ“ کے مقدمہ میں اس کتاب کے لکھنے کا سبب بیان کیا اور کہا :
 ”... فان غرضی فی هذا الكتاب ان اثبت لفسی ، علی جهة التذكرة ، من كتاب ابی حامد
 رحمه الله فی اصول الفقہ الملقب بالمستصفیٰ جملة كافية بحسب الامر الضروری فی
 هذه الصناعة“^۱

(تو بے شک اس کتاب (کی تالیف) سے میرا مقصد یہ ہے کہ ابوجامد رحمہ اللہ کی اصول فقہ میں کتاب ملقب بہ
 ”المستصفیٰ“ پر ایک ایسا قابل ذکر کام کروں جس میں صرف اس فن کے تمام ضروری امور شامل ہوں۔)

اسی مقدمہ میں مزید لکھتے ہیں :

”لکن راینان نجری فی ذلك علی عادة المتکلمین فی هذه الصناعة، وتحرری فی
 تقسیمها علی الترتیب الواقع فی هذا الكتاب“ (کتاب المستصفیٰ لابی حامد)^۲

کتاب کے آخر میں ایک مرتبہ پھر اپنے اس مختصر پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

”وهنا انتهی غرضنا فی هذا الاختصار، وهو يشبه المختصر من جهة حذف التویل،
 والمخترع من جهة التمیم والتکمیل“^۳

(اور یہاں اس اختصار میں ہمارا مقصد پورا ہوا، اور وہ (مختصر المستصفیٰ) طوالت کے حذف کے اعتبار سے تو مختصر کے
 مشابہ ہے اور تمم و تکمیل کر دینے کے اعتبار سے مخترع (اضافہ) ہے۔)

ابن رشد کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے منہج اصولیہ کے میدان میں امام غزالی کی نص پر اضافہ کر کے اس
 کی تہذیب و تکمیل کی۔ ابن رشد نے اپنی اس مختصر میں طریقہ المستکملین اور طریقہ الفقہاء کے بجائے ایک تیسرا طریقہ
 اپنایا جس کو ”طریقة الفلاسفة“ کا نام دیا جاسکتا ہے۔

ابن رشد اور امام غزالی کی مابین متنازع امور :

اس کتاب کے حوالے سے دو بنیادی امور ہیں جن میں دونوں کی مختلف آراء ہیں :

۱۔ ابن رشد نے منطق کو اصول فقہ میں داخل کرنے کی وجہ سے امام غزالی پر اعتراض کیا۔

۲۔ فقہی نظریات و افکار کے اظہار میں دونوں ایک دوسرے سے جداگانہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

ابن رشد اپنے ”المختصر“ میں امام غزالی کے مقدمہ منطقہ کو بحث سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی وجہ ان
 الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

۱۔ ”الضروری فی اصول الفقہ“ یا ”مختصر المستصفیٰ“۔ ابوالولید محمد بن رشد ہدیم، ۳۳۲ تحقیق جمال الدین سلوی، محمد علال سینا، بیروت
 دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۳ء۔ ج ۱ حوالہ سابق، ص ۳۷۔ ج ۲ حوالہ سابق، ص ۱۳۶۔

”ابو حامد قدم قبل ذلك مقدمة منطقية زعم انه اداه الى القول في ذلك نظر المتكلمين في هذه الصناعة في أمور منطقية، كظهورهم في حد العلم وغيره ذلك. ونحن نترك كل شئ الى موضعه، فان من رام أن يتعلم أشياء أكثر من واحد في وقت واحد لم يمكنه أن يتعلم ولا واحداً منها“^١

(ابو حامد نے اس سے قبل ایک مقدمہ منطقیہ پیش کیا اور یہ گمان کیا کہ امور منطقیہ میں متکلمین کے نظریہ کی وضاحت ہو جائے اور ہمیں چاہئے کہ ہم ہر شئی کو اس کے مناسب و موزوں موقع کے لئے چھوڑ دیں اور جو چاہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد اشیاء سیکھے تو ان (سب) کا سیکھنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا اور وہ ایک بھی نہیں سیکھ سکے گا۔)

ابن رشد کے اعتراض کا جواب :

ابن رشد کے قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام غزالی نے اصول فقہ میں منطق کو داخل کر دیا اس لئے ابن رشد نے اپنی مختصر میں اس کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی نے اس مقدمہ منطقیہ کو اصول میں داخل نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اس مقدمہ کو تمام علوم کے لئے ضروری قرار دیا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جو اس کو لکھنا نہ چاہے وہ تو کتاب کے قطب اول سے آغاز کر لے۔ امام غزالی ”المستصفیٰ“ میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا اظہار فرماتے ہیں :

”وليس هذه المقدمة من جملة علم الاصول، ولا من مقدماته الخاصة به، بل هي مقدمة العلوم كلها ومن لا يحيط بها فلا نفع له بعلمه اصلا، فمن شاء ان لا يكتب هذه المقدمة فليبد بالكتاب من القطب الاول، فان ذلك هو اول اصول الفقه و حاجة جميع العلوم النظرية الى هذه المقدمة كما حاجة اصول الفقه“^٢

ابن رشد نے مقدمہ منطقیہ کے علاوہ دیگر متعلقات کو بھی خارج از بحث قرار دیا :

ابن رشد نے اصول فقہ سے صرف منطق کے نکالنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر متعلقات کو بھی اسی سے خارج کیا مثلاً اقطاب اربعہ کو وہ ایک ریسی قطب کے تحت لاتے ہیں۔ اسی طرح اس قطب کو بھی بیان نہیں کیا جس کا تعلق اس فن سے نہیں ہے اور ابن رشد نے تو یہاں تک کیا کہ معلوم سے مجہول کی تحصیل کے احوال اور وجوہ بیان نہیں کئے باوجود اس کے کہ امام غزالی اور کبار اصولیین نے ان کو اسی فن میں شامل سمجھا ہے۔

علوم و معارف کی تقسیم میں ابن رشد کا امام غزالی سے اختلاف :

ابن رشد کہتے ہیں ”ان المعارف و العلوم ثلاثة اصناف“ (بلاشبہ علوم و معارف تین اصناف پر ہیں۔)۔

جب کہ امام غزالی علوم کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں :

”اعلم ان العلوم تنقسم الى عقلية كالطب، والحساب ولهنسة وليس ذلك من غرضنا، والى دينية كالكلام، والفقه، اصوله، وعلم الحديث، وعلم التفسير وعلم الباطن اعنى علم

١ بحوالہ سابقہ ص ٣٤، ٣٨۔ ج المستصفیٰ، امام غزالی متوفی ٥٠٥ھ، ٤١٤ھ، کراچی ادارۃ القرآن ١٣٥٤ھ۔

٢ مختصر المستصفیٰ ابن رشد ص ٣٦۔

القلب وتطهيره عن الاخلاق الذميمة). وکل واحد من العقلية الدينية ينقسم الى كلية وجزئية“^۱

(جان لینا چاہئے کہ علوم یا عقلیہ کی طرف تقسیم ہوتے ہیں جیسے علم طب، حساب، ہندسہ اور اس موقع پر ان پر بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ یا علوم کی تقسیم دینیہ کی طرف ہوتی ہے جیسے علم کلام، فقہ، اصول، حدیث، تفسیر اور علم باطن، علم باطن سے مراد دل اور اس کی اخلاق ذمیرہ سے تطہیر کا علم ہے۔ اور پھر علوم عقلیہ اور دینیہ میں سے ہر ایک کو کلیہ اور جزئیہ میں تقسیم کیا سکتا ہے)

ابن رشد کی ”مختصر“ میں تقسیم :

ابن رشد اپنی کتاب مختصر المستصفی کی تقسیم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے :

”الاول : يتضمن النظر في الاحكام والثاني : في اصول الاحكام والثالث : في ادلة المستعملة في استنباط حكم عن اصل اصل ، وكيف استعمالها والرابع : يتضمن النظر في شروط المجتهد وهو الفقيه“^۲

(پہلا جزء احکام کے بیان میں اور دوسرا اصول الاحکام میں ہے اور تیسرا ادلہ مستعملہ میں حکم کا حکم سے اور اصل کا اصل سے استنباط کرنے اور چوتھا مجتہد جو فقیہ ہوتا ہے اس کی شرائط سے متعلق ہے۔)

ابن رشد آگے چل کر لکھتے ہیں :

”والنظر الخاص بها (صناعة الاصوليين) انما هو في الجزء الثالث من هذا الكتاب“^۳

(اس کتاب کے تیسرے جزء میں اصولیین نے خاص دلچسپی لی)

ابن رشد ”مختصر“ کے تیسرے جزء کی ابتداء میں لکھتے ہیں :

”وهذا الجزء هو الذي النظر فيه اخص بهذا العلم“^۴

(اور وہ جزء جس میں غور و فکر اس علم میں بہت خاص اہمیت رکھتا ہے)

ابن رشد نے امام غزالی کے ”الفن الثالث“ کے بجائے الجزء الثالث کے الفاظ استعمال کئے ہیں، امام غزالی نے فن ثالث دو مقدموں اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا مقدمہ قیاس کی تعریف میں ہے، دوسرا مقدمہ علل میں مجاز الاجتهاد کے حصر میں ہے۔ پہلا باب منکرین قیاس کے رد اور قیاس کے اثبات میں ہے دوسرا علت الاصل کے اثبات کے طرق میں ہے تیسرا شبہ قیاس میں اور چوتھا قیاس کے ارکان و شروط میں ہے۔^۵

المختصر اور المستصفی کے مضامین میں مابین موازنہ :

ابن رشد کے المختصر اور امام غزالی کی المستصفی کے مضامین کے مابین دُوری نظر آتی ہے حوالہ کے لئے صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو الفاظ کی دلالت کرنے کے مراتب کے مسائل سے متعلق ہیں :

۱ المستصفی، امام غزالی، ۴/۱۔ ۲ مختصر المستصفی، ابن رشد، ۳۶۔

۳ حوالہ سابق، ص ۳۶۔ ۴ حوالہ سابق، ص ۱۰۱۔ ۵ المستصفی، امام غزالی، ۵۳۔

المستصفي سے امام غزالی کا قول

حد الظاهر : هو اللفظ الذي يعلب على الظن فهم
معنى منه من غير قطع، فهو بالاضافة الى ذلك
المعنى الغالب ظاهر ونص ١.

” مختصر المستصفي “ سے ابن رشد کا قول

” والظاهر... من جهة الصيغة قسمان : احد هما
الالفاظ المقولة من اول الامر على شئ ثم
استعيرت لغيره لتشابه بينهما او تعلق بوجه من
اوجه التعلق بوجه وأما القسم الثاني من اقسام
الالفاظ الظاهرة فهي المبدلة ونعى هنا بالمبدلة
ابدال الكلى مكان الجزئى، والجزء مكان
الكلى، وعلى التحقيق فالتبديل يلحق، جميع
الفاظ المستعارة..... وهذه الالفاظ الظاهرة
لها مراتب فى الظهور، وكلما كان اللفظ اظهر
احتيج فى تاويله الى دليل اقوى، وبالعكس متى
كان اللفظ قليل الظهور انصرف الى التاويل
بأيسر دليل..... وبالجملة فمراتب الظهور
فى الالفاظ انما هو بحسب كثرة الاستعمال وقلته،
فان بلغت كثرة الاستعمال فى المعنى الذى
استعير له ان يعادل استعماله فى المعنى الاول
بقى اللفظ بين الاول والثانى مشتركا ومجملا
ومهما نقصت كثرة الاستعمال فى الثانى كان
اظهر فى الاول“ ٢.

” واللفظ..... انما يصير دالا مفهوما عندما
تحذف بعض اجزائه، او يزداد فيه اوستعار ويبدل،
ولذلك لا تكون دلالاته عند ذلك الامن جهة
القرا تن، فان كانت القرينة غير متبدلة وقاطعة على
مفهومه سمي ايضا ههنا نصا، وان كانت ظنية
اكثرية سمي ايضا ظاهرا، ان كانت ظنية غير مترجحة
سمى مجملا وطلب دليله من موضع اخر“ ٣.

فن ثانی میں پانچ اضراب کے تحت پانچوں ضرب جو مفہوم
میں ہے اس طرح بیان ہوتا ہے۔

” المفهوم ومعناه الاستدلال بتخصيص الشئ
بالذكر على لفي الحكم عماعدها يسمى مفهوما
لانه مفهوم مجدد لا يستند الى منطوق“ ٤.

ذکورہ بالا دونوں کتب کے اقتباسات کے عمومی تقابیل سے واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ ” مختصر المستصفي “
کو اختصار میں شمار کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ وہ ایک مناظرہ و مناقشہ معلوم ہوتا ہے۔

٢ مختصر المستصفي، ابن رشد ص ١٥٤، ١٥٨-١٥٧.

٤ حوالہ سابق ١/١٥٤.

٣ مختصر المستصفي، ابن رشد ص ١١٨.

٥ المستصفي، امام غزالی ٣٢/٢.

مختصر المستصفیٰ کی تالیف کا زمانہ :

ابن رشد نے اس کتاب کو ۵۲۵ھ میں تالیف کیا، یہ ان کی ابتدائی مؤلفات میں سے ہے اس کتاب کا ذکر ابن رشد نے اپنی ایک اور کتاب بدلیۃ الجہند میں کیا اور کہا :

”وقد تکلمنا فی العمل (عمل اهل المدينة) وقوته فی کتابنا فی الکلام الفقہی، وهو الذی یدعی باصول الفقہ“۔^۱

(اور ہم نے اپنی فقہ کی کتاب میں فقہی مسائل پر گفتگو کے دوران تعامل اہل مدینہ اور اس کے اثرات کا جائزہ لیا ہے)

مختصر المستصفیٰ کی تلخیص :

محمد بن علی بن عقیف نے ابن رشد کی مختصر المستصفیٰ کی ۶۰۶ھ میں تلخیص کی۔^۲

(۲) الکشف عن مناهج الادلة فی عقائد الملة کا تحقیقی تجزیہ :

”الکشف عن مناهج الادلة فی عقائد الملة“ یہ کتاب دراصل ابن رشد کی ایک اور کتاب ”فضل المقال فی مابین الحکمة والشريعة من الاتصال“ کی تکمیل ہے، اور اس کے بعض مسائل کو اس میں وسعت دی گئی ہے اور چند ایسے امور پر روشنی ڈالی ہے جن سے انہوں نے اس سے نقل یا تو قصداً گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یا بحث کی تفصیل اور بعض مقامات پر طوالت پسندی کی عادت کے تحت سہواً غفلت برتی تھی۔ اس کے متعلق مقدمہ میں تصریح کر دی گئی ہے لیکن اس کی اصل غایت مسئلہ تاویل کی تحقیق قرار دی ہے جس پر ”فضل المقال“ میں اصول و فروع پر غور و تعلق کے بغیر محض سطحی طور پر بحث کی گئی تھی۔^۳

لطفی جمعہ، امام غزالی کی تالیفات پر ابن رشد کی ایک عمومی نظر اور ان پر ایک مختصر تنقید کے تحت لکھتے ہیں :

ابن رشد نے اپنی تصانیف ”تہافت التہافت و کشف مناهج الادلة“ کے اکثر مقامات پر غزالی پر نکتہ چینی کی ہے کہ انہوں نے عوام کے لئے مسائل حکمت کی تصریح کر دی۔ قرآن پاک کی آیتوں کی تاویل کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان کا اظہار کرتے ہوئے ابن رشد کہتا ہے۔ ”سب سے پہلے جن لوگوں نے اس دوائے اعظم (یعنی اتباع شریعت ظاہری) میں رد و بدل کی وہ خوارج اور معتزلہ ہیں اور ان کے بعد ازاں ابو حامد نے تو اس عمل کو عام بنا کر دیا۔۔۔۔۔۔ اور دوسرے مقام پر غزالی لکھتے ہیں کہ ”حکماء کے علوم الہیہ محض قیاس پر مبنی ہیں۔ بخلاف دوسرے علوم کے انہوں نے اپنی کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں حکماء پر بہت کچھ حملے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ ”حقیقی علم صرف خلوت اور فکر کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے اور یہ انبیاء کے علمی مرتبہ کے مماثل ہے۔“ اسی طرح قول ان کی کتاب ”کیسائے سعادت“ میں پایا جاتا ہے۔ اس تشویش اور خلط ملط کی وجہ سے دوفرقتے پیدا ہو گئے ایک وہ جس کا نصب العین حکماء و حکمت کی مذمت تھا دوسرا وہ جس نے شریعت کی تاویل کی اور اس کو فلسفے سے مطابق کرنے کی کوشش کی یہ ایک صریح

۱ بدلیۃ الجہند و فضلیۃ المقصد رقاہی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد، ص ۴۱/۲ پاکستان لاہور، المکتبۃ العلمیۃ، ۱۳۹۶ھ، ۱۹۷۷ء۔

۲ مختصر المستصفیٰ، ابن رشد، ص ۱۳۶۔

۳ تاریخ ثلاثۃ الاسلام، محمد لطفی جمعہ، ص ۱۸۷ الفاظ کی تفسیر کے ساتھ۔ مترجم میر ولی الدین۔ کراچی، مئیس، اکیڈمی، ۱۹۷۹ء۔

غلطی ہے چاہئے تو یہ تھا کہ شریعت کے ظاہری معنی کو بیان کر دیں اور جمہور پر حکمت اور شریعت کی مطابقت کو واضح نہ کریں کیونکہ ان کی تصریح سے ان پر حکمت کے نتائج کا انکشاف ہو جائے گا لیکن انہیں اس کی تردید کے لئے کوئی برہان قاطع دستیاب نہ ہوگی۔^۱

کشف منہاج الادلۃ کی تالیف کا زمانہ :

ابن رشد نے اپنی کتاب کو چون برس کی عمر میں ترتیب دیا اس کتاب کی تدوین کا خیال ان کو ”تہافت النہافۃ“ کی تصنیف کے بعد ذہن میں آیا اور شاید غزالی کی کتابوں کے بالاستیعاب مطالعے نے ان کو اس طرف مائل کیا اس کتاب سے ابن رشد کا مقصد۔۔۔ شریعت اور فلسفے میں تطبیق پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ فلسفے کو ایک خاص طبقے کے لئے محدود کرنا ہے۔^۲

لطفی جمعہ آگے چل کر اس کی کتاب ”فضل المقال“ اور کشف عن منہاج الادلۃ کے ضمن میں لکھتے ہیں :

پہلی کتاب (فضل المقال) میں اس نے نہایت اہم عقلی اور شرعی مسائل پر روشنی ڈالی ہے اور ان مسائل پر اس نے بحث کی، ان کا تجزیہ کیا ان پر تنقید کی لیکن یہ سب کچھ ایک ایسے حاذق جراح کی طرح جو وقت نظر سے نہایت چھوٹی چھوٹی شریانوں اور ریدوں کو کاٹتا ہے اور خون کا ایک قطرہ بھی بلا وجہ نہیں بہاتا۔۔۔ اس نے بالآخر عقل کو ظاہری شرع پر ترجیح دی ہے چنانچہ کہتا ہے ”فقہ کا قیاس محض ظلمات پر مبنی ہوتا ہے البتہ عارف کا قیاس یقینی ہے اور اہم عقلی طور پر حکم لگاتے ہیں کہ جو بات برہان سے ثابت ہو جائے اور ظاہری شریعت اس کے مخالف ہو تو عربی قانون تادل کی رو سے اس ظاہری معنی کی تادل کی جاسکتی ہے اس کے بعد اپنے بیان کی شہادت کے لئے اپنے مخالف اہل فکر کے اقوال پیش کئے چنانچہ کہتا ہے ”اگر اجماع یقینی طور پر ثابت ہو تو اس وقت تادل درست نہیں اور اگر اس کا ثبوت ظنی ہو تو اس صورت میں جائز ہے اس لئے ائمہ نظر ابو حامد، ابو العالی وغیرہ کا قول ہے کہ تادل کے ذریعے اگر اجماع کے خلاف معنی لئے جائیں تو کفر لازم نہیں آتا۔“^۳

اس کے بعد لکھتے ہیں : اس کے بعد ابن رشد نے غزالی پر تبصرہ کیا ہے اور ان پر ملامت کی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں خطابی اور جدلی طریقے اختیار کئے ہیں نیز یہ کہتا ہے کہ امام غزالی نے شریعت اور حکمت دونوں کو نقصان پہنچایا ہے گویا ان کو علم نہیں ہوا کیونکہ ان کا اصول نیک نیتی پر مبنی تھا۔^۴

ابن الجوزی حنبلی (۵۰۸ھ - ۵۹۷ھ)^۵

فقہ، اصولی، مفسر، محدث حافظ، واعظ، ادیب، مورخ اور بہت سے علوم میں ید طولی رکھتے۔ فقہ کی تعلیم ابن زائغونی وغیرہ سے حاصل کی خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا جن کا شمار ممکن نہیں آپ کی مجلس وعظ میں دس ہزار سامعین ہوتے آپ کی مؤلفات کی تعداد ۳۴۰ سے زائد بتائی گئی ہے۔

۱ حوالہ سابق، ص ۱۷۸، ۱۷۹۔ ۲ حوالہ سابق، ص ۱۷۹ حذف و اضافہ کے ساتھ۔

۳ حوالہ سابق، ص ۱۸۲، ۱۸۳۔ ۴ حوالہ سابق، ص ۱۸۵۔

۵ ابوالفتح جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن مہدائہ بن حماد بن احمد بن محمد بن جعفر جوزی قرطبی حنبلی بکری (۱۱۱۳ھ - ۱۲۰۱ھ) بغداد میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱- منہاج الوصول الی علم الاصول .
- ۲- تقریر القواعد وتحریرالفوائد فی اصول مذهب الامام احمد بن حنبل .
- ۳- تقریر الاصول فی شرح التحریر^۱ .

ابن عتیق قرطبی مالکی (۵۲۳ھ-۵۹۸ھ)^۲

فقہ، اصولی، مقری اور محدث تھے، ڈیڑھ سو سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں آپ نے کتاب تالیف کی۔^۳

العنسی الزیدی (متوفی ۶۰۰ھ تقریباً)

انہوں نے "السراج الوہاج المميز بين الاستقامة والاعوجاج فی الاصول" تالیف کی۔^۴

اسعد العجلی الاصفہانی شافعی (۵۱۵ھ-۶۰۰ھ)^۵

فقہ، واعظ زاہد تھے اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے اہل اصفہانی ان کے فتوے پر اعتماد کرتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نکت الفصول فی بیان الاصول" تالیف کی۔

اس کا ایک نسخہ بغداد میں مکتبۃ الادوقاف میں ہے جس کا نمبر (۶/۲۶۲) ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

محمود من تتابع نعمازہ الخ۔^۶



۱- کشف الظنون ۲/۱۸۷۸، حدیۃ العارفين ۵/۵۲۳، ۵۳۰، وفیات الاعیان، ابن خلدان ۱/۲۸۰، ۲۷۹، تذکرہ الخطاط، الذہبی ۴/۱۳۳۲، ۱۳۳۸،

الفتح المبین ۲/۳۲، ۳۰، معجم الاصولیین ۲/۱۸۱ (۳۷)۔

۲- ابوالحسن علی بن عتیق الانصاری القرطبی الانصاری (۱۱۲۸ھ/۱۲۰۱ء) اندلس میں وفات پائی۔

۳- الفتح المبین ۲/۳۳۔ یح زید بن احمد العنسی الیمانی الزیدی، حدیۃ العارفين ۵/۳۷۷۔

۴- ابوالفتوح شخب الدین اسعد بن ابوالفتح اسعد بن محمود بن خلف العجلی الاصفہانی (۱۱۳۱ھ/۱۲۰۳ء) اصفہان میں وفات پائی۔

۵- معجم الاصولیین، معجم مطہر بقرہ ۱/۲۵۴ (۱۹۷)۔

باب دوم

تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ میں کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

- فصل اول : ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ
- فصل دوم : آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ
- فصل سوم : نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ
- فصل چہارم : دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ
- فصل پنجم : گیارہویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ
- فصل ششم : بارہویں، تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی
اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل اول

ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر
کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

ساتویں صدی ہجری میں سیاسی، علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر:

عباسی خلیفہ ظاہر بامر اللہ (۶۲۲ھ-۶۲۳ھ) کے بعد مستنصر باللہ (۶۲۳ھ-۶۳۰ھ) کا زمانہ آیا۔ جس میں دو خاص واقعات رونما ہوئے۔ ایک بیت المقدس پر صلیبیوں کا عارضی قبضہ ہو گیا، دوسرے یہ کہ مشرق پر تاتاریوں کی یورش ہوئی۔ جس نے سارے مشرق کو دیران کر ڈالا۔ اسی کے نتیجے میں خوارزمی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بیت المقدس کا اصل محافظ ابو بلی خاندان تھا۔ صلاح الدین کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے جانشینوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ابو بلی بیت المقدس کی حفاظت سے قاصر ہو گئے۔

عباس خلیفہ مستنصر نے اپنی علمی یادگاروں میں سے ایک مدرسہ مستنصریہ چھوڑا، جس کے وصف سے بیان قاصر ہے۔ اس مدرسہ کے قیام سے قبل بغداد کا سب سے بڑا مدرسہ نظامیہ تھا، لیکن وہ نظام الملک طوسی کی یادگار تھا جس میں چاروں مذاہب کے طلبہ تعلیم پاتے۔ مستنصر نے علماء و اہل دین کو مقرب بنایا۔ سیرت نبوی کی اشاعت کی فتویٰ کا سد باب کیا۔ آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ (۶۳۰ھ-۶۵۵ھ) کی نااہلی اور اس کے شیعہ وزیر ابن علقمی کی وجہ سے بغداد کی حالت بہت اتر ہو گئی۔ ۶۵۵ھ میں ہلاکونے بغداد پر فوج کشی کر دی۔ وحشی تاتاریوں نے اس عظیم الشان شہر کو لوٹ کر ویران کر ڈالا۔

www.kitabosunnat.com

ابن خلدون کا بیان ہے کہ صرف شاہی محلات سے انہوں نے جتنی دولت اور جس قدر ساز و سامان لوٹا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ عباسی کتب خانہ کی تمام کتابوں کو جو صدیوں کا سرمایہ تھیں، وہ جل میں بہا دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ تھا۔ بغداد سے عباسی خلافت ختم ہونے کے بعد مصر میں قائم ہوئی جو ڈھائی صدیوں سے زائد عرصہ قائم رہی، لیکن اس کے خلفاء محض تبرکات تھے۔ اصل حکومت ممالیک کی تھی۔

مستنصر باللہ عباسی جو تاتاریوں کی قید سے چھوٹ کر عرب سرداروں کی جماعت کے ہمراہ ۶۵۹ھ میں مصر آئے تو اس خاندان مملوک کے چوتھے فرمانروا ملک الظاہر بھیرس بن قدار کی حکومت تھی۔ شیخ الاسلام عز الدین عبدالسلام، قاضی تاج الدین، سلطان بھیرس اور دوسرے ارکان سلطنت و عمائد مصر نے ۶۵۹ھ میں اس کے ہاتھوں پر بیعت کی اور دنیائے اسلام میں احیاء خلافت کا اعلان کر دیا۔ ان کا دور ۶۵۹ھ تا ۶۶۱ھ پر مشتمل رہا۔ ان کے بعد شام میں مقیم عباسی خاندان کے ایک اور رکن ابوالعباس حاکم بامر اللہ کو قاہرہ بلا کر ۶۶۱ھ میں خلیفہ بنا دیا۔ بیعت خلافت

کے بعد اس نے معمول کے مطابق ظاہر بیہرس کو خلعت عطا کی اور امور مملکت کا مختار بنا دیا۔ مگر جلد ہی دونوں میں اختلافات ہو گئے۔ ظاہر نے ۶۶۳ھ میں حاکم کو نظر بند کر دیا اور ۲۷ برس تک نظر بند رہے۔^۱

ان تمام حالات کے باوجود مملوک سلاطین اس حقیقت ثابتہ سے بخوبی آگاہ تھے کہ علم سلطنت کاستون ہے۔ اس سے انہوں نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ علماء کو مقرب بنایا۔ وہ اس امر سے بھی واقف تھے کہ ایک جدید سلطنت کے بانی ہیں اور ان کی سلطنت کو بقاء و دوام اسی صورت میں ممکن ہے جب تک وہ علوم و فنون کو پھیلائیں اور دین اسلام کے حامی و ناصر کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آئیں۔ علمی تحریک کو چلانے میں علماء و فضلاء نے مما لیک کا ہاتھ بنایا۔ سقوط بغداد کے نتیجے میں جو علمی ورثہ ضائع ہوا اور جس میں بہت سے علماء کرام اور پیش قیمت کتب کا ایک نادر ذخیرہ ناپید ہو چکا تھا۔ اس کی ترویج و احیاء کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ علم و فنون کی نشر و اشاعت کے متعدد اسباب اس دور میں جمع ہو گئے تھے جو بار آور ثابت ہوئے اور مختلف علوم و فنون کی کتب سے لائبریریاں بھر گئیں۔ علم و فن کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ مخلص علم نواز سلاطین کے زیر سرپرستی پھلتا پھوٹتا اور محب علماء کے ہاتھوں برگ و بار لاتا ہے اور تاریخ اسلام کے دور میں بھی یہی ہوا۔ اس علمی ماحول نے ساتویں صدی میں کئی نامور اصولیین پیدا کئے جنہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ابن قدامہ حبشی۔ متوفی ۶۲۱ھ کا شام سے تعلق تھا۔ دمشق و بغداد آپ کے علم کی نشر و اشاعت کا مرکز تھے۔

اصول فقہ میں کتاب ”روضۃ الناظر و جنة المناظر“ کے مؤلف ہیں۔

☆ ابن حاجب مالکی متوفی ۶۳۶ھ۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ، اسکندریہ اور شام میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ اصول فقہ میں مشہور کتاب ”مختصر منتهی السؤل والامل“ کے بھی مصنف تھے۔

☆ سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ۔ دیار بکر، آمد، بغداد، مصر اور شام میں آپ نے علمی خدمات انجام دیں۔ اصول میں کتاب ”الاحکام فی اصول الاحکام“ تالیف کی۔

☆ امام قرانی مکی متوفی ۶۸۴ھ۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ اصولی خدمات میں ایک یادگار کتاب ”انوار البروق فی انواء الفروق“ بھی ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔

☆ قاضی بیضاوی شافعی متوفی ۶۷۵ھ۔ فارس میں پیدا ہوئے۔ ایک عمدہ متن تالیف کیا جو ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ کے نام سے ہر زمانے کے علماء کی توجہ کا مرکز رہا اس پر کثرت سے شرح و حواشی وغیرہ لکھے گئے۔

ساتویں صدی ہجری میں کثرت سے اصول فقہ پر کتب تالیف کی گئیں۔ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ اس دور میں تفکر و اجتہاد کی کمی کے باعث زیادہ تر اصولی فقہ پر لکھی جانے والی کتب سابقین کی کتب کا اختصار، شرح، حواشی، تعلیقات، منظوم، تخریج وغیرہ پر مشتمل تھیں۔ اس دور میں مجتہد نہ ہونے کے برابر تھے۔ اسی لئے

۱ تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی ۳/۳۵۹-۳۶۰، طبع ۳۲، ۳۸۲-۳۸۳

۲ حیات حافظ ابن اقیم، عبدالعظیم مترجم غلام احمد حریری ص ۷۳، بعض کلمات کی تغیر و حذف کے ساتھ، کراچی، شیخ غلام علی

سابقین کی کتب کے الفاظ اور ان کے معانی کے فہم کی طرف زیادہ توجہ دی جائے گی۔ جیسا کہ اس صدی کے اصولیین کی خدمات اور ان کی مؤلفات اصولیہ پر تحقیقی تجزیہ میں ذکر کیا جائے گا۔

اصولیین اور ان کی خدمات :

کمال الدین مسعود بن علی العنسی (متوفی ۶۰۴ھ)

انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب ”اللمع“ کی شرح لکھی۔

فخر الدین الرازی شافعی (۵۴۴ھ/۶۰۶ھ)

فقہ، اصول، متکلم، مفسر، ادیب، شاعر، حکیم، فیلسوف اور فلکی تھے۔ امراء و علماء میں ممتاز مقام رکھتے۔ فقہ و اصول کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حصول و فروغ علم کے لئے خوارزم، ماوراء النہر اور خراساں کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ :

- | | |
|--|------------------------------------|
| (۱) ابطال القیاس | (۲) احکام الاحکام |
| (۳) الجدل | (۴) رد الجدل |
| (۵) الطريقة فی الجدل | (۶) الطريقة العلائیة فی الخلاف |
| (۷) عشرة الاف نکتة فی الجدل | (۸) المحصل فی اصول الفقه |
| (۹) المعامل فی اصول الفقه | (۱۰) ”المنتخب“ یا ”منتخب المحصول“ |
| (۱۱) النہائیة البہائیة فی المباحث القیاسیة | (۱۲) اسرار التنزیل و انوار التاویل |
| (۱۳) کتاب احکام الاحکام | (۱۴) المحصول فی علم اصول الفقه |

اصول فقہ پر امام رازی کی کتب کا تعارف و تحقیقی تجزیہ :

(۱) ابطال القیاس :

فقطی نے اس کتاب کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ کتاب نامکمل رہ گئی۔ امام رازی نے اپنی کتاب ”المعامل فی اصول الفقه“ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے اس کتاب میں پہلے قیاس کی نفی پر دلائل دیئے ہیں اور پھر ان کے جوابات دینے کے بعد لکھا :
 ”ولنا کتاب مفرد فی مسئلة القیاس ، فمن اراد الاستقصاء فی القیاس رجع الیہ“
 (مسئلہ قیاس میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے جو قیاس میں غور و فکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

۱۔ معجم الاصولیین۔ مجربقا، ۱/۳۲ (۱۸)

۲۔ ابن خطیب ، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی البکری القرظی الطبرستانی (۱۱۵۰ء-۱۲۱۰ء) سے ولادت اور ہرات میں وفات ہوئی۔ ۳۔ فقطی۔ اخبار اکہماء ص ۱۹۲، عمون الانباء، ابن ابی اصمیرہ (۲۲-۲۹) الوائی صفحہ ۳/۲۵۵۔

۳۔ المعامل فی اصول الفقه۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ ص ۱۶۵۔ قاہرہ، دار عالم العرفہ، مصر ۱۳۴۳ھ-۱۹۹۳ء

کتاب ”ابطال القیاس“ کے عنوان سے مغالطہ :

کتاب کے اس عنوان سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہو کہ امام رازی کی یہ کتاب حجیت قیاس کے انکار پر ہے۔ مثلاً مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب ”امام رازی“ میں لکھا کہ کتاب قیاس کے بطلان میں ہے اور نامکمل ہے اور اسی طرح ڈاکٹر علی محمد حسن العمادی نے اپنی کتاب ”امام فخر الدین رازی“ میں لکھا :

”الرازی ممن یفنون القیاس . ولا یقولون به مصدرا من مصادر التشريع فان له رسالة في ابطال القیاس ، كما یظهر فی مواضع من تفسیره انكاره للقیاس ، من ذلك ماجاء عند تفسیره لقوله تعالى : وما اختلفتم فیہ من شیء فحكمه الی الله من سورة (الشوری) فقد قال : احتج نفاة القیاس بهذه الایة ، فقالوا : قوله تعالى : وما اختلفتم فیہ من شیء فحكمه الی الله . اما ان یكون المراد ، فحكمه مستفاد من نص الله علیه او المراد ، فحكمه مستفاد من القیاس علی نص الله علیه ، والثانی باطل ، لانه یقتضی كون كل الاحكام مثبتة بالقیاس وانه باطل ، فیعتبر الاول ، فوجب كون كل الاحكام مثبتة بالنص ، وذلك ینفی العمل بالقیاس“ .^۱

مذکورہ بالا اقتباس کا خلاصہ :

امام رازی ان لوگوں میں سے ہیں جو قیاس کے شرعی حجت ہونے کی نفی کرتے ہیں اور قیاس کو مصادر و تشریح کا مصدر نہیں سمجھتے اور یہ کہ ان کا ایک رسالہ قیاس کے بطلان میں ہے۔ اسی طرح ان کی تفسیر میں کئی جگہ ان سے قیاس کا انکار ظاہر ہوتا ہے۔

مگر درست بات یہ ہے کہ اس بارے میں امام رازی کا موقف واضح ہے وہ قیاس کو حجیت تسلیم کرتے ہیں۔ ”المحصول“ میں وہ قیاس کے بارے میں علماء کے مختلف مذاہب ان کے دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آخر میں اپنا مسلک و موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”والذی نذهب الیه وهو قول الجمهور من علماء الصحابة والتابعین : ان القیاس حجة فی الشرع“ .^۲

(ہم علماء صحابہ و تابعین کے جمہور قول کی طرف چلتے ہیں اور وہ یہ کہ بلاشبہ قیاس شرع میں حجیت ہے)

امام رازی کی تفسیر سے بھی قیاس کا شرعی حجت ہونا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً وہ یہ آیت مبارکہ ”فاعتبروا یا اولی الابصار“^۳ کے تحت فرماتے ہیں :

۱۔ امام رازی۔ مولانا عبدالسلام ندوی ص ۳۳، اعظم گڑھ معارف پریس ۱۹۵۰ء۔ ۱۳۶۹ھ سلسلہ دارالصفین نمبر ۷۵

۲۔ امام فخر الدین رازی حیاتہ و آثارہ۔ علی محمد حسن العمادی ص ۱۹۷، الکتاب الثالث، مجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۹ء

۳۔ المحصول فی علم الاصول۔ امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفی ۶۰۶ھ/۲۳۶۶/۲۳۶۶ھ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

”اعلم انما قد تمسکنا بهذه الایة فی کتاب ”المحصل من اصول الفقه“ علی ان القیاس حجة فلا نذکره هاهنا“۔

(جان لو کہ بے شک ہم نے کتاب ”المحصل من اصول الفقه“ میں اس آیت سے تمسک کیا کہ بلاشبہ قیاس حجت ہے۔ اس لئے ہم اسے یہاں ذکر نہیں کریں گے)

(۲) احکام الاحکام :

اس کتاب کا کئی جگہ تذکرہ ملتا ہے مگر شاید اب یہ کتاب مفقود ہو چکی ہے۔

(۳) الجدل :

اس کتاب کو بھی کئی حضرات نے ذکر کیا ہے۔ قفطی نے ”مباحث الجدل“ کے نام سے اور فرہس کو بریلی استانبول (۳/۵۱۹) میں ”الجدل و الکاشف عن اصول الدلائل و فصول العلل“ کے نام سے مذکور ہے۔

(۴) رد الجدل :

اس کتاب کو صرف جمیل العظم نے عقود الجوهر میں ذکر کیا ہے۔

(۵) الطريقة فی الجدل :

مفتاح السعادة اور وفيات الایمان میں اس کتاب کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ ”وله طريقة فی الخلاف“ مگر کشف الظنون میں اسے ”الطريقة فی الخلاف و الجدل“ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) الطريقة العلامية فی الخلاف :

ابن ابی اصیبعہ اور قفطی نے اس کتاب کو چار جلدات میں بتایا ہے۔ قفطی نے ساتھ ہی اس فن پر ان کی اولویت و مسابقت کا بھی ذکر کیا ہے۔ صفدی نے بغیر مسابقت کے ذکر کیا۔ ابن سبکی نے اس کتاب کا نام لئے بغیر اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا۔ بغدادی اور جمیل العظم نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا۔ بہر حال اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا جائے یا نہیں اس سے ان کی عظمت میں کچھ فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ اس ضمن میں ایک جداگانہ اسلوب کے حامل ایک ممتاز شخصیت تھے جنہیں اس فن میں پورا عبور حاصل تھا۔

۱۔ تفسیر الفخری الرازی المشہر بالتفسیر الکبیر و مفاتیح العیب۔ امام فخر الدین رازی (۵۴۳ھ۔ ۶۰۶ھ یا ۶۰۳ھ) ۲۸۲/۱۵، سورہ الحشر کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر کے تحت لکھا۔ بیروت، دار الفکر طبع ثالث ۱۳۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء

۲۔ اخبار الحکماء قفطی، ص ۱۹۲، عیون الانباء، ابن ابی اصیبعہ ۳۰/۲۔ الوافی صفدی ۳/۲۵۵، حدیث العارفین۔ بغدادی ۶/۱۰۷

۳۔ اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، عیون الانباء، ابن ابی اصیبعہ ۳۰/۲

۴۔ اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، وفيات الایمان، ابن خلکان ۳/۱۰۷۔ ۶۔ مطرح السعادة، طاش کبری زادہ ۱۱۸،

کشف الظنون ۳/۱۱۳

۵۔ کتاب الوافی۔ الصفدی ۳/۳۵۵، ہدیۃ العارفین ۲/۱۰۷، عیون الانباء ۲۹/۲۹، اخبار الحکماء ۱۹۱، عقود الجوہر ص ۱۵۳

(۷) عشرة الاف نكته في الجدل :^۱

(۸) المحصل في اصول الفقه :

محقق ”المحصل“ طہ جابر فیاض علوانی نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا :

”انفرد بذكره البغدادي في هدية العارفين (۱۰۸/۲) ولعله وهم منه ، او تصحيف للفظ المحصول“^۲

(اس ”المحصل فی اصول الفقه“ کو صرف بغدادی نے ہدیۃ العارفین (۱۰۸/۲) میں بیان کیا اور ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا سہو ہو یا کہ لفظ محمول کی تصحیف ہو گئی ہو)

محقق ”المحصل“ کے بیان کا تجزیہ ممکن ہے کہ محقق المحصول طہ جابر فیاض علوانی نے بغدادی کی جس ممکنہ غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شاید وہ ان کی اپنی غلطی ہو۔ انہوں نے بغدادی کی کتاب کے صرف ایک حوالہ (۱۰۸/۲) سے اس کو ذکر کیا اور ان کا وہم بتایا۔ مگر اس کی تائید بغدادی کے ایک دوسرے حوالہ (۵۶۱/۵) سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس میں انہوں نے کہا کہ عبد الرحیم بن رضی الدین محمد بن یونس الموصلی متوفی ۶۷۱ھ معروف بہ ابن منعة نے امام رازی کی اصول فقہ پر دو کتابوں کا اختصار کیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام ”مختصر المحصول“ اور دوسری کا نام ”مختصر المحصل“ رکھا۔ اس کے علاوہ بغدادی نے تیسری جگہ (۴۰۰/۵) ذکر کیا کہ غم الدین سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم بن سعید ابو الرزج الطونى الصرصی البغدادی حنبلی متوفی ۷۱۶ھ نے مختصر المحصل لفخر الدین رازی فی الاصول تالیف کی۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے المحصل نامی کتاب اصول فقہ میں تالیف کی تھی۔ مزید یہ کہ المرانغی نے ۱۵۰/۲ میں لکھا ہے کہ تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان، ابن ترکمانی متوفی ۴۴۷ھ نے ”تعلیقہ علی المحصل للامام فخر الدین رازی“ تالیف کیا۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے المحصل نامی کتاب تالیف کی تھی۔ اگرچہ مظہر بقانے اپنی کتاب معجم الاصولیین کے حاشیہ میں ۱۵۹/۱۶۰ (۱۱۲) اس ”تعلیقہ المحصل“ کو تاج الدین کی طرف منسوب کرنے پر المرانغی کو غلطی پر قرار دیا مگر ”المحصل“ نامی کتاب کا انکار نہیں کیا۔

(۹) المعالم فی اصول الفقه :

فقطی نے ”المعالم فی الاصلین“ کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا۔ ابن خلکان نے کہا : ”فی اصول الفقه المحصول و المعالم“^۳ طاش کبری زادہ اور حاجی خلیفہ نے بھی اس کا ذکر کیا۔^۴

۱۔ اس کتاب کو صرف فہرست جو تاریخ (۹۸۰) میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۰۸/۲، تحقیقی مقدمہ علی المحصول، طہ جابر فیاض علوانی۔ ص ۳۹

۳۔ اخبار الحکماء۔ ص ۱۹۱، وفيات الامیان، ابن خلکان، ۴۷۱/۱، ۴۷۲/۱

۴۔ مفتاح السعاده، طاش کبری زادہ، ۵۹۹/۲، کشف الظنون، ۱۷۲۷، ۱۷۲۶/۲

المعالم کے شارحین :

- ۱۔ ابو العباس احمد بن محمد بن خلف بن راجح المقدسی حنبلی ثم شافعی متوفی ۶۳۸ھ۔^۱
- ۲۔ شرف الدین ابو محمد عبداللہ بن محمد بن علی الفہری، معروف بہ ابن تلمسانی (متوفی ۶۴۴ھ)۔^۲
- ۳۔ ابو الحسن شرف الدین علی بن حسین بن علی بن الحسین الاموی (متوفی ۷۵۷ھ)۔^۳
- ۴۔ شرف الدین بن ابرہیم بن اسحاق المناوی (متوفی ۷۵۷ھ)۔^۴

المعالم کا اختصار :

- ۱۔ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القنوی شافعی متوفی ۲۹ھ نے "اختصار المعالم فی الاصول" تالیف کی۔^۵
 - ۲۔ نجم الدین اللبودی نے بھی اس کا اختصار کیا۔
- المعالم کا رد اور جواب رد میں کتاب : المعالم کے رد پر کتاب : ابوالمطرف احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ متوفی ۶۵۸ھ نے "رد علی کتاب المعالم للامام فخر الدین رازی" تالیف کی۔^۶

المعالم کے رد کے جواب میں کتاب : ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الخزرجی الانصاری الجزری الاندلسی متوفی ۷۰۹ھ نے "دفع المظالم من کتاب المعالم" کے نام سے کتاب لکھی۔ دراصل یہ کتاب ابوالمطرف بن عمیرہ کی کتاب "رد علی کتاب المعالم" کا جواب ہے جس میں ابوالمطرف نے امام رازی کی "المعالم" پر اعتراضات کئے۔ ابو اسحاق انصاری نے یہ کتاب لکھ کر امام رازی کا دفاع کیا اور ان کو ان اعتراضات سے براءت دلائی اور کتاب کے عنوان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔^۷

المعالم میں امام رازی کا اسلوب اور مشتملات کتاب : امام رازی "المعالم" میں حد درجہ اختصار و وقت سے کام لیتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ اس عبارت میں مطلوب بھی مکمل ادا ہو جائے اس کا کوئی پہلا چھوٹے نہ پائے۔ یہ کتاب دس ابواب پر اور ہر باب مسائل پر مشتمل ہے :

پہلا باب : لغات کی بحث میں ہے اس کے تحت نو مسائل لائے ہیں۔ پہلا مسئلہ تقسیمات الفاظ میں ہے۔
دوسرا باب : اوامر و نواہی کے بیان میں ہے اس کے ضمن میں بیس مسائل پیش کئے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے :

۱۔ الايضاح المکنون ۳/۵۰۵، ہدیۃ العارفين، ۹۳/۵، معجم الاصولین ۱/۲۱۱ (۱۵۵)

۲۔ كشف الظنون ۲/۱۷۲۔ ۳۔ كشف الظنون ۲/۱۷۲، ہدیۃ العارفين ۲/۲۲۵

۳۔ كشف الظنون ۲/۱۷۲۔ ۴۔ كشف الظنون ۲/۱۷۲، اللغ الخمين ۲/۱۳۳

۴۔ الدرر البیان، ابن فرحون مالکی، ص ۱۱۳، ۱۱۵۔ اللغ الخمين ۲/۲۲، معجم الاصولین ۱/۱۵۸ (۱۱۰)

۵۔ الدرر البیان، ص ۱۳۹، ۱۵۰۔ معجم الاصولین ۱/۳۸ (۲۳)

”الامر هو اللفظ الدال على طلب الفعل، على سبيل الاستعلاء“

(اپنے آپ کو دوسرے سے بلند مرتبہ جان کر طلب فعل پر لفظ کا دلالت کرنا امر ہے)۔

تیسرا باب : عام خاص کے بیان میں ہے جس کے تحت دس مسائل ذکر کئے۔ پہلا مسئلہ مطلق و عام کے مابین فرق میں ہے۔

چوتھا باب : جمل و مین کی بحث میں ہے۔

پانچواں باب : افعال میں ہے جو دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

چھٹا باب : نسخ سے متعلق ہے۔ اس کے تحت چار مسائل ذکر کئے پہلا مسئلہ اس میں ہے کہ نسخ کے جواز پر مسلمانوں کا اتفاق ہے جبکہ یہود نے اس کی مخالفت کی ہے۔

ساتواں باب : اجماع سے متعلق ہے اس کے ضمن میں چار مسائل بیان کئے۔ پہلا مسئلہ میں بیان کیا کہ امت کا اجماع حجت ہے۔ نظام و خوارج کا اس پر اختلاف ہے۔

آٹھواں باب : اخبار کے بیان میں ہے جو دس مسائل پر مشتمل ہے۔ پہلا مسئلہ میں ہے کہ جمہور کے مطابق خبر، صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہے مگر امام رازی کے نزدیک یہ باطل ہے۔

نواں باب : قیاس کی بحث میں ہے جو آٹھ مسائل پر محیط ہے۔

دسواں باب : کتاب کا آخری باب اس علم کے بقیہ مباحث پر کلام کے لئے مختص ہے جس میں صرف تین مسائل ہیں۔^۱

المعامل کے ناقلین :

متعدد مصنفین نے اپنی کتب میں المعامل سے نقل کیا۔ ان میں سے ایک امام اسنوی بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ”نہایة السؤل“ کے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

یہ کتاب ”المعامل فی اصول الفقہ“، شیخ عادل احمد عبدالموجود اور شیخ علی محمد معوض کی تحقیق و تعلق کے ساتھ ۱۹۹۳ء-۱۴۱۴ھ میں دارالعلم المعروف، قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(۱۰) ”المنتخب“ یا ”منتخب المحصول“ :

اس کتاب کی امام رازی کی طرف نسبت میں دو آراء ہیں۔ صفری، ابن العماد، ابن قاضی شہبہ، خوانساری، حاجی خلیفہ اور جمیل عظیم کے مطابق یہ امام رازی کی کتاب ہے۔^۲ چار مقامات پر اس کے نسخے مخطوطے کی صورت

۱۔ المعامل فی اصول الفقہ، امام فخر الدین رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تحقیق و تعلق، شیخ عادل احمد عبدالموجود، شیخ علی محمد معوض۔ قاہرہ دارالعلوم المعروف ۱۹۹۳ء-۱۴۱۴ھ

۲۔ الودائی، صفری، ۲۵۵/۴، شذرات الذهب، ابن العماد حنبلی، متوفی ۱۰۸۹ھ، ۲۱/۵۱، کشف الظنون، ۱۶۱۶/۲، حدیۃ العارفین، ۱۰۸/۲، حقود الجور، ص ۱۵۴، طبقات الشافعیہ، ابن قاضی شہبہ پندرہواں طبقہ، روایات ۲۹۔

میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک المکتبہ الازہریہ میں (۱۷۵) ۱۱۰۱ نمبر کے تحت موجود ہے۔ ۶۵۳ھ میں اس کو لکھا گیا تھا جبکہ دوسرا دارالکتب المصریہ (۱۱۵) میں ہے جو ۷۵ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے علاوہ فاتح اور ظاہریہ دمشق میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔ کتاب کا آغاز ”الحمد لله على نعمائه.....“ سے ہوتا ہے۔ دیباچہ کے بعد اس کتاب کے انتخاب و ترتیب سے متعلق فرماتے ہیں :

”هذا مختصر في اصول الفقه انتخبته من كتاب المحصول ورتبته على مقدمة وفصول، ام المقدمة الاولى ففي تعريف اصول الفقه، اعلم ان الاصل هو المحتاج اليه، واما الفقه فهو في اصل اللغة عبارة عن فهم غرض المتكلم من كلامه.....“

(یہ اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جسے میں نے (اپنی) کتاب المحصول سے منتخب کیا ہے اور اسے ایک مقدمہ اور چند فصلوں پر مرتب کیا ہے۔ پہلا مقدمہ اصول فقہ کی تعریف میں ہے، ”جان لو کہ اصل وہ ہے جس کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اصل اللغۃ میں شکل کے کلام سے اس کی غرض سمجھ لینے کا نام فقہ ہے.....“)

فاتح اور ظاہریہ کے نسخوں میں سمیعیہ ”حاصل المحصول“ کا اضافہ ہے۔ اس کتاب کے پہلے صفحہ پر عنوان اس طرح تحریر ہے۔ کتاب ”منتخب المحصول فی الاصول“ اور ایک جانب ”حاصل محصول“ تحریر ہے۔ ابن سبکی نے کئی اقوال ذکر کرنے کے بعد کہا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ امام رازی کی تصنیف نہیں بلکہ ان کے کسی شاگرد کی تصنیف ہے۔ امام قرانی نے بھی اسی رائے پر اتفاق کرتے ہوئے لکھا :

”قد نقل عن تلميذ الامام شمس الدين خسرو شاهي : انه اكمله اضياء الدين حسين“^۱
(یہ کتاب امام رازی کے شاگرد شمس الدین خسرو شاہی کی ہے جسے بعد میں ضیاء الدین حسین نے مکمل کیا)

المنتخب کی شرح :

شہاب الدین الخفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ نے تفسیر بیضاوی پر اپنے حاشیہ میں لکھا کہ قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۹۱ یا ۶۸۵ھ) نے ”شرح المنتخب للرازی“ تالیف کی۔^۲

(۱۱) النهایة البهائية فی المباحث القیاسیة :

صغری نے اس کتاب کا ذکر کیا^۳ اور شاید امام رازی نے ”المعالم“ کی مندرجہ ذیل عبارت میں اسی کتاب کی طرف اشارہ کیا ہو :

”ولنا كتاب مفرد في مسألة القياس فمن اراد الاستقصاء في القياس رجع اليه“^۴
(اور قیاس کے مسئلہ میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے۔ جو قیاس میں غور و فکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

۱ الطہقات، ۱، ص ۳۹/۵ ج تحقیق مقدمہ علی المحصول امام رازی، ط جابر فیاض طوائی، ص ۵۱۔ بحوالہ المغاسک مذکور ہے۔
۲ مقدمہ حاشیہ الشہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی، شیخ احمد بن محمود بن عمر قاضی القضاة ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، ۳/۱۔ مطبعہ ندوستانہ۔
۳ الوائی، المعقدی، ۴/۲۵۵ ج

۴ المعالم فی اصول الفقہ امام رازی، متوفی ۶۰۶ھ۔ ص ۱۶۵

(۱۲) اسرار التنزیل و انوار التاویل :

قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں۔ پہلا اصول میں، دوسرا فروع میں، تیسرا اخلاق میں، چوتھا مناجات و ادعیہ میں ہے لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پا گئے اس لئے یہ کتاب پہلے حصہ کے آخر تک پہنچ کر رہ گئی۔^۱

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب میں امام رازی کی کتاب ”نہایۃ العقول“ سے متعلق فرمایا : بظاہر یہ کتاب علم کلام میں ہے اور علامہ شبلی مرحوم نے علم الکلام میں امام صاحب کی جو فہرست دی ہے اس میں اس کتاب کو بھی شامل کیا ہے لیکن کشف الظنون میں اس کا پورا نام یہ لکھا ہے : ”نہایۃ العقول فی الکلام فی درایۃ الاصول“ اور اس کی تشریح یہ کی ہے یعنی اصول فقہ میں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول فقہ میں ہے مگر کشف الظنون کا جو تصحیح شدہ نسخہ ہمارے زیر استعمال ہے اس میں صراحت کے ساتھ اس کتاب کو ”اصول الدین“ کی کتاب بتایا ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس جو نسخہ ہوا اس میں اسی طرح مذکورہ ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کو سہو ہو گیا ہو۔^۲

(۱۳) کتاب احکام الاحکام :

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کتاب کس علم میں ہے شاید یہ اصول فقہ میں ہو۔

(۱۴) المحصول فی علم اصول الفقہ :

امام رازی کی یہ کتاب اصول فقہ کی اہم کتب میں سے ہے اور اس کو شہرت بھی حاصل رہی۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ امام رازی نے اس فن میں سابقین سے جو کچھ منقول تھا ان سب کو اس کتاب میں جمع کر دیا تھا اور امام رازی کے بعد جو اس فن میں لکھا گیا وہ اس سے منتخب اور محصول تھا۔ بالفاظ دیگر ”المحصل“ اصول فقہ کی اہم ترین کتب سے ماخوذ ہے جو امام رازی سے قبل تفسیر کے نفع اسالیب اور ترتیب و تہذیب کے اعلیٰ طرق پر لکھی گئیں تھیں۔ امام رازی نے صرف نقل و اخذ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی آراء کا اضافہ کیا اور پھر ان افکار و آراء سے بہترین نتائج نکالے۔

”المحصل“ کا زمانہ تالیف :

امام رازی ۵۷۶ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف تیس (۳۳) برس تھی۔ یہ کتاب اپنی تالیف کے زمانے سے عصر حاضر تک ہر دور میں بہت اہمیت کی حامل رہی۔ یہ کتاب طہ جابر فیاض

۱۔ کشف الظنون ۱/۸۳، اخبار الحکماء قفطی ص ۱۹، بحوالہ امام راز، محمد عبدالسلام ندوی ص ۳۳

۲۔ امام رازی، عبدالسلام ندوی ص ۳۶، کشف الظنون ۲/۱۹۸۸

علوانی کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۳۹۹ھ - ۱۹۷۹ء میں جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، المملکتہ السعودیہ سے طبع ہوئی۔ اس کے علاوہ عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ بھی مکتبہ نزاز مصطفیٰ، المملکتہ السعودیہ سے پہلی بار ۱۳۱۷ھ - ۱۹۹۷ء میں چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

المحصل کی وجہ تسمیہ میں امام قرانی کے اشکالات و جوابات :

امام قرانی نے اس کی وجہ تسمیہ میں اشکالات ذکر کئے اور کہا کہ ”المحصل“ کے ساتھ تسمیہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا فعل ”حصل“ ہے تو اس کا مفعول نہیں آتا۔ لہذا اس اعتبار سے ”محصل“ کہنا غلط ہوگا اور اگر فعل ”حصل“ (بالتشدید) مانا جائے تو اس کا مفعول بر وزن ”مکسر“ مخلص آتا ہے اس طرح قرانی نے اشکال در اشکال پیش کئے اور پھر ان کے جوابات میں طویل گفتگو کی۔^۱

لفظ ”المحصل“ پر طہ جابر علوانی کی تحقیق کا خلاصہ :

چونکہ مصادر مفعول کے وزن پر آتے ہیں جیسے ”المعقود والمیسور بمعنی العقد والیسر“ آتا ہے اور کہا جاتا ہے: ”لیس له معقود رای“ اس کا مطلب عقد رانی ہوتا ہے۔ کتاب کا عنوان المحصول ہے، فی اصول الفقہ کی عبارت اس میں شامل نہیں ہے اور ”محصل“ مصدر ہے اس طرح اشکال رفع ہو گیا۔ اور کتاب کا عنوان ”المحصل فی اصول الفقہ“ درست ہونے کی اور بھی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً یہ کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں ”المحصل“ کا تین جگہ مختلف انداز سے ذکر کیا ہے۔ پہلی جگہ ”المحصل فی اصول الفقہ“، دوسری جگہ ”المحصل فی علم الاصول“ اور تیسری جگہ ”المحصل من اصول الفقہ“ تحریر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب ”الاربعین“ میں دو مرتبہ ذکر کیا۔ پہلی جگہ ”المحصل فی علم الاصول“ اور دوسری جگہ ”المحصل فی الاصول“ کے نام سے ذکر کیا جبکہ ”المنتخب“ کے مقدمہ میں صرف ”المحصل“ کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا۔ اسی طرح ”نہایۃ العقول“ اور ”المعالم فی اصول الفقہ“ میں ”المحصل فی اصول الفقہ“ کے نام سے ذکر کیا۔ بہر حال کتاب کا نام ”المحصل فی اصول الفقہ“ ہی ہے اگر قرانی کی بات درست مانی جائے تو صرف ”المحصل“ کہنا بھی درست ہوگا۔ لہذا کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہا۔^۲

۱۔ المحصول فی علم الاصول، امام فخر الدین رازی، تحقیق و دراست، طہ جابر فیاض علوانی/۵۳۔ نیز احمدیہ طلب میں درج تاریخ کے حوالے سے مذکور ہے۔ جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ - ۱۹۷۹ء

۲۔ النفاذ فی اصول فی شرح المحصول، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادريس بن عبدالرحمن الصہبانی المعری القرانی، تحقیق عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض/۱۰۳۔ البحث الثالث فی تسمیہ الكتاب بالمحصل، الرياض مکتبہ مکرمہ

مکتبہ مصطفیٰ الباز طبع لالیہ ۱۳۱۸ھ - ۱۹۹۷ء

۳۔ تحقیقی مقدمہ علی المحصول، طہ جابر فیاض علوانی/۵۳۔ ملخص

”المحصول“ کا ذکر کرنے والے مورخین :

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر تقریباً تمام مورخین جنہوں نے امام رازی کے حالات و تصنیفات ذکر کیں اس کتاب کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مثلاً ابن خلدون، طاش کبری زادہ، حاجی خلیفہ، بغدادی، بدرالدین یعنی وغیرہ۔^۱

وہ مصداق جن سے امام رازی نے ”المحصول“ میں استمداد کیا :

علم اصول فقہ کی تاریخ لکھنے والوں کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ امام شافعی کی کتب اصول فقہ کے بعد، چار اہم ترین کتب یہ ہیں :

۱۔ البرہان : از امام الحرمین ۲۔ المستصفی : از امام غزالی

۳۔ العمد : قاضی عبدالجبار اور اس کی شرح العمده از ابوالحسین

۴۔ المعتمد : از ابوالحسین بصری۔ یہ کتاب العمد کی شرح کا اختصار ہے۔

یہ چاروں کتب متکلمین کے طرز پر تالیف کی گئیں تھیں اور اس علم کے مسائل و مباحث کا احاطہ کرتی ہیں اسی لئے ان مسائل و مباحث کو اس علم کے قواعد اور ارکان کا درجہ حاصل ہے۔^۲ امام رازی نے ان چاروں کتب میں سے امام غزالی کی المستصفی اور ابوالحسین بصری کی المعتمد کی مدد سے المحصول تالیف کی اور ان دونوں سے صفحے کے صفحے اور ان کی عبارتیں لفظ بلفظ نقل کر دیں۔^۳ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا اور وہ امام غزالی کی المستصفی سمیت ہر مصنف اور ہر کتاب سے متعلق اپنی ناقدانہ رائے رکھتے تھے اور مناسب مواقع پر اپنی تنقیدی رائے کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مسعودی نے ان کے سامنے امام غزالی کی المستصفی کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ کتاب ان کی دوسری کتاب شفاء الغلیل میں پائے جانے والے عیوب سے پاک ہے، اس پر انہوں نے لکھا :

”میں ایک بار طوس میں گیا مجھ کو امام غزالی کے صومد میں ٹھہرایا اور جب لوگ میرے پاس جمع ہوئے تو میں نے کہا کہ تم لوگوں نے مصحفی کے پڑھنے میں اپنی عمریں ختم کر دیں ہیں تو تم میں اگر کوئی شخص اس پر قادر ہو کہ مصحفی کے اول سے آخر تک کوئی دلیل بیان کرے اور اس کو میرے سامنے خود امام غزالی کے بیان کے مطابق ثابت کرے اور اس میں کوئی ایسی بات نہ ملے جو اس سے الگ ہو تو میں اس کو سو دینار دوں گا۔ اس پر دوسرے روز انہی کا ایک ذہین آدمی جس کا نام امیر اشرف تھا، آیا اور دار مغضوبہ میں نماز پڑھنے سے متعلق گفتگو کی۔ کیونکہ اس کے خیال میں اس مسئلہ کے متعلق امام غزالی کا بیان نہایت پُر زور تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ اس مسئلہ میں امام غزالی کا بیان نہایت ضعیف ہے اور جب میں نے اس کو ثابت کیا تو امیر اشرف بالکل چپ ہو گیا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ جب میں آپ کے

۱۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۵۵، ملحق السعد ۲/۱۱۸، ایضاح السنون ۳/۵۶۹، عقد الجمان ۷/۳۲۲۔

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۶

۳۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۵۵

سامنے اس مسئلہ کو ثابت کر دوں گا تو موعودہ سودینار لے لوں گا لیکن اب معلوم ہوا کہ ان سودیناروں کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ میں نے مسعودی سے اس واقعہ کو بیان کیا تو وہ اور پریشان ہوئے پھر میں نے ان سے کہا کہ میں تمہارے سامنے مستحفی کا ایک اور تحفہ پیش کرتا ہوں اور یہ تحفہ چند اعتراضات کا ہے جو امام غزالی پر کئے ہیں

امام رازی کا مذکورہ بالا بیان امام غزالی کی المستصفی سے متعلق تھا لیکن خود امام رازی کی تصانیف سے متعلق ابن حجر نے "لسان المیزان" میں جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

"حکم کلام اور اصول فقہ میں ان (امام رازی) کی کتابیں مشہور و متداول ہیں اور ان کی بعض باتیں قابل قبول اور بعض باتیں قابل تردید ہیں۔ ان پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ اعتراضات تو نہایت قوی کرتے ہیں لیکن ان کے جوابات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مغربیوں نے کہا ہے کہ ان کے اعتراضات تو نقد ہوتے ہیں اور جوابات اُدھار۔"

خلاصہ کلام :

بہر حال کوئی انسان بشری کمزوریوں سے پاک نہیں ہے مگر ہمیں تعمیری، مثبت اور تخلیقی سوچ و عمل نظر رکھنی چاہئے اور جو کام کرتا ہے اس سے غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں اور جو لکھتا ہی نہ ہو ظاہر ہے اس کی غلطی بھی نہیں پکڑی جاسکتی۔ اس لئے اسلاف کے ہزاروں صفحات پر مشتمل کام میں چند باتیں تلاش کر لینے سے ان کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کی نیت و مقصد پر کسی قلم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا اسلاف نے اللہ کی رضا کی خاطر سب کچھ کیا۔ بہر حال الھصول کی تصنیف نے کتب متقدمین سے کافی حد تک بے نیاز کر دیا کیونکہ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی اصول کے پڑھنے پڑھانے والوں کو طلب و ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کتاب پر کثرت سے شروح و تعلیقات و محتمرات لکھے گئے۔ ہم اپنی معلومات کے مطابق ان کو ذیل میں بیان کریں گے۔

"المحصول" کی شروح :

المحصول کی چند شروح مندرجہ ذیل ہیں جن کا ہمیں علم ہو سکا :

۱۔ نفائس الاصول فی الاصول فی شرح المحصول : شہاب الدین، ابوالعباس احمد بن ادریس القرانی مالکی، متوفی ۶۸۳ھ نے یہ شرح لکھی۔ دوران تصنیف شارح نے متقدمین و متاخرین کی مختلف مذاہب پر تیس کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔^۱

۲۔ الکاشف عن المحصول : شمس الدین محمد بن محمود الصہبانی (متوفی ۶۷۸ یا ۶۸۸ھ) نے یہ شرح تالیف کی۔ یہ تاج الدین ارموی صاحب الحاصل کے شاگرد تھے۔ انکا کشف ایک پُر مغز علمی شرح ہے اس کی تالیف میں انہوں نے جس قدر ممکن تھا معظم کتب اصولیہ سے استفادہ کیا۔ حاجی خلیفہ نے سبکی کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ اس شرح کی تکمیل سے قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔^۲

۱۔ میزان اعتماد ۲/۲۲۳، بحوالہ امام رازی، عبدالسلام ندوی۔ ص ۶۱

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الدریاج۔ ص ۱۲۸، ۱۳۰۔ الفح اکھن ۲/۸۶، ۸۷۔ ح کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الفح اکھن ۲/۹۰، ۹۱

۳۔ نہایۃ الوصول الی علم الاصول : محمد بن عبدالرحیم بن محمد شیخ صفی الدین الہندی ارموی شافعی (متوفی ۷۱۵ھ) اس کے شارح ہیں۔ اور یہ سراج الدین ارموی متوفی ۶۸۲ھ صاحب التحصیل کے شاگرد تھے اور وہ کتاب "نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول" کے نام سے صالح بن ابی یوسف اور سعد بن سالم الشرحی کی تحقیق کے ساتھ آٹھ مجلدات میں مکتہ المکرمۃ مکتبۃ التجار یہ سند سے چھپ چکی ہے۔

۴۔ قرانی نے نقشبانی کی "المحصل" پر ایک شرح کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ قاضی العسکر محمد بن حسین بن محمد شمس الدین الارموی شافعی نے بھی المحصل کی شرح لکھی تھی۔

"المحصل" پر تعلیقات :

(۱) عزالدین عبدالحمید بن ہبۃ اللہ المدائنی معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ) نے اس پر تعلیقہ لکھا۔

(۲) تاج الدین ترکمانی احمد بن عثمان بن صبیح الجوزجانی (متوفی ۷۴۳ھ) نے بھی تعلیقہ لکھا۔

"المحصل" کے اختصارات :

۱۔ المنتخب : یہ اختصار امام رازی کی طرف منسوب ہے۔ ہم اس پر امام رازی کی مصنفات اصولیہ میں بحث کر چکے ہیں۔

۲۔ الحاصل من المحصول : تاج الدین ابی عبدالمحمد بن حسین الارموی متوفی ۶۵۶ھ۔ تاج الدین ارموی کی یہی "الحاصل" قاضی بیضاوی کی "منہاج الوصول" کا ماخذ ہے۔ یہ کتاب جامعہ قان یونس سے عبدالسلام محمود ابوناجی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے۔

الحاصل پر تقیدات :

بعد میں ابو عبداللہ بن محمد بن عبدالنور التوسی مالکی (متوفی ۷۲۶ھ) نے دو جلدوں میں تقیدات علی الحاصل تالیف کی۔

۳۔ التحصیل : سراج الدین ابوالثناء محمود بن ابوبکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) نے اس نام سے اختصار لکھا۔ جو عبدالحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے ساتھ بیروت موسمہ الرسالہ سے ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

۱ تحقیق مقدمہ علی التحصیل لارموی عبدالحمید علی ابوزنید۔ ص ۳۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳، الفتح للمبین ۲/۱۱۵

۲ ہدیۃ العارفین ۶/۱۲۵ ص ۳ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵

۳ تحقیق مقدمہ علی الحصول لمام رازی، مطب جابر فیاض علوانی۔ ص ۶۰۔ بحوالہ الفحائس للقرانی ۱/۱۳ مذکور ہے۔

۴ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۹، الطبقات السعیدۃ ۱/۳۴۹، ۳۵۱، ۲۳۰۔ اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن ابراہیم مذکور ہے۔

۵ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الفتح للمبین ۲/۱۳۷

التحصیل کا اختصار : بدرالدین التستری (متوفی ۷۳۲ھ) نے "حل عقد التحصیل" کے نام سے اس کا اختصار لکھا۔^۱

التحصیل کی شرح : ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ جزری شافعی (متوفی ۷۱۶ھ) نے تین جلدات میں شرح "التحصیل" تالیف کی۔^۲

۴۔ تنقیح الفصول : شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس القرانی (متوفی ۶۸۳ھ) نے المحصول کا اختصار کیا اور انہوں نے نفاس الاصول کے نام سے المحصول کی شرح بھی لکھی تھی جس کا بھی ذکر گذرا ہے۔
"تنقیح الفصول" درحقیقت ان کی فقہ پر کتاب "الذخیرة" کا مقدمہ ہے۔^۳

التنقیح کے شارحین :

(۱) امام قرانی نے خود "شرح تنقیح الفصول" تالیف کی۔^۴

(۲) ابو العباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی مراکشی، متوفی ۷۲۴ھ نے بھی اس کی شرح لکھی تھی۔ کتاب التنقیح متعدد بار چھپ چکی ہے۔ پہلی مرتبہ قاہرہ مطبعہ الخیریہ سے ۳۰۵ صفحات میں شائع ہوئی۔ دوسری مرتبہ ط عبد الرؤف سعد کی تبویب و تنقیح کے ساتھ ۱۳۹۳ء میں ۳۶۲ صفحات میں شرک طابع الفدیہ المتحدة العباسیہ سے شائع ہوئی۔

۵۔ تنقیح المحصول : امین الدین مظفر بن محمد التبریزی (متوفی ۶۲۱ھ) جو مظفر الوازانی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے اس نام سے اختصار لکھا۔ ط جابر علوانی نے ۱۹۷۹ء میں المحصول پر اپنے تحقیقی مقدمہ میں لکھا کہ جامعہ الملک عبدالعزیز کا ایک طالب علم اس پر تحقیق میں مصروف ہے۔ جمال الدین عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) نے اپنی کتاب "نہایة السؤل" میں اس سے بہت نقل کیا ہے۔
التنقیح کا ایک نسخہ جامعہ احمد الثالث میں ۱۲۳۶ نمبر پر موجود ہے اسی طرح ایک دوسرا نسخہ دول العربیہ قاہرہ میں ہے۔^۵

۶۔ عماد الدین محمد بن یونس بن منعم الازدی (متوفی ۶۰۸ھ) نے بھی اس کا ایک اختصار لکھا تھا جو کمال الدین موسیٰ بن یونس شیخ سراج الدین ارموی (۶۸۲ھ) صاحب "التحصیل" کے بھائی تھے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ عماد الدین نے جدل میں بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "التحصیل" تھا اور "المحصول" کا اختصار الگ الگ کتابیں ہیں۔^۶

۱۔ طبقات الشافعیہ۔ ابن سنی ۱۵۵/۵، طبقات الشافعیہ، اسنوی ۱۵۵/۱ ح الفتح المبین۔ ۱۱۷/۲

۲۔ الدبیاج ص ۱۲۹-۱۲۸، الفتح المبین ۱۲/۲

۳۔ ہدیة العارفین ۱۰۴/۵، الفتح المبین ۱۲۳/۲، معجم الاصولین ۱۶۳/۱-۱۶۵

۴۔ تحقیقی مقدمہ علی المحصول للامام رازی ط جابر علوانی ص ۶۳، تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی عبدالحمید ابوزنیر ص ۷۷

۵۔ تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی۔ عبدالحمید ابوزنیر ص ۶۹

حاجی خلیفہ نے مذکورہ بالا مشہور مختصرات کے علاوہ اور کو بھی ذکر کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مختصر تاج الدین، عبدالرحیم بن محمد الموصلی (متوفی ۷۷۱ھ یا ۷۶۱ھ) یہ کمال الدین بن یونس کے شاگرد اور قاضی سراج الدین ارموی کے استاد تھے۔

(۲) مختصر محی الدین سلیمان بن عبدالقوی الطوفی حنبلی متوفی ۷۱۰ھ۔

(۳) مختصر الباجی: اس کا نام ”غایہ الوصول“ ہے یہ علاء الدین علی بن محمد بن خطاب المغربی مصری شافعی (متوفی ۷۱۴ھ) کی تصنیف ہے۔

مختصر الباجی: کی شرح تاج الدین ابن الترمکانی احمد بن عثمان ابراہیم (متوفی ۷۴۴ھ) نے اس مختصر کی شرح لکھی۔ جسے انہوں نے چودہ انواع پر مرتب کیا۔

(۴) شمس الدین محمد بن یوسف الجندی (متوفی ۷۱۶ھ) نے ایک مختصر لکھا جو الموصول کے مسائل پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تھا۔ الراغی نے شرح و اختصار کی تعین کئے بغیر صرف یہ کہا کہ انہوں نے کتاب ”اجوبۃ علی مسائل من الموصول“ تالیف کی اور یہ تین مجلدات پر مشتمل ہے۔

(۵) خوانساری نے مجد الدین بن دینق العید القشیر ماکی کی طرف ایک مختصر منسوب کیا اور اسے الموصول پر لکھے گئے عمدہ مختصرات میں سے ایک شمار کیا ہے۔

(۶) ابن الدین مظفر بن محمد تبریزی (متوفی ۷۲۱ھ) نے بھی لکھا۔ دنیا کے تقریباً ۲۲ سے زیادہ کتب خانوں میں الموصول نسخہ موجود ہیں۔ مکتبہ الازہری میں ۱۳۰ نمبر کے تحت اور دارالکتب المصریہ میں ۷۰ نمبر کے تحت بھی موجود ہیں۔

(۷) تلخیص الموصول لتہذیب الاصول: محقق التخصیص نے اپنے مقدمہ میں اس مختصر کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے مؤلف کا علم نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب ایک جلد میں مخطوطے کی شکل میں ہے جو مکتبہ الازہر میں (۱۱۵) ۳۴۹۳ نمبر پر موجود ہے۔ یہ مخطوطہ ۸۷۵ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے:

”رب تمم بخیر . اما بعد : احمد الله رب العالمين والصلاة والسلام على نبيه خاتم النبيين و على اله و صحبه وسلم الطاهرين الطيبين . فان اصول الفقه من اشرف العلوم الشرعية الغامضة فيه مجال البحث الدقيق ، و متسع الاتقان والتحقيق ، وهو المتوسط بين الحكمة النظرية التي هي علم الكلام و بين الحكمة العملية السياسية التي هي الفقه ، فمن لم يطلع عليه لم يتمكن من استنباط الاحكام ، و لا يوتق با جهاده“

(رب تمم بخیر۔ اما بعد الحمد للرب العالمین..... بلاشبہ اصول فقہ اشرف اور پیچیدہ علوم شرعیہ میں سے ہے۔ اس میں دقیق بحث کے وسیع و مضبوط میدان ہیں اور وہ ان کا درمیانی راستہ جو اس علم پر مغلط نہیں ہوگا وہ استنباط احکام کی قدرت نہیں رکھ سکے گا اور اس کے اجتہاد کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا)

۱. كشف الظنون ۱۶۱۶/۲ ج ۲ كشف الظنون ۱۶۱۶/۲

۲. كشف الظنون ۱۶۱۶/۲ ، هدية العارفين ۷/۱۶ ، الفتح المبین ۲/۱۱۳

۳. كشف الظنون ۲/۱۸۳۹ ، الطبقات السنیه ۱/۳۳۹-۳۵۰ (۲۴۰)

۴. كشف الظنون ۲/۱۸۳۹ ، كشف الظنون ۲/۱۱۷

اس کے بعد فرماتے ہیں :

” انی وجدت الكتب المؤلفة في هذا الفن غير خالية عن الانحراف عن الحق . وان كتاب المحصول هو المتداول في زماننا ، وهو وان نقل اكثرها في الكتاب المعتمد والمستصفي والبرهان ، ولكن الانحراف في تصرفاته اكثر ، فاجبت ان انظر في هذا الفن ، واظهر ما فيه من الانحراف وسميت كتابي هذا (تلخيص المحصول لتهديب الاصول)“۔

(میں نے اس فن میں لکھی جانے والی کتاب کو حق کے انحراف سے خالی نہیں پایا اور کتاب المحصول ہمارے زمانے میں متداول ہے اور اس میں اگرچہ زیادہ تر کتاب المستصفي اور البرهان سے نقل پر تکیہ کیا گیا ہے، اور وہ اس میں صحیح سمت سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس فن میں غور کروں اور انحراف کی جگہوں کی نشاندہی کروں اور اس کا نام ”تلخیص المحصول لتهدیب الاصول“ رکھا)

اس کتاب کے مصنف نے امام رازی پر پہلا اعتراض ان سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف کے کلمہ ”الشرعیہ“ سے متعلق کیا۔ امام رازی نے تعریف فقہ میں نو اند تہود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ”الشرعیة“ احتراز عن العلم بالاحکام العقلية (شرعیہ کی قید سے وہ احکام جن کا علم عقل سے حاصل ہوتا ہے خارج ہو گئے)۔ اس پر پہلا اعتراض کیا۔ پھر اس کے بعد ذکر کیا کہ عقل کے ذریعے سے احکام کا ادراک ان کو شرعیہ ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ فقہ کی تعریف میں امام رازی نے ”العلمیہ“ کی قید کا فائدہ یہ بتایا کہ اس سے احکام علیہ خارج ہو گئے۔ صاحب تلخیص نے اس پر اعتراض کیا۔

نوٹ : محصول و تحصیل کے نام سے اصول فقہ پر ائمہ مصنفین نے بھی کتب تالیف کیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

- (۱) قاضی ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۳۳ھ) نے محصول کے نام سے اصول فقہ پر سے کتاب لکھی۔
- (۲) سید محسن بن حسن الاعرجی السلامی الکافری شیمی (متوفی ۱۲۴۰ھ) ”والیة الاصول“ کی شرح لکھی جس کا نام ”المحصل“ رکھا۔

(۳) امام ابو منصور عبدالقادر بن طاہر البغدادی شافعی (متوفی ۴۲۹ھ) نے ”الحصول“ کے نام سے اصول فقہ پر کتاب لکھی۔

المحصل للرازی اور الاحکام للامدی کے طریقوں میں تطبیق :

احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (متوفی ۶۹۳ھ) نے امام رازی کی المحصول امام آمدی کی الاحکام کے طرز میں تطبیق کر کے اپنی کتاب میں یکجا کیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ کتاب مؤلف کے خط میں ان کے

۱۔ تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی۔ عید الحمید ابو زید ص ۷۲

۲۔ حوالہ سابق الفاظ کے اضافہ کے ساتھ ج الفتح المبین ۲/۲۸-۳۰

۳۔ کشف الظنون ۱/۷۰ ، الفتح المبین ۱/۲۳۳-۲۳۵

پاس موجود ہے۔ احمد بن کمال دراصل عزالدین بن عبدالسلام اور ابو عمرو عثمان بن صلاح کے شاگرد تھے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اُستاد تھے۔^۱

عماد الدین الارذبیلی الشافعی (۵۳۵ھ - ۶۰۸ھ)^۲

فقیر، اصولی اور نظارتی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور اپنے وقت کے جید علماء سے علم حاصل کیا۔ موصل کے متعدد مدارس میں تدریس کی۔ شہر موصل کے ۵۹۲ھ میں قاضی رہے۔ نور الدین ارسلان شاہ، صاحب موصل کے یہاں بہت قدر و منزلت رکھتے۔ امیر وقت ان سے مشورہ طلب کرتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے امام رازی کی الحصول کا اختصار کیا اور جدل میں التحصیل نامی کتاب لکھی۔^۳

اسماعیل بغدادی الازہجی (متوفی ۵۳۹ھ - ۶۱۰ھ)^۴

فقیر، اصولی، مناظر، متکلم تھے۔ فقہ و خلاف کی تعلیم ابوالفتح بن المنی سے حاصل کی۔ اپنے شیخ کے بعد مسجد مامونیہ میں درس دیتے۔ جامع قصر میں فقہاء ان کے پاس مناظرہ کے لئے جمع ہوتے۔ عمدہ کلام و عمارت پر قدرت رکھنے کے علاوہ فصیح اللسان اور بلند آواز کے مالک تھے۔ انہوں نے کتاب ”جنت الناظر وجنت المناظر“ جدل میں اور ”التعلیقہ“ اور المفردات، خلاف میں تالیف کی۔^۵

السائح الهروی (متوفی ۶۱۱ھ) آپ نے کتاب الاصول تالیف کی۔^۶

عبداللہ ابن اسعد الوزیری الیمنی (متوفی ۶۱۳ھ تقریباً)

آپ نے کتاب ”غایۃ الطلب والمامل فی شرح اللمع فی الاصول“ تالیف کی۔^۷

حسن الہلکی (متوفی ۶۱۳ھ): فقیر و اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب ”اصول لفقہ“ تالیف کی۔^۸

ابن زجاجیہ شافعی (متوفی ۶۱۵ھ): آپ نے کتاب ”الذریعہ فی احکام الشرعیہ“ تالیف کی۔^۹

۱۔ فتح البین ۹۶/۲

۲۔ ابوالحاج محمد بن یونس بن محمد بن سعد بن مالک بن محمد، عماد الدین، عراق میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ فتح البین ۵۰/۲

۴۔ ابو محمد فخر الدین اسحاق بن علی بن حسین بغدادی الازہجی المامونی (۱۱۵۳ء - ۱۲۱۳ء) ابن الوفاء، ابن المصطفیٰ، غلام ابن انسی سے مشہور تھے۔

۵۔ شذرات الذہب ۳۰/۵ - معجم الاصولین ۲۶۳/۱ (۲۰۹)

۶۔ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن علی بن محمد الموصلی - سائح الہروی سے مشہور تھے، ہدیۃ العارفین ۵/۵

۷۔ ایضاح المکتون ۱۳۳/۳، ہدیۃ العارفین ۵/۵۸

۸۔ حسن بن ابراہیم بن معین الدین الہلکی متوفی ۱۲۱۶ھ، معجم الاصولین ۲/۲۳۳ (۲۶۳)، بحوالہ معجم المؤلفین ۱۸۵/۳ اور دار الکتب مصریہ

میں ۶۰۹ نمبر پر موجود ہے۔

۹۔ ابن الزجاجیہ - مکی بن ابی احمد الدمشقی، ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۱

ابن رمضان الحنفی : (۶۱۶ھ بعدہ) شہر حلب میں واقع مدرسہ حلاویہ میں مدرس تھے۔ آپ نے کتاب "الینا بیع معارف الاصول" تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۱۶ھ میں فراغت پائی۔

عبد اللہ العکبری الحنبلی (متوفی ۵۳۸ھ-۶۱۶ھ) آپ نے کتاب "المتع فی شرح اللمع" تالیف کی۔

ابو الحسن الابیاری مالکی (متوفی ۵۵۷ھ-۶۱۹ھ)۔

فقہ، اصولی، محدث اور مستجاب الدعوت تھے۔ لوگ ان کے پاس دعاؤں کے لئے حاضر ہوتے۔ ابن حاجب آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ امام علامہ بہاؤ الدین عبداللہ معروف ابن عقیل مصری شافعی، امام آیاری کو اصول میں امام رازی پر فوقیت دیتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے امام الحرمین کی کتاب "البرہان" کی شرح لکھی۔

ابن فرحون نے لکھا :

"ولہ تکملة علی کتاب مخلوف الذی جمع فیہ بین التصرة والجامع لابن یونس ،

والتعلیقہ لابن اسحاق : تکملة حسنة جدا تدل علی قوته فی الفقه واصولہ"۔

(اور ان کا مخلوف کتاب پر مکمل ہے جس میں انہوں نے اکتصرہ اور الجامع لابن یونس کو جمع کیا اور تعلیقہ لابن اسحاق

میں بہت مدہ مستنون جوان کی نقد اور اصول میں مہارت پر دلالت کرتی ہے)

ابن بدران الشیعی (متوفی ۶۱۹ھ) : آپ نے کتاب "غنیة النزوع الی علم الاصول و الفروع" تالیف کی۔

ابن قدامہ المقدسی حنبلی (متوفی ۵۴۱ھ-۶۲۰ھ)۔

فقہ، اصولی اور کئی فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ شذرات میں ہے : "انتهی الیہ معرفة المذهب واصولہ" (مذہب و اصول کے علم و معرفت کی ان پر انتہاء ہوتی تھی)۔ حنبلی فقہ کی مشہور کتاب "المعنی فی شرح مختصر الخرقی" دس جلدوں میں تالیف کی۔ کثیر الصیام و انقیام تھے۔ ۸۰ برس کی عمر میں ان کا انتقال عید الفطر کے دن ہوا۔ خلق کثیر ان کے جنازے میں شریک ہوئی۔

۱۔ رشید الدین ابو عبد اللہ محمود بن رمضان الرومی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۵

۲۔ عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ بن حسین الکمری بغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۹

۳۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن علی عطیہ الابیاری۔ شمس الدین (۱۱۶۱ء-۱۲۲۱ء) آیاری میں ولادت ہوئی۔

۴۔ الدبیاج ص ۳۰۶، الفتح المبین ۲/۵۲۲

۵۔ ابوالحسن سالم بن بدران بن علی المازنی مصری، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۱

۶۔ موفق الدین، ابوجعفر عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن مقدم ابن نصر بن عبد اللہ المقدسی دمشقی (۱۱۳۷ء-۱۲۲۳ء)، قسطنطین میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

المراغی نے ان کے اجتہاد و فقہ میں فضیلت سے متعلق بعض علماء کے اقوال پیش کئے جو مندرجہ ذیل ہیں :

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ اور ابو بکر محمد بن معالی بن غلیبہ البغدادی نے فرمایا :

”مادخل الشام بعد الاوزاعی افاقہ من الشیخ الموفق“

(امام اوزاعی کے بعد شیخ موفق سے بڑا فقیہ ملک شام میں داخل نہیں ہوا)

ابو بکر محمد بن معالی ابن غلیبہ البغدادی نے فرمایا :

”ما عرف احد زماننا ادرك درجة الاجتهاد الا الموفق“

(میں اپنے زمانہ میں سوائے شیخ موفق کے کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں جو اجتہاد کے اس مرتبہ پر پہنچا ہو)

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”روضۃ الناظر وجنة المناظر“ تالیف کی جو حنبلی مذہب کے اصول فقہ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ کتاب بیروت، دارالکتب العربیہ سے ۱۴۱ھ-۱۹۸۰ء سے اب تک کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس کتاب کا آغاز مقدمات منطقیہ سے ہوتا ہے پھر حکم کی اقسام اور پھر اولہ احکام پر گفتگو کی جو ان کے نزدیک کتاب، سنت اجماع و استحباب ہیں اور پھر مختلف فیہ اصول بیان کئے، یعنی شرع من قبلنا، قول صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ، اس کے بعد حقیقت، مجاز، نص، ظاہر، مجمل، عموم و خصوص وغیرہ پر بحث کی۔ قیاس، اجتہاد و تقلید کو بیان کیا۔

روضۃ الناظر کی شرح و اختصار :

- ۱۔ شیخ عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ بدران دمشقی نے ”نزهة الناظر العاطر“ کے نام سے شروع لکھی جو روضۃ الناظر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔
- ۲۔ نجم الدین طوئی مصری (متوفی ۷۱۶ھ) نے ”مختصر روضۃ الموفق فی الاصول علی طریقة ابن الحاجب“ کے نام سے اختصار لکھا۔
- طوئی کے اختصار کی شرح : احمد ابراہیم بن نصر اللہ الحقلانی (متوفی ۸۷۶ھ) نے ”شرح مختصر الطوئی“ تالیف کی۔
- ۳۔ بہاء الدین سبکی (متوفی ۷۷۷ھ) نے الرضۃ پر ایک کتاب تالیف کی۔

ابو عمران موسیٰ الیمان شافعی (متوفی ۶۲۰ھ)

فقیہ اور اصولی تھے۔ انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب ”اللمع“ کی شرح لکھی۔

۱۔ الفتح المبین ۱۲۰/۲-۱۲۱-۱۲۰/۲ معجم الاصولین ۱/۷۸-۸۹ (۵۰)

۲۔ الفتح المبین ۵۳/۲-۵۳/۲، ۱۹۸، شذرات الذہب ۵/۸۸-۹۲، روضۃ الناظر . مقدمہ نزهة الخواطر ، فوات

الولیات ۱/۲۰۳-عجم البلدان ۳/۱۳۳، البدایہ والنہایہ ۱۳/۹۹-۱۰۲، الاعلام ۳/۱۹۱-۱۹۲

۳۔ ابو عمران موسیٰ بن احمد بن یوسف بن موسیٰ التہامی الیمنی ، ایضاح المکنون ۲/۳۱۰، بدیۃ العارفين ۶/۳۷۹

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

طاہر الجفصی حنفی (متوفی ۶۲۰ھ تقریباً)۔^۱

آپ ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی الخطیب اور مختار الزاہدی کے بھی اُستاد تھے۔ انہوں نے "الفصول فی علم الاصول" تالیف کی۔^۲

مظفر الوارثی شافعی (۵۵۸ھ-۶۲۱ھ)^۳

فقہ، اصولی اور نظارت تھے۔ بغداد میں ابو القاسم بن فضلان سے تفقہ حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ میں معید تھے۔ راہِ علم میں بلاد حجاز، مصر و عراق کے سفر کئے۔ مصر میں طویل قیام کے دوران تدریس و فتویٰ میں مشغول رہے۔ مؤلفات اصولیہ: انہوں نے امام رازی کی المحصول کا "التنقیح" کے نام سے اختصار لکھا۔^۴

ضیاء الدین المارثی شافعی (متوفی ۶۲۲ھ)^۵

انہوں نے ابوسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی دو جلدوں میں شرح لکھی۔^۶

الفخر الفارسی شافعی (متوفی ۶۲۲ھ)^۷

فقہ، اصولی، صوفی علوم پر بانیہ نافعہ کے عارف اور طبیب تھے۔ اصلاً شیرازی اور موطناً مصری تھے۔ ابن عساکر آپ کے شاگرد تھے۔ انہیں نے اصول و کلام میں کتاب "مطیۃ النقل و عطیۃ العقل" تالیف کی۔^۸

عبدالکریم الرفعی شافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ)^۹

ابن العماز نے لکھا:

"کان او حد عصره فی العلوم الدینیة اصولا و فروعاً و مجتهد زمانه فی المذہب"

(اپنے عہد کے مجتہد اور علوم دینیہ، اصول و فروع میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے)

امام سبکی نے لکھا:

"کان الامام الرفعی متضاماً من علوم الشریعة تفسیراً و حدیثاً و اصولاً"

(امام رافعی علوم شرعیہ، تفسیر حدیث اور اصول میں کامل امام تھے)

۱۔ طاہر بن محمد بن عمر بن ابی العباس، نجم الدین شمس، النضر، الجفصی متوفی ۱۲۲۳ء تقریباً

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۲۴۱، اس میں الجفصی کے اضافہ کے ساتھ نام مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۰، الجواہر المعیہ ۱/۲۶۶، الفوائد السبئیہ ص ۱۸۵، اس میں ان کا نام ابو طاہر مذکور ہے۔

۳۔ مظفر بن اسماعیل بن علی الوارثی الترمیزی، امین الدین (۱۱۶۲ء-۱۲۲۳ء) شیرازی میں وفات پائی۔

۴۔ اللع السبئی ۲-۵۵/۲، نجم البلدان ۸/۲۷۸ ۵ ضیاء الدین ابو عمر عثمان بن یحییٰ)۔ بن درہاس بن فیر بن جمہ ابن عبدوس (الہدایۃ) المارثی۔ ۶ کشف الظنون ۲-۱۵۶۲/۲، ہدیۃ العارفین، ۵/۳۵۳، نجم الامولیین، ۱/۳۲ (۱۸)

۷۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن احمد الفیر وزآبادی، فخر الفارسی متوفی ۱۲۲۵ء، بصرہ میں وفات پائی۔

۸۔ شلارات الذہب ۱۰۱/۵، اللع السبئی ۲/۵۵، الاعلام ۳/۸۴۱

قاضی شہبہ نے کہا کہ اسفرائینی نے اپنی چالیس (۴۰) تالیفات میں یہ فرمایا :

”ہو شیخنا امام الدین، وناصر السنة صدوقا، کان او حد عصره فی العلوم، الدینیة اصولا وفروعا، مجتهد زمانه فی المذهب، وفرید وقته فی التفسیر، وکان له مجلس بقزوين للتفسیر وتسمیع الحدیث“^۱

مولفات اصولیہ اصول : فقہ پران کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

محمد بن ابوبکر الایکی (متوفی ۶۲۷ھ)

مشائخ مصر میں سے تھے۔ انہوں نے ابن حبیب کی کتاب ”منتھی السؤل والامل“ کی شرح لکھی۔^۲

قاضی احمد بن مقبل العدنی شافعی (۵۵۶ھ/۶۳۰ھ)^۳

فقہ، اصولی اور عدن کے قاضی تھے۔

مولفات اصولیہ : ابواسحاق شیرازی کی کتاب ”اللمع“ کی شرح لکھی جس کا نام ”شرح مشکل اللمع“ ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ہدیۃ العارفین میں یوں مذکور ہے، ”شرح مشکل اللمع لابسی اسحاق الشیرازی فی الفروع“۔ مظہر بقانے اپنی محکم کے حاشیہ میں لکھا کہ ان کے خیال میں یہ بات درست نہیں ہے اور اس بات کی تائید میں معجم المؤلفین سے حوالہ دیا جس میں اس کی وضاحت ہے، ”شرح المشکل فی غریب اللمع..... وکلاهما فی اصول الفقہ“^۴

صدر الشریعہ الاکبر حنفی (متوفی ۶۳۵ھ)^۵

الفوائد اہلبیہ میں مذکور ہے، ”وله فنبرة كاملة فی الاصول والفروع“ (اور ان کو اصول و فروع میں کامل قدرت تھی)۔ اپنے والد جمال الدین عبید اللہ سے تعلیم حاصل کی اور آپ کے بیٹے محمود تاج الشریعہ نے آپ سے تعلیم پائی۔ مولفات اصولیہ : آپ نے کتاب ”تلفیح العقول فی فروع النقول“ تالیف کی۔ رضا کمال نے اس کو فروع و فقہ حنفی کی کتاب کہا ہے جبکہ صاحب ہدیۃ العارفین نے کتاب کا نام اس طرح ذکر کیا، ”تلفیح العقول فی فروع النقول والاصول“ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول پر بھی ہے۔^۶

۹ عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم بن الفضل القرظی الرافعی (۱۱۶۲ء-۱۲۲۶ء)

۱ ہدیۃ العارفین ۱/۶۰۹، ۶۱۰، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸/۲۹۳، ۲۸۱۔ شذرات الذهب، ابن العماد ۲/۲۲۷ (۴۵۸)، طبقات، قاضی ابن شہبہ

۲ ۹۸، ۹۳/۲۔ بروکلان ۳۹۳/۱ محمد بن ابوبکر بن الفارسی الایلی، دمشق میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۱۲ میں الایکی مذکور ہے۔

۳ قاضی احمد بن مقبل بن عثمان العلوی (العلوی) العدنی (۱۱۶۱ء/۱۲۳۳ء) عرج (حین) میں وفات پائی۔

۴ ایضاً المکتون ۲/۴۱۰، ہدیۃ العارفین ۵/۹۲، معجم المؤلفین ۱۸۲/۲، معجم الاصولین ۲/۲۳۲ (۱۸۳)

۵ شمس الدین احمد بن جمال الدین عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد الحوی صدر الشریعہ الاکبر، متوفی ۱۲۳۲ء

۶ کشف الظنون ۱/۴۸۱، ہدیۃ العارفین ۵/۹۵۔ اس میں تاریخ وفات ۶۳۰ء تقریباً مذکور ہے۔ الفوائد اہلبیہ۔ ص ۲۵، معجم المؤلفین

۱/۳۰۸، معجم الاصولین ۱/۱۵۹ (۱۱۱)

سیف الدین الامدی شافعی (۵۵۱ھ/۶۳۱ھ) ^۱

فقہ اور اصولی تھے۔ شروع میں حنبلی تھے پھر بغداد جا کر شافعی مسلک اپنایا۔ قاہرہ میں القرائۃ الصغریٰ کے مدرسہ میں معید رہے جو امام شافعی کے مقبرے سے متصل ہے، پھر جامع الظاہری قاہرہ میں صدر مدرس ہو گئے اور ایک مدت تک صدارت پر فائز رہے۔ شام، حماة اور دمشق کے بھی علمی اسفار کئے۔ دمشق میں فلسفہ پڑھانے کی بیجا سے مدرسہ العزیزیہ سے معزول کئے گئے۔ تقریباً بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : (۱) الاحکام فی اصول الاحکام (۲) منہی السؤل فی علم الاصول ^۲

الاحکام فی اصول الاحکام کا تحقیقی تجزیہ :

ابن خلدون (متوفی) نے مؤلفات اصولیہ کے تاریخی تسلسل میں اس کتاب کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا۔ انہوں نے امام الحرمین کی البرہان، امام غزالی کی المستصفی، عبد الجبار کی "العقد" اور ابو الحسن البصری کی اس پر "المعتمد" نامی شرح کا تذکرہ کرنے کے بعد اسی تسلسل و ربط کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا :

"ثم لنخص هذه الكتب الاربعة فحلان من المتكلمين المتأخرين وهما الامام فخر الدين بن الخطيب في كتاب المحصول وسيف الدين الامدي في كتاب الاحكام، اختلف طرائقهما في الفن بين التحقيق والحجاج فابن الخطيب اميل الى الاستكثار من الادلة والاحتجاج والامدي مولع بتحقيق المذاهب وتفريع المسائل" ^۳

(اس کے بعد متاخرین متکلمین میں سے امام فخر الدین بن الخطیب نے کتاب المحصول میں اور سیف الدین آدمی نے کتاب الاحکام میں ان چاروں کتابوں کا خلاصہ تحریر کیا۔ مردوں بزرگ طریق تحقیق اور طرز بحث میں ایک دوسرے سے مختلف رہے۔ ابن الخطیب نے اہل کی زیادہ بھرمار کی اور احتجاج کا رنگ ان پر غالب رہا۔ آدمی کو تحقیق مذہب سے بڑی اہمیت رہی اور وہ تاریخ مسائل کی طرف زیادہ متوجہ رہے)

ابن خلدون شرق و غرب میں ان کی مقبولیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"واقطف شهاب الدين القرافي منهما مقدمات وقواعد في كتاب صغير سماه التنيقيات وكذلك فعل البيضاوي في كتاب المنهاج وعنى المبتدؤن بهذين الكتابين وشرجهما كثير من الناس واما كتاب الاحكام للامدي وهو اكثر تحقيقا في المسائل فلسخه ابو عمر بن الحاجب في كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره في كتاب اخر تداوله طلبة العلم وعنى اهل المشرق والمغرب به وبمطالعتة وشرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين في هذا الفن في هذه المختصرات" ^۴

۱۔ ابوالحسن علی بن ابی علی (بن محمد بن سالم) علمی (۱۱۵۲/۱۲۳۳) دمشق میں وفات پائی۔

۲۔ وفیات الاعیان، ابن خلدون، ۱/۳۳۹، ۳۳۵۔ کشف الظنون، ۱۷۱، ہدیۃ العارفین، ۵/۷۰۷، اللغ الأکمل، ۲/۵۸، ۵۸، وازہ العارف

اسلامیہ، ۲۳۰۔ اردو دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۳۱۳ھ۔ ۱۹۹۳

۳۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۳۵۵ ج ۱ حوالہ سابق، ص ۳۵۶، ۳۵۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

(بعد ازاں شہاب الدین قرانی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات و قواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سی کتاب میں ضبط کیا جس کا نام تحقیقات رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے ”کتاب المنہاج“ میں یہی طرز اختیار کیا۔ ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور بہت سے لوگوں نے ان پر شرحیں لکھیں۔ ادھر امدی کی کتاب الاحکام (جو مسائل کی پاکیزہ تحقیقات پر مشتمل تھی) کا خلاصہ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب ”مختصر الکبیر“ میں کیا۔ پھر اس کا خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت پسند کیا۔ ابلی مشرق و مغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی، شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اچھی اچھی شرحیں اس پر لکھی گئیں.....)

کتاب کے مشتملات سے متعلق علامہ امدی نے لکھا :

”وسمیتہ : کتاب الاحکام فی اصول الاحکام . وقد جعلته مشتملاً علی اربع قواعد : الاولی : فی تحقیق مفہوم اصول الفقہ و مبادیہ . الثانیة : فی تحقیق الدلیل السمعی و اقسامہ ، وما يتعلق به من لوازمہ و احکامہ . الثالثة : فی احکام المجتہدین ، و احوال المفتین و المستفتین الرابعہ : فی ترجیحات طرق المطلوبات“^۱

(اور میں نے اپنی اس کتاب کا نام ”کتاب الاحکام فی اصول الاحکام“ رکھا اور اس کو چار قواعد پر مرتب کیا۔ پہلا : اصول فقہ اور اس کے مبادی کے مفہوم کی تحقیق میں ہے۔ دوسرا : دلیل سمعی اور اس کے اقسام اور اس کے لوازم و احکام کے متعلقات کی تحقیق میں ہے۔ تیسرا : مجتہدین کے احکام، مفتیان اور مستفتیان کے احوال میں ہے۔ چوتھا : مطلوبات کے طریقوں کو ترجیح دینے کے بارے میں ہے)

الاحکام میں انہوں نے اولاً کلامی و لغوی مبادیات بیان کئے۔ لفظ کی انواع اور اس کی حقیقت پر کلام کیا پھر مبادیات فقہ اور احکام شرعیہ اور حکم کی اقسام اور اولیہ احکام پر گفتگو کی۔ پھر عام، خاص و دلالت، مفہوم و تخصیص اور ان کی انواع پر بحث کی۔ مطلق، مقید، مجمل، نسخ، ناسخ و منسوخ پھر قیاس۔ اس کی اقسام و انواع اور پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک حدود و کفارات کے قیاس سے اثبات پر بحث کی۔ پھر استحباب مذہب، صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ اور اجتہاد و تقلید پر گفتگو کی۔

الاحکام کی تالیف کا زمانہ : امدی ۶۲۵ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے۔ یعنی عمر کے آخری زمانے میں جب علم و شعور کی پختگی اور تجربہ اپنے کمال پر تھا، یہ اُس زمانے کی تالیف ہے۔

الاحکام کی تلخیصات :

- ۱۔ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب ”مختصر الکبیر“ میں اس کا خلاصہ لکھا۔^۲
- ۲۔ حاجی خلیفہ نے علامہ شیرازی کے حوالہ سے لکھا کہ ابن حاجب نے اس کتاب کی تلخیص لکھی جس کا نام شنبی رکھا تھا۔^۳

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی ۸/۱، مقدمہ الکتاب بیروت دار الفکر طبعہ جدیدہ ۱۳۳۱ھ۔ ۱۹۹۶ء

۲۔ کشف الظنون ۱/۱۷۷ ج ۳ مقدمہ ابن خلدون ص ۲۵۵ ج ۳ کشف الظنون ۱/۱۷۷

الاحکام پر تحقیق: یہ کتاب عبدالرزاق عقیلی کی تحقیق سے دمشق المکتب الاسلامی سے چھپی۔ پہلی مرتبہ ۱۳۸۷ھ میں ریاض سے اور دوسری مرتبہ ۱۴۰۲ھ میں بیروت سے دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ محقق عبدالرزاق عقیلی نے امدی کی کتاب کے اسلوب کے متعلق لکھا:

”اقول ان الآمدی درس الفلسفة بأقسامها المختلفة وتوغل فيها وتشعب بهاروحه حتى ظهر اثر ذلك في تأليفه، ومن قرا كتبه وخاصة ما ألفه في علم الكلام واصول الفقه يتبين له ما ذكرت، كما يتبين له منها انه كان قوي العارضة كثير الجدل واسع الخيال النشيقات في تفصيل المسائل، والترديد والسير والتقسيم في الأدلة الى درجة قد تنتهي بالفقاري أحياناً الى الحيرة“۔^۱

(میں کہتا ہوں کہ امدی کو فلسفہ کی مختلف اقسام میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ یہ بات ان کی روح میں رچ بس گئی تھی اور اس کا اثر ان کی تالیف میں نمایاں نظر آتا تھا اور جو بالخصوص علم کلام و اصول فقہ میں ان کی کتب کو پڑھتا ہے وہ اس بات کو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ اسی طرح ان کی تالیف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زبردست مناظر، جدلی و وسیع الخیال، مسائل کی تفصیل میں متعدد طرق پیش کرنے والے، تردید کرنے والے اور پرکھنے کے ماہر تھے اور امدی کی تقسیم میں تو کبھی کبھار قاری کو جیرانی کے انتہائی درجے تک پہنچا دیتے ہیں)

ابوالمؤید موفق بن محمد الحنفی (متوفی ۵۷۹ھ - ۶۳۴ھ)^۲

فقہ، اصولی، مناظر، شاعر تھے۔ خلافت و ادب کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے کتاب ”الفصول فی علم الاصول“ تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ظاہر بن محمد حنفی اور ابن عقیل نے بھی اسی نام سے کتب تالیف کی تھیں۔^۳

سید یحییٰ بن محسن الزیدی (متوفی ۶۳۶ھ)

انہوں نے کتاب ”المقتع فی الاصول“ تالیف کی۔^۴

احمد الخوی شافعی (متوفی ۵۸۳ھ - ۶۳۷ھ)^۵

آذربائیجان کے علاقے خوی میں تعلیم حاصل کی پھر خراساں جا کر امام فخر الدین کے ساتھ قطب مصری سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام فخر الدین سے اصول کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جمال الدین مصری کے بعد شام میں قاضی القضاة کے منصب پر فائز رہے۔

۱۔ تحقیق مقدمہ علی الاحکام للامدی۔ عبدالرزاق عقیلی ص ۷۰، دمشق المکتب الاسلامی ۱۳۸۷ھ

۲۔ ابوالمؤید موفق بن حسن ابوسعید محمد بن علی الخوارزمی صدر الدین (۱۱۸۳ء - ۱۲۳۶ء) خوارزم میں ولادت اور مصروفات ہوئی۔

۳۔ کشف الظنون - ۱۲۷۱/۲، ہدیۃ العارفین ۶/۲۸۳، اللعین ۲/۵۹

۴۔ سید یحییٰ بن محسن بن محفوظ بن محمد۔ المعتمد الزیدی السننی البیاض الحکون ۴/۵۴۸

۵۔ ابوالعساکر۔ احمد بن حنبل بن سعادت بن جعفر بن یحییٰ بن محمد شمس الدین الخوی (۱۱۸۷ء - ۱۲۳۰ء) آذربائیجان کے شہر خوی سے تعلق تھا۔

مولفیات اصولیہ : شذرات الذہب میں ہے ”ولہ کتاب فی اصول الفقہ“^۱

ابوالحسن الحرالی مالکی (متوفی ۶۳۷ھ)^۲

فقہ، اصولی، نظار، مفسر، منطقی، فیلسوف تھے۔ تحصیل و نشر علم کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ تارک الدنیا تھے۔

مولفیات اصولیہ : الفتح المبین میں مذکور ہے :

”ولہ مصنفاً فی الاصول والمنطق والطبیعات والالہیات والفرانض“

(اور ان کی اصول، منطق، طبیعات، الہیات و فرانض میں مصنفاً ہیں)

آپ کے ایک شاگرد ابوالعباس العبرینی کا بیان ہے :

”تعلمنا علیہ تفسیر الفاتحة فی نحو ستة اشهر ، فكان یلقى فی التعلیم قوانین تنزل فی

علم التفسیر منزلة اصول الفقہ من الاحکام“^۳

(ہم نے ان سے تقریباً سولہ ماہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سیکھی۔ وہ اسباب نزول کی تفسیر کے دوران اصولی احکام بیان کرتے جاتے تھے)

جمال الدین الحصری حنفی (متوفی ۵۴۶ھ-۶۳۷ھ)^۴

فقہ، اصولی و محدث تھے، ان کے والد تاجر تھے جو حصر (چٹائی) کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ اس لئے حصری

مشہور ہوئے۔ حسن بن منصور قاضی خان سے تفقہ حاصل کیا۔ علم کی تحصیل و نشر و اشاعت کے لئے نیشاپور، حلب،

شام، مکتہ، دمشق کے اسفار کئے۔ ابن کثیر نے لکھا : ”وصار الی دمشق فانتهت الیہ ریاسة الحنفیة بہا“

مذہب حنفی کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ زندگی بھر تدریس، تصنیف اور افتاء وغیرہ کی خدمات انجام دیں۔

مولفیات اصولیہ : الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے : ”ولہ کتاب الطریقة الحصریة فی الخلاف

بین الحنفیة والشافعیة“^۵

ابوالعباس المقدسی شافعی (متوفی ۶۳۸ھ)^۶

فقہ و اصولی تھے۔ ہمدان کا سفر کیا، وہاں رکن طاوسی سے ملتزم ہو گئے، یہاں تک کہ معید بن گئے، بخارا کا

سفر کیا۔ علم خلاف میں آپ کا نام شہرت کی بلندیوں پر پہنچا۔ کثرت سے اوراد و تہجد کی پابندی کرتے۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۹۲/۵، الوافی بالوفیات، العفدی ۶/۳۷۵-۳۷۶، شذرات الذہب ۵/۱۸۳، عیون الانباء، طبقات الاطباء

۲۔ ۱۷۱/۲ القلائد الجوہریہ ۵۸۲

۳۔ ابوالحسن علی بن احمد بن الحسن بن ابراہیم التیمی الحرالی الاندلسی المراكشي متوفی ۱۳۳۹ء، مراکش میں ولادت ہوئی اور شام میں وفات پائی۔

۴۔ شذرات الذہب ۵/۱۸۹، الفتح المبین ۲/۶۰

۵۔ ابوالحاج محمد بن احمد بن عبد السید بن عثمان بن نصر بن عبد الملک البخاری الحصری، جمال الدین (۱۱۵۱ء-۱۱۳۹ء)، بخاری میں ولادت اور سیون میں مدفون ہوئے۔

۶۔ الاعلام - خير الدين الزركلي ۳/۱۰۰۹، مصر، المطبعة العربية ۱۳۳۷ھ-۱۹۲۸ء، الجواهر المحمديہ ۲/۱۵۵-۱۵۶ (۳۷۶)، الغوائد المحمديہ

ص ۱۲۰۵، الفتح المبين ۲/۶۱ ابن کثیر ۱۳/۱۵۲ ۶۔ ابوالعباس - احمد بن محمد بن خلف بن رازح المقدسی الحسلبی ثم الشافعی متوفی ۱۲۳۱ء

مولفات اصولیہ : آپ نے "شرح المعالم" تالیف کی جو امام فخر الدین رازی کی اصول فقہ میں کتاب "المعالم" کی شرح ہے۔^۱

سہل الازدی مالکی (۵۵۹ھ-۶۳۹ھ)^۲

فقہ، اصولی، محدث، ازیب اور لغت عربیہ میں مہارت رکھتے، اس الفقہاء تھے۔ فقہ و اصول میں تبحر حاصل تھا۔ ابن فرحون نے ابن عبدالملک کا قول لکھا کہ انہوں نے ان کے تعریفی کلمات میں کہا:

"كان من افضل اهل عصره تفننا في العلوم، وبراعة في المنثور والمنظوم،
وافر النصب من الفقه والاصول"

(اپنے زمانے میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت، علوم میں حنفی اور شافعیوں میں کامل دسترس رکھتے، فقہ و اصول کا بہت علم رکھتے تھے)

مولفات اصولیہ : ابن فرحون نے لکھا:

"وله تعالیک جلیلة علی کتاب المستصفی فی اصول الفقه"^۳

(المستصفی فی اصول الفقه پر ان کی بہترین تعالیک موجود ہیں)

العریقی الزیدی (متوفی ۶۴۰ھ)

مولفات اصولیہ : ان کی فقہ و اصول پر تصانیف ہیں۔^۴

ابن الصلاح شافعی (متوفی ۵۷۷ھ-۶۴۳ھ)^۵

فقہ، اصولی، مفسر، محدث اور لغوی تھے۔ اپنے والد سے علم سیکھا، جن کا شمار گئے پنے کر علماء میں ہوتا تھا۔ موصل، بغداد، نیشاپور، دمشق اور قدس وغیرہ کی طرف علمی سفر کئے اور وہاں کے مشہور مدارس میں تدریس کی۔ شیخ تاج الدین النیرکاج، احمد بن ہبہ اللہ بن عساکر اور ابن خاکان نے ان سے روایت کیا ہے۔^۶

مولفات اصولیہ: اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا، البتہ اصول فقہ میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ مثلاً:

۱- قوله : ان الصحابی اذا قال : عن النبی کذا : فهو محمول علی السماع

۲- اذا قال الصحابی : کنا نفعل کذا فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم کان حجة

۱- ایضاح المکنون ۱۸۹/۳، ہدیۃ العارفین ۹۳/۵، شذرات الذهب ۱۸۹/۵، معجم الاصلیین ۱/۲۱۱ (۱۵۵)

۲- ابوالحسن بہل بن محمد بن بہل بن مالک الازدی الترمذی (۱۱۶۳ء-۱۲۳۱ء)

۳- ہدیۃ العارفین ۴۱۳/۵، الدبیاج ص ۲۰۵-۲۰۶، اللغ اللغین ۶۲/۲، معجم الاصلیین ۱۳۲/۲ (۳۶۷) معجم المؤلفین ۳/۲۸۵

۴- عبد اللہ بن زید بن مہدی حسام الدین العریقی، ہدیۃ العارفین ۳۶۰/۵

۵- ابن الصلاح ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ ابن ابی الطیر الکردی المشہور الشیرازی الشیرازی تاج الدین متوفی ۱۲۳۵ء، مشہور میں

ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ ۶- اللغ اللغین ۶۳/۲

حسام الدین الاحسیکی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ)

فقہ اور اصول و فروع میں امام تھے۔ علامہ حسام الدین محمد بن محمد یگانہ روزگار علماء میں سے تھے۔ آپ فرغانہ میں نہر شیاں کے کنارے واقع قصبہ اخسیکٹ کے باشندے تھے۔ اگرچہ آپ اہل علم میں حسام الدین کے لقب سے مشہور ہیں مگر انہیں ابن المناقب بھی کہا جاتا ہے۔

المنتخب الحسامی کا تجزیہ :

ان کی تصانیف میں سے ”المنتخب الحسامی“ اصول فقہ کی اہم کتاب ہے جس کا شمار جامع اور مشکل متون میں سے ہوتا ہے۔ بہت سے مسائل کو مختصر عبارت میں بیان کر دینا منصف کا طرہ امتیاز ہے۔ اسی لئے اس پر کثرت سے شرح و غیرہ لکھی گئی ہیں۔ الفوائد البیہ میں ہے :

”لہ المختصر فی اصول الفقہ المعروف بالمنتخب الحسامی“

(اصول فقہ میں ان کا ایک مختصر ہے جو ”المنتخب الحسامی“ سے معروف ہے)

وہ مزید لکھتے ہیں :

”وقد طالعت مختصره المعروف بالمنتخب الحسامی نسبة الی لقبه حسام الدین وهو مختصر متداول معتبر عند الاصولیین قد شرحه جمع غفیر من الفقهاء الکاملین“۔^۱
(میں نے ان کے مختصر کا جو ان کے لقب حسام الدین کی نسبت سے ”المنتخب الحسامی“ کے نام سے معروف ہے مطالعہ کیا ان کی کتاب اصولیین کے یہاں ایک متداول (مروجہ) معتبر اور مختصر ہے۔ فقہائے کاملین میں سے ایک بڑی جماعت نے اس کی شرحیں لکھیں)

صاحب ہدیۃ العارفین نے بھی یہی لکھا کہ یہ کتاب علماء کے یہاں مشہور ہے۔

حسامی کے شارحین..... اس کتاب پر زیادہ تر عربی، فارسی اور اردو میں شرحیں لکھی گئیں۔ جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ محمد بن محمد بن مبین ابو الفضل نوری حنفی نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ۶۹۴ھ میں فارغ ہوئے۔ اس شرح پر حاشیہ..... ابو محمد منصور احمد بن یزید القانی حنفی متوفی ۷۷۵ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔^۲
- ۲۔ مؤید الدین ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی القانی حنفی متوفی ۷۰۵ھ۔^۳
- ۳۔ شیخ حسام الدین حسین بن علی شتعلی متوفی ۷۱۰ھ یا ۷۱۴ھ نے ”الوافی“ کے نام سے شرح لکھی۔^۴

۱۔ محمد بن محمد متوفی ۱۲۴۷ء ۲۔ الفوائد البیہ ص ۱۸۸، الجوهر المصنوع ۱۲۰/۲، ہدیۃ العارفین ۱۲۳/۶

۳۔ ایضاح المکنون ۵۶۹/۳، ہدیۃ العارفین ۱۳۸/۶ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۳۷۳/۶

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۳، فتح البین ۱۱۲/۲، معجم الاصولین ۷۲/۲، ۷۲/۲ (۳۰۷)

۴۔ حافظ اللہ عبداللہ بن احمد النسفی متوفی ۱۰۷۱ھ نے دو شرحیں تالیف کیں۔ پہلی شرح منتخب مختصر اور دوسری شرح منتخب (مطول) ہے۔^۱

۵۔ شیخ عبدالعزیز بن احمد بخاری متوفی ۷۲۰ھ نے ”التحقیق“ یا ”غایۃ التحقیق“ کے نام سے شرح لکھی۔^۲

۶۔ ابراہیم بن ہبہ اللہ بن علی شافعی متوفی ۷۲۱ھ۔^۳

۷۔ شیخ توام ابن کاتب بن امیر الاتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ نے ”تہمین“ کے نام سے شرح لکھی۔^۴

۸۔ سعد الدین بن قاضی بدیع بن شیخ محمد القدوائی خیر آبادی متوفی ۸۰۲ھ۔^۵

۹۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی ہندی حنفی متوفی ۸۸۲ھ۔^۶

حسامی پر حاشیہ :

(۱) مولانا معین الدین عمران دہلوی متوفی ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ۔^۷

(۲) عبدالکحیم بن شمس الدین سیالکوٹی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ۔^۸

حسامی پر تعلیقہ..... تاج الدین احمد عثمان بن ابراہیم ابن ترکمانی متوفی ۷۴۳ھ نے ”المنتخب پر تعلیقہ لکھا۔^۹

چند مزید شروح و تعلیقات و حواشی :

☆ تعلیم العامی فی تشریح الحسامی مولانا برکت اللہ بن محمد احمد بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (متوفی ند)

☆ شرح الحسامی شیخ یعقوب ابو یوسف النبائی لاہوری (متوفی ند)

☆ النامی شرح الحسامی مولانا عبدالحق بن محمد میر دہلوی متوفی ۱۳۳۳ھ

☆ التعلیق الحسامی علی الحسامی فیض الحسن بن مولانا نخر الاسلام گنگوہی

☆ حاشیہ علی الحسامی قاضی عبدالنبی احمد گگری متوفی ۱۱۴۴ھ۔^{۱۰}

۱۔ ہدیۃ العارفین ۳/۳۶۴، الفوائد البہیہ ص ۱۰۱-۱۰۲، اللعالمین ۲/۱۰۸

۲۔ الفوائد البہیہ ص ۱۸۸، اللعالمین ۲/۱۳۶، معجم الاصولین ۲/۲۰۷-۲۰۸ (۲۴۶) ج اللعالمین ۲/۱۲۲

۳۔ الفوائد البہیہ ص ۱۸۸، ۱۵۲-۱۵۳، اللعالمین ۲/۱۷۲، معجم الاصولین ۱/۲۸۵-۲۸۶ (۲۲۸)

۴۔ معجم الاصولین ۲/۱۱۹ (۳۵)، اس میں بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۳۸۵ ذکر ہے، مگر اس میں ان کا نام سعد الدین بن القاضی الخیر آبادی ہندی، ذکر ہے، نوزہ الخواطر ۲/۷۸-۷۹ (۹۳)

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۵

۶۔ لکڑکار المصنفین ص ۲۱۱، اتریرالنامی شرح حسامی از محمد اشرف نقشبندی مقدمہ ص ۲۱، معراج الحسامی اردو از محمد اسعد اللہ مقدمہ

کل احمدی ص ۶-۷

۹۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۳۹-۳۵۰ (۲۳۰)

۱۰۔ مصباح الحسامی ص ”د“، ”و“، ”ہ“ مقدمہ اتریرالنامی ص ۲۱

ابن الحاجب مالکی (۵۰ھ-۶۴۶ھ)ؒ

فقہ، اصولی، متکلم، نظار، محقق، شاعر وادیب تھے۔ شام و دمشق کے کئی سفر کئے۔ ۶۱۷ھ میں آخری بار دمشق آئے اور تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ اسی زمانہ میں دمشق کے سلطان صالح اسماعیل نے ایک شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا، اس پر ابن حاجب اور شیخ عز الدین ابن سلام متوفی ۶۶۰ھ نے نمبر پر علی الاعلان سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور سلطان کا نام اور اس کے لئے دعا کو خطبہ سے نکال دیا اور ۶۲۸ھ میں واپس قاہرہ آ کر تدریس و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ ابن حاجب نے اصول فقہ کی تعلیم شارح البرہان للجوینی، ابوالحسن الایبیری مالکی اصولی متوفی ۶۱۸ھ سے حاصل کی۔ امام شہاب الدین قرانی اصولی متوفی ۶۸۴ھ صاحب التنفیح فی مختصر المحصول للرازی، نفائس الاصول شرح المحصول للزاری اور قاضی ناصر الدین ابن المنیر اصولی متوفی ۶۲۰ھ جن کی اصول فقہ میں آراء وغیرہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ الدیباج میں شیخ الشام شہاب الدین دمشقی معروف بابی شامہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ”الذیل علی الروضین“ میں لکھا:

”کان ابن الحاجب رکناً من ارکان الدین فی العلم والعمل بار عافی العلوم الاصولیة

وتحقیق علم العربیة.....“

(ابن حاجب ارکان دین میں سے ایک رکن تھے۔ علوم اصولیہ اور تحقیق علم العربیہ..... میں مہارت تامہ رکھتے تھے)

اور آگے لکھتے ہیں:

”وصنف مختصراً فی اصول الفقہ ثم اختصره“

(انہوں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف کیا پھر خود ہی اس کا اختصار کر دیا)

اور کمال الدین الزمکانی سے منقول ہے:

”لیس للشافعیة مثل مختصر ابن الحاجب للمالکیة“

(ابن حاجب مالکی کی مختصر کی مثل شافعیہ کے پاس کوئی مختصر نہیں ہے)

مؤلفات اصولیہ:

(۱) منتھی السؤل والامل فی علم الاصول والجدل

(۲) مختصر منتھی السؤل والامل ۲

ابن حاجب نے پہلے منتھی السؤل والامل تالیف کی اور پھر اس کا اختصار کیا جو ”مختصر المنتھی“ سے مشہور ہے۔ دونوں کتابیں ہر زمانے میں شارحین وغیرہ کے لئے توجہ کا مرکز رہیں اور ان پر کثرت سے شرحیں، حواشی، تعلیقات وغیرہ لکھے جاتے رہے۔ تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ ان کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

۱ ابو عمرو عثمان ابن عمر بن ابوبکر بن یونس جمال الدین ۱۱۷۴ھ-۱۲۳۴ھ، مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲ ابو الحسن علی بن ابی طالب ۲۶۶ھ/۴۵۲ھ/۲۸۶ھ-۱۸۴ھ/۲۸۹ھ-۳۰۶ھ/۳۹۱ھ-۱۳۳ھ/۱۲۸ھ، ہدیہ العارفین ۲۵۴/۵، وفیات الاعیان ۳۱۳/۱

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

منتہی السؤل والامل کا تحقیقی تجزیہ :

منتہی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل کے شارحین و حاشیہ نگار :

- ۱۔ جمال الدین بن مطہر بن یوسف الحلی الرافضی الشعیبی متوفی ۷۲۶ھ نے "غایۃ الوضوح وایضاح السبل" کے نام سے شرح تالیف کی۔^۱
- ۲۔ شمس الدین محمد بن المنظر الخطیب الحللی شافعی متوفی ۷۴۵ھ۔^۲
- ۳۔ ابوالفیاء خلیل بن اسحاق بن موسیٰ الجندی المصری متوفی ۷۶۷ھ نے "التوضیح" کے نام سے شرح لکھی۔^۳
- ۴۔ محمد بن حسن بن عبداللہ الحسینی الواسطی شافعی متوفی ۷۷۲ھ۔^۴
- ۵۔ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود الباریثی متوفی ۷۸۶ھ نے "النفود والرود" کے نام سے شرح لکھی۔^۵
- ۶۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ الصرغدی نحوی شافعی متوفی ۷۹۲ھ۔^۶
- ۷۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد بن العقبانی التمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ۔^۷
- ۸۔ ابوالفتح جلال الدین نصر اللہ بن محمد التستری البغدادی حنفی متوفی ۸۱۲ھ۔^۸
- ۹۔ ابو یوسف شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم بن مقدم السباطی مصری مالکی متوفی ۸۳۲ھ نے "توضیح المعقول و تحریر المنقول" کے نام سے شرح تالیف کی۔^۹
- ۱۰۔ الاشعری شہاب الدین احمد بن اسماعیل المصری متوفی ۸۸۸ھ۔^{۱۰}
- ۱۱۔ ابوالفتح بہاؤ الدین محمد بن ابو بکر بن علی المشہدی شافعی متوفی ۸۸۹ھ۔^{۱۱}
- ۱۲۔ جلال الدین ابوالفتح محمد بن قاسم مصری مالکی متوفی ۹۲۶ھ۔^{۱۲}
- ۱۳۔ جلال الدین حسن بن احمد البیہقی زیدی متوفی ۱۰۷۹ھ نے "بلوغ النہی فی شرح المنتہی ای منتہی السؤل والامل لابن حاجب" تالیف کی۔^{۱۳}

- ۱۔ کشف الظنون۔ ۱/۱۸۵۵، ایضاح المکتون ۳/۵۷۲
- ۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۲
- ۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۱، اللع الحین ۲/۲۰۱
- ۴۔ صاحب معجم الاصولین نے ۲/۱۲۱-۱۲۲ (۳۵۸) کے حاشیہ میں ایضاح المکتون ۲/۸۷۲ کے ۱۶ لے لے لکھا مگر تلاش کے باوجود یہ ۱۶ لے اس مقام پر نہیں ملے۔
- ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۹۳، ایضاح المکتون ۳/۵۷۲
- ۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۲
- ۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۸، ایضاح المکتون ۳/۵۷۲
- ۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۵، ایضاح المکتون ۳/۵۷۲
- ۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، ایضاح المکتون ۳/۵۷۲

- ۱۳۔ عبد القادر بن نہمان دمشقی متوفی ۱۱۰۰ھ معروف بہ ابن ہادی^۱۔
 ۱۵۔ اسماعیل بن مصطفیٰ الارضروی التائب حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ^۲۔
 ۱۶۔ خلیل بن احمد بن ہمت القونوی حنفی متوفی ۱۲۲۳ھ^۳۔

مزید شارحین :

۱۷۔ الاشطیٰ سلیمان بن متوفی سند

۱۸۔ قاسم العقبانی متوفی سند

۱۹۔ محبت الدین ابوالقاسم محمد بن محمد بن احمد النوری متوفی سند

۲۰۔ سید عمر بن صالح الفیضی التوقادی الرومی متوفی سند^۴۔

منتہی السؤل پر حاشیہ لکھنے والے علماء :

۱۔ ابو حامد محمد رضی الدین الفاسی المغربی مالکی متوفی ۸۲۳ھ نے ”اداء الواجب فی تصحیح ابن الحاجب“ کے نام سے حاشیہ لکھا۔^۵

۲۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۶ھ^۶۔

۳۔ حسن بن عبدالصمد السامونی حنفی متوفی ۸۹۱ھ یا ۸۸۱ھ^۷۔

۴۔ حسین بن علی الایدی حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ ایضاً الکنون میں یہ عبارت ہے: ”وعلی شرح السید الشریف الجبر جانی المنتہی السؤل والامل حاشیہ للسید حسین الرومی الشہید بطات زاده“ المتوفی سنہ ۱۰۷۹ھ۔^۸

مگر ہماری ناقص معلومات کے مطابق شریف جرجانی نے نہ ہی ”شرح لمنتہی السؤل والامل“ تالیف کی اور نہ ہی ”مختصر المنتہی“ پر ان کی کوئی شرح ہے بلکہ شرح العصد المختصر المنتہی پر ان کا حاشیہ ہے۔ صاحب معجم الاصولیین کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۵۔ خلیل بن احمد مسیحی زادہ المغنسیاوی حنفی متوفی ۱۲۳۰ھ

۱۔ ایضاً الکنون ۵۷۳/۳ ۲۔ ایضاً الکنون ۵۷۲/۲ معجم الاصولیین ۲۷۱/۱ (۲۱۶) میں بحوالہ معجم المؤلفین ۲/۲۹۵ اور بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۱۲۲ مذکور ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے حاشیہ علی سید علی شرح المعصد علی مختصر ابن الحاجب ”بدل شرح المنتہی“ تالیف کیا مگر ہدیۃ العارفین ۱/۱۲۲ میں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

۳۔ ایضاً الکنون ۵۷۲/۳ معجم الاصولیین ۹۰۲/۹۱ (۳۲۷) معجم المؤلفین ۱۱۳/۳ ۴۔ ایضاً الکنون ۵۷۲/۳

۵۔ ہدیۃ العارفین ۱/۱۸۴ ۶۔ معجم العارفین ۱/۲۳۲-۲۳۳ (۱۸۵) معجم المؤلفین ۲/۱۸۷

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۸

۸۔ ایضاً الکنون ۳/۵۷۳ اس میں تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۷/۱ (۳۰۲)

مختصر المنتہی کا تحقیقی تجزیہ :

ابن حاجب نے پہلے "منتہی السؤل" تالیف کی اور پھر تقریباً ایک چوتھائی حذف کر کے اسے علامہ امادی کی "الاحکام" کی ترتیب پر مختصر کیا۔ حاجی خلیفہ نے قطب الدین محمود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ "مختصر المنتہی" تالیف کرنے کی وجہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

"لما رایت قصور الهمم عن الاكثار وميلها الى الایجاز والاختصار صفت مختصراً في اصول الفقه ثم اختصرته على وجه بديع وينحصر في المبادئ والادلة السمعية والاجتهاد والترجيح".^۱

جب میں نے عام قاری کے عزائم اور ارادوں میں بہت زیادہ کمزوری دیکھی اور ان کا میلان ایجاز و اختصار کی طرف پایا تو میں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف لکھ دی۔ پھر میں نے ایک نئے انداز سے اس کا اختصار کیا اور اس میں مبادی، ادلہ سمعیہ، اجتہاد اور ترجیح سب شامل ہیں)

حاجی خلیفہ اس مختصر کی تعریف میں لکھتے ہیں :

"وهو مختصر غریب فی صنعه بديع فی فنه لغاية ایجازه بضاهی الالغاز وبحسن ایراده یحاکى الاعجاز واعتنى بشانه الفضلاء".^۲

(یہ مختصر ایک بے مثل کتاب ہے اور اس فن میں انتہائی اختصار کے باوجود معرکہ کے مشابہ ہونے اور آکٹا ہٹ پیدا کرنے والے بیان سے پاک ہے اور اس کا ہر کلمہ انداز فضلاء کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے)

مختصر المنتہی پر شروح، حواشی، و حواشی الحواشی تعلیقات و اختصارات :

شارحین اور شرح پر حواشی :

- ۱۔ محمد بن ابی بکر الفارسی متوفی ۶۲۹ھ۔^۳
- ۲۔ عزالدین ابن عبدالسلام شافعی متوفی ۶۶۰ھ۔^۴
- ۳۔ قاضی امام ناصر الدین عبداللہ عمر البیہاوی متوفی ۶۸۱ھ نے "مرصاد الافہام الی مبادئ الاحکام" کے نام سے شرح لکھی۔

اولہ : الحمد للہ الذی ہدانا الی مناهج الحق۔ الخ^۵

۳۔ علامہ قطب الدین محمود ابن مسعود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ

اولہ : حمد للہ اولی ما استفتح بہ ذکر۔ الخ^۶

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲	۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲
۳۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲	۴۔ معجم الاصولین ۲۱۰-۲۰۹/۱ (۲۳۳)
۵۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲	۶۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

شرح قطب الدین پر حاشیہ :

شمس الدین حبیب اللہ بن عبد اللہ العلوی دہلوی میرزا جان شیرازی متوفی ۹۹۴ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھایا

۵۔ تقی الدین ابن دینق العید محمد بن علی شافعی متوفی ۷۰۲ھ۔^۲

۶۔ سید رکن الدین حسن ابن محمد العلوی الاسترآبادی متوفی ۷۱۷ھ نے ”احل العقد والعقل“ کے نام سے

شرح لکھی ۶۸۴ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔ اس کے شروع میں سلطان ملک المظفر قراقرم سلطان بن سعید نجم الدین الغازی الازنی (الانقی) کا نام مذکور ہے۔

اولہ : ابابعد محمد اللہ خالق الصور والاشیاء ۔ الخ^۳

۷۔ شیخ امام برہان الدین ابراہیم بن عبد الرحمن بن الفرکاح الفزازی شافعی متوفی ۷۲۹ھ۔^۴

۸۔ عثمان بن عبد الملک الکردی المصری متوفی ۷۲۸ھ۔^۵

۹۔ فخر الدین عثمان بن نور الدین علی بن عثمان الحکمی ابن خطیب صدیقی متوفی ۷۳۹ھ۔^۶

۱۰۔ محمد بن محمد السفاتی متوفی ۷۴۳ھ۔^۷

۱۱۔ شمس الدین محمد بن مظفر الخلیلی متوفی ۷۴۵ھ۔^۸

۱۲۔ شیخ امام ابولثاء شمس الدین محمود بن عبدالرحمن الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ۔^۹

الاصفہانی کی یہ شرح بیان المختصر فی شرح مختصر ابن الحاج کے نام سے محمد مظہر بقا کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۲۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ام القری سعودیہ سے تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۱۳۔ محمد الدین اسماعیل بن یحییٰ الرازی متوفی ۷۵۰ھ۔^{۱۰}

۱۴۔ زین الدین عضد العجمی حنفی متوفی ۷۵۳ھ۔^{۱۱}

۱۵۔ زین الدین ابوالحسن علی ابن الحسین الموصلی ابن الشیخ عویہ متوفی ۷۵۵ھ۔^{۱۲}

۱۶۔ ابوالبراء ابراہیم محمد الدین قاضی القضاة اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل التیمی شیرازی البالی، متوفی ۷۵۶ھ۔^{۱۳}

۱۔ ہدیۃ العارفین ۲/۲۶۳-۲۶۴، بحم الامولین ۲/۲۷-۲۸ (۲۵۷)

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۶، الخ المبین ۳/۱۳۴

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۶/۳۰۹، الخ المبین ۲/۱۵۸

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۸۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۲۰۵، الخ المبین ۲/۱۶۵

۹۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، تاریخ وفات ۷۵۰ھ مکرر ہے، ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۳، الخ المبین ۲/۱۶۷، الامولین

(۲۱۹)۲۷۳/۱

- ۱۷۔ ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی بن یوسف بن موسیٰ السبکی، متوفی ۵۶۷ھ نے ”رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب“ تالیف کی۔^۱
- ۱۸۔ علامہ عضد الدین عبدالرحمن ابن احمد الایبکی، متوفی ۵۶۷ھ نے شرح کی تالیف سے ۵۳۷ھ میں فراغت پائی۔ اولہ : الحمد لله الذي براء الانام۔ الخ^۲
- نوٹ : اس شرح پر بہت سے حواشی لکھے گئے آخر میں ایک ساتھ ان کو ڈکریا جائے گا۔
- ۱۹۔ محبت الدین ابوالقضاء محمد ابن شیخ علاء الدین علی القونوی قاہری شافعی، متوفی ۵۵۸ھ نے دو اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ شرح تالیف کی۔^۳
- ۲۰۔ ابوالعباس احمد بن ادريس البجائی مالکی متوفی ۶۰۷ھ۔^۴
- ۲۱۔ ہارون بن عبدالولی (ابن عبدالسلام المرانغی) متوفی ۶۳۷ھ۔^۵
- ۲۲۔ ظلیل بن اسحاق البندی، متوفی ۶۷۷ھ۔^۶
- ۲۳۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن عسکر البغدادی مالکی، متوفی ۶۷۷ھ نے ”شرح مختصر ابن الحاجب“ اور ”اجوبہ اعتراضات لابن الحاجب“ تالیف کی۔^۷
- ۲۴۔ محمد بن حسن بن الماتمی قدسی مالکی، متوفی ۷۷۷ھ۔^۸
- ۲۵۔ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی، متوفی ۷۷۷ھ نے ”رفع الحاجب عن شرح مختصر ابن الحاجب“ تالیف کی۔^۹
- شرح رفع الحاجب پر حاشیہ..... محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابرہیم بن سعد اللہ قاضی بدر الدین معروف بہ ابن جماعہ، متوفی ۸۱۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^{۱۰}
- ۲۶۔ ابو حامد بہاؤ الدین احمد بن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام السبکی، متوفی ۷۷۳ھ۔ یہ تاج الدین السبکی کے بھائی ہیں انہوں نے شرح (مطول) تالیف کی۔^{۱۱}
- ۲۷۔ یحییٰ بن موسیٰ الرہونی مالکی، متوفی ۷۷۴ھ نے ایک عمدہ و مفید شرح لکھی جس میں معانی و مبانی کی منفرد انداز سے تحقیق پیش کی۔^{۱۲}

۱ ہدیۃ العارفین ۲۷۰/۵

۲ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۷، الخ السبکی ۲/۱۶۶، معجم الاصولین ۲/۱۷۳ (۳۱۰)

۳ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۰، الخ السبکی ۲/۱۷۱

۴ الخ السبکی ۲/۱۷۳، معجم الاصولین ۱/۹۰ (۵۹) ۵ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ ۶ کشف الظنون ۲/۱۲۵۵

۷ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ ۸ کشف الظنون ۲/۱۲۵۵

۹ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۶۳۹، الخ السبکی ۲/۱۸۳

۱۰ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲

۱۱ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، الخ السبکی ۲/۱۸۹، معجم الاصولین ۱/۱۷۳-۱۷۴ (۱۲۵) ۱۲ الخ السبکی ۱/۱۹۰

۲۸۔ امام اکمل الدین محمد بن محمد الیابرقی حنفی، متوفی ۱۶ھ نے تین مجلدات میں شرح لکھی اور اس کا نام ”النقودو المرود“ رکھا۔ اس میں انہوں نے ”مختصر المنتہی“ کی سات مشہور اور تین دوسری شروح سے نقل پر اعتماد کیا۔ کشف الظنون میں ان کے حوالہ سے یہ عبارت نقل ہے کہ انہوں نے کہا :

”و ذکر ان خیر الکتب مختصر المنتہی وخیر شروحه شرح استاد عضد الدین“
(انہوں نے ذکر کیا کہ مختصر المنتہی ”خیر الکتب“ اور استاد عضد الدین کی شرح ”خیر الشروح“ ہے۔)۔

۲۹۔ علامہ سعد الدین التفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ

”اولہ : الحمد لله الذی وفقنا للوصول الی منتہی اصول الشریعة“ الخ ۷

شرح تفتازانی پر حاشیہ :

۱۔ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۰ھ نے حاشیہ علی حاشیہ السعد لکھا۔

۲۔ احمد بن محمد بن الزبیری اتنسی الاسکندری مالکی متوفی ۸۰۱ھ۔

۳۔ بہرام بن عبداللہ مالکی متوفی ۸۰۵ھ۔

۴۔ سید شریف علی بن علی الجرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ۔

نوٹ : سید شریف جرجانی کی شرح پر بہت سے حواشی ہیں۔ آخر میں ایک ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

۵۔ شیخ شہاب الدین احمد بن الحسین الرملی شافعی متوفی ۸۳۳ھ۔

اس شرح پر ابن جماعہ اور سیوطی کے نکات :

۱۔ عزالدین محمد بن ابی بکر جماعہ متوفی ۸۱۶ھ نے اس پر نکت تحریر کئے۔

۲۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ نے النکت اللوامع علی المختصر والمنہاج وجمع الجوامع

تالیف کی۔

۳۔ ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن محمد بن محمد بن یحییٰ مالکی متوفی ۸۷۰ھ معروف بہ بدر الدین بن المخلطہ نے

شرح کی تالیف کا آغاز کیا اور کئی جگہ تحریر کیا۔

۱ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲ ۲ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

۳ معجم الاصولین ۱/۱۲۸ (۹۰) بحوالہ زہد الخواطر ۴/۳۰

۴ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۷، الفتح المبین ۳/۶، معجم الاصولین ۱/۲۲۷ (۱۷۰)

۵ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵ ۶ کشف الظنون ۲/۱۸۵۳

۷ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ ۸ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶

۹ کشف الظنون ۲/۱۹۷۷، معجم الاصولین ۲/۱۷۶-۱۷۷ (۴۳)

۱۰ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، الفتح المبین ۳/۴۱

- ۳۵۔ ابو یزید عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف الشعالی متوفی ۸۷۵ھ۔
- ۳۶۔ شمس الدین محمد العماری مالکی متوفی ۷۴۶ھ۔
- ۳۷۔ محمد بن حسین بن عبداللہ السید شریف الحسینی الواسطی شافعی متوفی ۷۷۶ھ۔
- ۳۸۔ ابوالبقاء بہاؤ الدین محمد بن عبدالبر بن یحییٰ بن علی السبکی شافعی متوفی ۷۷۷ھ۔
- ۳۹۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبداللہ الصرخدی متوفی ۷۹۲ھ۔
- ۴۰۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوع رسلان السمری التبتانی متوفی ۷۹۳ھ۔
- ۴۱۔ احمد بن صالح بن محمد البقاعی متوفی ۷۹۵ھ المختصر کے عمل و شرح میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ ان کی شرح کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔
- ۴۲۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن علی بن ہلال اسکندری الربعی مالکی متوفی ۷۹۵ھ نے "شرح مختصر ابن حاجب الاصل" اور "رفع الاشکال عمافی المختصر عن الاشکال" تالیف کی۔ اس میں ان اشکال اربعہ کی تشریح کی جو ابن حاجب کی مختصر الاصلی پر وارد ہوتے تھے۔
- ۴۳۔ برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد ابوالقاسم بن محمد بن فرحون البعری مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے "کشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔
- ۴۴۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ۔
- ۴۵۔ صدر الدین سلیمان بن عبدالناصر الاشعری شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔
- ۴۶۔ ابویاسر شمس الدین محمد عمار مالکی متوفی ۸۳۳ھ معروف بہ ابن النجار۔
- ۴۷۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالرحمن ابن زاعو التلمسانی مالکی متوفی ۸۴۵ھ نے "مختصر ابن الحاجب" کے بعض حصہ کی شرح لکھی۔
- ۴۸۔ صلاح بن علی محمد بن ابوالقاسم ابن محمد بن جعفر البیہقی الصنعائی الزیدی متوفی ۸۴۹ھ نے "النجم الناقب" کے نام سے شرح تالیف کی۔

- ۱۔ ہدیہ العارفین ۵/۵۳۲، مجملہ الاصولین ۱/۱۹۱ (۲۲۷)
- ۲۔ اللغۃ العربیہ ۱۹۳/۳
- ۳۔ اللغۃ العربیہ ۱۹۸/۲
- ۴۔ الطبقات السنیہ ۲/۲۷۸، مجملہ الاصولین ۲/۱۸-۱۷ (۲۳۷)
- ۵۔ اللغۃ العربیہ ۲/۲۱۰، مجملہ الاصولین ۱/۱۸۵ (۱۳۳)
- ۶۔ الدبیاج ص ۲۰۴-۲۰۵، مجملہ الاصولین ۲/۱۲۲ (۳۵۸)
- ۷۔ ہدیہ العارفین ۶/۱۹۴
- ۸۔ ہدیہ العارفین ۵/۳۲۸
- ۹۔ ہدیہ العارفین ۶/۱۶۸، اللغۃ العربیہ ۲/۱۹۶
- ۱۰۔ ہدیہ العارفین ۶/۱۷۳، اللغۃ العربیہ ۲/۲۰۷
- ۱۱۔ مجملہ الاصولین ۱/۱۳۱-۱۳۲ (۹۴)
- ۱۲۔ اللغۃ العربیہ ۲/۲۱۱، مجملہ الاصولین ۱/۳۸، ۳۷ (۱۷)
- ۱۳۔ ہدیہ العارفین ۵/۳۰۲
- ۱۴۔ اللغۃ العربیہ ۳/۲۳۳، مجملہ الاصولین ۱/۲۱۵-۲۱۶ (۱۶۰)

۴۹۔ محبت الدین محمد بن محمد بن محمد النوری الخطیب المکی متوفی ۸۵۷ھ نے ”بغیة الراغب“ کے نام سے شرح تالیف کی۔^۱

۵۰۔ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرطمن بدرالدین امام الکلام شافعی متوفی ۸۷۳ھ۔^۲

۵۱۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر بن عمر بن برید (بریدہ) الاشعری القاہری شافعی ثم حنبلی متوفی ۸۸۳ھ۔^۳

۵۲۔ ابوالعباس الحارثی بن شیخ ابی بکر الدلائی متوفی ۱۰۵۱ھ۔^۴

۵۳۔ جلال الدین حسن بن احمد الیمینی زیدی متوفی ۱۰۷۹ھ۔^۵

۵۴۔ کمال الدین محمد معروف ابن الناسخ الطرابلسی متوفی نے ”الکافی الطالب“ کے نام سے شرح لکھی۔^۶

۵۵۔ امام ضیاء الدین عبدالعزیز بطوسی نے ”کاشف الرموز ومظهر الکنوز“ کے نام سے شرح لکھی۔^۷

۵۶۔ شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ہے۔^۸

۵۷۔ شیخ شمس الدین محمود بن القاسم بن احمد الاصفہانی نے شرح لکھی، جس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

”الحمد لله الذي اظهر بدائع مصنوعاته على احسن النظام . الخ ۹“

مختصر ابن حاجب پر تعلیقہ :

۱۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد العقبانی التمسانی مکی متوفی ۸۱۱ھ نے ”تعلیق علی ابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کیا۔^{۱۰}

۲۔ جمال الدین بن علاء الدین بن محمد بن ابی الجعد الحسینی الرعشی متوفی ۱۰۸۱ھ۔^{۱۱}

مختصر المنتہی کا اختصار :

شیخ ابوالعباس (تقی الدین) برہان الدین ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل البجری شافعی متوفی ۷۳۲ھ نے

”الکتاب المعبر فی اختصار المختصر“ تالیف کی۔^{۱۲}

۱ ایضاح المکون ۱۸۷/۳

۲ ہدیۃ العارفین ۲۰۶/۶، کشف الظنون ۳۵۸/۲، لائح اللمین ۳۳/۳

۳ ہدیۃ العارفین ۱۳۵/۵، معجم الاصولین ۱/۹۷-۹۸، الصواعق الملامح ۲۳۶/۱-۲۳۷

۴ لائح اللمین ۹۳/۳ ۵ معجم الاصولین ۲/۳۵ (۶۳) بحوالہ البدر الطالع ۱۹۱/۱-۱۹۲

۶ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲ ۷ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲

۸ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲ ۹ کشف الظنون ۱۸۵۷/۲

۱۰ الاعلام ۱۷۶/۵ ۱۱ معجم الاصولین ۲/۲۱ (۲۵۰)، معجم المولفین ۳/۱۵۷

۱۲ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، لائح اللمین ۲/۱۲۸، معجم الاصولین ۳/۱۹ (۱۹)

فن اصول کی تاریخ و رسالت سے عصر حاضر تک حصہ اول

مختصر المنتہی کا نظم کرنے والے اصولیین :

- ۱۔ جلال الدین عبدالرحمن بن عمر البلقینی متوفی ۸۲۳ھ۔^۱
- ۲۔ احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ بن احمد الکنانی العسقلانی المصری متوفی ۸۷۶ھ نے ”نظم اصول ابن الحاجب و توضیحه“ تالیف کی۔^۲

مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج :

کشف الظنون میں ان حضرات کے نام مذکور ہیں جنہوں نے کتاب مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج کی۔

- ۱۔ محمد بن احمد معروف بہ ابن عبدالہادی مقدس متوفی ۷۷۴ھ
- ۲۔ شیخ سراج عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۳ھ
- ۳۔ شیخ شہاب الدین ابوالفضل احمد ابن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔^۳

مختصر ابن حاجب کے طرز و طریقہ کو اپنانے والے اصولیین :

ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن مصلح بن محمد بن مفرح المقدسی حنبلی متوفی ۷۶۳ھ معروف بہ ابن مصلح نے مختصر ابن حاجب کے طرز و طریقہ پر ایک عظیم کتاب تالیف کی۔^۴

السبعة السیارة (مختصر المنتہی کی سات مشہور شرحیں) مندرجہ ذیل ہیں :

- | | |
|--|------------------------|
| (۱) مولیٰ شیخ قطب الدین شیرازی کی شرح | (۲) سیدرکن الدین موصلی |
| (۳) شیخ جمال الدین الجلی | (۴) زین الدین نجفی |
| (۵) شمس الدین الاصفہانی | (۶) بدر الدین العسری |
| (۷) شمس الدین نظیمی کی شرح۔ ^۵ | |

سید شریف جرجانی کے حاشیہ (یا شرح) پر حواشی :

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں سید جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا اور اس پر حواشی ذکر کئے۔ اسی طرح ہدیۃ العارفین ۸۰۰/۵ میں بھی جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سید جرجانی نے شیخ عضد کی شرح پر حاشیہ لکھا تھا اور پھر وہ حاشیہ اتنا مقبول ہوا کہ اس پر بہت سے علماء نے حواشی لکھ ڈالے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵۲۹/۵، مجم الاصولیین ۷۸/۱ (۵۰)

۳۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۴۔ الحج المبین ۱۷۶/۲

۵۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

حاجی خلیفہ نے سید شریف کی شرح پر مندرجہ ذیل علماء کے حواشی ذکر کئے ہیں :

۱۔ صاحب الشقائق نے اپنے والد کے حوالے سے: ذکر کیا کہ انہوں نے سید جرجانی کی ”شرح المختصر“ پر خوب زیادہ کے حواشی پڑھے تھے اور جب وہ مبحث الخواص الذاتیہ تک پہنچے تو اس میں تدریسی کے سید شریف پر اعتراضات پائے جو انتہائی قوی تھے اور ان کے والد نے کہا کہ اگر سید شریف زندہ ہوتے تو وہ ان اعتراضات کو ان کے سامنے پیش کرتے تو وہ ان کو بلا توقف یا کچھ مہانتے کے بعد قبول کر لیتے۔

۲۔ مولیٰ احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۸۶۲ھ

۳۔ مولیٰ یعقوب پاشا حضر بیک متوفی ۸۹۱ھ

۴۔ مصلح الدین مصطفیٰ القسطلانی متوفی ۹۰۱ھ

۵۔ مولیٰ حمید الدین افضل الدین الحسینی متوفی ۹۰۸ھ۔^۱

حاشیہ سید شریف پر مزید حواشی :

۱۔ محمد علی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن الخطیب حنفی متوفی ۹۰۱ھ معروف بہ خطیب زادہ نے ”حواشی علی اوئل حاشیة السید علی شرح مختصر ابن احاب“ تالیف کئے۔^۲

۲۔ میر صدر الدین محمد بن غیاث الدین منصور شرازی حنفی متوفی ۹۰۳ھ نے ”تفسیر علی حاشیة الجرجانی علی شرح المختصر“ تالیف کی۔^۳

۳۔ حمد اللہ (حمید الدین) بن افضل الدین الحسینی حنفی متوفی ۹۰۸ھ معروف بہ ابن افضل انہوں نے حواشی علی حاشیة السید تالیف کئے۔^۴

۴۔ شجاع الدین الیاس رومی متوفی ۹۲۹ھ۔^۵

۵۔ کمال الدین حسین بن عبدالحق الارویلی الاہمی متوفی ۹۵۰ھ۔^۶

۶۔ حسین (حسن) الحسینی الخلیالی متوفی ۱۰۱۳ھ دارالکتب المصریہ میں ۳۹۴ھ اس کا نسخہ موجود ہے۔^۷

۷۔ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۳ء۔^۸

۸۔ محمد بن السید صالح البقیعی التوقادی حنفی متوفی ۱۲۶۵ھ نے ”حاشیہ علی شرح السید المختصر ابن الحاجب“ تالیف کیا۔^۹

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۷/۲ ج ۱/۳ ص ۶۱/۳ الخ الحسینی ۶۲/۳

۲۔ الفوائد النبیہ ص ۶۹ ج ۵ الشقائق العمامیہ ص ۳۱۷، الاصولین ۲۷۹/۱ (۲۲۳)

۳۔ مجمل الاصولین ۲/۶۵-۶۶ (۲۹۹) میں برآستن (یہود) کے ۵۷۲ کے حوالے سے مذکور ہے۔

۴۔ نزهة الخواطر ۶/۱۵۰ (۲۷۶) مجمل الاصولین ۲/۶۳ (۲۹۶)

۵۔ نزهة الخواطر ۵/۳۰، مجمل الاصولین ۱/۱۲۸ (۹۰)

۶۔ ہدیة العارفين ۵/۸۰۰

مختصر المنتہی پر حواشی :

- ۱- (قرہ) ظلیل بن حسن بن محمد البرکلی زوی حنفی متوفی ۱۱۲۳ھ معروف بقرہ ظلیل نے حاشیہ علی شرح مختصر المنتہی تالیف کیا۔
- ۲- جمال الدین محمد بن حسین بن محمد الخوانساری الشیبی الامامی متوفی ۱۱۲۵ھ نے "حاشیہ علی شرح مختصر الاصول" تالیف کیا۔
- ۳- صالح بن مہدی بن علی المقبلی الزیدی الہمسنی متوفی ۱۱۰۸ھ نے "نجاح الطالب علی مختصر المنتہی ابن الحاجب" تالیف کیا۔
- ۴- علی بن الحاج صادق بن محمد ابراہیم الداغسانی الشماخی متوفی ۱۱۹۹ھ نے "حاشیہ علی مختصر المنتہی" تالیف کیا۔

عضد الدین الاسبجی متوفی ۷۵۶ھ کی "شرح المختصر" پر حواشی اور حواشی الحواشی :

شرح العصد کو دوسری تمام شروح میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور نہ صرف اس پر کثرت سے حواشی لکھے گئے بلکہ بعض حاشیوں پر حاشیے لکھے گئے۔

- ۱- عضد الدین الاسبجی کے شاگرد رشید سعد الدین الفخازانی حنفی (یا شافعی) متوفی ۷۹۱ھ نے "حاشیہ علی شرح العصد" تالیف کیا۔

شرح عضد کے حاشیہ پر حاشیہ :

- ۱- شرح عضد پر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے حاشیہ تالیف کیا۔ بعد میں احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۶ھ نے اس حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔

- ۲- ابوالمنائب کمال الدین ابوبکر بن محمد بن ابوبکر الحفیری السیوطی شافعی متوفی ۸۵۵ھ۔

- ۳- علاء الدین علی الطوسی متوفی ۸۸۷ھ سمرقند میں وفات پائی اور انہوں نے سید شریف جرجانی کے حاشیہ تک حاشیہ تالیف کیا۔

- ۴- شمس الدین محمد بن شہاب الدین شروانی حنفی متوفی ۸۹۲ھ۔

- ۵- بدر الدین محمد بن محمد بن خطیب الفخریہ شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔

۱- ہدیہ العارفین ۳۵۳/۵، معجم الاصولین ۹۳/۲ (۳۲۹) میں اس کو ہدیہ العارفین ۱/۱۱۷ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا، مگر تلاش کے باوجود اس مقام پر ہمیں یہ حوالہ نہیں ملا۔
۲- ہدیہ العارفین ۳۱۲/۶

۳- ہدیہ العارفین ۳۲۳/۵، معجم الاصولین ۱۳۰/۲-۱۳۱ (۳۷۶) ۴- ہدیہ العارفین ۷۷/۵

۵- ہدیہ العارفین ۳۲۹/۶، اتمام العمر بابا العمر ۳۸۹-۳۹۰، الحج ۱۳۱/۲

۶- معجم الاصولین ۲۳۲/۱-۲۳۳ (۱۸۵) ۷- معجم الاصولین ۸/۲-۹ (۲۳۱)

۸- کشف الظنون ۱۸۵۶/۲ ۹- کشف الظنون ۱۸۵۶/۲ ۱۰- کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۶۔ حسن بن عبد الصمد السامونی حنفی متوفی ۹۰۱ھ نے حاشیہ علی حاشیہ شرح العہد تالیف کیا۔ بقول حاجی خلیفہ یہ حاشیہ، حاشیہ ابن الافضل تک ہے۔ دنیا کے مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں اور "احمدک اللهم یا اهل الحمد والثناء" الخ سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔^۱

۷۔ جلال الدین محمد ابن اسعد الدوانی الصدیقی شافعی متوفی ۹۰۷ھ۔^۲

۸۔ حبیب اللہ میرزا جان الباغونی شیرازی اشعری شافعی متوفی ۹۴۴ھ مختصر ابن الحاجب کے حوالے سے ان کی طرف مختلف مقامات پر مختلف طرح سے نسبت کی گئی ہے۔ صاحب معجم الاصولیین نے ان سب اقوال کو اپنی کتاب میں یکجا کیا۔ ہم میرزا جان کی تاریخ وفات ۹۴۴ھ کے ضمن میں نقل کریں گے اور پھر یہ نتیجہ نکالا کہ ان تمام اقوال میں درست قول یہ ہے کہ میرزا جان نے حاشیہ علی شرح عضد الدین الابنجدی تالیف کیا۔^۳

۹۔ کمال الدین حسین بن عبدالحق الاردبیلی الاالاہی متوفی ۹۵۰ھ۔^۴

۱۰۔ شمس الدین محمد بن شہاب الدین احمد الشروانی حنفی متوفی ۸۹۲ھ۔^۵

۱۱۔ بدر الدین محمد بن محمد شافعی، ابن خطیب الفخریہ متوفی ۸۹۳ھ۔^۶

۱۲۔ بہاء الدین محمد بن حسین بن عبد الصمد بن عز الدین الجارثی العالمی متوفی ۱۰۳۱ھ۔^۷

۱۳۔ حسین بن محمد بن محمود ابوطالب خلیفہ متوفی ۱۰۶۴ھ۔^۸

۱۴۔ عبدالرشید بن مصطفیٰ شمس الحق جوپوری متوفی ۱۰۸۳ھ۔^۹

شرح العہد کے حاشیہ پر حاشیہ :

۱۵۔ حسین بن علی الایدینی حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ نے "حاشیہ علی حاشیہ السید شرح العہد" تالیف کیا۔^{۱۰}

۱۶۔ خلیل بن احمد القونوی حنفی متوفی ۱۲۴۴ھ۔^{۱۱}

۱۷۔ امام سیف الدین احمد الابہری نے اس پر حاشیہ لکھا، جس کا آغاز "الحمد لله الذي شرح الاحكام" الخ سے ہوتا ہے۔^{۱۲}

۱۔ كشف الظنون ۲/۱۸۵۶، معجم الاصولیین ۲/۴۳-۴۵ (۲۷۵)

۲۔ الفوائد العشریہ ص ۸۹-۹۰، الخ للبحرین ۳/۶۳

۳۔ كشف الظنون ۲/۱۸۵۳، اس میں تاریخ وفات ۹۹۴ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۲۸-۲۹ (۲۵۸)

۴۔ كشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۸، معجم الاصولیین ۲/۶۵-۶۶ (۲۹۹)

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۴

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۳

۷۔ معجم الاصولیین ۲/۲۰۰ (۳۳۵)

۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۶، معجم الاصولیین ۲/۹۰-۹۱ (۳۲۷)

۹۔ كشف الظنون ۲/۱۸۵۶

کشف الظنون میں مذکورہ شرح العہد پر مزید حواشی :

- ۱۸۔ اس کے اوائل پر میر صدر الدین (متوفی ند) کا حاشیہ ہے۔
- ۱۹۔ مولانا حمید بن افضل الدین کا شارح کے قول المقضیٰ الخ تک حاشیہ ہے اس کو سلطان بایزید کے نام سے لکھا۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ ”الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الكتاب و بین مجملہ الخ“
- ۲۰۔ مولیٰ ابن خطیب نے ”ینحصر اولہا یا واجب الوجود و یا فیض الوجود الخ“ تک حاشیہ لکھا۔
- ۲۱۔ مولانا بابلی بادشاہ ابن مولانا، یکان جزء
- ۲۲۔ علامہ جلال الدین الدوانی
- ۲۳۔ مولانا عرب کا قول ”ومع الصغری ینتج المطلوب“ تک حاشیہ ہے۔ جس کا آغاز : ”الحمد لله رب العالمین“ الخ سے ہوتا ہے۔
- ۲۴۔ ابن افضل کا حاشیہ ہے۔ کو تصنیف کرنے کے بعد سلطان محمد خان کو ہدیہ کیا۔ جس کا آغاز : ”احمدک اللهم یا اهل الحمد والثناء“ سے ہوتا ہے۔^۱

شرح العہد پر تعلیقہ :

- ۱۔ حسین الارزیلی متوفی ۹۵۰ھ نے شرح العہد پر تعلیقہ لکھا۔^۲
- ۲۔ احمد بن محمد الارزیلی الاذریبیانی امامی متوفی ۹۹۳ھ نے ”تعلیقات علی شرح المختصر للعہد“ تالیف کیا۔^۳

ابن الحاج ابوالعباس الازدی مالکی (متوفی ۶۳۷ھ یا ۶۵۱ھ)^۴

فقیر، اصولی و ادیب تھے۔ کبار علماء سے علم حاصل کیا اور مختلف فنون میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ مختصر المستصفی
- ۲۔ حاشیہ علی مشکلات المستصفی^۵

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲ ج کشف الظنون ۱۸۵۷/۲

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۱۳۹)، معجم المؤلفین ۲/۷۹، روایات الجہات فی احوال العلماء والسادات، علیہ مجمع المرزبانہ الموسوی الخوانساری الاصفہانی ۱/۹۲ (۹)، بیروت الدار الاسلامیہ ۱۳۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء

۳۔ ابن الحاج۔ ابوالعباس احمد بن محمد احمد بن احمد الازدی الاہلبی الاندلسی متوفی ۱۳۳۹

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۵، الخ ۲/۶۷، معجم الاصولیین ۱/۱۹۷ (۱۳۷)

عبدالحمید الصدنی ناکی (متوفی ۶۰۶ھ - ۶۳۸ھ) ^۱

محدث، فقیہ اور صولی تھے۔ طرابلس میں ابن صابونی سے تفقہ حاصل کیا۔ مشرق، قاہرہ و اسکندریہ کے سفر کئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ ابویحییٰ بن ابی بکر البرہوی اور اُستاد عبدالعزیز بن عبدالعظیم نے "الارشاد" اور امام الحرمین کی البرہان اور کتاب المستصفیٰ کی تعلیم حاصل کی۔ تونس میں فقہ و اصول کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کو اصول دین اور اصول فقہ کا وافر علم عطا ہوا تھا۔ وہ دونوں علوم کی متقدمین کے طریقہ پر تدریس کرتے اور متاخرین مثلاً امام رازی اور ان کے متبعین کے طریقہ کو نہیں اپناتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱- جلاء الاقباس فی الرد علی نفاة القیاس

۲- الايضاح والبيان فی العمل بالظن المعبر شرعا بالسنة الصحيحة والقرآن ^۲

نقیب الاشرف وقاضی العسکر محمد بن حسین الار موی شافعی (متوفی ۶۵۰ھ) ^۳

مصر میں مدرسہ الشریفیہ میں مدرس اور اصول و مناظرہ میں امام تھے۔ صدر بن حمیہ سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے امام فخر الدین رازی کی کتاب "المحصول" کی شرح لکھی۔

ضروری وضاحت..... قاضی العسکر محمد بن حسین الار موی شافعی اور تاج الدین الار موی متوفی ۷۵۷ھ (جن کا نام بھی محمد حسین) ہے) دو مختلف اشخاص ہیں اتفاق سے دونوں کے نام ولدیت اور ارمیہ کی نسبت ایک جیسی ہیں جن کی بناء پر دونوں کے ایک ہونے کا مغالطہ ہو جاتا ہے۔ ^۴

عبدالرحیم المرغینانی حنفی (۶۵۱ھ بعدہ)

فقہ، اصولی اور صاحب ہدایہ کے پوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فصول الاحکام لا اصول الاحکام" تالیف کی جو فصول المعامد کے نام سے مشہور ہے۔ ^۵

عبدالسلام بن تیمیہ حنبلی (۵۹۰ھ - ۶۵۲ھ) ^۶

فقہ، اصولی، محدث، مفسر، مقری، نحوی تھے۔ اپنے چچا خطیب فخر الدین وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزادے عبدالجلیل اور ابن تیمیہ وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ و اصول سمیت متعدد علوم میں ید طولی رکھتے تھے۔ ^۷

۱ ابو محمد عبدالحمید بن ابی البرکات بن ابی الدنیا الصدنی الطرابلسی (۱۲۱۰ء - ۱۲۸۵ء) طرابلس و ولادت اور تونس میں وفات پائی۔
 ۲ الدبیاح ص ۳۶۱، مجملہ الاصولین ۴/ ۱۶۷-۱۶۸ (۴۰۳) ح شریف شمس الدین ابو عبداللہ بن محمد بن حسین بن محمد اعلوی السنی الار موی شافعی نقیب الاشرف قاضی العسکر۔ ح ہدیہ العارفین ۶/ ۱۲۵، کتاب الخصال الار موی ص ۹۹ ح عبدالرحیم بن ابوبکر عماد الدین بن ابوبکر علی بن عبدالجلیل المرغینانی القرعانی السمرقندی، ہدیہ العارفین ۵/ ۵۶۰ ح عبدالسلام بن عبداللہ بن ابوالقاسم الخضر بن محمد بن علی تیمیہ ۱۱۹۳ء - ۱۲۵۳ھ، شیخ الاسلام، ابوالبرکات، محمد الدین المرعانی، حران میں ولادت و وفات ہوئی
 ۳ شذرات الذهب ۵/ ۲۵۷-۲۵۸، ذوات الوفا ۲/ ۳۲۳ (۲۷۸)، کلئہ السنین ۲/ ۶۸-۶۹، مجملہ الاصولین ۲/ ۲۰۲-۲۰۳ (۳۳۷)
 "محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں "المسودہ" کے نام سے آپ کی کتاب موجود ہے، بعد میں ان کے صاحبزادہ عبدالحلیم متوفی ۶۸۲ھ اور پوتے شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد متوفی ۷۲۸ھ نے اس میں اضافے کئے۔ مذکورہ تینوں حضرات کے تحریر کردہ "المسودہ" کی جمع ترتیب و تمییز کا کام شیخ الاسلام کے ایک شاگرد شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الحرانی دمشقی متوفی ۷۴۵ھ نے انجام دیا۔ کتاب "المسودہ" تینوں علماء پر شہاب الدین کی تمییز کے ساتھ دارالکتب العربی بیروت سند سے چھپ چکی ہے۔ اس کتاب پر محمد نجی الدین عبدالحمد کی تحقیقی ہے۔

۱) تیمیہ کے تینوں علماء کے کلام میں تفریق کے لئے شہاب الدین کی علامات :

۱) تیمیہ کے مذکورہ بالا تینوں علماء کے کلام کے مابین تفریق و تمییز پیدا کرنے کے لئے شہاب الدین نے ترتیب و تمییز کی دوران ان کے اقوال کی شناخت کے لئے علامات لگائیں ان علامات کے بعد سے لوگ اس "المسودہ" سے نقل کرتے چلے آئے ہیں اور ان تینوں کے اقوال و کلام کے مابین ان علامات سے فرق جانتے آئے ہیں۔ محقق "المسودہ" نے اس کی ضاحت میں چند حوالے پیش کئے ہیں۔ ہم انہیں یہاں نقل کر رہے ہیں :

علامات سے تفریق کی مثالیں :

شیخ محمد بن احمد السفارینی نے اپنی کتاب میں "المسودہ" سے نقل کیا اور تینوں کے کلام میں فرق کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا :

" قال شيخ الاسلام ابن تيمية روح الله روحه في مسودة : التقليد قبول القول بغير دليل ، فليس المصير الى الاجماع بتقليد ، لان الاجماع دليل ، ولذلك يقبل قول النبي صلى الله عليه وسلم ولا يقال التقليد ، وقد قال احمد رضى الله عنه في رواية ابي الحارث من قلند الخبير رجوت ان يسلم ان شاء الله تعالى ، فاطلق اسم التقليد على من صار الى الخبر وان كان حجة " .^۱

اسی طرح محقق نے ایک اور مثال دیتے ہوئے شہاب الدین ابوالعباس احمد بن عبدالعزیز بن علی بن ابراہیم الفتوحی جنبلی اصولی، فقہ کی اس عبارت کو پیش کیا جو انہوں نے اپنی کتاب "شرح المختصر فی اصول الفقہ الحنبلیہ" میں "المسودہ" سے شیخ تقی الدین کے حوالے سے ذکر کیا :

" العبارة هي الطاعة ، قال الشيخ تقى الدين في اخر المسودة : كل ما كان طاعة وما مورابه فهو عبارة عند اصحابنا والمالكية والشافعية وعند الحنفية : العبادة ما كان من شرطها النية " .^۲

۱۔ تحقیقی مقدمہ علی المسودہ فی اصول الفقہ - محمد نجی الدین عبدالحمد ص ۴، بیروت دارالکتب العربی سندس میں انہوں نے اسطر ۱۱ کی کتاب شرح عقیدہ ۱/۲۶۸ مطبوعہ دمشق کے حوالے سے ذکر کیا۔ مذکورہ عبارت "المسودہ" کے ص ۵۵۳-۵۵۴ کی طویل عبارت کے الفاظ میں تیسرے کے ساتھ تلخیص ہے۔

۲۔ حوالہ سابق اس میں شہاب الدین کی شرح الخضر فی اصول الفقہ ج ۱ ص ۱۴۰ میں طاعنہ کی تیسرے کے تحت لکھا ہے۔ یہ عبارت المسودہ کے ص ۵۷۶ پر مذکور ہے۔ مطبعہ السامعیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اسی طرح القتوی نے اپنی کتاب میں ”تقسیم السجود والی حرام و حلال“ کے تحت یہ عبارت المسودۃ سے نقل کی ہے جس میں مجدد الدین عبدالسلام کی طرف یہ منسوب کیا :

” فان السجود نوع من الافعال ذواشخاص كثيرة ، فيحوزان ينقسم الى واجب و حرام ، فيكون بعض الفرده و اجبا كالسجود لله تعالى ، وبعضها حراما كالسجود لصنم ولا امتناع لذلك“

” قال المجد في المسودة : السجود بين يدي الصنم مع قصد التقرب الى الله تعالى محرم على مذهب علماء الشريعة ، وقال ابو هاشم المعتز ، ان السجود لا تختلف صفته ، وانما المحذور القصد“^۱

عموم کے مسئلہ پر مجدد الدین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

” قال المجد في المسودة و هذا ظاهر كلام احمد رضى الله عنه ، لانه احتج في مواضع كثيرة بمثل ذلك ، وكذلك اصحابنا ، قال المجد : وما سبق انما يمنع قوة العموم ، لا ظهوره : لان الاصل عدم المعرفة لمالم يذكره“^۲

مذکورہ بالا چاروں حوالوں میں السفارینی اور فتویٰ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور مجدد الدین کی طرف جن اقوال کی نسبت کی یقیناً کچھ ایسی علامات کے بارے میں ان کو علم ہوگا جس کی بناء پر انہوں نے قائل کا پتہ چلا لیا ہوگا۔ حالانکہ ”المسودہ“ کے ظاہر سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ کس قول کو کس نے کہا تھا۔ مذکورہ بالا اقوال سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہاب الدین ابوالعباس حرانی نے تینوں حضرات کی مشترک کتاب ”المسودہ“ کو اس کی اصل ترتیب پر ہی مرتب کیا ہے کیونکہ فتویٰ عبادت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ قال الشيخ تقي الدين في اخر المسودہ اور موجودہ ترتیب جو حرانی کی ہے اس میں بھی آخری مسودہ تقي الدين ہی کا ہے۔

کتاب ”المسودہ“ کا تحقیقی تجزیہ : اصول فقہ کی دیگر کتب بھی اس فن کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔ جس میں مولفین مختلف انداز اپناتے ہیں اور مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اسی طرح ”المسودہ“ بھی امتیازی خصوصیات کی حامل ایک بہترین کتاب ہے۔ اس کی دو امتیازی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں :

۱- مختلف فیہ مسائل میں اصحاب اقوال کے اقوال تحقیق کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جس سے ایک طرف تو اس فن میں ان کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف ایک ہی لحظہ میں ان کی قوت وضعف کا اندازہ کرنے میں مدد حاصل ہو جاتی ہے۔

۲- علماء اصول نے جو ”تصویر محل النزاع“ کی اصطلاح استعمال کی یہ کتاب اسی موضوع پر دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ وہ آئمہ ثلاثہ کے مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں علماء کے مذاہب کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ پھر نفس موضوع پر لگاتار ایک مسئلہ کے بعد دوسرا مسئلہ لاتے ہیں اور ہر مسئلہ میں مختلف علماء کے اقوال

۱- حوالہ سابق اس میں ص ۱۲۲ پر ہے اور مجدد الدین کا یہ کلام بغیر ان کا نام لے لے المسودہ میں ص ۸۴ پر مذکور ہے۔

۲- حوالہ سابق اس میں ص ۱۵۶ پر ہے اور یہ ص ۱۰۸-۱۰۹ پر موجود ہے۔ مجدد الدین کی دونوں عبارتوں کے درمیان کو فتویٰ نے حذف کر دیا۔

فرق کے ساتھ پیش کرتے چلے جاتے ہیں اور اس موضوع پر مسائل پورے ہونے کے ساتھ ہی اقوال کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے اور مراد واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کی روشنی میں ان دقیق مقامات کی تعیین آسانی ہو جاتی ہے جہاں اصحاب اقوال کا اتفاق و اختلاف واقع ہوا ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام اور المسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی :

قوی گمان ہے کہ شیخ الاسلام کا اس مسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی اور بسط و استدلال کے ساتھ کچھ اضافہ کا ارادہ ہوگا جیسا کہ تمام مؤلفات کی تالیف میں ان کی یہ عادت رہی۔ مگر وضال کے باعث ان کو یہ مہلت میسر نہ ہو سکی ہو۔ اس حالت میں بھی یہ کتاب اصول فقہ پر ایک عمدہ کتاب ہے جو قاری کو بہت سی "امہات الکتاب" کے مطالعہ سے مستغنی کر دیتی ہے۔

شرف الدین ابو عبد اللہ المرسی شافعی (متوفی ۵۷۰ھ - ۶۵۵ھ)

انہوں نے یہ کتاب "الاصول" تالیف کی۔

قاضی تاج الدین الارموی (متوفی ۵۷۰ھ - ۶۵۰ھ یا ۶۵۳ھ یا ۶۵۶ھ)

فقہ، اصولی، منطقی، فلسفی اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے۔ امام فخر الدین رازی آپ کے استاد ہیں۔ شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) اصولی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں جو کبار فقہاء شافعیہ اور علوم اصول و کلام کے نمایاں لوگوں میں سے ہیں اور "شرح المنحصول" کے مصنف بھی ہیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الحاصل من الحصول" تالیف کی۔

کتاب "الحاصل" کا تحقیقی تجزیہ :

انہوں نے کتاب "الحاصل من الحصول" فی اصول الفقہ تالیف کی۔ تاج الدین الارموی نے اپنی اس کتاب میں فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) کی کتاب "المحصول" کا اختصار کیا ہے۔ اس کتاب میں ان مسائل اصولیہ کو جمع کیا گیا ہے جس کی ہر عالم و محقق کو احتیاج ہوتی ہے۔ نوادر ڈھونڈ کر لائے اور دکھڑے ہوئے مسائل کو یکجا کیا۔ یہ کتاب مختصر و موجز ہونے کے باوجود علمی فوائد سے پُر ہے۔ الارموی نے ذی الحجہ سنہ ۶۱۳ھ میں اس کتاب کی تالیف کو مکمل کیا۔

"الحاصل" کی کتب اساسیہ سے نسبت :

امام رازی کی "الحصول" اصول فقہ کی چار اساسی کتب "البرہان" للعلوینی شافعی، "المستصفی" للغزالی شافعی، "المعتمد" للابی الحسین بصری معتزلی اور "العبد" لعبد الجبار معتزلی کا نچوڑ ہے۔ "الحاصل" دراصل الحصول کا خلاصہ ہے۔ اس طرح "الحاصل" نے ان چاروں کتب بالا سے بالواسطہ اثرات قبول کئے۔

۱۔ محمد بن عبد اللہ بن محمد ابو الفضل السلمی الاندلسی شرف الدین ابو عبد اللہ المرسی، ہدیۃ العارفین ۱۲۵/۹

۲۔ تاج الدین الارموی محمد بن حسین (حسن) بن عبد اللہ، کیت ابو الفضل یا ابو الفضائل، آذربائیجان میں ولادت ہوئی، ہدیۃ العارفین ۱۲۶/۶

۳۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۳۵۵، کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، اصول الفقہ۔ شیخ محمد انحری ص ۷

الحاصل کے اثرات کا تحقیقی جائزہ :

یہ کتاب مستقبل کے مؤلفین پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتی رہی اور دن بدن اس کی اہمیت میں اضافہ ہوتا رہا۔ مثلاً قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) نے اپنی کتاب ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ میں ”الحاصل“ کا خلاصہ پیش کیا۔ ”منہاج“ مختصر الحجم ہونے کے باوجود فوائد و منافع میں کسی طرح کم نہیں۔ اس کتاب کی اسی افادیت و منفعت کے پیش نظر اس کے مطبوعہ و مخطوط شروع کی تعداد ۳۲ سے بھی زائد بیان کی جاتی ہے۔ آنے والوں نے ”الحاصل“ سے حاصل شدہ اختصار (منہاج) پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ یہاں صرف اشارۃً ان میں سے چند مطبوعہ مشہور و متداول کا ذکر کر رہے ہیں، ان پر تفصیلی کلام اپنے مقام پر کیا جائے گا :

- ۱۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول : امام جلال الدین ابو محمد عبدالرحیم بن حسن الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ یا ۷۷۷ھ)
- ۲۔ الابہاج فی شرح المنہاج : تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) بعد میں ان کے صاحبزادہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب السبکی (متوفی ۷۷۷ھ) نے اس کی تکمیل کی۔
- ۳۔ منہاج العقول فی شرح منہاج الاصول : امام محمد بن حسن البغدسی۔

الحاصل کی شروع پر مختصرات :

قاضی بیضاوی (متوفی ۶۷۵ھ) کی ”المنہاج الوصول“ کا ماخذ یہی ”الحاصل“ ہے۔ یعنی یہ کتاب الحاصل کا اختصار ہے جس کا مکمل نام ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ ہے تعارف میں مذکور ہے :

”وہو رعم صغر حجمه غزیر العلم ، کثیر الفوائد جلیل المنافع ، لذا کان عمدة المشتغلین بهذا الفن فبلغت شروحه بین مخطوط و مطبوع اثین و ثلاثین شرحاً“^۱

قاضی بیضاوی کے الوصول پر متعدد شروع وغیرہ لکھی گئیں۔ ان میں سب سے مشہور ”شرح نہایۃ السؤل“ ہے جو جمال الدین ابی محمد عبدالرحیم بن حسن الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ قول راجح) کی تصنیف کی۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ راشد البکری القفصی تونس (متوفی ۷۳۶ھ) نے اس کی شرح لکھی اور اس شرح کا نام ”تحفة الواصل فی شرح الحاصل“ رکھا۔^۲

کتاب ”الحاصل“ کی ترتیب و اسلوب :

ا کتاب کا آغاز مقدمات کے بیان سے ہوتا ہے جو چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل : اس میں اصول فقہ کی تعریف لقیی و اضافی معنی اور محترقات التعریف بیان کئے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵ میں ان کی تاریخ وفات ۷۷۷ھ مذکور ہے جو درست نہیں ہے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۲۔ اس میں تاریخ وفات ۶۸۵ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۲/۱۳۹۔

دوسری فصل : علم، ظن، نظر، امارہ، حلم اور دلیل میں ہے جو پانچ بحثوں میں بیان کئے ہیں۔

پہلی بحث : علم و جہل، ظن و شک اور وہم و تقلید کا باہمی فرق اُجاگر کرنے میں ہے۔

دوسری بحث : میں یہ بیان کیا کہ ضروری نہیں کہ ہر مستفاد تصور میں دور و تسلسل ہوگا۔

تیسری بحث : ظن کی تعریف میں ہے۔

چوتھی بحث : نظر، دلیل و امارۃ کی تعریفات میں ہے۔

پانچویں بحث : حکم شرعی کی تعریف میں ہے اور بتایا کہ اہل سنت کے نزدیک حکم شرعی کی تعریف ”خطاب

اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المكلفین بالاقضاء او التخییر“ ہے۔ ساتھ ہی احکام خمسہ و جوہ حرمت، کراہت، ندب و اباحت کا ذکر کیا۔ حکم کی تعریف پر معتزلہ کی جانب سے کئے گئے اشکال اور ان کے جوابات دیئے۔

تیسری فصل : اس فصل میں چھ تقسیمات کے تحت مندرجہ ذیل اشیاء پیش کیں۔

احکام اور اس کے متعلقات کی تقسیم، خطاب کو اقتضاء و تخییر کے اعتبار سے و جوہ حرمت، کراہت، ندب اور اباحت پر تقسیم کر کے ہر ایک کی ماہیت بیان کی۔ ساتھ ہی بتایا کہ شافیہ فرض و واجب میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ جبکہ احناف کہتے ہیں کہ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور پھر اس مسئلہ میں واقع لفظی نزاع کو بیان کیا۔ اس فصل میں فعل کو حسن و قبح کی طرف تقسیم کیا۔ ابو حسیں بصری معتزلی سے منقول حسن و قبح کی تعریف اور اہل سنت کا اس بارے میں موقف بیان کیا۔ خطاب وضعی اور اس میں سبب شرط و مانع کو بیان کیا۔ تعلقات احکام کے اعتبار سے افعال کی تقسیم کی کہ عبادات کی صحت و بطلان و فساد کو بیان کیا، بتایا کہ متکلمین کے نزدیک عبادات میں صحت سے مراد ”موافقة الامر“ ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک ”ما سقط القضاء“ ہے۔ اسی طرح معاملات میں اس سے کیا مراد ہے اور بتایا کہ سوائے امام ابو حنیفہ کے کسی نے باطل و فساد میں فرق نہیں کیا وہ اس طرح فرق کرتے ہیں کہ ”الباطل هو الذی لم یشرع باصله و وصفه کبیع الملا قیح و المضامین“ (باطل وہ ہے جو اصل و وصف کے اعتبار سے شروع ہی نہیں ہوا جیسے ملائح و مضامین کی بیع)۔ اور فاسد وہ ہے ”فہو ما شرع باصله دون صفة و ذلک کالربویات“ (فاسد وہ ہے جو اصل کے اعتبار سے تو شروع ہو گیا مگر صفتا نہیں مثلاً یہ ربویات میں ہوتا ہے)۔ عبادات کی وقت کے اعتبار سے تقسیم کی جن کی ادائیگی کا وقت معین ہے۔ مثلاً نماز اور جن کے لئے وقت معین نہیں مثلاً تسبیحات و اذکار، اداء اور قضا کی تعریف بیان کی اور تفصیلی کلام کیا۔ رخصت و عزیمت بیان کر کے رخصت کی اقسام ذکر کیں۔

چوتھی فصل : حسن و قبح کے عقلی و شرعی ہونے سے متعلق اہل سنت و معتزلہ کی اتفاقی و اختلافی آراء پیش کیں۔ اگر

حسن سے مراد طبیعت کا میلان اور قبح سے مراد طبیعت کا شتر ہے تو اس معنی میں اہل سنت و معتزلہ کا اتفاق ہے کہ دونوں عقلی ہیں۔ اگر حسن سے مراد صفت کمال ہو جیسے علم اور قبح سے مراد صفت نقص ہو مثلاً جہل تو بھی اس کے عقلی ہونے میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اگر حسن و قبح سے مراد دینا میں مدح و ذم ہو اور آخرت میں ثواب و عقاب ہو اور اس بارے میں معتزلہ و اہل سنت کی مختلف آراء ہیں۔ اہل سنت حسن و قبح کو اس معنی کے

اعتبار سے شرعی تصور کرتے ہیں جبکہ معتزلہ اس کو بھی عقلی مانتے ہیں۔ حسن و قبح کے عقلی ہونے پر معتزلہ کے اول ذکر کے پھر ان کا رد کیا۔

پانچویں فصل : منعم کا شکر عقل پر واجب نہیں، یہ اہل سنت کا موقف ہے۔ معتزلہ کا مسلک ان کے برخلاف ہے۔ جوہ سے مذہب اہل سنت سے استدلال کیا۔ پھر معتزلہ کا اہل سنت کے دلائل پر مناقشہ کر کے ان کے جوابات دیئے۔

چھٹی فصل : مقدمات کی اس آخری فصل میں شرائع سے قبل افعال اختیار یہ کے احکام کو بیان کیا۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب پیش کئے جس میں پہلے کے مطابق مباح، دوسرے کے مطابق ممنوع اور تیسرے کے مطابق اس میں توقف ہے۔ وجہ یہ بتائی کہ ہمیں اس کا حکم معلوم نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم معدوم ہے۔ شیخ الارموی نے توقف کے قول کو اختیار کیا اور وجہ عدم الحکم بتائی اور اس کی تائید کی کہ "لا شرع ولا حکم" (نہ شریعت تھی اور نہ حکم) پھر ابحاث و تحریم کا قول کرنے والوں کے اول بھی ذکر کئے۔ اس کے بعد دونوں مذاہب کی جانب سے توقف کے قول کو مفسد قرار دینے والوں کے دلائل ذکر کر کے جوابات دیئے۔

لغات پر بحث :

الارموی مقدمات میں شامل چھ فصول پر کلام سے فراغت کے بعد لغات کی بحث کرتے ہیں۔ جس کو ذیل کے نواباب میں شامل کیا ہے۔

پہلا باب : یہ کلیہ کی اسماٹ میں ہے۔ وہ ان اسماٹ کو پانچ اقسام کے تحت لائے ہیں۔

النظر الاول : یہ بحث کلام میں ہے۔ اس میں بتایا کہ اہل سنت کے یہاں کلام نفسی و لفظی دونوں کو مشترک ہوتا ہے جبکہ اصولیین صرف کلام لفظی کو محل بحث مانتے ہیں۔

النظر الثانی : یہ بحث واضح سے متعلق ہے۔ اس میں علماء کے چار مذاہب پیش کئے۔

مذہب (۱) الفاظ کی دلالت ذاتیہ ہے یہ عباد بن سلیمان کا مذہب ہے۔

مذہب (۲) الفاظ کی معانی پر دلالت تو قیفیہ ہے۔ یہ مذہب ابوالحسن الاشعری اور ابن فورک کا ہے۔

مذہب (۳) الفاظ کی معانی پر دلالت اصطلاحیہ ہے یہ ابوہاشم الجبالی کا مذہب ہے۔

مذہب (۴) بعض الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت توفیقی اور بعض کی اصطلاحی ہوتی ہے یہ مذہب دومذہب سے

مرکب ہے۔ جن میں سے ایک کہتا ہے کہ "الابتداء من الناس والتسمیة من اللہ" اور دوسرا مذہب کہتا ہے "الابتلاء من اللہ والتسمیة من الناس" یہ مذہب استاذ ابی اسحاق الاسفراہینی کا ہے۔ پھر مذکورہ مذاہب اربعہ کے داخل ذکر کئے۔

النظر الثالث : یہ بحث موضوع کے لفظ متعلق ہے لفظ کی وضع کی ضرورت پر بحث کی، اس میں بتایا کہ حرکات، اشارات اور نون قرش کے بجائے الفاظ ہی کی وضع کو کیوں اختیار کیا۔ پھر ان کے مقابلے میں الفاظ کے زیادہ آسان اور مفید ہونے کی وجہ ذکر کی۔

النظر الرابع : یہ بحث موضوع لہ پر ہے اس کو تین بحثوں کے تحت لاکر بیان کیا۔ پہلی بحث میں معانی کی اہتیاں کے اعتبار سے دو قسمیں کر دیں۔ دوسری بحث میں بتایا کہ الفاظ کی وضع سے صرف معانی مفردہ کا افادہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مقصد افادہ مرکبات ہے۔ تیسری بحث اس پر ہے کہ لغت کی وضع بازا امور الذہبیہ ہے ماہیات خارجیہ سے نہیں۔

النظر الخامس اس میں وضع کے طریق کی معرفت پر کلام کیا اور بتایا کہ داعی کو لفظ عربیہ کے تعلیم کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کیونکہ یہ کتاب سنت کے فہم کا وسیلہ ہے۔ اور تعلیم کے طرق کو تین امور یعنی عقل، نقل اور عقل و نقل مرکب میں محصور کیا۔

دوسرا باب :

یہ بات الفاظ کی تقسیم میں ہے الفاظ کی اس تقسیم کو اولاً دو وجہوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ الوجہ الاول تقسیم الفاظ کی پہلی وجہ میں لفظ کی اپنی ماہیت پر دلالت کے اعتبار سے اقسام پیش کیں اور پھر تین قسموں میں منقسم کر دیا (یعنی دلالت مطاقی، دلالت تضمنی اور دلالت التزامی میں) ساتھ ہی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ کون سی دلالت وضعیہ ہے اور کون سی عقلیہ ہے۔ مذکورہ بالا تین اقسام میں سے دلالت مطاقیہ کو مزید تین قسموں کی طرف تقسیم کرتے ہیں (مفرد مرکب وغیرہ) اور ان میں سے مفرد کی مختلف اعتبارات سے تین قسمیں کیں۔

پہلی قسم : اس کے معنی کا تصور شرکت کے وقوع سے مانع ہوگا یا نہیں۔ اس اعتبار سے جزوی و کلی پر تقسیم کر دیا اور پھر کلی کی مزید انواع کر دیں۔

دوسری قسم : مفہوم میں استقلال ہوگا یا عدم استقلال۔ اس اعتبار سے اس کو اسم، فعل اور حرف پر تقسیم کر دیا اسم کو دو وجہ میں تقسیم کر کے ہر ایک کے تحت مزید اقسام بیان کیں۔

تیسری قسم : اس میں مندرجہ ذیل کلمات کے مفہوم و مراد کی توضیح پیش کی :

المضمر، العلم، المتواطئ، المشکک، الاسماء، المتباینۃ، الاسماء المترادفہ،
المرتجل، المنقول، المجاز، المشترك، المجمع، النص، الظاهر، المؤول،
المحکم، المتشابه.

دلالت مطاقی کی تین قسموں میں سے مفرد پر بحث مکمل کر کے اب دوسری قسم ”اللفظ لا المرکب“ کی تقسیم کرتے ہیں۔ اولاً ”اللفظ المرکب“ کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کر کے مزید اقسام میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد لفظ کی اپنی ماہیت کے اعتبار سے تیسری قسم یعنی دلالت التزامی کو اس سے معنی استفاد کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا۔

۲۔ الوجہ الثانی تقسیم الفاظ کی دوسری وجہ میں ہے۔ اس میں لفظ کو اپنے مدلولوں کے اعتبار سے دو قسموں پر مزید تقسیم کیا۔

پہلی قسم : اس کا مدلول معنی ہوگا۔

دوسری قسم : اس کا مدلول لفظ ہوگا خواہ مفرد ہو یا مرکب۔

تیسرا باب :

مشق کے بیان میں ہے جسے مندرجہ ذیل دو اقسام پر تقسیم کیا۔
 اولاً : اشتقاق کی ماہیت، تعریف اور اس کے ارکان اور بعد بیان کئے۔
 ثانیاً : اشتقاق کے احکام اور ان کو چار مسائل میں محصور کیا۔

چوتھا باب :

ترادف اور توکید کے بیان میں ہے جو ترادف کی تعریف، اس کے متحرزات، ترادف و توکید و تابع کے درمیان فرق بیان کرنے میں ہے۔ پھر پانچ مسائل ذکر کرتے ہیں۔
 پہلا مسئلہ : ترادف کے اثبات میں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے اس کا انکار بھی کیا مگر درحقیقت ترادف جائز ہے اور واقع ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ : اس میں ترادف کا سبب و فائدہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ بعض لوگوں نے جو ترادف کو خلاف اصل کیا اس کی دو جہیں ہیں۔

تیسرا مسئلہ : ایک مترادف کا حکم دوسرے کے لئے اس پر تکلم کیا۔

چوتھا مسئلہ : میں ذکر کیا کہ دو مترادفات میں سے واضح خفی کے لئے شارح ہوگا۔

پانچواں مسئلہ : بیان تاکید اور اس کے احکام بیان کئے اور اس پر کلام کو چار اجزا میں پیش کیا۔

الباب الخامس : اشتراک کے بیان میں ہے۔ اس باب میں اشتراک کے احکام سات مسائل میں بیان کئے۔
 پہلا مسئلہ : اشتراک کے اثبات میں ہے۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب کا ذکر کیا :

مذہب ۱۔ وجوب الاشتراک (اشتراک واجب ہے)

مذہب ۲۔ امتناع الاشتراک (اشتراک ممنوع ہے)

مذہب ۳۔ امکان الاشتراک (اشتراک ممکن ہے)

پہلے دونوں مذاہب کے دلائل دے کر ان کے ساتھ مناقشہ کیا اور پھر تیسرے کے دلائل دے کر اس کو تسلیم کیا۔ ساتھ ہی اشتراک کے وقوع پر تکلم فرمایا۔

دوسرا مسئلہ : اشتراک کی اقسام میں ہے۔ لفظ مشترک کے مختلف مفہومات کے اعتبار سے دو قسمیں تباہ اور متواصلہ بیان کیں۔

تیسرا مسئلہ : سبب اشتراک میں ہے اور اشتراک کے دو سبب ذکر کئے۔

چوتھا مسئلہ : مشترک مفرد کے اعمال کے حکم میں ہے جو لفظ کے جمع مفہومات میں ہے۔ اس بارے میں دو مذاہب ذکر کئے۔

مذہب ۱۔ جواز کا ہے اس میں امام الشافعی، قاضی ابوبکر اور ابوعلی الجبائی اور قاضی عبدالجبار شامل ہیں۔

مذہب ۲۔ ممانعت کا ہے۔ اس میں ابوباشم، ابوالحسن اور امام کرخی شامل ہیں۔

مانعین کے دلائل دے کر مجوزین کے بھی دلائل پیش کئے اور ان مجوزین کے دلائل کے جوابات دیئے۔

پانچواں مسئلہ..... لفظ میں اشتراک و انفراد کا احتمال ہونے میں ہے۔ پھر چار وجوہ سے بتایا کہ انفراد میں احتمال راجح ہے جبکہ اشتراک میں مرجوح۔

چھٹا مسئلہ..... مشترک کے اجمال کو زائل کرنے کے بارے میں ہے۔ اس میں بیان کیا کہ جب مشترک قرینہ سے خالی ہو تو اس وقت مجمل ہوگا۔

ساتواں مسئلہ..... قرآن و حدیث میں مشترک کے پائے جانے کے حکم میں ہے۔ بتایا گیا کہ یہ جائز ہے اور واقع ہوتا ہے پھر اس کا انکار کرنے والوں کے ادلہ پیش کر کے ان کے جواب دیئے۔

چھٹا باب :

حقیقت اور مجاز کے بیان میں ہے۔ اس باب میں ایک مقدمہ ہے جو تین مسائل پر مشتمل ہے اور تین اقسام ہیں۔

پہلا مسئلہ..... مقدمات میں ہے جو حقیقت و مجاز کی لفظی تفسیر میں ہے۔ اس کو تین ابحاث میں پیش کیا۔

دوسرا مسئلہ..... حقیقت و مجاز کی تعریف میں ہے۔ جس میں ابوالحسن بصری کی تعریف کو پسند کیا اور تعریف کے محترقات بیان کئے۔ پھر دیگر حضرات سے منقول تعریفات بھی ذکر کیں۔

تیسرا مسئلہ..... اس پر بحث کی کہ کیا دونوں (حقیقت و مجاز) ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہو سکتے ہیں۔ چھٹے باب کے مقدمہ کو پورا کرنے کے بعد تین اقسام کا ذکر کرتے ہیں۔

القسم الاول :

حقیقت کے احکام میں ہے۔ اس میں حقیقت کے احکام کو تین مسائل میں پیش کیا اور وہ یہ ہیں :

۱۔ حقیقت لغویہ ۲۔ حقیقت عرفیہ ۳۔ حقیقت شرعیہ

القسم الثاني :

مجاز کے بیان میں ہے مجاز کو نو مسائل میں بیان کیا۔

پہلا مسئلہ..... (مجاز کی اقسام میں) اس کو تین اقسام میں بیان کیا۔

دوسرا مسئلہ..... (مفرد میں مجاز کے اثبات میں ہے) مفرد میں مجاز کے اثبات پر استدلال کیا۔ پھر اس کا اذ کرنے والوں کے ادلہ ذکر کر کے ان پر مناقشہ کیا۔

تیسرا مسئلہ..... اس میں مجاز اور اس کے بارہ (۱۲) علاقے ذکر کئے۔۔

چوتھا مسئلہ..... مجاز بالذات صرف اسماء الاجناس پر داخل ہو سکتا ہے۔ حروف اور افعال پر داخل نہیں ہو سکتا۔

پانچواں مسئلہ..... (اس میں علماء کے اختلاف کو بیان کیا کہ مجاز کے استعمال میں توقف کرنا ہوگا یا علاقہ ہی کافی ہے؟) بیان کیا کہ اس کے استعمال میں توقف ہے۔ پھر دو مخالفین کی دلیلیں پیش کیں اور دونوں کے جواب دیئے۔

چھٹا مسئلہ..... اس میں بیان کیا کہ ترکیب میں مجاز عقلی ہوتا ہے۔ اور یہ قول اللہ دلیل میں پیش کیا، "واخرجت الارض انفالها" اور اس پر بحث کی کہ اس میں کس طرح مجاز عقلی ہے۔

ساتواں مسئلہ..... قرآن و حدیث میں مجاز کے حکم کو بیان کیا اور اس کے جواز اور وقوع پر استدلال کیا۔ پھر مخالفین کی دو دلیلیں دے کر جوابات دیئے۔

آٹھواں مسئلہ..... مجاز کے داعی کو بیان کیا۔

نواں مسئلہ..... اس میں بتایا کہ تین وجوہ سے مجاز خلاف الاصل ہوتا ہے۔

التقسیم الثالث :

اس میں حقیقت و مجاز کی مشترک مباحث کو پیش کیا جو پانچ مسائل میں ذکر کئے۔

ساتواں باب :

احوال لفظیہ کے بارے میں اس باب میں احوال لفظیہ مخلتہ بافادۃ اللفظ اور متعارض وجوہ اور تعارض کی صورت میں ان کے حکم کو بیان کیا اور بتایا کہ متکلم کی بات سے جو فہم میں خلل پیدا ہوتا ہے اس کے پانچ احتمالات ہو سکتے ہیں :

۱۔ الاشتراک ۲۔ النقل ۳۔ المجاز ۴۔ الاضمار ۵۔ التخصیص

مذکورہ پانچ میں محصور ہونے کی وجہ بتائی۔ پھر بیان کیا کہ اقتضاء خلل لفظی نہیں ہے۔ پھر دس وجہ میں ان میں پائے جانے والے احتمالات کے تعارض کو بیان کیا اور وجہ حصر بیان کی۔ ان وجوہ کو دس مسائل میں پیش کیا۔
مسئلہ ۱..... تعارض بین النقل والاشتراک کی صورت میں نقل، اشتراک سے بہتر ہے اس کی وجہ بتائی۔ نقل کی اشتراک پر فضیلت پر تین اعتراضات کا ذکر کر کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۲..... جب مجاز اور اشتراک کے مابین تعارض ہو جائے تو مجاز اشتراک سے دو وجوہ کی بناء پر بہتر ہوگا۔ پھر کہا کہ اگر کہا جائے کہ اشتراک ان وجوہ کی بناء پر مجاز سے بہتر ہے تو اس کی صورتیں بتا کر ان کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۳..... تعارض بین الاضمار والا اشتراک ہو تو الاضمار اشتراک سے بہتر ہوگا اس کی وجوہات بھی ذکر کیں۔ اشتراک کی الاضمار پر فضیلت کی ممکنہ صورتیں بتا کر جوابات دیئے۔

مسئلہ ۴..... تعارض بین التخصیص والا اشتراک کی صورت میں تخصیص اشتراک سے بہتر ہوگا۔ اس کا سبب ذکر کیا۔
 مسئلہ ۵..... تعارض بین الجواز والنقل کی صورت میں جواز نقل سے بہتر ہوگا اس کی وجہ بھی بتائی۔ پھر نقل کی مجاز پر فضیلت پر سوالات کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۶..... تعارض بین الاضمار والنقل کی صورت میں اضمار نقل سے بہتر ہوگا۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔

مسئلہ ۷..... تعارض بین التخصیص والنقل ہو تو تخصیص نقل سے بہتر ہوگا۔

مسئلہ ۸..... مجاز اور اضمار دونوں برابر ہیں۔ برابری کی علت بھی بیان کی۔

مسئلہ ۹..... جب تخصیص اور مجاز کے درمیان تعارض ہو تو تخصیص مجاز سے بہتر ہے۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔

مسئلہ ۱۰..... تخصیص اور اضمار کے درمیان تعارض ہو تو تخصیص اضمار سے بہتر ہوگی۔ اس کی علت بھی بیان کی۔

ان دس مسائل مذکورہ بیان کرنے کے بعد اسی باب میں چار فروع بیان کیں :

فرع ۱- اشتراک، نسخ سے بہتر ہے، اس کی علت بتائی۔

فرع ۲- متواظی، مشترک سے بہتر ہے، اس کی علت بتائی۔

فرع ۳- دو علمین کا اشتراک، دو معلومین کے اشتراک سے بہتر ہے، اس کی وجہ بھی بتائی۔

فرع ۴- علم ومعنی کا اشتراک دو معلومین کے اشتراک سے بہتر ہے۔

آٹھواں باب :

حروف کی تفسیر میں اس باب میں ان حروف کی تفسیر کی گئی ہے جن کی اس فن میں ضرورت رہتی ہے مثلاً واو، ف، فی، من، الباء وغیرہ۔ اس باب کو چھ مسائل میں تقسیم کر کے ہر مسئلہ پر بحث کی۔

نواں باب :

خطاب اللہ اور خطاب الرسول سے استدلال کی کیفیت کے بارے میں ہے۔ اس باب میں پانچ مسائل پیش کئے اور پھر بعض مسائل کی وضاحت کی خاطر اس کے ضمن میں مزید قسمیں بیان کیں۔ نو ابواب کی تکمیل سے فراغت کے بعد اوامر و نواہی پر گفتگو کرتے ہیں۔

لاوا امر والنواہی کا بیان :

حوالت سے بچنے کی خاطر اختصار سے کلام کریں گے۔ اوامر و نواہی پر کلام کو ایک مقدمہ اور تین اقسام میں پیش کیا، مقدمہ آٹھ مسائل پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کے بعد کی تین اقسام میں سے پہلی قسم جو کہ لفظی اباحت میں ہے اس کو گیارہ مسائل میں بیان کیا۔ دوسری قسم جو مسائل معنویہ پر ہے اس کو چار اقسام پر منقسم کیا اور تیسری قسم جو صرف نواہی سے متعلق ہے اس میں سات مسائل پیش کئے۔

عموم و خصوص کا بیان :

عموم و خصوص کو چار اقسام میں مرتب کیا۔

پہلی قسم..... (عموم سے متعلق ہے) اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

پہلی جہت : عموم کے الفاظ میں ہے جسے سات مسائل میں بیان کیا۔

دوسری جہت : لواحق عموم میں ہے (مگر وہ حقیقتاً لواحق نہیں ہیں)۔ آٹھ مسائل میں بیان کیا۔

دوسری قسم..... (خصوص میں ہے) یہ آٹھ مسائل پر مشتمل ہے جن میں تخصیص کی تعریف، تخصیص نسخ اور

استثناء کا فرق اور علت شرعیہ، مفہوم الموافقہ، مفہوم المخالفہ، ان کا حکم و اقسام اور عام بولکر خاص مراد لیا وغیرہ بیان کئے۔

تیسری قسم..... (عموم کی تخصیص میں) یہ قسم چار اطراف پر مشتمل ہے۔

۲۔ التخصیص بالادلة المنفصلة

۱۔ التخصیص بالادلة المتصلة

۳۔ ما یظن انه مخصص ولیس كذلك

۳۔ بناء العام علی الخاص

طرف اول..... (التخصیص بالادلة المتصلة) :

تین ابواب میں اس کی تشریح کی :

پہلا باب..... الاستثناء میں ہے۔ اس میں سات مسائل بیان کئے جن میں استثناء کی تعریف شرح تعریف، استثناء منفصل، استثناء من غیر الحسن کا بطلان، استثناء کی صحت کے شرائط، استثناء کے بارے میں علماء کے مذاہب و ادلہ اور مذہب اقرب الصواب وغیرہ پر بحث کی۔

دوسرا باب..... شرط کے ساتھ تخصیص میں ہے۔ اس میں آٹھ مسائل بیان کئے جس میں شرط کی تعریف، اذا، وان حروف شرط کا فرق، مشروط اور اس کی اقسام، جملہ پر شرط داخل کرنے پر علماء کا اختلاف اور اس بارے میں ان کے مذاہب وغیرہ بیان کئے۔

تیسرا باب..... غایۃ وصف کے ساتھ تخصیص میں ہے اس بحث کو دو فصلوں میں بیان کیا۔ پہلی فصل: جو تخصیص بالغایۃ سے متعلق ہے۔ اس کو مزید تین بحثوں میں منقسم کر دیا۔ دوسری فصل : تخصیص بالصفة سے متعلق ہے۔

طرف ثانی : (التخصیص بالادلة المنفصلة) :

یہ چار فصلوں پر مشتم ہے۔ پہلی فصل : تخصیص بالعقل ، دوسری تخصیص العام بالحس ، تیسری فصل :

تخصیص القطعی بالقطعی (پانچ مسائل پر مشتمل) جبکہ چوتھی فصل : تخصیص المقطوع بالمظنون (تین مسائل پر مشتمل) پر کلام کیا۔

طرف الثالث : (بناء العام على الخاص) :

دو چیزیں ایک دوسرے سے باہم متعارض ہیں ان میں ایک عام اور دوسرا خاص ہے تو اس کے احوال بیان کئے۔ ہر حال میں علماء کی آراء ان کے اولیٰ اور مذاہب مختاری تصریح کی۔

طرف الرابع : (ما یظن انه مخصص ولیس كذلك) : اس موضوع پر کلام دس مسائل میں کیا۔ چوتھی قسم مطلق کو مقید پر محمول کرنے سے متعلق ہے۔

مجمل اور مبین کا بیان ایک مقدمہ اور تین اقسام میں ذکر کیا۔ مقدمہ میں الفاظ اصطلاحیہ کی شرح کی البیان، المبین اور المفسر کو بیان کیا۔ جبکہ تین اقسام کی پہلی قسم میں مجمل کو دو مسکوں میں بیان کیا۔ اس کو چار اقسام میں بیان کیا۔

ناسخ و منسوخ کا بیان اس کے بعد الا جماع کو سات اقسام میں۔ الاخبار کو ایک مقدمہ اور چار اقسام میں۔ القیاس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام میں پیش کیا۔ تعامل اور ترجیح کو تین اقسام میں۔ اجتهاد اور اس کے ارکان اربعہ اجتهاد، مجتہد، المجتہد فیہ، حکم الاجتهاد کو بیان کیا۔

شہاب الدین الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ) ^۱

فقہ، اصولی، خلائی اور مفسر تھے۔ ان میں تفوق علمی رکھتے تھے۔ مدرسہ نظامیہ و مستنصریہ میں مدرس کی۔ اعلام شافعیہ میں سے ایک علم تھے۔ اندیشہ ہے کہ آپ کی بہت سی کتب فقہ تاتارا اور حوادث زمانہ کی نذر ہو گئی ہوں گی مگر خوش قسمتی سے فقہ و اصول پر آپ کی ایک کتاب موجود ہے۔ جس کا ہم ذکر کریں گے۔

مؤلفات اصولیہ انہوں نے ”تخریج الفروع علی الاصول“ تالیف کی۔

تخریج الفروع علی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

شہاب الدین نے اس کتاب میں ایک نئے اسلوب کو متعارف کرایا ہے۔ اس میں احکام فقہ سے جزئیات مع ان کے اصول و ضوابط اور فروع کے ان کے علاقوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ قواعد و کلیات کے ضمن میں مذہب شافعی اور حنفی کے اختلاف کو بیان کیا ہے اور اس اصل کو بیان کیا جو مسائل میں ان کے درمیان وجہ اختلاف بنتی ہیں، جزئیات کا کلیات کی طرف رجوع اور ہر اصل کے مرجع کی تعیین کی اور کہا کہ اس قسم کا اختلاف جو عبث اور تابع خواہش نفسانی نہ ہو وہ منوع نہیں ہوتا۔

اسی طرح اس کتاب میں استدلال و ترجیح کے لئے فقہ میں ملکہ و اہلیت پیدا کرنے کی تدریب و ترتیب کو بیان کیا ہے جس کی مدد سے قواعد کبریٰ سے مسائل کی تفریح پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ مؤلف نے اپنی اس کتاب میں اشارہ کیا کہ تفریح پر قدرت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب احکام فرعیہ اور ان کے اولیٰ کے درمیان وجہ ارتباط کی معرفت حاصل ہو، وہ کہتے ہیں :

شہاب الدین محمود احمد بن محمود الزنجانی، المناقب، متوفی ۱۲۵۸ھ، بغداد میں شہادت پائی،

” فالذی لا یهتدی الی وجه الارتباط بین احکام الفروع و ادلتها . النی ہی اصول الفقہ
لا یتسع له المجال ولا یمکنه التفریع علیها مجال“ ۱۔

(تو جو شخص احکام فروع اور ان کے ادلہ کے مابین وجہ ارتباط نہیں جانے گا جو کہ اصول فقہ ہیں، وہ دلائل پیش نہیں
کر سکے گا جن پر تفریع ممکن ہوتی ہے)

اس مذکورہ سبب کی بناء پر فطری بات تھی کہ انہوں نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو صرف اصول فقہ یا
قواعد یا فروع پر نہ ہو بلکہ ایک جداگانہ مسلک پر ہو جو اصول و فروع دونوں میں مشترک ہو اور جس کا اس سے قبل
رواج بھی نہ رہا ہو۔ اپنی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں :

” فبدات بالمسألة الاصولیة النی ترد الیها الفروع فی کل قاعدة ، وضمنتها ذکر الحجة
الاصولیة من الجانبین ، ثم رددت الفروع الناشئة منها الیها ، فتحرر الكتاب مع صغر
حجمه حاویا لقواعد الاصول ، جامعاً لقوانین الفروع“ ۲۔

(میں نے اس (کتاب) کا آغاز مسئلہ اصولیہ کے ساتھ کیا۔ ہر قاعدہ میں جس کی طرف فروع رجوع کرتی ہے اور
میں نے حجہ اصولیہ کے ذکر کو جائزین (جزئیہ و کلیہ) سے شامل کیا اور پھر میں نے ان میں سے فروع ظاہرہ کو ان
مسائلہ اصولیہ کی طرف لوٹایا۔ یہ کتاب حجم میں چھوٹی ہونے کے باوجود جمیع قواعد اصول کا احاطہ کرتی ہے اور
یہ قوانین فروع کے لئے جامع کتاب ہے)

مؤلف نے اس کتاب میں مذہب حنفی و شافعی تک بحث کو محدود رکھا مگر پھر بھی استثناء کے ساتھ طلاق کے
مسائل میں امام مالک کے مذہب کو بھی ذکر کیا۔ ۳۔

یہ کتاب صرف مسائل اصول فقہ کے ضوابط پر ہی مشتمل نہیں، بلکہ قواعد فقہیہ بھی ذکر کئے گئے ہیں اور ان
کلمات میں درج بھی کیا۔ وہ اس طرح کے بعض مرتبہ اصول بول کر اصول فقہ کے ساتھ قواعد فقہیہ بھی مراد لینے کو درست
مانتے ہیں اور کبھی ضوابط الکتاب یا ایک باب کے تحت مسائل الاصول اور قواعد، مشترک طور پر لے آتے ہیں۔ مثلاً
کتاب الزکاح کو پانچ ”ضوابط الاصول“ اور تین قواعد فقہیہ کے تحت بیان کیا ہے۔ ۴۔

پانچ ضوابط الاصول یہ ہیں :

- ۱۔ الامر بالشیئ لیس نہیا عن ضده
- ۲۔ راوی الاصل ینکر روایة الفروع
- ۳۔ متی یحمل المطلق علی المقید
- ۴۔ حکم الشئ هل یدور مع اثره، وجوداً او عدماً
- ۵۔ حکم اللفظ اذا دار بین معناه الشرعی ومعناه الحقیقی

۱۔ تخریج الفروع علی الاصول، شہاب الدین الزنجانی، تحقیق و حواشی محمد ارباب صالح ص ۳۳، بیروت مؤسسۃ الرسالہ طبعہ خاصہ

۱۹۸۷ء - ۱۴۰۷ھ - ج ۱ حوالہ سابق ص ۳۵ ج ۲ حوالہ سابق ص ۱۲ ج ۳ حوالہ سابق ص ۱۲۸

تین قواعد فقہیہ یہ ہیں :

- ۱- شہادۃ النساء وھل ھی ضروریۃ او اصلیۃ
- ۲- قرب القرابۃ واعتبارہ فی الاستدلال بالنکاح
- ۳- ولایۃ الاجبار فی حق البنات ھل تعلل بالیکارۃ أو الصغر

اگرچہ آخری تین کا تعلق اصول سے ہے اور دیگر کا قواعد سے، پھر بھی ان کو قواعد فقہیہ اور ضوابط اصول کے تحت بیان کیا ہے۔

شہاب الدین کبھی قاعدہ اصولیہ کی اس قدر رعایت کر جاتے ہیں کہ ظاہر ازیہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس بات کا اس کتاب یا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً "تعلیق الطلاق بالملک" کے مسئلہ کو "کتاب بیوع" میں بیان کیا۔ کیونکہ ان کی نظر میں یہ قاعدہ اصولیہ کی طرف جاتا ہے جو مسائل بیوع کے ضوابط میں سے ایک ضابطہ کے تحت آتا ہے اور وہ یہ ہے :

" دخول الشرط علی السبب ھل یمنع انعقادہ سبباً "۔

مگر کتاب میں اس طرح کم ہی ہوا ہے اور اکثر زنجانی نے ابواب فقہ کے ضبط اور اصول و قوانین پر ان کے مسائل کی تخریج میں عام طریقہ کی پیروی کی ہے۔

قواعد اصول فقہ کے بیان میں بعض مواقع پر انہوں نے جمہور متقدمین اصولیین یا متاخرین کے مشہور معنی سے ہٹ کر ایک نئے اور عمدہ معانی نکالے ہیں۔ مثلاً "مسائل الامر المطلق، واقتضائه التکرار و البقور، واقتضاء الامر بالشیء النہی عن ضده، و مسالۃ العموم فی المقتضی" میں ایسا کیا ہے۔

اسی طرح مصلحت کے بارے میں ان کی گفتگو میں نظر آتا ہے۔ استحسان حنفی مذہب کی ایک خصوصیت ہے اور اسی سے قریب تر مصالح مرسلہ ہے جسے امام مالک اپناتے ہیں لیکن امام شافعی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الرد علی الاستحسان" یا "ابطال الاستحسان" رکھا، جو استحسان کی تردید کے دلائل پر مبنی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے نظر آتا ہے کہ انہوں نے استحسان کا ایک فرضی مفہوم لے کر اس کی تردید کی ہے مگر زنجانی نے امام شافعی کے نزدیک "تمسک بالمصالح المستندۃ الی کلی الشرع، وان لم تکن مستندۃ الی الجزئیات الخاصۃ المعینۃ" کے جائز ہونے کا اعتبار کیا ہے۔

یہ تمام باتیں زنجانی کے فقہ انفس، مقاصد شرعیہ میں کامل فہم، آئمہ کے اجتہادات کے مراعی کے ادراک، اور ان کے استنباط احکام سے شریعت کی حدود کی حفاظت کے بارے میں مکمل آگاہی پر دلالت کرتی ہیں اور آپ اس عمدہ مسلک پر کاربند رہے جس پر آئمہ سلف چلے تھے۔

زنجبانی شافعی المذہب ہونے کے باوجود بھی مسائل اصولیہ و فرعیہ کے پیش کرنے میں غیر جانبدار رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر ذی حق کو اس کا حق دیا جائے۔ اس لئے وہ ہر جگہ اپنے مذہب کے نقطہ نظر کا دفاع کرتے نظر نہیں آتے، بلکہ کبھی ایسا ہوا بھی تو صرف بعض مرتبہ اور بعض مسائل اصولیہ کی حد تک محدود تھا۔ مثلاً

- ۱۔ احناف کو ان کے قول ”بعدم جواز القیاس فی القیاس“ کا جواب دیتے ہیں۔^۱
- ۲۔ اسی طرح احناف اور قدریہ کو ان کے قول کا جواب دیتے ہیں کہ ”رفع السخطاء والنسیان“ والی حدیث مجمل ہے، اس سے احتجاج جائز نہیں ہے۔^۲
- ۳۔ اور ”تخصیص عموم الكتاب بالقیاس“ کے جواز میں شافعیہ کا دفاع کیا۔

بہر حال وہ چند مقامات کے علاوہ ہر جگہ غیر متعصب رہتے ہوئے ایک علیحدہ نقطہ نظر پیش کر دیتے ہیں۔ مثلاً حج میں استنابہ کے حکم کے بارے میں ظاہر المذہب کو ترک کر کے احناف کا ساتھ دیا اور محمد بن حسن کے قول کو اختیار کیا۔ یعنی عورت کے اپنے متوفی شوہر کو غسل دینے کے بارے میں بھی اسی پر عمل کیا۔^۳

زنجبانی نے جس مسلک پر کتاب لکھی علم اختلاف کے تصور کے بعد پانچویں صدی ہجری میں اس کا آغاز ہوا۔ ابو یزید عبید اللہ البوسنی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ) نے فقہاء کے اختلاف پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ”تاسیس النظر“ رکھا۔ اس میں آٹھ قسم کے اختلافات پیش کئے۔ اس کتاب کا مکمل تعارف گزر چکا ہے۔ زنجبانی اور دبوسی کی دونوں کتب یعنی تخریج الفروع اور تاسیس النظر فروع سے اصول کی طرف لوتی ہیں۔ مگر پھر بھی ان دونوں میں اجمالی طور پر فرق کیا جاسکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے :

- ۱۔ شہاب الدین زنجبانی، ابو یزید بوسنی کے مقابلہ میں مسائل اصول فقہ کثرت سے لاتے ہیں۔^۴
- ۲۔ دبوسی مسائل اصول یا قاعدہ فقہیہ ذکر کرنے کے بعد اکثر احتجاج یا تائید معنی کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ صرف اس کے بیان کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مسئلہ باقاعدہ مسلمات میں سے ہے۔ جبکہ زنجبانی اس کے برعکس عمل کرتے ہیں۔
- ۳۔ دبوسی، زنجبانی کی طرح ابواب فقہ کی ترتیب کی پابندی نہیں کرتے، بلکہ اصل جس میں اختلاف واقع ہوتا ہے اسے بیان کر کے اس کے تحت متفرق ابواب فقہیہ کو جمع کر کے مربوط کر دیتے ہیں۔ مثلاً حنفی اور شافعی کے درمیان اختلاف کی قسم میں آتا ہے :

الاصل عندنا ان کل فعل استحق فعله علی جهة بعینها ، فعلی ای وجہ حصل کان من الوجوه المستحق علیها کرد الودیعة والغضب وعلی هذا مسائل منها :

- ۱۔ ان من صام رمضان بنية النفل أو بنية مبهمة اجزاه عن الفرض
- ۲۔ من سجد فی الصلاة المكتوبة سجدة یرید بها النفل كانت فرضا

۱۔ حوالہ سابق ص ۵۶-۵۷ ۲۔ حوالہ سابق ص ۱۷۶ ۳۔ حوالہ سابق ص ۱۶

۴۔ حوالہ سابق ص ۳۹ ۵۔ حوالہ سابق ص ۲۸، ۲۷، ۵۵، ۶۳، ۷۷

۳۔ اذا وهبت المرأة صداقها لزوجها قبل القبض ثم طلقها قبل الدخول فلا شئ عليها استحسانا ويرجع الزوج عليها بنصف الصداق قیاسا

۴۔ من غصب طعاما ثم اطعمه المغصوب منه برى من الضمان ۱۔

امام زنجانی کے بارے میں مذکور ہے کہ جہادنی سمیل اللہ پر لوگوں کو ابھارتے تھے۔ تاتاریوں نے جب بغداد کو تباہ و برباد کیا، اسی زمانہ میں شہید کئے گئے۔^۲

احمد القرطبی مالکی (متوفی ۵۷۸ھ-۶۵۶ھ)^۳

فقہ اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الوصول الی علم الاصول“ تالیف کی۔^۴

احمد بن محمد الرصاص زیدی (متوفی ۶۵۶ھ)^۵

فقہ اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”جوہرۃ الاصول و تذکرۃ الفحول“ فی اصول الفقہ ، بسملہ کے بعد اس کتاب کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ” الحمد لله ولى الحمد بما افاض من سجال الاحسان الخ “ اور اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

” واستيفاء ذلك والرد على القائلين به موضعه في اصول الدين “

دکتور مظہر بقا کے مطابق اس کا ایک نسخہ مکتبہ جامع کبیر صنعاء میں اصول فقہ نمبر ۱۳ کے تحت اور مکتبہ جامعہ الملک بن سعود ریاض میں (۵۰۳۵) کے تحت موجود ہے۔

۲۔ شرح جوہرۃ الاصول - ۱

عبدالحمید بن ابی الحدید المعتزلی شیعہ (متوفی ۵۸۶ھ-۶۵۶ھ)^۶

ادیب ، کاتب ، شاعر اور بعض دوسرے علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ کئی فنون پر آپ کی تصنیفات ہیں۔

۱ تا ۱۱۔ النظر۔ الدبوسی ص ۶۱ ج الفح المسلمین ۲/۷۰

۲۔ ابوالعباس احمد بن ابراہیم القرطبی الانصاری (۱۱۸۲ء-۱۲۵۸ء) قرطبہ میں ولادت اور اسکندریہ میں وفات پائی۔

۳۔ شذرات الذہب ۵/۲۷۳-۲۷۴، معجم الاصلیین ۵/۲۷۳-۲۷۴، البدایہ والنہایہ ۱۳/۲۱۳، ارشاد الخول ص ۸۶، جن المحاضرہ ۱/۳۵۷۔

۴۔ احمد بن محمد بن حسن بن محمد الرصاص متوفی ۱۲۵۸ء

۵۔ معجم المؤلفین ۱/۱۹۱، ۲/۱۹۱، ۹۰/۱، اس میں اس کا نام احمد بن حسن مذکور ہے۔ بروکلمان ۱/۴۳، الذیل لہ ۱/۷۰۰-۷۰۱، معجم الاصلیین

۱/۲۰۵ (۱۵۳)

۶۔ ابو حامد عبدالرحمن بن ہبہ اللہ بن محمد بن حسین بن ابوالہدیٰ عزالدین الدراہمی (۱۱۹۰ء-۱۳۵۸ء) مدائن میں وفات ہوئی، پھر بغداد منتقل ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تعلیقات علی کتاب المحصول للامام فخر الدین رازی“ تالیف کی۔^۱

احمد بن عمیرہ ابوالمطرف (متوفی ۵۸۲ھ-۶۵۸ھ)^۲

فقہ، اصول، حدیث، ادب، کتاب و خطابت اور دیگر بعض علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ مکناسہ اور ملیانہ وغیرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ”رد علی کتاب المعالم“ فی اصول الفقہ للامام فخر الدین رازی۔^۳

مختار الغزینی حنفی (متوفی ۶۵۸ھ)^۴

فقہ، خلاف، کلام، جدل اور مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ خوارزم کے ایک قصبہ میں نشوونما پائی، بغداد گئے پھر بلا دروم میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اکابر و جدید علماء سے اکتساب فیض کیا، خوب علم حاصل کیا یہاں تک کہ ان کا شمار کبار آئمہ میں ہونے لگا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مجتبیٰ فی الاصول ۲۔ الصفة فی الاصول۔

عز الدین ابن عبدالسلام شافعی (متوفی ۵۷۷ھ-۶۶۰ھ)^۵

فقہ، اصولی، لغوی اور مفسر تھے، مجتہد کے مرتبہ پر فائز تھے۔ فخر الدین بن عسا کر سے فقہ کی اور سیف الدین امدی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی، جبکہ آپ سے نقل کرنے والوں میں شیخ الاسلام ابن وثیق العید، علاؤ الدین الباجی وغیرہ شامل ہیں۔ عز الدین دمشق میں جامع اُموی میں خطیب تھے۔ سلطان صالح اسماعیل نے جب ”صدی“ نامی شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا تو ابن عبدالسلام نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور ممبر پر علی الاعلان سلطان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور خطبہ میں سے سلطان کے لئے دعا ترک کر دی۔ سلطان نے ان کو قید کیا اور پھر شام جانے کو کہا۔ مگر وہ مصر چلے آئے جہاں ملک الصالح ایوب نے انہیں جامع العتیق جامع مسجد عمرو بن العاص کا خطیب مقرر کیا اور ماسوائے قاہرہ کے تمام مصری علاقوں کی عدالتوں کا رئیس بنادیا۔ مگر جب دارالسلطان کے اُستاد فخر الدین

۱۔ البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۴۳ھ/۱۳۷۳-۱۹۹/۴۰، بیروت، مکتبۃ المعارف، الریاض، مکتبۃ النصر ۱۹۶۶ء کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، ہدایۃ العارفین ۶/۵۰۷، اس میں تاریخ وفات ۵۵۵ء مذکور ہے اور کتاب کا نام اس طرح ہے نقص المحصول فی علم الاصول۔

۲۔ فوات الوفاات ۲/۲۵۹ (۲۳۶) ۱۳/۱۹۹-۲۰۰

۳۔ احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ، الخردی البلیسی المغربی التونسی (۱۱۸۶ء-۱۲۶۱ء)، اندلس میں ولادت اور تونس میں وفات ہوئی۔

۴۔ ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد، نجم الدین الزاہدی الغزینی متوفی ۱۲۶۰ء خوارزم میں نشاۃ ہوئی اور بلا دروم میں مقیم ہو گئے تھے۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۵۹۲، ۲/۱۵۸۰، ہدایۃ العارفین ۶/۳۲۳، الخ السین ۴/۷۱، الفوائد المہیجہ ۱۱۳، الجواہر المہیجہ ۲/۱۶۶

۶۔ سلطان العلماء عبدالعزیز بن عبدالسلام بن ابوالقاسم، عز الدین السلسی دمشقی (۱۱۸۱ء-۱۲۶۱ء)، قاہرہ میں وفات پائی۔

علی الرامشی حنفی (متوفی ۶۶۷ھ) ^۱

فقہ، اصولی، محدث، مفسر، جدلی، کلامی اور حافظ تھے اور ماوراء النہر کے حنفی علماء میں تھے۔ صاحب الکنز حافظ الدین عبداللہ بن احمد النہسی آپ کے تلامذہ میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ سب پہلے آپ نے الہدایہ کی شرح لکھی تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اصول فخر الاسلام البرزودی" کی شرح لکھی۔ ^۲

عبدالرحیم موصلی شافعی (متوفی ۵۹۸ھ-۶۷۱ھ) ^۳

فقہ محدث اصولی حافظ تھے۔ موصل میں پیدا ہوئے۔ بعد میں تاتار کے فتنہ سے بچنے کے لئے بغداد ہجرت کی۔ بغداد کے مغربی علاقے کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ابن کثیر کے مطابق انہوں نے امام رازی کی کتاب کا اختصار کیا جس کا نام "مختصر المحصول" رکھا۔

۲۔ ہدیۃ العارفین میں دوسری کتاب مختصر "المحصل للرازی" بھی مذکور ہے۔ (واللہ اعلم) ^۴

عمر بن محمد الخبازی حنفی (۶۱۰ھ/۶۷۱ھ) ^۵

فقہ، اصولی، زابد، عارف تھے۔ ابدائی تعلیم چندہ (ماوراء النہر کا شہر) میں حاصل کرنے کے بعد خوارزم، بغداد اور پھر دمشق آ گئے جہاں تدریسی، تصنیفی و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ شارح اصول برزودی علاء الدین بن عبدالعزیز بخاری آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ نے فقہ، اصول فقہ و اصول دین میں یادگار تصانیف چھوڑیں۔ فقہ میں ہدایہ کی شرح لکھی۔

مؤلفات اصولیہ : المغنی فی الاصول۔

المغنی فی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

حاجی خلیفہ نے صاحب المنتہی فی شرح المغنی سراج دمشقی، متوفی ۷۷۰ھ کے حوالے سے لکھا :

۱۔ علی بن محمد بن علی نجم العلماء جید الدین الضریر الرامشی بخاری متوفی ۶۶۸ھ بخاری میں انتقال ہوا۔

۲۔ الفوائد الجلیہ ۱۲۵، الجواہر المصیۃ ۳۷۳/۱، (۱۰۲۷)، الفتح المبین ۱۰۳/۳

۳۔ تاج الدین ابوالقاسم، عبدالرحیم بن محمد بن محمد بن یونس بن ربیعہ (۱۳۰۱ء-۱۲۷۲ء)۔ موصل میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ الہدیۃ والنہایہ، حافظ ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۳ھ/۱۳۷۳ء۔ بیروت مکتبۃ العارف، الریاض مکتبۃ النصر ۱۹۶۶ء۔ ہدیۃ العارفین

۵۔ ۵۱۱/۵۔ نام اس طرح مذکور ہے، عبدالرحیم بن محمد بن یونس بن محمد بن یونس بن محمد بن معاذ الفتح المبین ۸/۷۸، شذرات الذہب ۳۳۲/۵، نجم الاصلحین

(۱۹۸/۲۳۳)

۶۔ ابومحمد عمر بن عمر الخبازی الجندی حنفی، جلال الدین (۱۲۱۲ء/۱۲۷۲ء)۔ ماوراء النہر میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ کشف الظنون

۱۲۹/۲ میں ۶۷۱ھ تاریخ وفات مذکور ہے۔ الفتح المبین ۹۹/۲، الفوائد الجلیہ ص ۱۵۱۔

- اولہ : الحمد للہ الذی نور قلوب العلماء بنور ہدایتہ و شرح صدور ہم ہو فور عنایتہ الخ۔^۱
- ۷۔ عبدالرحمن بن محمد بن احمد شمس الدین محمد ابن عبدالرحمن الزمردی معروف بہ ابن الصایغ حنفی متوفی ۷۷۸ھ۔^۲
- ۸۔ ابن احمد متوفی ۷۹۵ھ نے شرح لکھی۔ اولہ : الحمد للہ جزیل الانعام علی اعلاء اعلام الاسلام الخ۔^۳
- ۹۔ علاء الدین علی بن عمر الاسود متوفی ۸۰۰ھ نے ایک بڑی شرح لکھی اور ۷۸۷ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اولہ : الحمد للہ الذی نور قلوب العلماء الخ۔^۴
- ۱۰۔ شیخ امام احمد بن ابراہیم بن (آمنیل) بن ایوب حنفی نے ”فسح المجنی شرح المغنی“ کے نام سے شرح لکھی ۸۰۳ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔^۵
- ۱۱۔ مصطفیٰ بن یوسف بن مراد الموسناری البوسنی الرومی حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ) نے فسح الاسرار فی شرح المغنی تالیف کی۔^۶
- ۱۲۔ محمد بن یوسف بن یعقوب الغزالی الاسیری حنفی (متوفی ۱۱۹۳ھ) نے المستغنی فی شرح المغنی تالیف کی۔^۷
- نظم المغنی : احمد بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن رجب شہاب الدین الطوخی (متوفی ۸۹۳ھ) نے ”نظم المغنی“ کے نام سے اس کا نظم کیا۔^۸
- سالم المازنی الشیبی (۶۷۲ھ سے قبل)^۹
- فقہہ فرضی اور بعض دوسرے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ابن ادریس حلی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی تصانیف فقہ، اصول و فرائض پر مشتمل ہیں۔
- مؤلفات اصولیہ : ”غنیۃ النزوع الی علمی الاصول والفروع“۔^{۱۰}
- احمد بن موسیٰ الزطاووس امامی (متوفی ۶۷۳ھ)^{۱۱}
- فقہی اصولی اور صاحب تصانیف تھے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۷۳، ہدیۃ العارفین ۵/۷۹۰، بیاض المکونین ۲/۱۸۸

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۷۳، ہدیۃ العارفین ۲/۱۷۳، بیاض المکونین ۵/۲۶۷

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۷۳، بیاض المکونین ۳/۳۳۳، بیاض المکونین ۳/۱۶۹

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۵، ابوالحسن سالم بن بردان بن علی معین الدین المازنی مصری شیبی متوفی ۱۲۲۳ھ سے قبل۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۱، عجم الاصولیین ۲/۱۱۶، بحوالہ اعیان الشیعہ ۷/۱۷۲۔

۶۔ ابوالفہاگل، احمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد، جمال الدین متوفی ۱۲۷۲ھ۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ العدة فی اصول الفقه یا عدة الاصول ۲۔ فوائد العدة

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ”کتاب الکفر فی الاصول“ بھی مذکور ہے۔^۱

ابوالقاسم شیعہ (متوفی ۶۷۴ھ)

مؤلفات اصولیہ : نہج الوصول الی علم الاصول۔^۲

احمد بن محمد النابلسی (متوفی ۶۷۴ھ)^۳

فقہ تھے۔ فقہ، اصول، عربی زبان اور نظر میں متقن تھے۔ قاہرہ میں عزالدین بن عبدالسلام سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ایضاح المکنون کی عبارت ہے :

”صنف کتابا فی اصول الفقه، جمع فیہ بین طریقتی الامام والامدی واسمہ البدیع فی اصول الفقه“

(اصول فقہ میں البدیع فی اصول الفقه نامی کتاب تالیف کی جس میں امام اور امدی کے طریقہ کو جمع کیا گیا)

ابوالفضل الخلاطی (متوفی ۶۷۵ھ)^۴

فقہ، تاضی، اصولی اور محدث تھے۔ بغداد، دمشق اور پھر قاہرہ منتقل ہو گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”قواعد الشرع وضوابط الاصل والفرع علی الوجیز“ تالیف

کی۔ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابن برہان کی اصول میں کتاب ”الوجیز“ کی شرح ہے۔ اس میں

اصول سے فروع کے استخراج میں متاخرین کے مسلک کی پیروی کی گئی ہے۔^۵

جعفر الکلی امامی (۶۰۲ھ/۶۷۶ھ)^۶

فقہ، اصولی، متکلم، ادیب، علماء امامیہ میں سے ہیں۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۷، معجم الاصلیین ۱/۲۳۳ (۱۸۶)۔ بحوالہ معجم المؤلفین ۲/۱۸۷، اعیان الشیعہ ۳/۸۹، الذریعہ ۱۵/۲۲۸، ۱۶/۳۲۸۔

اس میں نام احمد بن موسیٰ بن طاووس الکلی درج ہے۔ ۲۔ ابوالقاسم جعفر ابن حسن الشیبی، المفید، ایضاح المکنون ۳/۶۹۵۔

۳۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن محمد شرف الدین النابلسی متوفی ۱۲۷۶ء

۴۔ معجم الاصلیین ۱/۲۳۶ (۱۷۸) میں بحوالہ ایضاح المکنون ۱/۲۷۱ اور طبقات الاسنوی ۲/۳۸۳ مذکور ہے۔ ایضاح المکنون ۱/۲۷۱ کا

یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔ ۵۔ ابوالفضل محمد علی بن حسن الخلاطی (۱۲۷۳ء) ارمنیہ سے تعلق رکھتے تھے، قاہرہ میں وفات پائی۔

۶۔ اللغات ۲/۸۰، بحوالہ طبقات السبکی ۵/۳۲، معجم البلدان یا قوت ۳/۳۵۲

۷۔ ابوالقاسم جعفر بن حسن (حسین) نجفی، نجم الدین الہمدی، محقق الکلی کے لقب سے مشہور تھے (۱۲۰۵ء/۱۲۷۷ء)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نہج الوصول الی علم الاصول ۲۔ معارج الاصول

مظہر بقا کے مطابق اس کے دو نسخے برنستین (جمہودا) میں نمبر ۵۵۹۸ اور ۵۵۲۵ کے تحت موجود ہیں اور دونوں نسخوں کے خلاف پر "مختصر فی الاصول" مکتوب ہے۔ اس کا آغاز اس طرز ہوتا ہے : احمد اللہ علی سابق نعمتہ

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے جس کا نام "کتاب المسلك فی الاصول" ہے۔

محی الدین النووی شافعی (۶۳۱ھ/۶۷۶ھ)ؒ

فقیہ، حافظ اور زاہد تھے۔ اپنے والد کے ساتھ سوریہ سے دمشق اور پھر حج کے لئے تشریف لے گئے، دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ روزانہ حدیث، اصول، لغت، کلام و منطق وغیرہ کے بارہ اسباق کا مطالعہ کرتے۔ بیس برس تک زبردقتی، امر بالمعروف نہی عن المنکر، قلیل قناعت کے ساتھ دن و رات حصول علم میں گزارے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : آپ نے "کتاب الاصول والضوابط" تالیف کی۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصولی فقہ پر کتاب ہے، اس کے مرجح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ اور تدریس اس علم میں رہی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کی کتاب "شرح المہذب" جس کا انہوں نے "المجموع" نام رکھا۔ اس میں وہ فروع فقہیہ کو ان کے اصول کے ساتھ مربوط کرتے نظر آتے ہیں۔

احمد الدشناوی شافعی (۶۱۵ھ/۶۷۷ھ)ؒ

امام، فقیہ، زاہد تھے، قوص میں فتویٰ و تدریس کی ریاست آپ پر ختم ہوتی تھی۔ شہر قوص میں شیخ تقی الدین بن دتیق العیدان کے قریبی دوست تھے۔ قاہرہ میں شیخ عز الدین بن عبد السلام سے فقہ حاصل کیا۔ شیخ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی جو امام رازی کی لکھول کے شارح ہیں، سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔ اصول کے علاوہ فقہ، نحو وغیرہ میں بھی کتب تالیف کیں۔ مثلاً امام شیرازی کی فقہ پر مشہور کتاب "التنبیہ" کی شرح لکھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مختصر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں بغیر نام بتائے ان کی اصول پر کتاب کا ذکر ہے۔

۱۔ ایضاح المکتون ۳/۶۹۵، ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۳، بحم الاصولین ۲/۱۳۲ (۲۳۳)

۲۔ ابو زکریا عینی بن شرف بن حری بن حسن بن حسین بن محمد بن جعد بن حزام (۱۲۰۵ء/۱۲۷۷ء) ان کا لقب محی الدین النوی ہے اور شیخ الاسلام سے معروف تھے۔ سوریہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ احمد بن عبد الرحمن بن محمد الکندی الدشادی، جلال الدین، ابن بنت العجزی (۱۲۱۸ء/۱۲۷۹ء) مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۸، الوافی بالوفیات، الصفدی ۷/۵۵-۵۶ (۲۹۸۷)، بحم الاصولین ۱/۱۳۳ (۱۰۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

شمس الدین محمد بن محمد (محمود) الاصفہانی (متوفی ۶۷۸ھ)

امام رازی کی المصنوع کے شارح ہیں۔ ان کی اس شرح پر ایک تحقیقی جائزہ ان کی تاریخ وفات ۶۸۸ھ کے تحت پیش کیا جائے گا۔

حسین بن الناظر (۶۰۳ھ/۶۷۹ھ)۔^۱

فقہ، محدث، مقرئ نحوی اور ادیب تھے۔ غرناطی الوطن، بلنسی الاصل، جیانی المولد تھے۔ غرناطہ میں ایک عرصہ تھے تدریس کرتے رہے، ملاقتہ، بسطہ اور مریہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: امام غزالی کی اصول فقہ پر کتاب "المستصفیٰ" کی شرح لکھی۔^۲

ابن فلاح (متوفی ۶۸۰ھ)

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں کتاب "الکافی" تصنیف کی۔^۳

ابن ابی البدر حنبلی (متوفی ۶۸۱ھ)

انہوں نے کتاب "العدة للشدة فی الاصول" تالیف کی۔^۴

عبد الجبار العکبری حنبلی (۶۱۹ھ/۶۸۱ھ)

فقہ، مفسر، اصولی اور واعظ تھے۔ ایک عرصہ تک طب سے وابستہ رہے پھر فقہ، اصول، تفسیر اور وعظ کی طرف رغبت ہو گئی اور کمال حاصل کر کے مستنصریہ میں مدرس بنے، واقعہ بغداد میں قیدی بنائے گئے۔ صاحب موصل بدرالدین نے ان کو خرید اور وہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہنے کے بعد بغداد واپس لوٹ گئے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "المقدمہ فی اصول الفقہ" تالیف کی۔^۵

شہاب الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۲۷ھ/۶۸۲ھ)۔^۶

فقہ، اصول، فرائض اور ہیئت کے عالم تھے۔ آپ نے اپنے والد سے علم حاصل کیا جبکہ آپ کے دو صاحبزادوں ابو العباس اور ابو محمد نے آپ کی زیر تربیت رہ کر تعلیم حاصل کی۔ خاندان ابن تیمیہ کے ان تین افراد

۱ ابن الناظر ابویٰ حسین بن عبدالعزیز بن محمد بن عبدالعزیز القرظی المہری (۱۲۰۷-۱۲۸۰ء) جیانی (غالباً اندلس) میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲ ہدیۃ العارفین ۳۱۳/۵۔ اس میں ان کا نام اس طرح مذکور ہے حسن بن عبداللہ بن عبدالعزیز، محکم الاصولین ۶۸/۲ (۳۰۲)

۳ ابن فلاح ترقی الدین ابو الخیر منصور ابن فلاح بن محمد یسینی الخوی، ایضاح المکون ۲/۳، ہدیۃ العارفین ۶/۴۷

۴ ابوبکر عبداللہ بن ابوالبدر بن محمد المحرری بغدادی، ابن ابوالبدر، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶

۵ محکم الاصولین ۲/۱۵۷ (۳۹۱) اس میں بحوالہ شذرات اللذہب ۷/۴۷ مذکور ہے، ہمیں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

۶ شہاب الدین عبدالعلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ، ابوالحیاس، ابوالحمزہ الخرنابی، لد مشقی (۱۲۲۹ء/۱۲۸۳) حران میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

میں سے ایک ہیں جنہوں نے اصول فقہ کی کتاب ”المسودہ“ کی تیاری میں حصہ لیا۔ یعنی عبدالسلام جو عبدالعلیم کے والد تھے انہوں نے ”المسودہ“ کو تالیف کیا تھا۔ ہم اس کتاب پر تحقیقی تجزیہ پیش کر چکے ہیں اور عبدالسلام اور عبدالعلیم کی اس کتاب میں اراء پر بھی گفتگو کر چکے ہیں۔

مولفیات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تعالیق فی الاصول“ تالیف کی۔^۱

سراج الدین الارموی شافعی (۵۹۴ھ/۶۸۲ھ)^۲

فقہ، اصولی، جدلی، مفسر، شاعر، متکلم تھے۔ اپنے شہر اور موصل میں تعلیم حاصل کی۔ تلامذہ میں شیخ صفی الدین الہندی الارموی متکلم اشعری (متوفی ۷۱۵ھ) بھی شامل ہیں جو امام رازی کی المحصول کے شارح بھی ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات کے مطابق امام رازی، سراج الدین الارموی کے شیوخ میں سے ہیں مگر یہ بات ترین قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ کتاب التحصیل دمشق میں تالیف کی، مہر بھی تشریف لائے، قاضی القضاة کے عہدے پر فائز رہے۔

مولفیات اصولیہ :

۱۔ رسالۃ فی امثلة التعارض فی اصول الفقہ

۲۔ اسئلۃ اور دھا القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی

۳۔ التحصیل من المحصول

الارموی کی اصولی فقہ پر کتب کا تعارف و تحقیقی تجزیہ :

۱۔ رسالۃ فی امثلة التعارض فی اصول الفقہ :

ہدیۃ العارفين میں اس کتاب کا ذکر ہے۔^۳ یہ کتاب اب تک مخطوط کی صورت میں تیور یہ لائبریری میں موجود ہے جو دارالکتب مصریہ سے ملتی ہے اس کا نمبر ہے ایک جزء اور ایک ہی جلد میں ہے، اس کتاب کو ۶۳۵ھ میں تصنیف کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دارالکتب مصریہ میں بھی ہے۔ یہ رسالہ ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً کلمات ہیں، اس کا خط واضح ہے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اللهم تمم بخیر... امثلة التعارض للشیخ الامام العلامة سراج الدین محمود بن ابی بکر بن احمد الارموی“ اس کے بعد درج مسائل اور ان کی امثلة اور فوائد ہی تینوں فروع بھی بیان کر دیں۔

پہلا مسئلہ : النقل اولی من الاشتراک

دوسرا مسئلہ : المجاز اولی من الاشتراک

۱۔ شذرات الذهب ۵/۳۷۹ ۳۷۹، الفحلمین ۲/۸۳-۸۳، معجم الاصلیین ۲/۱۶۵، ۱۶۶، (۳۰۱)

۲۔ سراج الدین ابوالثانی محمود بن ابوبکر بن حامد بن احمد الارموی ہشتونوی دمشقی۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۸۳۸، ہدیۃ العارفين ۶/۲۰۶

- تیسرا مسئلہ : الاضمار اولی من الاشتراک
چوتھا مسئلہ : التخصیص اولی من الاشتراک
پانچواں مسئلہ : المجاز اولی من النقل
چھٹا مسئلہ : الاضمار اولی من النقل
ساتواں مسئلہ : التخصیص اولی من النقل
آٹھواں مسئلہ : المجاز و الاضمار سیان
نواں مسئلہ : التخصیص اولی من المنجاز
دسواں مسئلہ : التخصیص اولی من الاضمار

تین فروع مندرجہ ذیل ہیں :

الاول : الاشتراک راجح علی النسخ

الثانی : التواطؤ اولی من الاشتراک

الثالث : الاشتراک بین علمین اولی، ثم بین علم و معنی، ثم بین معینین

اس کے اختتامی کلمات یہ ہیں :

”تم بحمدہ و عونہ و حسن توفیقہ و بمنہ، و الصلاة والسلام و الایمان الا کملان علی سیدنا و نبینا محمد رسولہ و عبدہ، و ذلک یوم الاحد عاشر ذی الحجۃ الحرام سنۃ ۶۳۵ ھ بالعالیۃ الکبریٰ بدمشق المحروسہ علقہا لنفسہ اقل عیب اللہ و فقرہم و اذلہم الراجعی عفوریہ و مغفرۃ یوسف بن محمد بن عبد القوی بن غازی بن عبد الوہاب الجنانی الثبوتی غفر اللہ لہ و لوالدیہ و لمن نظر فیہا، و دعالہ بالتوبۃ و بجمیع المسلمین امین امین و صلوات علی سیدنا محمد و حسننا اللہ و نعم الوکیل.....“^۱

۲۔ اسئلۃ اور دھا القاضی محمود بن ابی بکر الارموی

علی المحصول للامام رازی :

اس کتاب کا نام معلوم نہیں مگر ابن الندیم کی فہارس میں اس کتاب کا نام ”اسئلۃ اور دھا القاضی محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی“ مذکور ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام رازی کی کتاب اکھول پر سوالات کئے، حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ خطوط کی صورت میں دارالکتب مصریہ میں موجود ہے،

۱ تحقیق مقدمہ علی التخصیص للارموی عبد الحمید علی البوزنیہ، ۱/۶۲، ۶۳۔ بیروت مؤسسہ رسالہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

۲ کشف الظنون، ۱/۹۲

اس کا نمبر ۳۰ ہے۔ تقریباً چالیس بڑے صفحات پر محیط ہے، جس کا ہر صفحہ ۲۷ سطور پر اور ہر سطر تقریباً بائیس (۲۲) کلمات پر مشتمل ہے اور ابتداء میں یہ عبارت تحریر ہے : کسرا یس من کلام الشیخ سراج الدین الارموی علی المحصول لفخر الدین الخطیب (رحمہ اللہ)۔ کتاب کا آغاز مندرجہ ذیل کلمات سے ہوتا ہے :

”بسم اللہ الرحمن الرحیم ، والحمد للہ المستحق للحمد و لیئہ والصلوة علی سیدنا محمد عبده و بنیہ هذه الاسطر من (مقاصد العقول من معاهد المحصول للامام سراج الدین محمود بن ابی بکر الارموی)۔“

اس کتاب کے آخری صفحہ پر یہ عبارت مکتوب ہے :

”الدلیل الثانی عشر لفظ ”افعل“ دل علی اقتضاء الامر ، فوجب أن یکون مانعا من نقیضه قیاسا علی الخبر فیہ بحث“۔

اس مذکورہ بالا عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی آخری بحث الامر ہے چونکہ اس میں ہے کہ بارہویوں دلیل لفظ ”افعل“ کے مقتضی امر ہونے پر دلالت کرنے میں ہے اور یہ عبارت کتاب کا آخری صفحہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب نامکمل ہی رہی ہوگی۔

۳۔ التحصیل من المحصول کا تحقیقی تجزیہ :

ساتویں صدی ہجری کا دور جس میں اصول فقہ کی ایک عظیم کتاب المحصول کی شرح لکھی گئی اس دور میں متکلمین طرز پر اصول فقہ میں کتب تالیف کی جا رہی تھیں اور ان کی اکثریت کتب سابقہ کا اختصار، شرح یا تعلیق پر مشتمل ہوتی۔ الارموی نے اسی مناسبت سے امام رازی کی ”المحصول“ کے اختصار کی طرف توجہ کی اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ الارموی فہم منطوق، حکمت اور علم الکلام میں کامل دسترس رکھتے تھے اور ”المحصول“ کے اختصار کے لئے ان فنون میں بھی کمال ضروری تھا اس لئے آپ اس کے اختصار کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی بناء پر ”التحصیل“ دوسری مختصرات کے مقابلہ میں ایک منفرد مقام کی حامل کتاب ہے۔

کتاب کے شروع میں قوانین و ضوابط کی بندش کے جس اسلوب کو اپنایا ہے وہ اور تصنیف، ترتیب، تقسیم ابواب اور فصول میں اہتمام آپ کی وسعت علمی مہارت و ذکاوت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کی یہ مختصر ترتیب و تنظیم، مشکلات پر آگاہی اور ان کا حل اور ادلہ و حدود پر وارد ہونے والے وہ دور کرنے اور سوالات کے جوابات دینے میں دیگر تمام مختصرات پر فوقیت رکھتی ہے۔ کتاب ”التحصیل“ کے مطالعہ کے دوران الارموی نہ صرف اصولی بلکہ متکلم بھی نظر آتے ہیں جس میں وہ کلامی مسائل علی سبیل التبع پیش کر کے ان کے اور بعض مسائل اصولی فقہ کے درمیان ارتباط پیدا کرتے ہیں۔ اور یہ بات ”التحصیل“ میں بہت پائی جاتی ہے ان میں سے چند یہ ہیں : تحسین، تفتیح کا عقلی ہونا، عصمت الانبیاء، منہم کا شکر عقلاً یا شرعاً، صفت موصوف کا عین ہے یا غیر اور تکلیف مالا یطاق اور اس کے علاوہ بہت سے مسائل الارموی نے مکمل دسترس کے ساتھ ان مسائل پر بحث کی اور مذاہب کے ادلہ پر اور

خاص کر معتزلہ کے ادلہ پر مناقشہ کیا اور ان (معتزلہ) کے تحسین و تقیح کے عقلی ہونے کے بارے میں مشہور قاعدہ سے مکمل اجتناب ظاہر کیا۔

دیگر اختصارات کی موجودگی میں ایک اور اختصار کرنے کی وجہ اور اس میں ان کا اسلوب :

قاضی سراج الدین الارموی کتاب التحصیل کے شروع میں اس بات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں کہ کس بات نے انہیں اس کتاب کے اختصار کرنے پر مجبور کیا اور ساتھ ہی اپنے اس منہج و اسلوب کو بھی بیان کیا جس کو اس اختصار میں ملحوظ رکھا :

”لقد كانت الهمم فيما قبل لا تقصر عن الارتقاء الى المراتب القاصية، ولا تفتردون الوصول الى المراتب العالية، والان فقد افضى الحال بالامم في تقصير الهمم الى ان استكثروا اليسير، واستكبروا النذر الحقيق، حتى ان الكتاب الذي صنفه الامام العالم العلامة فخر الملة والدين، حجة الاسلام والمسلمين، ناصر الحق مغيث الخلق محمد بن عمر الرازي، نور الله ضريحه، في اصول الفقه وسماه بالمحصول، مع نظافة نظمه ولطافة حجه، يستكثره اكثرهم و يقبل عليه ايسرهم على انه يشتمل من الفوائد على جمل كافية، ويحتوي من الفرائد على قوانين متوافية، ثم ان بعض من صدقت فيه رغبته وتكاملت فيما يحتويه محبته التمس مني ان اسهل طريق حفظه بايجاز لفظه ملتزماً بالايان بانواع مسائله، وفنون دلالاته، مع زيادات من قبلنا مكتملة، وتبسيهات على مواضع منه مشككة، لاعلى سبيل استيفاء الفكر واستكمال النظر لاخلاله بالمقصود من هذا المختصر، واجتبه اليه مستعيناً بالله و متوكلاً عليه، وسميته بتحصيل الاصول من كتاب المحصول ليتوافق اسمه ويتطابق لفظه و معناه والله ولي التوفيق والمعين وعليه التوكل وبه استعين“.

(پہلے وقتوں میں لوگوں کی ہمتیں مراتب عالیہ کی طرف ترقی کرنے سے نہیں آکتاتی تھیں اور مراتب عالیہ تک پہنچنے میں ٹھکتی نہیں تھیں لیکن اب اس زمانے میں اُمم کی ہمتوں میں کمی آگئی اور اب تمہوں ان کے لئے بہت ہو گیا ہے اور حقیران کے لئے کبیر بن گیا۔ یہاں تک کہ کتاب جو امام العالم فخر الملتہ والدين حجة الاسلام ناصر الحق مغيث الخلق محمد بن عمر الرازي، اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے، نے اصول فقہ میں کتاب بنام المحصول تالیف کی۔ اپنی لہجہ میں نظافت (خوبصورتی) اور اپنے جہم میں لطافت (اعتدال) کے باوجود زیادہ تر لوگوں نے اسے بہت جانا اور صرف تمہوں نے لوگوں نے اس کو قبول کیا جو اس کے کہ یہ کتاب اپنے اندر مکمل فوائد رکھتی ہے اور بہت سے منفرد قوانین پر مشتمل ہے۔ پھر بعض نہیں فن نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے نص اور جمیع مسائل اور اس کے ادلہ لانے کے اسلوب میں تبدیلی لائے بغیر اس کا اختصار کروں اور اس کی تکمیل کی غرض سے کچھ اضافہ کروں اور بعض مشکل

مواقع پر تنبیہ کروں اس لئے نہیں کہا جی ٹیکر کو داخل کر دوں اور اپنی تحقیق کی تکمیل کروں۔ اس غرض سے کہ یہ اس مختصر کے مقصد میں خلل پیدا کر دے اور میں نے اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کی درخواست کو قبول کیا اور میں نے اس کا نام تحصیل الاصول من کتاب المحصول رکھا تاکہ اس کا اسم لفظ و معانی کے مطابق دموافق ہو جائے۔ ”واللہ ولی التوفیق والمعین وعلیہ توکل وبہ استعین“

ان کلمات کے ساتھ امام سراج الدین الارموی نے اپنا منہاج و اساس بیان کیا اور اس بات کی طرف نشاندہی کی جو المحصول کے اختصار کا موجب بنی۔ آپ نے ہر لمحہ المحصول کے منہج کی پابندی کی اور وہ کہیں بھی اس سے باہر نکلنے نظر نہیں آئے۔ قاضی الارموی نے اس مختصر میں ایک مثالی ہیج پیش کیا جو کسی مختصر کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اس میں وہ ”المحصول“ میں پائے جانے والی مختلف آراء کو کم الفاظ میں معنی کے مکمل احاطہ کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں ہاں البتہ اگر وہاں تنبیہ مقصود ہوتی ہے تو وہ اس کو ضرور واضح کر دیتے ہیں۔ قاضی الارموی کی تحصیل صرف ان تنبیہات پر مشتمل نہیں جو امام رازی پر اعتراضات و جوابات پر مشتمل ہوں بلکہ وہ ان ضعیف ادلہ پر تنبیہات لاتے ہیں جو خصوم کے مناظرات کے سامنے نہ ٹھہر سکتی ہوں اور ان کے مقابلہ میں قوی تر ادلہ بھی موجود ہوں یہ تنبیہات اور اعتراضات نوے سے کچھ زائد بنتی ہیں۔ تحصیل کے ایک نسخہ کے آخر میں کسی نے ان کو جمع بھی کیا ہے یہ نسخہ محفوظ ہے اور مکتبہ ولی الدین جار اللہ آفندی (ملحق بہ مکتبہ سلیمانہ استنبول ترکی) میں محفوظ ہے، اس کا نمبر ۴۴۳ ہے اور صفحہ فہرست ۲۷ ہے، ۷۰۷ کا مکتوب ہے۔ تقریباً سات لوحات پر مشتمل ہے، خط دقیق ہے ہر صفحہ ۴۵ سطور پر اور ہر سطر دس کلمات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ امام بدر الدین محمد بن اسعد التستری (متوفی ۳۲۷ھ) نے اپنی کتاب ”حقل عقد التحصیل“ میں اس کتاب کی معظم تنبیہات و اعتراضات پر بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک علیحدہ تصنیف کا بھی ذکر ملتا ہے جو محمد بن یوسف الجزری (متوفی ۱۱۷ھ) کی ہے۔ اس کتاب کا نام ”اجوبۃ اسئلۃ القاضی الارموی علی التحصیل“ ہے لیکن محقق تحصیل عبدالحمید ابو زینید نے کہا کہ انہیں اس کتاب کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکا۔

”التحصیل“ کا زمانہ تالیف :

اس بات پر سب متفق ہیں کہ الارموی نے یہ کتاب ۶۵۵ھ سے قبل تالیف کی، اس کا ایک نسخہ مکتبہ دمازادا (ملحق بہ مکتبہ مرادما استنبول) میں ہے۔ اس کے نسخہ پر تحریر ہے کہ ۶۵۵ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ۶۳۵ھ سے قبل تالیف کیا ہوگا۔ چونکہ وہ ”امشلة التعارض“ کی تالیف سے ۶۳۵ھ میں فارغ ہوئے تھے اور گمان غالب ہے کہ ”التحصیل“ اس سے قبل تالیف کر لی ہوگی۔

تیسری چوتھی صدی کے اصولیین جن کی آراء ”التحصیل“ میں بیان ہوئیں :

امام رازی نے اپنے عہد اور ماضی کے جن علماء اصولیین کی آراء کو اپنی کتاب ”المحصول“ میں پیش کیا انہی کی اتباع میں الارموی نے بھی ان کے اقوال کو پیش کیا۔ ان اصولیین اور ان کی کتب کو تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

- ۱- عیسیٰ بن ابان بن صدقہ حنفی متوفی ۲۲۰ھ اصول فقہ پر انہوں نے کتاب "انبات القیاس"، کتاب "خیر الواحد"، کتاب "اجتہاد الراوی"، کتاب "الحجج"، کتاب "الجامع" تالیف کیں۔
- ۲- ابراہیم بن سیار بن ہانی المعروف بانظام معتزلی متوفی ۲۲۱ھ ابو الہذیل العلاف کے شاگرد، چاچہ کے استاد، کتاب التکت کے مصنف، نظام نے اجماع کے تحت حجت سے انکار کیا اس بارے میں صحابہ کرام پر طعن کیا۔
- ۳- داؤد بن علی بن داؤد الاصبہانی ظاہری ابوسلیمان متوفی ۲۷۰ھ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ابطل القیاس، کتاب خبر الواحد، کتاب الخبر الموجب للعلم، کتاب الحجج، کتاب الخصوص والعموم، کتاب المفسر والمجمل تالیف کیں۔
- ۴- احمد بن عمر بن سرتج متوفی ۳۰۶ھ یہ مزنی اور ابو داؤد البجستانی کے شاگرد ہیں۔ داؤد ظاہری کی کتاب ابطل القیاس کے رد میں کتاب لکھی۔
- ۵- عبداللہ بن احمد بن ابوالقاسم الکعبی متوفی ۳۱۹ھ اصول پر ان کی آراء ہیں۔ ان کا مشہور قول "ان السباح مامور بہ، وان العلم الحاصل من الخبر المتواتر نظری" (مباح مامور بہ ہے اور وہ علم جو خبر متواتر سے حاصل ہوتا ہے وہ نظری ہے)۔
- ۶- عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب البہاشمی الجبالی متوفی ۳۲۱ھ یہ اصول فقہ اور اجتہاد پر کتب کے مصنف ہیں۔
- ۷- ابوالحسن الاشعری علی بن اسماعیل متوفی ۳۲۴ھ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب انبات القیاس اور کتاب العام والخاص تالیف کی۔
- ۸- الحسن بن احمد الاطرشی شافعی متوفی ۳۲۹ھ اصول پر آراء ہیں، مثلاً "فعل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کان مجرد عن القرینة الدالة علی الوجوب یفید الوجوب فی حقہ وحق امته"۔ اسی پر ابن سرتج، ابن ہریرہ، ابن خیران، جنابلد اور بعض معتزلہ نے موافقت کی ہے۔
- ۹- محمد بن عبداللہ ابی بکر البغدادی البصری متوفی ۳۳۰ھ انہوں نے اصول فقہ میں شرح الرسالة، الشرط، کتاب بیان فی دلائل الاعلام فی اصول الاحکام، کتاب فی الاجماع تالیف کی۔
- ۱۰- حسن بن حسین ابن ابی ہریرہ شافعی متوفی ۳۳۵ھ اصول فقہ میں آراء ہیں۔ مثلاً تحسیریم الافعال الاختیاریة قبل البعثة۔
- ۱۱- عبید اللہ بن حسن بن دلال بن دہم کرخی متوفی ۳۴۰ھ انہوں نے اصول فقہ میں "اصول الکرخی" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۱ الفہم المبین ۱/۱۳۹	۲ الفہم المبین ۱/۱۳۲	۳ الفہم المبین ۱/۱۵۹	۴ طبقات ابن سنی ۱/۱۷۷
۵ الفہم المبین ۱/۱۷۲	۶ حوالہ سابق ۱/۱۷۰	۷ حوالہ سابق ۱/۱۷۸	۸ حوالہ سابق ۱/۱۷۴
۹ حوالہ سابق ۱/۱۸۰	۱۰ حوالہ سابق ۱/۱۹۳	۱۱ حوالہ سابق ۱/۱۸۶	

- ۱۲۔ القفال الکبیر الشاشی محمد بن علی بن اسماعیل متوفی ۳۶۵ھ انہوں نے شرح الرسائلہ اور کتاب اصول الفقہ تالیف کی۔
- ۱۳۔ احمد بن علی ابی بکر رازی حنفی معروف بہ الجصاص متوفی ۳۷۰ھ ابو الحسن الکرخی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب "اصول الجصاص" تالیف کی۔
- ۱۴۔ المعانی بن زکریا انہروانی متوفی ۳۹۰ھ انہوں نے "التحریر والمنقر" کے نام سے کتاب تالیف کی۔
- ۱۵۔ محمد بن جعفر معروف بہ ابن دقاق متوفی ۳۹۲ھ انہوں نے کتاب فی اصول الفقہ تالیف کی۔
- ۱۶۔ ابراہیم بن احمد ابواسحاق المرزوی متوفی ۳۳۰ھ ابن سرتخ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب الفصول فی معرفۃ الاصول اور کتاب العموم والخصوص تالیف کی۔
- ۱۷۔ ابوعلی محمد بن خلاد البصری ابوعلی الجبائی اور ابوہاشم الجبائی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے "کتاب الاصول والشرع" تالیف کی۔
- ۱۸۔ ابو مسلم الاصفہانی محمد بن علی بن بحر اعترلی متوفی ۳۲۲ھ بحجامع الکتاب المحکم المنزل اور ناسخ الحدیث کے مصنف تھے۔

الارموی نے مذکورہ بالا اصولیین کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تیسری چوتھی صدی ہجری میں ان کے علاوہ اصولیین ہی نہیں تھے بلکہ کئی اصولی علماء تھے جن کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا۔ مثلاً ابوبکر بن عبد اللہ ابوبکر مالکی متوفی ۳۷۵ھ جو اجماع اہل مدینہ اور کتاب فی اصول الفقہ کے مصنف ہیں۔ اور عبدالواحد بن حسین الصمیری متوفی ۳۸۶ھ جو کتاب القیاس اور العلل فی الاصول کے مصنف ہیں مگر ان کا اس میں تذکرہ نہیں کیا گیا۔ اور اسی طرح اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کسی غیر اصولی عالم کی کسی بارے میں رائے یا ان کا ذکر نہیں کیا بلکہ دوسری اور تیسری صدی کے بہت سے غیر اصولی علماء سے کلامی مسائل اور ابحاث لغویہ میں نقل کیا گیا ہے۔ مثال کے لئے چند ایک پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ان کی ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ عباد بن سلیمان الصمیری متوفی ۷۵۰ھ، ظیل بن احمد الفرابی متوفی ۷۵۰ھ محمد بن عبدالوہاب بن سلام الجبائی معتزلی متوفی ۳۰۳ھ۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے اصولی علماء، جن کی التحصیل میں آراء ذکر کی گئیں :

ان دونوں صدیوں کے علماء اصول کو ہم تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ ذیل میں بیان کریں گے جن کو الارموی نے امام رازی کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب میں جگہ دی۔ ساتھ ہی ہم ان کی بعض کتب کا اشارہ ذکر کریں گے۔

۱۔ حوالہ سابق ۲۰۱/۱	۲۔ حوالہ سابق ۲۰۳/۱	۳۔ حوالہ سابق ۲۱۱/۱
۴۔ عجم الاموالیین ۲۰۳/۱۱	۵۔ ابن خلکان ۲/۱، فہرست ابن الندیم ۲۶۶، حسن الحاضرہ ۱۲۵/۱	
۶۔ الفہرست لابن الندیم ۲۲۷	۷۔ کشف الظنون ۷۱/۶	

- ۱۔ محمد بن الطیب بن محمد ابو بکر الباقلائی ماکی متوفی ۴۰۳ھ انہوں نے اصول میں کتاب المقنع فی اصول الفقہ، امالی اجماع اہل مدینہ، التقریب والارشاد تالیف کی۔
- ۲۔ ابو حامد الاسفرائینی احمد بن ابی طاہر شافعی متوفی ۴۰۶ھ۔ ان کی کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی مگر اصول کی کتابوں میں ان کی بہت سی آراء منقول ہیں۔
- ۳۔ ابن نورک محمد بن حسن متوفی ۴۰۶ھ۔ ان کی اصول میں آراء ہیں۔ اسنوی نے "شرح منہاج" میں، علامہ امادی نے "الاحکام" میں، ابن سبکی نے "جمع الجوامع" میں اور امام رازی نے "المحصول" میں ان کی بہت سی آراء نقل کی ہیں۔
- ۴۔ استاد ابو اسحاق الاسفرائینی ابراہیم بن محمد متوفی ۴۱۸ھ۔ ابن خلکان نے اصول فقہ میں ان کے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے۔
- ۵۔ ابو زید الدبوسی عبداللہ بن عمر متوفی ۴۳۰ھ۔ یہ تاسیس النظراور تقویم الادلہ کے مصنف ہیں۔
- ۶۔ ابو اسحاق شیرازی ابراہیم علی بن یوسف اصولی جدلی متوفی ۴۷۶ھ۔ یہ کتاب "اللمع" اور "شرح اللمع" کے مصنف ہیں۔
- ۷۔ المرتضیٰ علی بن حسین بن موسیٰ الشریف امامی متوفی ۴۳۶ھ۔ یہ اصولی فقہ میں کتاب "الذخیرہ" کے مصنف تھے۔
- ۸۔ ابو جعفر الطوسی الامامی محمد بن حسن متوفی ۴۶۰ھ۔ یہ کتاب "العدہ فی الاصول" کے مصنف تھے۔

مذکورہ بالا اصولیین کے ذکر کے بعد یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء، اصولیین موجود تھے مگر چونکہ "المحصول" میں ان کا ذکر نہیں تھا اس لئے "التحصیل" میں بھی ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اس میں تقریباً تمام مذاہب کے اصولی شامل ہیں۔ ذیل میں ان اصولیین کی نشاندہی کی جا رہی ہے جن کا ذکر نہیں کیا گیا اور اس کے بعد ہم اس حوالہ سے روشنی ڈالیں گے کہ ان حضرات کا تعلق کن فقہی مذاہب سے تھا۔

- ۱۔ قاضی عبدالوہاب بن علی بن نھر ابو محمد ماکی متوفی ۴۲۲ھ۔ یہ ابو بکر الباقلائی کے شاگرد تھے۔ کتاب فی اصول الفقہ، الادلہ فی مسائل الخلاف والافادہ والتلخیص، اوائل الادلہ اور الاشراف علی مسائل الخلاف کے بھی مصنف ہیں۔

قرانی نے شرح تنقیح میں اتنی کثرت سے ان سے نقل کیا کہ تقریباً ہر مسئلہ میں ان کی رائے پیش کی۔

۱۔ الفقیہ ابن	۲۔ حوالہ سابق/۱	۳۔ حوالہ سابق/۱	۴۔ حوالہ سابق/۱	۵۔ حوالہ سابق/۱
۲۲۱/۱	۲۲۲/۱	۲۲۳/۱	۲۲۴/۱	۲۲۵/۱
۲۲۶/۱	۲۲۷/۱	۲۲۸/۱	۲۲۹/۱	۲۳۰/۱
۲۳۱/۱	۲۳۲/۱	۲۳۳/۱	۲۳۴/۱	۲۳۵/۱

- ۲۔ ابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید متوفی ۴۵۶ھ۔ یہ مذہب ظاہری سے تعلق رکھتے تھے، الاحکام فی اصول الاحکام، المحلی، تلخیص ابطال القیاس اور مسائل فی اصول الفقہ کے مصنف ہیں۔
- ۳۔ قاضی ابویعلیٰ محمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ۔ یہ ابوالخطاب الکلوزانی کے استاد تھے اصول فقہ میں ”العقد“ اور اس کا اختصار، کفایہ اور اس کے اختصار کے مصنف ہیں۔
- ۴۔ فخر الاسلام اببر روی علی بن محمد بن حسین حنفی متوفی ۴۸۲ھ۔ ”کنز الوصول النی معرفۃ الاصول“ کے مصنف ہیں۔
- ۵۔ محمد بن احمد شمس الاممہ السرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ۔ ”اصول السرخسی“ کے مصنف ہیں۔
- ۶۔ ابوالخطاب الکلوزانی محفوظ بن احمد حنبلی متوفی ۵۱۰ھ۔ یہ کتاب ”التمہید فی اصول الفقہ“ کے مصنف ہیں۔
- ۷۔ ابوالوفاء علی بن عقیل حنبلی متوفی ۵۱۳ھ۔ یہ ابویعلیٰ کے شاگرد تھے اصول فقہ میں ”الواضح“ کتاب تالیف کی۔ ابن تیمیہ نے ”المسودہ“ میں اس کتاب کی تعریف کی اور کہا: ”انہ استفادمنہ“ (انہوں نے اس سے استفادہ کیا) اب تک مخطوطہ کی صورت میں ظاہر یہ دمشق اور امریکہ میں ہے۔ ان پر ایک طائرہ نظر ڈالتے ہی واضح ہوتا ہے کہ ان ساتوں علماء میں حنابلہ، حنفیہ، ظاہریہ اور مالکیہ شامل ہیں، ان میں کوئی بھی شافعی و معتزلی نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ”المحصول“ تو درحقیقت ابوالحسن بصری معتزلی کی المعتمد اور امام غزالی کی شافعی اشعری کی ”المستصفی“ کی تلخیص ہے تو ایک معتزلہ کے اور دوسرے شافعیہ کے نمائندہ ہیں۔ اسی طرح اس کتاب میں امامیہ کا بھی ذکر آیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ بہت سے امامیہ معتزلہ کی جماعت سے وابستہ ہو گئے تھے۔

ابویعلیٰ، ابوالخطاب، ابوالوفاء..... حنابلہ

سرخسی، اببر روی..... احناف

ابن حزم..... ظاہری

قاضی عبدالوہاب..... مالکی

اس کتاب میں پانچویں اور چھٹی صدی کے صرف علماء اصولیین کی آراء کے نقل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ضرورت کے تحت مختلف علماء غیر اصولیین سے بھی نقل کیا تاکہ بات مستند ہو جائے۔ اگرچہ ان غیر اصولی علماء کی تعداد بہت کم ہے مثلاً ابویعلیٰ سینا متوفی ۴۲۸ھ، میوانی متوفی ۵۱۸ھ، عبدالقادر جرجانی نحوی متوفی ۴۷۴ھ، ابن العارض متوفی ۴۲۸ھ وغیرہ کا ذکر آیا ہے حالانکہ یہ اصولی نہیں ہیں۔

۱۔ حوالہ سابق/۱/۲۳۳

۲۔ حوالہ سابق/۱/۲۳۷

۳۔ حوالہ سابق/۱/۲۶۳

۴۔ حوالہ سابق/۱/۱۱

۵۔ حوالہ سابق/۱/۱۱

۶۔ حوالہ سابق/۱/۱۲

الارموی نے دیگر علماء اصولیین کی آراء نقل نہ کرنے میں امام رازی کی پیروی کیوں کی؟

جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ الارموی نے التحصیل میں ان علماء اصولیین کی آراء نقل نہیں کیے جن کی آراء کو امام رازی نے ”المحصل“ میں بیان نہیں کیا تھا۔ ایسا نہ کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ انہوں نے جن علماء اصولیین کے ادلہ کو زیادہ قوی سمجھا انہیں بیان کر دیا اور جنہیں نہیں سمجھا انہیں ترک کر دیا، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی آراء و اقوال سے امام رازی پر اعتراضات وارد نہ ہوتے ہوں۔ اس لئے اگر ایسا ہوتا تو ان کے جواب دیتے وقت ان کا تذکرہ آجاتا۔ یا یہ کہ ان حضرات کے موقف اتنے واضح تھے کہ یہاں بغیر بیان کے ان سے امام رازی کی تائید ہو جاتی ہو۔ امام رازی نے تو اپنے زمانے کے کئی علماء اصول کی آراء اُحصول میں نقل کرنے سے صرف نظر کیا کیونکہ وہ ان کتب اصولیین کی کتب سے التزام چاہتے تھے جن پر اُحصول کی بنیاد ہے۔ شاید اسی لئے کئی جید اصولیین کے نام شامل ہونے سے رہ گئے۔

مثلاً اَلکِیَاہِ رَاسِی عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ مَتَوْنِی ۵۰۴ھ امام غزالی کے ہم درس، کتاب فی اصول فقہ کے مصنف اور امام محمد بن علی شوکانی نے ان سے بہت نقل کی۔ ابن برہان احمد بن علی شافعی متون فی ۵۲۰ھ، البسیط والوسیط والادسط اور الوجیر فی اصول الفقہ کے مصنف تھے۔ ابوالمنظر السمعانی منصور بن محمد متون فی ۴۸۹ھ قواطع الادلہ والاصطلام والبرہان کے مصنف تھے، الامام المازدی محمد بن علی متون فی ۵۳۶ھ کتاب البرہان کے شارح تھے۔

”التحصیل“ میں خاص طور پر حنابلہ سے نقل میں صرف نظر کیا گیا اور ”التحصیل“ میں ان کی کوئی رائے منقول نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اصول فقہ کی تالیف کے میدان میں انہوں نے سب سے آخر میں قدم رکھا تھا اور ہمارے ناقص علم کے مطابق پہلا شخص جس نے اس مسلک کے اصول فقہ میں تصنیف و تالیف کا آغاز کیا وہ قاضی ابوالعلی بن الفراء متون فی ۴۵۸ھ تھے۔

”التحصیل“ میں معتزلہ کی آراء کی کثرت کی وجہ :

جہاں تک معتزلہ کی اس میں کثرت سے آراء کا تعلق ہے اس کی وجہ واضح ہے۔ وہ یہ کہ ”المحصل“ میں ابوالحسین بصری معتزلی کی کتاب ”المحمد“ پر اول درجہ کا اعتماد کیا گیا ہے اور یہ کتاب امام غزالی کی ”المستصفی“ سے بھی قبل کی تالیف ہے۔ اس لئے ”التحصیل“ میں ابوالحسین معتزلی کی آراء کے ساتھ دیگر معتزلہ کی آراء بھی نقل کر جاتے ہیں مثلاً الحلاف، الجاحظ، النظام، الکعبی، ابوالعلی الجبائی، ابوشام الجبائی، ابن الراوندی، عبید اللہ بن حسن عبری، قاضی عبدالجببار، ابوالحسین خیاط، عمرو بن عبید وغیرہ کی آراء بھی منقول ہیں۔

التحصیل میں الارموی کے اسلوب کا ناقدانہ جائزہ :

قاضی الارموی التحصیل میں کبھی اس قدر کم الفاظ کے ساتھ کلام پیش کرتے ہیں کہ کلام کے سمجھنے میں کافی دشواری و پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی مراد اس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ محمول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔

اور کبھی تو محصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی ان کی مراد کامل کی معرفت نصیب نہیں ہو پاتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے بلکہ اس کے برعکس بعض تشبیہات انتہائی واضح ہوتی ہیں۔ اپنی بات کی تائید میں ہم تحصیل سے ایک مثال پیش کرتے ہیں پھر اس کا تجزیہ بھی کریں گے۔

نقد ۱۔ الارموی کے جوابات مبہم ہوتے ہیں.....المحصول میں جہاں امام رازی کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ کے جوابات دیتے ہیں وہاں تحصیل میں اس طرح ذکر ہے :

احتج القائل بعدم جواز التخصیص مما یلیی :

الف. الاجماع : (اذا رد عمر خیر فاطمة بنت قیس . وقال : لاندع کتاب ربنا وسنة نبینا بقول امرؤ لاندري لعلها نسیت ام حفظت).

ب. قوله عليه السلام : اذا روى عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله ، فان وافق فاقبلوه وان خالف فردوه .

ج. الكتاب مقطوع فقد م علی الخبر المظنون .

د. لوجاز تخصیصه به لجاز نسخه به بجامع تقدیم الخاص .

مذکورہ بالا چاروں دلائل المحصول سے الفاظ کے کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ تحصیل میں پیش کرنے کے بعد الارموی ان مانعین کے دلائل کے جوابات ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں :

الف . انه رد للهمة بالكذب والنسیان .

ب . انه ینفی تخصیصه بالمتواتر ، ولو قیل تخصیص الكتاب لا یكون علی خلافه قلنا : کذاک ههنا .

ج . ان خیر الواحد تترك به البراءة الاصلية یقینة علی ان الكتاب مقطوع المتن مظنون الدلالة ، والخبر بالعکس ، وايضا لماد القاطع علی وجوب العمل بخیر الواحد کان وجوب العمل مقطوعاً فاستویا.....والقائل ان یقول : فی هذه الاوجه نظر .

قاضی الارموی کے ان جوابات کا تحقیقی تجزیہ :

قاضی الارموی نے کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ "المحصول" سے ذکر کرنے کے بعد جو ان کے جوابات دیئے وہ بالکل غیر مطابق اور غیر واضح ہیں اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس بات کی تائید اس سے بھی لائی جاسکتی ہے کہ جب جمال الدین اسنوی کے استاد امام بدرالدین محمد بن اسعد السستری نے ان اعتراضات کی وضاحت کا ارادہ کیا تو الارموی کے تینوں جوابات کو ان کلمات کے ساتھ پیش کیا۔ امام السستری نے کہا :

☆ لعله كانت بالسنة للدلیل الاول أن فاطمة بنت قیس لم تكن متهمة بالكذب . وقوله : اصدقت ام کذبت لا یوجب تهمتها .

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

☆ وبالنسبة للدليل الثاني ان لا يلزم من ترك العمل بخبر الاحاد ترك العمل بالخبر المتواتر .
☆ لزيادة قوة المتواتر .

☆ وبالنسبة للثالث، فان البراءة الاصلية ربما يقدم عليها خبر الواحد لانها ليست من الادلة الشرعية .

نقد ۲۔ وہ قول کی نسبت تبدیل کر دیتے ہیں..... الارموی اپنی کتاب میں کبھی کبھار کسی قول کی نسبت امام ابو حنیفہ سے منتقل کر کے احناف کی طرف کر دیتے ہیں۔ گویا کہ وہ دونوں نسبتوں کو برابر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ مثلاً علت قاصرہ کے ساتھ عدم جواز التعلیل کے قول کو امام رازی نے المحصول میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کیا۔ لیکن قاضی الارموی نے کہا: ”وجوزہ الشافعی خلافاً للحنفية“۔

نقد ۳۔ وہ الفاظ بدل کر اس کے متقارب الفاظ استعمال کرتے ہیں..... قاضی الارموی کہیں کہیں اجماع کے کلمہ کو بدل کر اس کی جگہ جمہور یا اس کے مقارب کوئی لفظ استعمال کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام رازی سے قیاس کوادلہ میں شمار کرنے کے بارے میں منقول ہے:

”ان الدليل الرابع هو اجماع الصحابة على العمل به ثم عدد رهطا من الصحابة عملا
به، وهذا لا يسمى اجماعا عند عامة الاصوليين لانه نقل عن بعضهم انكار القياس
وبعضهم حذر منه“

اس عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی نے اجماع کو تسلیم نہیں کیا مگر قاضی الارموی کہتے ہیں:

”ومتعمد الجمهور هو ان بعض الصحابة عمل بالقياس“

نقد ۴۔ امام رازی کے بعض اعتراضات کو حذف کر دیتے ہیں..... امام رازی نے قاضی ابوبکر باقلانی سے منقول تعریف پر چھ اعتراضات کئے مگر قاضی الارموی نے ان میں سے پانچوں اعتراضات کو حذف کر دیا اور صرف پانچ اعتراضات پر اکتفا کیا۔ اور حذف کردہ اعتراض یہ ہے: ان كلمة أو للابهام وما هية كل شئى معينة، والا بهام ينافى التعيين“ (کلمہ أو ابهام کے لئے آتا ہے اور ہر شئی کی ماہیت معین ہے اور ابهام تعین کے منافی ہے)۔ انہوں نے اس اعتراض کو اس کے ضعف کی وجہ سے حذف کیا کیونکہ او ہمیشہ ابہام کے لئے آتا ہے۔

www.kitabosunnat.com

نقد ۵۔ وہ ”المحصول“ کی تقسیم سے ہٹ جاتے ہیں..... اسی طرح وہ اختصار میں تقسیمات کتاب سے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ ابواب کو فصول سے اور فصول کو مسائل سے بدل دیتے ہیں۔ اگرچہ اس میں امام رازی کی مکمل افکار موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً امام رازی نے لغات کے کلام کو ابواب میں تقسیم کیا مگر قاضی الارموی نے فصول میں تقسیم کیا اور اس کے تحت مسائل مندر اور لغات کی پوری بحث کو ایک ہی باب میں پیش کیا۔

نقد ۶۔ انہوں نے المحصول کے ابتدائی مقدمات میں کمی کی..... محصول کی ابتداء میں امام رازی نے دس مقدمات ذکر کئے لیکن قاضی الارموی نے التحصیل میں صرف چھ بیان کئے۔ واضح رہے کہ انہوں نے اس میں سے

کچھ حذف نہیں کیا مگر بعض کو بعض میں ضم کر دیا۔^۱ الغرض یہ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ان کا مسلک تھا جس کے مطابق انہوں نے اس کتاب کو مرتب، مقسم و مدون کیا، اس سے ان کے بیچ کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

کتاب التحصیل کے چند معائب :

الارموی کی التحصیل جہاں محاسن اور امتیازات سے عبارت ہے وہاں ان کے مسلک اختصار میں ایک دوسرے زاویہ سے دو عیوب بھی پائے گئے ہیں جن کا ذکر تحقیر کے لئے نہیں صرف علم کے لئے ضروری ہے اور اس کے ذکر سے ان کی شان اور خدمات میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

۱۔ الارموی نے بعض جگہ ”المحصول“ سے تعریف نقل کر کے اس میں تصرف کیا حالانکہ تعریفات منسوبہ میں کسی قسم کا کوئی تصرف درست نہیں ہوتا۔ اس کو اصل سے من و عن نقل کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً قاضی ابوبکر باقلانی نے قیاس کی جو تعریف کی وہ ”المحصول“ میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

”حمل معلوم علی معلوم فی اثبات حکم لهما او نفيه عنهما بامر جامع بينهما من حکم او صفة او نفيهما عنهما“.

قاضی سراج الدین الارموی نے قاضی باقلانی کی یہ تعریف ”المحصول“ سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی :

”حمل معلوم علی معلوم فی اثبات حکم لهما او نفيه عنهما بجامع حکم او صفة او نفيهما“.

دونوں تعریفات کا تجزیہ :

بلاشبہ دونوں تعریفات کے مدلول متقارب ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ قاضی الارموی کی تعریف میں اشرا اختصار ہے مگر اس کے باوجود بھی منقول و منسوب تعریفات میں اوڑنی تصرف بھی درست نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح قاضی الارموی نے کہا کہ علماء نے فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی :

”العلم بالاحکام الشرعية العملية التي لا يعرف بالضرورة كونها من الدين اذا حصل بالاستدلال علی اعيانها“.

مگر امام رازی کی الحصول میں فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

”العلم بالاحکام الشرعية العملية المستدل علی اعيانها بحيث لا يعلم كونها من الدين ضرورة“.

قاضی الارموی نے یہ علم کا لفظ تعریف میں بدل دیا۔

۲۔ قاضی الارموی بہت سے مقامات پر بغیر محاب عنہ کے ذکر کئے کہتے ہیں : والجواب عن ”أ“ مگر جب اس سے قبل عبارات میں ”أ“ تلاش کیا جائے تو یہ نشان نظر نہیں آتا تو پتہ چل جاتا کہ یہ کس کا جواب ہے۔ مثلاً

۱۔ تحقیقی مقدمہ علی التحصیل عبدالمجید ابوزنید۔ ص ۱۳۲-۱۳۷، ملخص۔

قولہ : احتجوا (القائلون بان الكفار غير مخاطبين بفروع الشريعة) بان الصلاة مثلا لا يجب عليه بعد الاسلام وفاقاً ولا قبله لا متناعه ، ولانها وجبت لوجب قضاؤها كالمسلم بجامع تدارك المصلحة .

والجواب عن :

ا. ان ما ذكرتم لا ينفي العقاب على تركها .

ب. النقص بالجمع ، والفرق (ان وجوب القضاء عليه تنفير له عن الاسلام) .

یہاں سے دلیل اول ”ا“ کا جواب دیا اور دوسری دلیل کا ”ب“ سے جواب دیا مگر دونوں دلیلوں کے شروع میں یہ علامات موجود نہیں تھیں۔^۱

الغرض نقد آسان ہے اور کام کرنا بہت مشکل بات ہے۔ ان چند باتوں کے ذکر سے آپ کی عظمت و شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ آپ ایک عظیم کام کے خالق ہیں فن و لغت کے امام تھے۔ کم الفاظ میں زیادہ معنی کے اظہار پر قدرت کا ملکہ رکھتے تھے اس سے کم الفاظ و کلمات میں کما حقہ اختصار ممکن ہی نہیں ہوتا۔ چونکہ اختصار میں ان کے اصل معانی و مراد کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دیگر مختصرات کے مقابلہ میں ”التحصیل“ تعقید لفظی اور ترتیب کی پیچیدگیوں سے خالی ہے۔

”التحصیل“ سے مستفید ہونے والے چند مشہور اصولیین :

بلاشبہ التحصیل ایک عمدہ کتاب ہے جو اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی اس عمدگی اور اہمیت کی وجہ سے بہت سے مشہور اور بڑے اصولیین نے اپنی کتب کی تالیف میں اس سے مدد حاصل کی۔ چند حضرات کے اسمائے گرامی ذیل ہیں۔

☆ صفی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم البندی الارموی شافعی : متکلم اشعری ، اصولی ، شارح ”المحصول“ ہیں جو تین ضخیم جلدات پر مشتمل ہیں مگر قاضی سراج الدین الارموی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے ”المحصول“ کی اس شرح میں التحصیل سے ضرور استفادہ رہا ہوگا۔ صفی الدین ہندی کی کتاب سے امام شوکانی نے اپنی کتاب میں کثیر مقامات پر نقل کیا ہے۔

☆ امام جمال الدین الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ نے ”نہایۃ السؤل“ میں تقریباً ہر مسئلہ میں ان کا نام ذکر کیا۔

☆ امام بدخشی نے بھی قاضی بیضاوی کی منہاج کی شرح ”مناہج العقول“ میں چند مقامات میں التحصیل سے استفادہ نقل کیا۔

☆ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی متوفی ۶۷۸ھ نے بھی التحصیل سے نقل کیا ہے۔

☆ امام بدر الدین محمد بن اسعد التستری الشیبی متوفی ۷۳۲ھ نے بھی اس کتاب سے خوب مدد لی۔ شارح مختصر ابن حاجب اپنی کتاب ”حل عقد التحصیل“ میں کثرت کے ساتھ التحصیل سے نقل لاتے ہیں۔

یہ کتاب التحصیل کی مکمل شرح نہیں بلکہ صرف ان چند خاص مقامات کی توضیح ہے جہاں ابہام پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ایک نسخہ دارالکتب مصریہ میں اصول فقہ ۱۳-م میں موجود ہے۔

مذکورہ بالا میں سے شیخ جمال الدین اسنوی اور آخر الذکر امام بدر الدین العستری نے التحصیل کو بہت ہی اہمیت دی اور اس سے کثرت و اہتمام کے ساتھ نقل استفادہ واستعاذت لی۔

شارح مختصر ابن حاجب نے اپنی کتاب حل عقد التحصیل میں ذکر کیا کہ انہوں نے یہ کتاب صدر اعظم احمد بن علی البنانی کے لئے تصنیف کی تھی اور اس میں قاضی سراج الدین الارموی کے معظم اعتراضات پر بحث کی۔ اور پیدا ہونے والے بہت سے ابہام کو اختصار کے ساتھ حل کیا۔ اپنی اس کتاب کی تالیف کا سبب اپنی کتاب "حل عقد التحصیل" کے مقدمہ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

"قد ساقنى القدر الى ان صرفت بعض زمن من التحصيل فى البحث فى كتاب التحصيل للقاضى العلامة سراج الدين محمود الارموى رحمه الله فوجدته مشتملا على فوائد هذه الصناعة ، وعيون فلان هذه البضاعة ، متضمنا لا قسام الحسن والكمال ، مستحقا لصرف الهمة اليه فى الايام والليالى لما فيه من حسن النظم مع صغر الحجم ، واختصاصه بايرادات لطيفة ونكات ظريفة من قبله مكملة تدل على جودة قريحة موردها و كثرة تحقيقه وقوة مظنته و شدة تدقيقه ، غير ان المحققين فى هذا الاقطار اجمعوا عن تدريس ، والمشتغلين فى هذا الديار عن تحصيله ، لما فيه من المواضيع الصعبة واللطائف الغريبة والمضايق المنغلقة والمواقف العميقة ، فاجبت بعد استدعاء المحققين والتماس المشتغلين ان اكشف القناع عن وجوه مخدرات لا تغنى عن التدقيق فى الانظار . وارفح الحجاب عما يفتقر الى التعمق فى الافكار"

(اللہ کی توفیق سے میں نے کچھ وقت قاضی علامہ سراج الدین الارموی کی کتاب التحصیل کے سیکھنے میں صرف کیا تو میں نے اس کو کون کے نوا انداز اعلیٰ ترین الواع پر مشتمل پایا جو حسن و کمال کی اقسام پر محیط تھی اور اس بات کی مستحق تھی کہ دنوں اور راتوں اس کی طرف کوشش صرف کی جائے باوجود صغیر الحجم ہونے کے حسن نظم رکھنے اور لطائف کے ورود سے شخص ہونے اور نکات جلیلہ پر مشتمل ہونے کے۔ یہ بات اس کی عمدگی و کثرت تحقیق پر دلالت کرتی ہے اس میں شدت تدقیق ہونے کی وجہ سے محققین نے ان شہروں میں اس کی تدریس اور تحصیل کی پابندی لگا دی اور بسبب اس میں پائے جانے والے مشکل مقامات اور غیر معلوم لطائف کے اور تنگ راستوں کی بنا پر اور گہری نظر پائے جانے کے..... میں نے محققین کی درخواست اور طالبین کے التماس کو قبول کیا کہ میں اس کتاب کی پوشیدہ چہرے سے پردہ اٹھاؤں جو بحث میں وقت و تبحر کو مانع نہیں ہے اور یہ کہ میں پردہ اٹھاؤں اس سے جو فکر میں گہرائی کی محتاج ہے)

ابن المنیر مالکی (۶۲۰ھ-۶۸۳ھ)۔

فقہ، اصولی، متکلم، نظار، مفسر، ادیب، شاعر، خطیب، کاتب، قاری، المقرئ محدث الروایۃ تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم امام ابن حاجب سے حاصل کی۔ ابن حاجب سے شرف ملاقات سے قبل ہی فقہ میں اُن کی کتاب مختصر ابن حاجب اور اصول میں ان کی مختصر دونوں حفظ کر لی تھیں۔ ابن حاجب نے انہیں فتوے کی اجازت دے دی تھی۔ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے تھے :

”ان مصر تفتخر برجلین فی طرفیہما : ابن المنیر بالاسکندریہ ، وابن الدقیق العید بقوص“

(مصر اپنے دونوں اطراف میں دو آدمیوں پر فخر کرتا ہے اور وہ اسکندریہ میں رہنے والے ابن المنیر اور قوص میں رہنے والے ابن دقین العید ہیں)

مؤلفات و اصولی آراء..... اصولی فقہ پر آپ کی کسی باقاعدہ تصنیف کا علم نہیں ہو سکا جبکہ دیگر فنون پر آپ کی کتابوں کے مطالعہ کے دوران قاری ان میں اصولی روح جھلکتی دیکھتا ہے جو آپ کے علم اصول میں ایک خاص مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً ”المقتفی فی آیات الاسراء“ ان کی ایک عمدہ کتاب ہے جس میں عمدہ استنباطات کئے گئے ہیں۔ ”کتاب الانتصاف من الکشاف“ ان کے زمانہ شباب کی تالیف ہے اس پر عزالدین بن عبدالسلام اور شیخ القرانی شیخ شمس الدین الحسری کی تقریظ ہے۔ مختصر اجتہاد فی التفسیر، کتابات علی تراجم البخاری وغیرہ کے مصنف ہیں۔ ایک ماہر اصولی تھے، قاری ان کی کتب میں اصولی روح رواں دواں دیکھتا ہے اور عمدہ جدلی اسلوب اور طویل کلامی بحث پاتا ہے جو آپ کے علم الاصول میں اعلیٰ مقام و قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہاں البتہ اصولی فقہ میں آپ کی آراء نقل کی گئی ہیں۔

اصولی آراء :

”قوله : اذ ظهر للتخصیص فائدة جلیلة سوى مفهوم المخالفة وجب المصیر الی هذا الفائدة وسقط التعلق بالمفهوم ، وضرب لذلك مثلاً قول الله تعالى (فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ماترک . وان كانت واحدة فلها النصف) فلو ذکر القرآن ان الاثنتین لهما الثلثان وان الواحدة لها النصف لتوهم ان الاکثر من الاثنتین لهما اکثر من الثلثین . فالنص علی ان مافوق الاثنتین لهما الثلثان لرفع هذا الوهم ، ولا مفهوم للكلمة ”فوق““

۱۔ ابوالعاس احمد بن محمد بن منصور بن ابوالقاسم بن مختار بن ابی بکر بن علی ناصر الدین (۱۲۲۳ھ/۱۲۸۳ء) ابن المنیر سے مشہور تھے۔
الجزیری الجبالی الاسکندری اسکندریہ میں وفات پائی۔

۲۔ مرآة البیان وغیرہ لایقان، ابوجعفر عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عقیف الدین الیافعی البیہقی الحکی متوفی ۶۸ھ/۱۰۹۹ء حیدرآباد دکن مطبوعہ دائر المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ، الفتح المبین ۸۴/۲، ۸۵، مجمل الاصولین ۲۳/۱ (۱۷۷)

شہاب الدین قرانی مالکی (۶۲۶ھ/۶۸۳ھ) ^۱

فقہ، اصولی اور مفسر تھے۔ شیخ عز الدین بن عبدالسلام، ابن حاجب اور قاضی القضاة شمس الدین ابو بکر الادریسی آپ کے ساتھ میں شامل ہیں۔ آپ کے زمانے میں ریاست مالکیہ ان پر ختم ہوتی تھی، متعدد جامع کتب کے مصنف تھے۔ قاضی القضاة تقی الدین بن شکر فرماتے ہیں:

”اجمع الشافعیہ والمالکیہ علی ان افضل اهل القرن السابع بالديار المصريه ثلاثه :
القرافي بمصر القديمه وابن المنير بالاسكندريه وابن دقيق العيد بالقاهره وكلهم مالكيه
الا ابن دقيق العيد فانه جمع بين المذهبين“.

(شافعیہ اور مالکیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دیار مصر میں ساتویں صدی ہجری کے اشخاص میں سے تین کو فضیلت حاصل ہوئی ہے: قرانی کو مصر قدیمہ میں، ابن المنیر کو اسکندریہ میں اور ابن دقیق العید کو قاہرہ میں۔ سوائے ابن دقیق العید کے سب مالکی ہیں اور بلاشبہ وہ (ابن دقیق) جامع ائمہ صہبن تھے)

صفدی نے لکھا:

”وكان مالکيا اماماً في اصول الفقه وصنف في اصول الفقه الكتب المفيدة
والفادواستفاد منه الفقهاء“ ^۲

(وہ اصول فقہ میں مالکی امام تھے..... اور انہوں نے اصول فقہ میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں جن سے
فقہاء نے افادہ و استفادہ کیا)

اس کے بعد صفدی نے ان کی کتابوں کی تفصیلات بیان کیں۔

مؤلفات اصولیہ:

- ۱- تنقیح الفصول فی اختصار المحصول ۲- شرح تنقیح الفصول
- ۳- شرح المحصول للرازی ۴- العقد المنظوم فی الخصوص والعموم
- ۵- العموم ورفعه ۶- التعليقات علی المنتخب ۷- انوار البروق فی انواء الفروق

امام قرانی کی اصول فقہ میں کتب کا تعارف اور تحقیقی تجزیہ:

۱- تنقیح الفصول فی اختصار المحصول:

دراصل ”تنقیح الفصول“ ان کی کتاب ”الذخیرہ فی الفقه“ کا مقدمہ ہے۔ جس میں انہوں نے امام رازی کی المحصول کا اختصار کیا ہے اور قاضی عبدالوہاب مالکی کی کتاب الافادہ کے مسائل سے اضافہ بھی شامل کیا ہے اور اس کو سؤنصلوں اور میں ابواب میں مرتب کیا۔

۱ ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن ادیس بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن یلین الصنحاجی مصری (۱۲۸۵-۱۲۸۵ء)۔ قرانی سے معرّف تھے، مصر میں وفات پائی۔ ج الوانیا بالونات ۶/۲۳۳-۲۳۴ (۲۵۰۸)

۲۔ شرح تنقیح الفصول :

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ اول الذکر کتاب کی شرح ہے۔ یہ کتاب مطبعہ الخیر یہ قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں ۳۰۸ صفحات میں چھپ چکی ہے اس کے حاشیہ پر شرح اعلیٰ علی الورقات ہے اس پر العبادی کا حاشیہ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳۹۳ھ میں ۳۶۲ صفحات میں طہ عبدالرؤف سعد کی تبویب تہسیق و تحقیق کے ساتھ شکرہ طبعات المفیدہ المستدہ العباسیہ سے بھی طبع ہو چکی ہے۔^۱

کتاب ”تنقیح الفصول“ کی دیگر شروح :

- ۱۔ ابو العباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی الراشبی متوفی ۷۲۳ھ نے شرح تالیف کی۔^۲
 - ۲۔ ابو العباس احمد بن عبدالرحمن بن موسیٰ الیزیطی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ/۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ) معروف بہ اخلو لو القیر وانی نے اس کی شرح لکھی۔^۳
 - ۳۔ حسن بن علی الراجرجی الشوشاوی (متوفی نویں صدی ہجری) نے شرح لکھی۔^۴
 - ۴۔ داؤد بن علی بن محمد القفناوی متوفی ۹۰۲ھ۔^۵
- تنقیح الفصول پر تنقیدات احمد بن عبدالرحمن التادلی الفاسی متوفی ۷۴۱ھ نے ”کتاب تنقیدات مفیدة علی تنقیح القرانی“ تالیف کی۔^۶
- تنقیح الفصول کا اختصار ابن فرعون مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے اس کا اختصار لکھا اور اس کا نام ”اقلید الاصول“ رکھا۔^۷

۳۔ ”شرح المحصول“ للفيخر الرازي :

امام قرانی نے امام رازی کی الحصول کی شرح لکھی جس کا نام ”نفاست الاصول فی شرح المحصول“ رکھا۔ قرانی نے اس شرح کی امتیازی خصوصیات کو اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے جس کے مطابق انہوں نے اس تصنیف میں متقدمین و متاخرین میں سے اہل سنت، معتزلہ اور ارباب مذاہب اربعہ کی تقریباً تیس مصنفات اصولیہ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے آپ کو ”المحصول“ کے مشکل کو بیان کرنے اور اس کے ٹھہل کی تنقید کرنے اور اس کی فہرست مسائل میں کمی کو ضبط تحریر میں لانے اور اس کے متن پر وارد سوالات کے جوابات دینے میں ملزم رکھا۔ محقق محصول طہ جابر فیاض علوانی نے ان کے اس مقدمہ کے ان مشتملات پر ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال کیا :

۱۔ کشف الظنون ۱/۲۹۹ ج ۲ ہدیۃ العارفین ۵/۱۸۰۳، اللغ الأسمین ۲/۱۲۳-۱۲۵، معجم الاصولین ۱/۱۶۳-۱۶۵ (۱۶۳)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۶، کشف الظنون ۱/۳۹۹، معجم الاصولین ۱/۲۷۰، اللغ الأسمین ۳/۳۳، العود الملامح ۱/۲۶۰، شجرة النور الزكية۔ ص ۲۵۹، شرح الایضاح ۱/۵۲، ایضاح الملامح کا تحقیقی مقدمہ عبدالکریم بن علی۔ ص ۳۸۔

۳۔ معجم الاصولین ۲/۲۷ (۲۷۹) ۴۔ معجم الاصولین ۱/۱۰۱ (۳۳۹)، بحوالہ العود الملامح ۳/۲۱۵-۲۱۶، نيل الابحاث ۱۱۷۔

۵۔ اللغ الأسمین ۲/۱۳۶، معجم الاصولین ۱/۱۳۰ (۹۹) ۶۔ اللغ الأسمین ۲/۲۱۱، معجم الاصولین ۱/۳۷-۳۸ (۱۷)

”والحق : أن في هذا الشرح كثيراً من الفوائد الاصولية العامة ، ولكنه كثيراً ما يفوته مراد الامام وقصده فيكثر من ايراد ما لا يرد عليه ، ويحمل كلامه على غير محمله وهو شرح كبير يقع في ثلاث مجلدات كبار تبلغ ما يقارب (۱۸۰۰) صفحة وله نسخة خطية في دار الكتب المصرية تحت رقم (۴۷۲)“۔^۱

(اور یہ بات بالکل درست ہے کہ بلاشبہ اس شرح میں بہت سے عام فوائد اصولیہ ہیں مگر بہت سے مقامات میں شارح امام کے مقصد و مراد سے ہٹ جاتے ہیں اور بہت سے ایسے اعتراضات لے آتے ہیں جو ان پر سرے سے وارد ہی نہیں ہوتے۔ اور اسی طرح وہ امام کے کلام کو اس پر محمول کر دیتے ہیں جس کا انہوں نے ارادہ نہیں کیا ہوتا.....
یہ ایک بڑی شرح ہے جو تین بڑی مجلدات میں ہے جس کے صفحات ۱۸۰۰ کے قریب ہیں اور دارالکتب المصریہ میں ۴۷۲ نمبر کے تحت اس کا ایک خطی نسخہ موجود ہے)

آغاز یوں ہوتا ہے : الحمد لله الذي تفرّد في علم الوهية بكمال المجدو العلاء . الخ
تیسری جلد کے اختتامی کلمات یہ ہیں :

”بحمد الله وتوفيقه كمل الجزء الثالث ، وهو نفائس الاصول في شرح المحصول“.

”نفائس الاصول المحصول“ کی طرح اس کے مختصرات، ضیاء الدین کی ”المنتخب“، تاج الارموی کی ”الحاصل“، سراج الارموی کی ”التحصیل“ اور البتیری کی ”التنقيح“ کی بھی شرح ہے اسی طرح مصنف نے اس کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ جامعہ امام ریاض کے تین طلبہ نے اس پر تحقیق کی، ان میں سے عبدالکریم اسماعیل نے اس کے پہلے جزء پر تحقیق مکمل کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔^۲

۳۔ العقد المنظوم في الخصوص والعوم :

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کے مقدمہ میں سے تلخیص کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کہا :

”لم اجد في كتب الاصول وغيرها من صيغ العموم الا نحو عشرين صيغة ، ومقتضى ذلك ان يكون اكثر ، ووجدت مسمى العموم في اللغة خفياً جداً ، ووجدتهم يعدون المخصصات اربعة ووجدتها نحو العشرة ووجدتهم يسوون حمل المطلق على المقيد وغير ذلك مجمعة وينت فيه ماهو الحق ورتبه على خمسة وعشرين باباً“۔^۳
(میں نے کتب اصول وغیرہ میں عموم کے تقریباً بیس صیغے پائے اور اس کا تقاضا ہے کہ یہ اس سے زیادہ ہوں اور میں نے لغت میں عموم کا سبھی بہت خفیف پایا۔ اور میں نے ان لوگوں کو چار خصوصیات شمار کرتے ہوئے پایا اور میں نے اس کو تقریباً اسی پایا۔ اور وہ لوگ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کو برابر سمجھتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر باتیں ہیں اور میں نے اس میں بیان کیا جو کچھ حق تھا اور میں نے اس کو پچیس ابواب پر مرتب کیا)

اس کتاب پر احمد سراجی نے عبد اللہ نے تحقیق کی اور جامعہ ام القری سے ۱۴۰۲ھ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔^۴

۱۔ المحصول پر محقق طہ جابر فیاض علوانی کا تحقیقی مقدمہ۔ ص ۶۰ ج مجمع الاصولین ۱/۹۲ (۶۰)
ج کشف الظنون ۲/۱۱۵۳ ج مجمع الاصولین ۱/۹۲ (۶۰)

۵۔ العموم و رفعہ :

صاحب الدیاج نے قرآنی کی کتب میں ایک کتاب ”العموم و رفعہ“ کا بھی ذکر کیا ہے، شاید اس سے ”العقد المنظوم“ ہی مراد ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی علیحدہ کتاب ہو۔ اگر اس کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو یہ ان کی اصول پر پانچویں کتاب ہے۔

۶۔ والتعلیقات علی المنتخب لفخر الدین رازی :

۷۔ انوار البروق فی انواء الفروق :

حمد و صلاۃ کے بعد امام قرآنی الفروق میں فرماتے ہیں :

” (اما بعد) فان الشریعة المعظمة المحمدیة زاد الله تعالى منارها شرفا و علوا اشتملت علی اصول و فروع و اصولها قسمان احدها المسمى باصول الفقه و هو فی غالب امره لیس فیہ الاقواعد الاحکام الناشئة عن الالفاظ العربیة خاصة و ما یعرض لتلك الالفاظ من النسخ و الترجیح و نحو الامر للوجوب و النهی للتحريم و الصیفة الخاصة للعموم و نحو ذلك و ما خرج عن هذا النمط الا کون القیاس حجة و خیر الواحد و صفات المجتهدین و القسم الثانی قواعد کلیة فقهیة جلیلة کثیرة العدد عظیمة المدد مشتملة علی اسرار الشرع و حکمه لكل قاعدة من الفروع فی الشریعة مالا یحصی و لم یدکر منها شئی فی اصول الفقه.....“

(اما بعد : بلاشبہ شریعت محمدیہ موقرہ ، اللہ اس کے شرف ، بلندی اور عظمت میں اضافہ فرمائے۔ وہ اصول و فروع پر مشتمل ہے اس کے اصول دو قسموں پر ہیں ، پہلی قسم کا نام اصول فقہ ہے جو بہت زیادہ ہیں اور لغت عربیہ کے الفاظ کے ساتھ ان کا تعلق ہے کیونکہ قواعد الاحکام الفاظ عربیہ سے خارج نہیں ہو سکتے اور ان میں الفاظ کا نسخ ، ترجیح اور الامر للوجوب اور الیہی للتحريم اور عموم کے لئے خاص صیغہ ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ ہاں البتہ قیاس کا جوت ہونا نیز واحد اور مجتہدین کی صفات کا تعلق اس قسم سے نہیں ہوتا۔ اور اصول کی دوسری قسم قواعد کلیہ فقہیہ پر ہے جو تعداد اور مسامتت میں زیادہ ہیں شریعت کے اسرار پر مشتمل ہیں۔ شریعت میں فروع کے ہر قاعدے کا الگ حکم ہے جن کا شمار ممکن نہیں اور اس دوسری قسم میں سے کچھ بھی اصول فقہ میں بیان نہیں کیا جاتا)

کتاب ”الفروق“ میں قواعد فقہیہ کی تعداد :

امام قرآنی فرماتے ہیں :

” وسمیة لذلك انوار البروق فی انواء الفروق..... وجمعت فیہ من القواعد خمسامة وثمانیة واربعمین قاعدة اوضحت کل قاعدة بما یناسبها فی الفروع.“

(اور اس لئے میں نے اس کتاب کا نام انوار البروق فی انواع الفروق رکھا..... اور میں نے اس میں قواعد میں سے پانچ سواڑتالیس قاعدے جمع کئے۔ میں نے فروغ کے ہر قاعدے کی اس کی شایان شان وضاحت کی) مظہر بقائے صاحب کشف المظنون کی اتباع میں ان قواعد فقہیہ کی تعداد پانچ سو چالیس بتائی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں :

”وله کتاب“ انوار البروق فی انواع الفروق، جمع فیہ خمسماہ واربعون قاعدة من القواعد الفقہیة وهو من اجمل الكتب فی موضوعه“.

(اور انوار البروق فی انواع البروق فی انواع الفروق ان کی کتاب ہے اس میں قواعد فقہیہ میں سے پانچ سو چالیس قاعدے جمع کئے گئے ہیں اور وہ اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے)

ہو سکتا ہے کہ کتاب کی غلطی سے قواعد فقہیہ کی تعداد میں فرق ہو گیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو اور اللہ اعلم۔^۱

کتاب ”الفروق“ پر حواشی :

۱- سراج الدین ابوالقاسم بن عبداللہ الانصاری معروف بہ ابن الشاط نے ”ادرار الشروق علی انواع الفروق“ کے نام سے حاشیہ لکھا۔

۲- شیخ محمد علی ابن المرحوم شیخ حسین مفتی المالکیہ نے ”تہذیب الفروق والقواعد السنیة فی الاسرار الفقہیة“ کے نام سے حاشیہ لکھا۔

کتاب ”الفروق“ اپنے دونوں مذکورہ بالا حواشی کے ساتھ تین مجلدات اور چھ اجزاء میں بیروت، دار المعرفۃ سے چھپ چکی ہے۔

کتاب ”الفروق“ کا اختصار :

ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد ابجتوری متوفی ۷۰۷ھ نے ”مختصر فروع القراہی“ تالیف کیا۔ البقوری امام قرآنی کے شاگرد تھے۔

الدیبان میں یہ عبارت مذکور ہے :

”وله کلام علی کتاب شہاب الدین القراہی فی الاصول“۔^۲

(اور اصول میں شہاب الدین قرآنی کی کتاب پر انہوں نے تبصرہ کیا ہے)

الغرض امام قرآنی نے اصول فقہ میں عظیم خدمات انجام دیں اور بے شمار مؤرخین نے ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔^۳

۱- بحکم الاصلیین ۱/۹۳ (۶۰)، کشف المظنون مگر نام انوار البروق فی انواع الفروق ہے ۱/۱۸۶۔

۲- اللعالمین ۲/۱۰۵، الدیبان، ص ۳۱۰ ۳- کشف المظنون ۲/۱۱۵۳، الدیبان ۱۲۸-۱۲۹، ہدیۃ العارفین ۵/۹۹، اللعالمین

۸۶/۲، بحکم الاصلیین ۱/۹۲ (۶۰)، بحوالہ طبقات السبکی ۱۲۳، روایات الجہات ۱/۳۳۱، ۳۳۲۔

(ہماری یہ کتاب (جس کا نام) ”منہاج الوصول الی علم الاصول“، فردخ اور اصول میں متوسط جبکہ شروع، اور منقول کے بیان میں جامع ہے)

علامہ اسنوی کی کتاب ”منہاج الوصول“ کے تعارفی کلمات یہ ہیں :

”اعلم ان المصنف اخذ كتابه من الحاصل للفاضل تاج الدين الارموي والحاصل اخذه مصنفه من المحصول للامام الفخر الدين والمحصل استمداده من كتابين لا يکاد يخرج عنهما غالبا احدهما المستصفي لحجة الاسلام الغزالي والثاني المعتمد لابي الحسن البصري حتى رايته ينقل منهما الصفحة او قريبا منها بلفظها وسبه على ما قيل انه كان يحفظهما“^۱

(جان لو کہ بلاشبہ مصنف نے اپنی اس کتاب کو الارموی کی الحاصل سے اخذ کیا ہے اور الحاصل کو اس کے مصنف نے (امام) فخر (الدین رازی) کی کتاب ”المحصل“ سے اخذ کیا اور المحصول دو کتابوں سے مستمد ہے۔ امام رازی زیادہ تر دو کتابوں پر تکیہ کرتے ہیں، وہ جن دو کتابوں سے باہر نہیں نکلتے ان میں سے ایک (امام) غزالی کی المستصفي اور دوسری (امام) ابوالحسن بصری کی المستعد ہے۔ میں نے یہاں تک دیکھا کہ ان دونوں کتابوں سے صفحہ یا قریب صفحہ لفظ بلفظ منقول ہوتا ہے اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ امام رازی کو دونوں کتابیں حفظ تھیں) علماء اور بالخصوص شوافع علماء جن کتب کی شرح، اختصارات، ان کی احادیث کی تخریج، ان کی لغات کے بیان اور نظم وغیرہ کی طرف متغنت رہے۔ ان میں سے ایک کتاب ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ ہے۔

کتاب ”منہاج الوصول“ پر لکھی جانے والی شرح : تاریخ وفات کی ذمہ ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ شرح منہاج الوصول : قاضی بیضاوی نے خود اپنی کتاب کی شرح لکھی۔ شہاب الدین الخفاجی نے اپنی تفسیر کے حاشیہ پر ان کے حالات میں اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کیا۔
- ۲۔ معراج الوصول فی شرح منہاج الاصول : شیخ مجد الدین محمد ابی بکر الکی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ) نے یہ شرح لکھی۔ یہ ایک مختصر شرح ہے، ابتدائی الفاظ یہ ہیں: ”سبحانک اللہم یا واجب الوجود“^۲
- ۳۔ تقی الدین سبکی کے شیخ عس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ بن محمود جزری شافعی (متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۶ھ) نے بھی شرح لکھی تھی^۳۔ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ قاضی بیضاوی نے خود کوئی شرح لکھی تھی تو اس صورت میں آخری الذکر دونوں کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو منہاج کی پہلی شرح ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

۱۔ نہایہ السؤل، جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ/۱۰/۱۱۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۳ء

۲۔ کشف المظنون/۲/۱۸۸۰، کتب خانہ امسریہ، لہرست، الکتب العربیہ/۲/۲۶۵، مہر منظر بعد العثمانیہ ۱۳۰۵ھ

۳۔ ۴۰۶، العارفین/۶/۱۳۲، الحج الثمین/۲/۱۱۷

- ۴۔ ظہیر الدین عبدالصمد بن محمود الفاروقی (متوفی ۷۰۷ھ) نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ماہر جب کے واسطے میں ۷۰۳ھ میں فارغ ہوئے۔^۱
- ۵۔ غیاث الدین محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن علی البغدادی الواسطی شافعی متوفی ۷۱۸ھ یا ۷۹۷ھ، معروف بابن العاقول نے شرح تالیف کی۔^۲
- ۶۔ محمد بن اسعد التستری شافعی ہمدانی (متوفی ۷۳۲ھ) نے شرح لکھی۔^۳
- ۷۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول، امام جمال الدین ابی محمد عبدالرحیم الاسنوی شافعی متوفی ۷۴۲ھ نے مذکورہ نام سے متوسط الحجم شرح لکھی۔ اعتراضات کی کثرت ہے مگر سہل العارۃ کتاب ہے۔ اس کی تالیف کا آغاز ۷۴۰ھ میں کیا اور ۷۴۱ھ میں فراغت پائی، یہ کتاب چھپ چکی ہے۔^۴

اسنوی کی شرح پر حواشی :

- (۱) امام محمد بن ابی بکر بن عبدالعزیز بن جماعة متوفی ۸۱۹ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔^۵
- (۲) شیخ الاسلام سراج البلقینی کے پوتے ابی سعادت محمد بن محمد بن عبدالرحمن البلقینی متوفی ۸۸۹ھ نے حاشیہ لکھا۔^۶
- (۳) شیخ محمد نجیب المصطفیٰ حنفی مولود ۱۲۷۱ء نے سلم الوصول الی نہایۃ السؤل کے نام سے حاشیہ لکھا۔^۷
- اسنوی کی شرح پر تعلیقہ : شمس الدین محمد ابن العماد متوفی ۸۶۷ھ نے اس پر تعلقہ لکھا جس میں اپنے والد شہاب ابن العماد سے کافی نقل کی۔^۸
- ۸۔ سید برہان الدین عبید اللہ بن محمد الفرغانی البصری متوفی ۷۴۲ھ نے شرح لکھی۔ یہ منہاج کی احسن و النفع شرح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :
- ”الحمد لله الذی اعلى معالم الاسلام و بین لطرق المعاش و المعاد قوانین الشرع و الاحکام“۔^۹
- العبری کی شرح پر حاشیہ : قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعة متوفی ۸۱۹ھ نے ان کی اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔^{۱۰}
- ۹۔ قاضی عبداللہ بن محمد العینی البصری حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے شرح لکھی۔

۱۔ الاضاح المکتون ۵۸۹/۳، ہدیۃ العارفین ۵۷۴/۵، مجموع الاصولین ۲/۲۰۶ (۲۳۰)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۲۳/۶، اس میں تاریخ وفات ۷۱۸ھ مذکور ہے جبکہ ۷۱۵/۶ میں ۷۹۷ھ مذکور ہے۔

۳۔ اربع المئین ۱۳۷/۲، کشف الظنون ۱۸۷۹/۲، حاجی خلیفہ نے جمال الدین زین العابدین کی تاریخ وفات ۷۷۲ھ بتائی ہے۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۶، تعاریف مقدمہ علی نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی الثانی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعہ نشر الکتب العربیہ۔ ص۔ ۱۔ ن، ج، قاہرہ، علم الکتب ۱۳۳۳ھ

۵۔ حوالہ سابق ۵، حوالہ سابق ۹، ہدیۃ العارفین ۲۳۹/۵، اربع المئین ۱۳۹/۲، کشف الظنون ۱۸۸۰/۲

۱۰۔ السراج الوہاج، مذکورہ نام سے امام فخر الدین ابوالکارم احمد بن حسن بن یوسف تبریزی الجبار بردی شافعی متوفی ۷۳۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: "الحمد لله الذي خلق السموات والارض....."۔^۱

السراج الوہاج پر حاشیہ: محمد بن ابی بکر ابن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے السراج الوہاج پر حاشیہ تحریر کیا۔^۲

۱۱۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الاصول: اس نام سے نور الدین فرج بن محمد (بن ابی الفرج) الاردبیلی نے شرح لکھی۔ یہ شارح، امام فخر الدین الجبار بردی کے شاگرد ہیں جنہوں نے السراج الوہاج نامی شرح مذکورہ لکھی تھی۔^۳

۱۲۔ شمس الدین ابی الشفاء محمود بن عبدالرحمن بن احمد الاصفہانی شافعی متوفی ۷۳۹ھ نے شرح لکھی۔^۴

۱۳۔ الابہاج، اس نام سے شیخ امام تقی الدین علی بن عبدالکافی بن تمام سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد لله الذي أسس بنیان دینہ علی اثبت قواعد۔"

واضح رہے کہ شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول "المسألة الرابعة وجوب الشئ مالا يتم آلابه و كان مقدوراً" تک کی شرح لکھ سکے تھے پھر ان کے بعد سے شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع، تاج الدین ابولہر عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۷ھ نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ ایک جلیل القدر شرح ہے جو دو جلدوں میں مصر سے چھپ چکی ہے۔^۵

۱۴۔ (الف) عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاموی شافعی متوفی ۷۶۷ھ نے شرح تالیف کی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔^۶

۱۴۔ (ب) فاضل المرآغی نے شرح لکھی اور اس شرح سے سید العسبری نے اپنی شرح میں بہت سے مقامات میں اس سے نقل کیا ہے۔ شاید المرآغی سے مراد ہارون بن عبد الوالی بن عبدالسلام المرآغی متوفی ۷۶۳ھ ہیں جو مختصر ابن حاجب کے بھی شارح ہیں۔

۱۵۔ (الف) کافہ المحتاج، سراج الدین عمر بن علی متوفی ۸۰۳ھ نے شرح لکھی۔ شارح ابن الملقن شافعی سے مشہور ہیں یہ ایک متوسط الحجم شرح ہے۔^۷

۱۵۔ (ب) صدر الدین سلیمان بن عبدالناصر الاشطی شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔^۸

۱۔ کشف الظنون ۱/۲، ۱۸۷، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۰۸، اللغ الأئین ۲/۱۵۲، عم الاصولین ۱/۱۰۸، ۱۰۹، ۱۰۸ (۷۳)

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲، ۳ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۰۹، اللغ الأئین ۲/۱۵۸، ۵ ہدیۃ العارفین ۶/۳۰۹، اللغ الأئین ۲/۱۶۸، ۱۸۲

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، اللغ الأئین ۲/۱۵۸، ۶ ہدیۃ العارفین ۵/۹۱، یہ کتاب مفتی معریض محمد نعیمت کے کتبہ میں موجود ہے۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۲

- ۱۶۔ شیخ یوسف بن حسن شیرازی تبریزی شافعی متون ۸۲۳ھ نے شرح لکھی۔
- ۱۷۔ شیخ امام شہاب الدین احمد بن عبداللہ الغزی شافعی متون ۸۲۲ھ نے شرح لکھی۔
- ۱۸۔ الف) التحریر لما فی کتاب المنہاج من المعقول والمنقول: اس نام سے امام ولی الدین ابی زرعہ احمد بن عبدالرحیم بن حسین عراقی متون ۸۲۶ھ نے شرح لکھی۔
- ۱۸۔ ب) ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف دمشقی متون ۸۳۳ھ نے شرح لکھی۔
- ۱۹۔ علامہ محمد بن عبدالقادر اسحاقی مقری معروف بہ ابن اسکا کینی متون ۸۳۸ھ اور نجم الدین محمد بن عبدالقادر الواسطی شافعی متون ۸۳۸ھ نے شرح لکھی۔
- ۲۰۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الاصول: اس نام سے شہاب الدین احمد بن حسین بن علی بن یوسف الرلی معروف بہ ابن ارسلان شافعی متون ۸۳۲ھ نے دو جلدوں میں ایک مطول شرح لکھی۔
- ۲۱۔ توضیح المبہم والمجهول فی شرح منہاج الاصول: اس نام سے سراج الدین ابو حفص عمر بن موسیٰ بن حسن ابن محمد القرشی الحنوفی شافعی متون ۸۶۱ھ نے شرح لکھی۔
- ۲۲۔ الابہاج فی شرح المنہاج: اس نام سے احمد بن اسحاق شیرازی متون ۸۶۳ھ نے شرح لکھی۔ یہ ایک جلد میں متوسط الحجم شرح ہے جسے انہوں نے علامہ عضد الاسلام ابی القاسم مسعود بن محمد الشہید کے لئے تالیف کیا تھا۔
- ۲۳۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر الاشطیلی متون ۸۸۳ھ نے شرح لکھی۔
- ۲۴۔ امام کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمن بن امام الکاملیہ شافعی متون ۸۷۴ھ نے ایک شرح لکھی۔ یہ ایک ضخیم و مطول شرح ہے۔
- ۲۵۔ تیسرے الوصول الی منہاج الاصول: اس نام سے کمال الدین محمد بن محمد متون ۸۷۴ھ (جن کا ذکر ابھی گزرا ہے) نے شرح لکھی، یہ ایک مختصر شرح ہے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، مجمع الأصولین ۱/۱۵۶، ۱۵۷ (۱۰۸)

۲۔ دارالکتب الازہریہ میں موجود ہے جس کا نمبر (۸۶۵) ۱۲۲۳۳۱ اصول فقہ ہے۔ ۳۔ ہدیۃ العارفين ۶/۱۸۷

۴۔ تعارفی مقدمہ علمی نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متون ۷۷۷ھ، مجلس ادارہ جمیۃ نشر الکتب العربیہ می۔ بیروت، قاہرہ عالم الکتب ۱۳۳۳ھ

۵۔ ایضاً المسکون ۳/۵۸۹، ہدیۃ العارفين ۶/۱۸۹

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۹، ہدیۃ العارفين ۶/۱۲۶، طبقات الشافعیۃ الاسدی ۷/۵۸۹

۷۔ حوالہ سابق، ہدیۃ العارفين ۵/۱۳۲

۸۔ ہدیۃ العارفين ۶/۲۰۶، اللغ اللبیین ۳/۳۳

۹۔ مجمع الأصولین ۱/۹۸، ۹۷ (۶۵)

۱۰۔ اللغ اللبیین ۳/۳۳

- ۲۶۔ سید عبداللہ بن محمد بن محمد متوفی ۸۹۳ھ نے شرح لکھی۔ شارح، سید حامد الامینی شافعی سے مشہور ہیں۔^۱
- ۲۷۔ علامہ تاج الدین ابوالفضل عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ بن احمد الطرابلسی شافعی متوفی ۸۹۵ھ معروف بہ ابن زہرہ نے بھجۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔^۲
- ۲۸۔ شیخ رکن الدین محمد بن احمد بن محمد الاردبیلی شافعی متوفی ۸۹۵ھ نے نہلیۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔ یہ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔^۳
- ۲۹۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالعالی محمد بن ناصر الدین بن ابی بکر بن ابی شریف المقدسی شافعی متوفی ۹۰۵ھ نے قطعہ علی شرح المنہاج تالیف کیا۔^۴
- ۳۰۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن ناصر الحلی الیافعی شافعی نے مدارک الاصول کے نام سے شرح لکھی، وہ اس کی تالیف سے ۹۱۶ھ میں فارغ ہوئے تھے۔^۵
- ۳۱۔ ابوالحسن شمس الدین علی بن جلال الدین محمد بن عبدالرحمن ابن احمد بن محمد البکری الصدیقی المصری متوفی ۹۵۲ھ نے ”المطلب فی شرح المنہاج“ اور ”المغنی شرح اخر علی المنہاج“ تالیف کی۔^۶
- ۳۲۔ شمس الدین محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی الانصاری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ نے نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج تالیف کی یہ شافعی الصغیر کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔^۷
- ۳۳۔ محمد بن انقیب البیرونی متوفی ۱۰۶۳ء نے ”فتح التجلی علی المنہاج والمحلّی“ تالیف کی۔ ایضاً المکنون کے مطابق ”وہو حاشیۃ علی شرح المحلّی للمنہاج“ (وہ شرح المحلّی للمنہاج پر حاشیہ ہے)۔^۸
- ۳۴۔ ابوالفضیاء نور الدین علی بن علی الشبر املسی المصری شافعی متوفی ۱۰۸۷ھ نے ”شرح منہاج الاصول لشمس الدین الرملی“ اور ”حاشیۃ علی نہایۃ السؤل“ تالیف کیا۔^۹
- ۳۵۔ ”سراج العقول الی منہاج الاصول“ کے نام سے امام محمد طاہر القزوینی نے شرح تالیف کی۔^{۱۰}
- ۳۶۔ شیخ عبدالنسی الاردبیلی نے شرح لکھی۔^{۱۱}
- ۳۷۔ امام شمس الدین عبدالرحمن بن عطاء اللہ نے شرح لکھی۔ شارح، شیخ الاردبیلی سے مشہور ہیں۔

اولہ : ” الحمد لله الذی اضاء الماہیات بضوء الوجود“۔^{۱۲}

۱ تعارفی مقدمہ علی نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۷ھ، مجلس ادارہ جمعیت نضراکتب العربیہ سری۔ نئے قاہرہ عالم الکتب ۱۳۳۳ھ ۲ ایضاً المکنون ۲۰۰۳/۳۔ ۶۹۳/۳۔ ۳ ایضاً المکنون ۱۹۹۳/۳۔ ۲۰۲/۳ ۳ حدیۃ العارفین ۲۲۲/۶ ۴ ایضاً المکنون ۲۰۰۳/۳۔ ۲۵۳/۳۔ حدیۃ العارفین ۱۲۱/۵ ۵ الحدیث المبین ۸۳/۳ ۶ ایضاً المکنون ۱۶۰/۳ ۷ حدیۃ العارفین ۷۳۳/۵ ۸ کشف الظنون ۱۸۸۰/۳ ۹ کشف الظنون ۱۸۸۰/۳ ۱۰ کشف الظنون ۱۸۸۰/۳ ۱۱ کشف الظنون ۱۸۸۰/۳ ۱۲ حوالہ سابق

۳۸۔ ایضاً الاسراء، اس نام سے امام زین الدین السنجی نے شرح لکھی اس کتاب سے شارح سید امیری نے اپنی شرح میں کثرت سے نقل کیا ہے۔ اولہ: "اسبحک بکمال جلالک"۔

اس شرح پر ابو زرعدہ کے اعتراضات:

ابو زرعدہ احمد بن عبدالرحیم العرّاقی متوفی ۸۲۶ھ نے اس شرح پر "النحویر لمافی منہاج الاصول" کے نام سے کتاب لکھی جس میں اس پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔

۳۹۔ "منہاج العقول" محمد بن حسن المبدّی حنفی کی شرح ہے۔^۱

نوٹ: حاجی خلیفہ نے شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ کی شرح کو بھی منہاج کی شرح میں شمار کیا ہے۔^۲ اور مظہر بقانے بھی اس کے مکتبہ الاحمدیہ عکا (۲۰) نمبر کے تحت اس کے نسخہ کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ مگر رجال کی کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے قاضی بیضاوی کی کتب میں سے سوائے "طوالع" کے کسی کتاب کی شرح نہیں لکھی تھی۔ (واللہ اعلم)

کتاب "المنہاج" کا اختصار: علاء الدین علی بن اسحاق بن یوسف القونوی متوفی ۷۲۹ھ نے "مختصر المنہاج" تالیف کیا۔^۳

کتاب "المنہاج" کے حل میں خاص شہرت پانے والے اصولی: احمد بن صالح بن احمد بن خطاب البقّالی متوفی ۷۹۵ھ اصول فقہ میں المنہاج کے حل میں خاص شہرت رکھتے تھے۔^۴

کتاب "المنہاج" پر نکت:

۱۔ ابو العباس شہاب الدین احمد بن لؤث بن عبد اللہ المصری معروف بہ ابن النقیب متوفی ۷۶۹ھ نے "نکت المنہاج" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔^۵

۲۔ عبدالرحیم بن حسین عرّاقی متوفی ۸۰۶ھ نے "النکت علی المنہاج" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۳۔ امام جلال الدین السیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے "النکت اللوامع علی المختصر والمنہاج، وجمع الجوامع" تالیف کی۔^۶

^۱ بحوالہ سابق ۲ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲، مجم الاصولین ۱۰۹/۱ (۳۳۵) حدیۃ العارفین ۱/۱۸۲

^۲ حدیۃ العارفین ۵/۱۷۷ ۳ مجم الاصولین ۱۳۱/۱ (۱۹۳)

^۵ کشف الظنون ۳۹۱-۳۹۸، شذرات الذہب ۶/۲۱۳، طبقات ابن قاضی شہید ۳/۸۰۶ (۶۲۳) مجم الاصولین ۱۸۹/۱ (۱۳۷)

^۶ کشف الظنون ۲/۱۹۷

کتاب ”المنہاج“ پر احادیث کی تخریج: مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج میں احادیث کی تخریج کی ہے:

- ۱۔ المعترف فی تخریج احادیث المنہاج والمختصر، محمد بن عبد بن بہار در کشی شافعی متونی ۹۴ھ۔
 - ۲۔ حافظ عبد الرحیم بن حسین عراقی شافعی متونی ۸۰۶ھ۔
 - ۳۔ امام سراج الدین عمر بن المسلمن (متونی سند)۔
- کتاب ”المنہاج“ نظم:

مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج کو منظوم کیا:

- ۱۔ حافظ عبد الرحیم بن حسین عراقی متونی ۸۰۶ھ نے ”النجم الوہاج“ کے نام سے اس کو ۱۱۳۶ بیات میں منظوم کیا اور آپ کے صاحبزادہ احمد نے ان ابیات کی تشریح کی۔
 - ۲۔ محمد عثمان بن فرمود الزری متونی ۷۶ھ (یا ۷۷ھ)۔
 - ۳۔ علامہ یوسف بن داؤد العینی شافعی متونی ۸۹۸ھ۔
 - ۴۔ ابن رجب شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد الرحمن الطوفانی شافعی (مولود ۸۴۷ھ۔ متونی سند)۔
 - ۵۔ شہاب الدین احمد بن یوسف ابن عبد اللہ الکردی الکردانی شافعی متونی ۸۱۰ھ۔
- کتاب ”المنہاج“ پر اضافہ کرنے والے علماء:

- ۱۔ امام علامہ جمال الدین عبد الرحیم اسنوی شافعی متونی ۷۷۲ھ نے اس پر زوائد لکھے۔
 - ۲۔ امام برہان الدین ابراہیم الابناسی شافعی نے بھی اس پر اضافہ کیا۔
- ابن النفیس شافعی (متونی ۶۸۷ھ)

حدیث، اصول، لغت، منطق و طب میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے، حافظہ بہت اچھا تھا۔ اصول کی کتب کی طرف مراجعت کے بغیر اپنے حفظ سے تصانیف الملاء کرایا کرتے۔

- ۱۔ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متونی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعہ نشر الکتب العربیہ۔ ص ۱۔ بیج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۳۳ھ
- ۲۔ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲
- ۳۔ کشف الظنون ۱۸۷۹/۲
- ۴۔ حدیث العارفین ۵۶۲/۵، معجم الاصولین ۱۹۵/۲ (۳۳۰)
- ۵۔ حدیث العارفین ۱۱۶۹/۶ اس میں تاریخ وفات ۷۷۹ھ مذکور ہے۔
- ۶۔ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متونی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعہ نشر الکتب العربیہ۔ ص ۱۔ بیج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۳۳ھ
- ۷۔ بحوالہ سابق
- ۸۔ ایضاً الکتون ۵۹۰/۴، حدیث العارفین ۱۱۹/۵
- ۹۔ بقیۃ الوعاة فی طبقات اللغویین والخواص، جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متونی ۹۱۱ھ، ۹۲/۲، ۹۳-۱۵۱۸) تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم دار الفکر طبع ۱۳۹۹ھ۔ ص ۱۹۷
- ۱۰۔ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متونی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعہ نشر الکتب العربیہ۔ ص ۱۔ بیج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۳۳ھ
- ۱۱۔ علی بن ابوزہرہ قرشی، علماء الدین، ابن النفیس متونی ۱۲۸۸ء دمشق میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔

شمس الدین الاصفہانی (۶۱۶ھ/۶۸۸ھ)

فقہی، اصولی، متکلم، نظار، ادیب شاعر و منطقی تھے۔ ان کے والد اصفہان میں نائب سلطنت کے عہدہ پر فائز تھے۔ والد کی زندگی ہی میں تمام ضروری علوم حاصل کر لئے۔ بغداد جا کر شیخ سراج الدین ہرقلی سے فقہ کی اور شیخ تاج الدین الاراموی (متوفی ۶۵۶ھ) صاحب "الحاصل" سے اصول فقہ اور بلا دروم جا کر شیخ اثیر الدین الابہری سے اصول، جدل، حکمت اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر قاہرہ پہنچ کر علوم فنون کی تکمیل کی اور پھر وہیں مشہد حسینی، مشہد شافعی میں تدریسی خدمات انجام دیں، قوص اور کریمک کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ امام رازی کی کتاب "المحصل" کی شرح لکھی۔
- ۲۔ کتاب القواعد، مراۃ الجنان میں مذکور ہے کہ یہ کتاب چار علوم، اصول فقہ، علوم اصول دین، خلاف اور منطق میں ہے۔

کتاب "المحصل" کی شرح کا تحقیقی تجزیہ :

یہ ایک بڑی اور علم و معرفت سے پُر شرح ہے۔ مؤلف نے اس کی تالیف میں جس قدر معظم کتب اصولیہ کی طرف رجوع ممکن تھا ان سے رجوع کیا۔ اس شرح کے مقدمہ میں درج ہے۔

"اصول المحصول الاربعۃ، و مختصراته و سماہ ب "الكاشف عن المحصول"

اس شرح کی اہم خصوصیات :

- ۱۔ صاحب کتاب، المحصول کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے اصولیین کی کتب سے دقیق عبارات نقل کی ہیں۔
- ۲۔ اس میں بہت سی ایسی عبارات منقول ہیں جو ان کتب اصولیہ سے ماخوذ ہیں جو امتداد زمانہ کی نذر ہو چکی ہیں۔
- ۳۔ سابقین کی مفقودہ کتب کے حوالے اور ان کے اقوال و آراء کی حفاظت پر مبنی ایک علمی سرمایہ کی حامل کتاب ہے۔
- ۴۔ اس شرح میں بہت سی ایسی کتب کے حوالے ملتے ہیں جن کی طرف عموماً رجوع کرنا مشکل ہوتا ہے۔

۱۔ شذرات الذهب ۵/۳۰۲، الفتح المبین ۲/۸۹

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن عمیر الداعی، شمس الدین الاصفہانی (۱۲۱۹ء/۱۲۸۹ء) فارسی (اصفہان) میں ولادت ہوئی اور قاہرہ میں فن کئے گئے۔

مذکورہ بالا خصوصیات کی حامل شرح اس اعتبار سے ناقص رہی کہ شارح اس کی تکمیل سے قبل ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور صرف کتاب الاجماع تک شرح کر سکے۔ یہ تین مجلدات اور ۱۶۵۱ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ہے اس کا ایک تحریری نسخہ دارالکتب مصریہ میں (۴۷۳) نمبر کے تحت موجود ہے۔^۱

ابن مشیم الحلی شیعہ (متوفی ۶۸۹ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب المدخول فی الاصول

۲۔ نزہۃ الناظر فی الجمع بین الاشباہ والنظائر۔^۲

الفرکاح شافعی (۶۲۳ھ-۶۹۰ھ)^۳

فقہ، اصولی، ادیب اور اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے اسی لئے فقہ الثام کا لقب پایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح و رقعات للامام الحرمین فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ کو بریلی میں ۵۱۶ نمبر پر موجود نسخے کے مطابق اس شرح کا نام "الدرکات" ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کی لائبریریوں میں اس کے نسخے موجود ہیں مثلاً مکتبہ ملکیہ برلن میں 4360LBG256 نمبر پر موجود ہے جس کے مطابق اس شرح کے افتتاحی کلمات یہ ہیں : "الحمد لله كما يليق بشانه"۔ اور اس کے آخری کلمات یہ ہیں : "و اذا حكم فاعطاه الله اجر والله اعلم"۔ "نجز الكتاب"۔ کشف الظنون میں اس کے افتتاحی کلمات یہ مذکور ہیں : "الحمد لله كما يليق بكمال وجهه"۔^۴

داؤد بن عبداللہ الجبلی حنبلی (متوفی ۶۹۰ھ تقریباً)

فقہ، اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب "الحاوی فی الاصول" تالیف کی۔^۵

کمال الدین قلیوبی شافعی (۶۲۷ھ-۶۹۱ھ یا ۶۸۹ھ)^۶

فقہ، اصولی، ادیب و متصوف تھے۔ اپنے علاقے کے قاضی رہے، رائے کے نفاذ اور عدالت میں اپنی مثال آپ تھے۔

۱۔ مراۃ البیان و عبرۃ البیتان، ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلمان عقیف الدین البانی السنی الحلی متوفی ۶۸۱ھ/۲۰۸-حیدر

آبادکن مطبعہ دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ۔ شذرات الذہب ۲۰۶/۵-۲۰۷/۵، فتح السنین ۹۰/۲، ہدیۃ العارفین ۱۳۶/۶-۱۳۷/۶

۲۔ نجیۃ الدین یحییٰ بن احمد شمس بن سعید المہدی، ابن عظیم الحلی الغنوی، ایضاح المکنون ۶۲۲/۳، ہدیۃ العارفین ۵۲۵/۶

۳۔ تاج الدین عبدالرحمن بن ابراہیم بن سہار بن ضیاء الملز اری البدری (۱۲۲۶ھ/۱۲۹۱ء)۔ دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون ۲۰۰۶/۲، ہدیۃ العارفین ۵۲۶/۵، فتح السنین ۹۲/۲، بحم الاصولین ۱۷۲/۲ (۲۰۹)

۵۔ شرف الدین احمد داؤد بن عبداللہ بن کوشیار الحلی بغدادی، ہدیۃ العارفین ۳۶۰/۵

۶۔ ابرو الجاس کمال الدین احمد بن عیسیٰ بن رضوان قلیوبی عسقلانی (۱۲۳۰ھ/۱۲۹۱ء)، مصر میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نہج الوصول فی علم الاصول“ تالیف کی۔

امام سبکی نے فرمایا :

”وعدی بخطہ من مصنفاتہ ، نہج الوصول فی علم الاصول مختصر صنفہ فی علم الاصول“.

(میرے پاس ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ان کے مصنفات میں سے ان کا ایک مختصر بنام ”نہج الوصول فی علم

الاصول“ موجود ہے جسے انہوں نے علم الاصول میں تصنیف کیا تھا)

المراغی نے فرمایا :

”من مصنفاتہ نہج الوصول فی علم الاصول و مختصر صنفہ فی اصول الفقہ“.

(ان کی مصنفات میں سے نہج الوصول فی علم الاصول اور اس کے علاوہ ایک مختصر ہے جسے انہوں نے اصول فقہ

میں تصنیف کیا)

امام سبکی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اصول میں صرف ایک ”مختصر“ لکھا تھا، جس کا نام

”نہج الوصول“ تھا۔ مگر المراغی کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی اس فن پر دو کتابیں تھیں ایک کا نام ”مختصر“

اور دوسری کا نام ”نہج الوصول“ تھا۔ حاجی خلیفہ کی بات سے المراغی کے بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کیونکہ

انہوں نے بھی ان کو دو علیحدہ کتب شمار کیا ہے ہاں البتہ تاریخ وفات ۶۸۹ھ ذکر کی ہے۔^۱

جلال الدین الخبازمی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ یا ۶۹۴ھ)

ان کا تعارف تاریخ وفات ۶۷۱ھ میں گذر چکا ہے۔

ابن الساعاتی حنفی (متوفی ۶۹۴ھ)^۲

فقہی، اصولی، حافظ اور اپنے زمانے میں علوم شریعیہ میں ثقہ مانے جاتے تھے، ادیب و کاتب بھی تھے، اصلاً بعلبکی تھے ،

مدیرہ مستنصریہ بغداد میں حنفی مذہب کے لکھانف کی تدریس کرتے۔ شمس الدین محمد اصفہانی متوفی ۶۸۸ھ شارح ”المحصول“

ان کو ابن حاجب مالکی متوفی ۶۳۶ھ صاحب ”مختصر المنتہی السؤل والامل پر نو قیث دیتے۔ فقہ و اصول میں ان کی

تالیفات اس فن میں یرطوبی اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہیں جو حنفی و شافعی اصول کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”ببديع النظام“ تالیف کی، جس کا دوسرا نام ”نہایة الوصول الی علم

الاصول“ ہے۔

کتاب ”ببديع النظام“ کا تحقیقی تجزیہ : ابن الساعاتی نے اپنی اس تالیف ”ببديع النظام“ میں علامہ امادی

شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب ”الاحکام“ اور امام بزدوی حنفی (متوفی ۸۲۲ھ) کی اصول البزدوی کے

^۱ لہدیۃ العارفین ۱۰۰۰/۵، فتح البین ۹۳/۲، بحم الاصولین ۱۳۵/۱

^۲ احمد بن علی بن ثعلب، مظہر الدین، ابن الساعاتی متوفی ۱۲۹۵ء۔ بغداد میں ولادت ہوئی، تاج التراجم فی طبقات اہل حقہ کے مطابق

۶۹۰ھ تک زندہ تھے۔

طریقوں کو یکجا کر دیا۔ انہوں نے ”الاحکام“ کے طریقہ سے قواعد کلیہ کے بیان میں اور اصول بزودی سے جزئی فرعی شواہد میں مدد لی، جس کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب ”بديع النظام“ کے خطبہ میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

”قد منحتك ايها الطالب نهاية الوصول الى علم الاصول هذا الكتاب البديع في معناه، المطابق اسمه لمسماه. لخصته لك من كتاب الاحكام ورضعته بالجواهر النقية من اصول فخر الاسلام. فانهما البحران المحيطان بجوامع الاصول الجامعان لقواعد المعقول والمنقول هذا حاول للقواعد الكلية الاصولية وذلك مشمول بالشواهد الجزئية الفرعية“.

(اے تشنگان علم میں نے تجھے کتاب نہایۃ الوصول فی علم الاصول کا تحذیباً سے۔ یہ کتاب اپنے معنی میں بدیع ہے، اسم باسکی ہے۔ تیرے لئے میں نے اسے ”کتاب الاحکام“ سے ملّوٹس کیا اور اصول فخر الاسلام کے عمدہ جواہر سے اس کو جزا۔ بلاشبہ دونوں جوامع الاصول سے پُرسمندر ہیں، مقول و منقول و قواعد میں جامع ہیں۔ یہ کتاب قواعد کلیہ اصولیہ پر محیط ہے اور ادلہ جزئیہ فرعیہ پر مشتمل ہے)

بدیع النظام پر تحقیقی مقالہ : دکتور سعد عزّی نے کتاب بدیع النظام پر اس کے دوسرے عنوان ”نہایۃ الوصول الی علم الاصول“ سے تحقیقی مقالہ پیش کیا اور جامعہ امام القری سے ۱۳۰۵ھ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ صاحب ہدیۃ العارفین نے ”بديع النظام“ اور ”نہایۃ الوصول“ کو دو الگ الگ کتابیں شمار کیا ہے ان کے کلام سے یہی ظاہر ہے۔ مگر کشف الظنون میں جہاں ”نہایۃ الوصول الی علم الاصول“ کا تذکرہ آیا ہے وہاں جاشیہ مذکور ہے : ”اعلم ان هذا الكتاب يسمى ايضا بديع النظام وهو المشهور بين الانام..... وليس بكتابين بل هو كتاب باسمين“۔ اس سے بھی ان دونوں کے ایک ہونے کی تصریح ہو جاتی ہے اور یہ کہ بدیع النظام کا خطبہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ کتاب ”بديع النظام“ کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”الخبير دابك اللهم يا واجب الوجود الخ“۔

کتاب ”بديع النظام“ (نہایۃ الوصول الی علم الاصول) کے شارحین :

۱۔ مصلح الدین ابوالفتح موسیٰ بن (امیر حاج بن) محمد ائمریزی متوفی ۷۳۶ھ نے ”الرفیع فی شرح البديع“ کے نام سے شرح تالیف کی۔^۱

۲۔ ابو عمر فخر الدین عثمان بن علی بن اسماعیل المصری الطائی الحلبی متوفی ۷۳۹ھ۔^۲

۳۔ شمس الدین محمود بن عبدالرحمن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ۔^۳

۱۔ کشف الظنون ۱/۲، ۱۹۹۱ء ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۰-۱۰۱، الفوائد البہیہ ص ۲۵-۲۸، تاج التراجمی طبقات الخفیه، قائم بن تظلو بغا متوفی ۷۸۷ھ ص ۶ (۱۰)، الخ امین ۲/۹۳-۹۵، بحم الاصولیین ۱/۷۱-۷۲ (۱۳۲)

۲۔ تاج التراجم، قائم بن تظلو بغا متوفی ۷۸۷ھ ص ۷۳ (۲۲۶)، الفوائد البہیہ ص ۲۱۶، الجواہر المعیہ ۲/۱۸۵، الخ امین ۲/۱۳۰۔ الخ امین ۲/۱۳۳ ج کشف الظنون ۱۹۹۱

- ۴۔ ابوالحسن زین الدین علی بن الحسین بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی متوفی ۷۵۵ھ۔^۱
 ۵۔ یحییٰ ابن علی ابن خطیب البتیری متوفی ۷۱۰ھ۔^۲
 ۶۔ سراج الدین عمر الہندی متوفی ۷۱۰ھ۔^۳
 ۷۔ شمس الدین محمد النوشادہ حنفی متوفی ۷۱۰ھ۔^۴

کتاب ”بلدیع النظام“ پر حاشیہ : مولانا زادہ محبت الدین محمد ابن احمد حنفی متوفی ۸۵۹ھ نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۵

احمد بن نعمہ شافعی (۶۲۲ھ/۶۹۳ھ)^۶

فقہ، اصولی اور کئی دوسرے فنون میں ید طولی رکھتے تھے۔ شام میں مذہب شافعیہ کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ عز الدین بن عبدالسلام سے تفقہ حاصل کیا اپنے زمانے کی مشہور تعلیمی درسگاہوں مثلاً غزالیہ میں تدریس کی۔ انجولی کے قائم مقام قاضی کے طور پر خدمات انجام دیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے اور فرماتے تھے :

”انا اذنت لابن تیمیہ بالافتاء“

(میں نے ابن تیمیہ کو افتاء کی اجازت دی ہے)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”البدیع فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔

تحقیقی تجزیہ : انہوں نے اپنی اس کتاب میں علامہ امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) اور امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) کے طریقوں کو جمع کیا۔ علامہ امدی اور امام رازی دونوں متاخرین متکلمین میں سے ہیں۔ ہم پہلے تفصیل سے الاحکام اور اصول کے تعارف میں بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں کے مصنفین نے چار اساسی کتب کو اپنی کتب میں ملخص کیا مگر تلخیص میں جہاں اشتراک ہے وہاں طرز تحقیق و بحث میں دونوں کا انداز مختلف رہا۔ امام رازی نے ادلہ کی کثرت کی اور احتجاج کارنگ ان پر غالب رہا جبکہ علامہ امدی کی مذاہب کی تحقیق سے دلچسپی رہی اور ان کا زیادہ میلان تفریح مسائل پر رہا۔ کتاب ”البدیع“ سے متعلق ابن کثیر کا قول ہے :

”وہو عندی بخط مؤلفہ الحسن“

(اور میرے پاس وہ کتاب مؤلف کے عمدہ خط میں موجود ہے) ک

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۰، الفح المبین ۲/۱۶۵

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۹۹۱، الفح المبین ۲/۱۵۸

۳۔ حوالہ سابق ۲/۱۶۵، ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۱

۴۔ ابوالعلاء شرف الدین احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (۱۲۹۳ھ/۱۲۳۵ھ)

۵۔ ایضاً المکون ۳/۱۷۲، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۱، الفح المبین ۲/۹۶، مجموعہ الاصولیین ۱/۵۷

محمد بن محمد النوری حنفی (۶۹۴ھ میں زندہ تھے) ^۱

مؤلفات اصولیہ: بیلا حسیکی کی کتاب "المنتخب" کے شارح ہیں۔ ان کی شرح کا نام "المنتخب فی شرح المنتخب" ہے۔ ۶۹۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد لله الذي علم فاعلم"۔

محمد بن محمد کی شرح پر حاشیہ: ابو محمد منصور بن احمد بن یزدی القانانی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ) نے اس کتاب "المنتخب" پر حاشیہ لکھا۔ ^۲

زین الدین التتوخی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ) ^۳

فقہ، اصولی، نحوی اور کئی علوم میں تبحر تھے۔ شیخ موفق الدین کے اصحاب سے تفقہ حاصل کیا۔ تفلیس سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے کتاب "المحصول" کی شرح لکھنی شروع کی تھی مگر وہ اس کو مکمل نہیں کر سکے۔ ^۴

احمد الحرانی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ) ^۵

فقہ، اصولی اور قاضی تھے۔ حلب، دمشق اور قدس میں بھی جا کر تحصیل علم کیا۔ مذہب کی معرفت اور اس کے دقائق و غوامض کی معرفت ان پر ختم ہوتی ہے۔ اصول فقہ، اصول دین، علم خلاف و ادب کے ماہر عالم تھے۔ قاہرہ میں نائب قاضی رہے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے مثلاً فقہ میں الرعیۃ البصری اور الوائی وغیرہ تالیف کی۔

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۶

شیخ مجد الدین الایکی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ: قاضی بیضاوی کی کتاب "منہاج الوصول الی علم الاصول" کی شرح لکھی اور اس کا نام "معراج الوصول فی شرح منہاج الوصول" رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "سبحانک اللهم یا واجب الوجود"۔ ^۷

۱۔ ابوالفضل محمد بن محمد بن محمد بن نوری حنفی، شہر اردین سے تعلق رکھتے تھے۔

۲۔ ایضاً المکون ۵/۶۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۸

۳۔ ابوالبرکات زین الدین بن ابی بن ابی بن الصدوق، الدین ابو محمد عثمان بن اسعد..... البغوی (۱۲۳۳ھ/۱۲۹۵ء) دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۲، شذرات الذہب ۵/۴۳۳، اللغ الأملین ۳/۹۷، مجمل الاصولین ۴/۱۱۳ (۳۰۵)

۵۔ ابوالعبد اللہ نجم الدین احمد بن حران بن حبیب بن احمد بن حبیب الحرانی البصری (۱۲۹۶ھ/۱۲۳۳ء) حران میں ولادت ہوئی،

قاہرہ میں وارد تھے۔ ۱۔ مجمل الاصولین ۱۱۶/۱ (۸۰) کے محمد ابی بکر الایکی شیرازی۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸

فن اصول کی تاریخ، سید رسالت سے عمر حاضر تک حصہ اول

ابو جعفر الغرناطی (متوفی ۶۹۹ھ) ۱

علوم فقہ، نحو، فرائض، حساب، تاریخ و اصول میں گہری واقفیت رکھتے تھے۔ احادیث کی اتنی مقدار حفظ تھیں جو درجہ حفاظ تک پہنچادیں اور اندلس میں بہت سے شہروں کے قاضی رہے۔ آپ کی تصانیف علماء اندلس میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : امام غزالی کی کتاب "المستصفیٰ" کی شرح لکھی جو ایک عمدہ شرح ہے۔ الدبیانج میں اس کی تعریف میں "شرح احسن" مذکور ہے۔ ۲

ابن ابوالاوحص مالکی (۶۰۳ھ-۶۹۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المستصفیٰ" تالیف کی۔ ۳

داؤد بن کوشیار حنبلی (متوفی ۶۹۹ھ)

فقہ، اصولی اور متکلم تھے۔ مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الہادی فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ ۴

ابراہیم الایبکی (الایکی) (متوفی ۷۰۰ھ تقریباً) ۵

اصولی اور متکلم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "معراج الوصول فی شرح منہاج الاصول" تالیف کی۔ آغازیوں ہے : "سبحانک اللہم یا واجب الوجود و یا واجب الخیر و الجود الخ....."

اختتام یوں ہے : "قال الفقہاء : یجوز مطلقا لما ذاع انه علیہ السلام. لم یقل لاحد تلفظ بکلمتی الشهادة : هل علمت ، حدوث الاحکام فی کونہ تعالیٰ مختار ام موجبا۔"

اس کتاب کو انہوں نے قاضی قطب الدین احمد بن فضل اللہ القزوینی اور اپنے خطبہ میں ان کی تعریف کی اور اس میں شرط لگائی کہ وہ حل الالفاظ سے تجاوز نہ کریں۔ دارالکتب المصریہ ۱۳۲، ۵۰۰ میں اس کا نسخہ موجود ہے اسی طرح الزہریہ میں (۳۲) ۱۰۹۴ نمبر پر بھی موجود ہے۔

☆☆☆

۱ ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمن بن مسعود العامری الغرناطی متوفی ۱۲۹۹ھ۔ غرناطہ (اندلس) میں وفات پائی۔

۲ ایضاً المکونون ۴/۳۷۷، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۶، الدبیانج ۲/۹۸، مجملہ المؤمنین ۱/۱۹۸-۱۹۹ (۱۳۷)

۳ حافظ ابوبعلی الحسن (الحسین) ابن عبدالعزیز بن محمد القرظی البصری الغرناطی اندلسی، ابن الاوحص، ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۳۔

۴ ابو محمد شرف الدین داؤد بن عبداللہ بن کوشیار بقیعہ ادوی، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۰، شذرات الذہب ۵/۳۳۷-۳۳۸، مجملہ المؤمنین

۵ محمد الدین ابراہیم بن احمد بن محمد الایبکی (الایکی) متوفی ۱۳۰۰۔ تقریباً ایران کے شہر تاج کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ (۳۳۷)

۶ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، مجملہ المؤمنین ۱/۲۳۳ (۲)

فصل دوم

آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار

آٹھویں صدی ہجری میں سیاسی و علمی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

حاکم بامر اللہ نے ۷۰۱ھ میں وفات پائی تو ناصر محمد بن قلاؤن نے حاکم کے بیٹے مستکلی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، مستکلی علم و فضل میں ممتاز تھان خوش نویسی میں دسترس رکھتا، سخاوت اس کی فطرت ثانیہ تھی، شجاعت میں مشہور تھا، عالموں اور باکمال لوگوں کو کسر، آنکھوں پر بٹھاتا، اس کی جو ہر شناسی اور قدر دانی کے باعث ارباب فضل و کمال اس کے دربار میں کھچے چلے آتے۔ ۴۰ھ میں مستکلی کی وفات کے بعد ناصر نے اس کے بیٹے واثق باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ مگر اس کے بعد ناصر صرف چھ ماہ زندہ رہ سکا اور پھر اس کی وصیت کے مطابق واثق کو معزول کر کے حاکم بامر اللہ دوم کو ۴۱ھ میں خلیفہ بنا دیا گیا۔ حاکم نے رسوم خلافت میں نئی روح پیدا کی۔ ان کے زمانے کے مصر کے ساتوں بادشاہ اس کے کسی کام کو مخالفانہ نظر سے نہ دیکھ سکے۔ ان کے انتقال کے بعد معتضد باللہ ۴۸ھ میں تخت نشین ہوئے، ان کے عہد میں تین بادشاہ آئے، معتضد شریف انفس، خوش کردار، کشادہ دست اور علم نواز تھا۔ ۶۳ھ میں انتقال کر گئے ان کے بعد متوکل علی اللہ اول ان کے جانشین ہوئے۔ ان کے زمانے میں پانچ سلاطین آئے۔ ۸۵ھ میں ان کو معزول کر دیا گیا۔ واثق باللہ دوبارہ ان کی جگہ خلیفہ بنے اور چار سال تک خدمات انجام دینے کے بعد وفات پا گئے۔ ۸۸ھ میں معتصم تخت نشین ہوئے مگر ۹۱ھ میں معزول کر دیئے گئے۔ سابق معزول خلیفہ متوکل نے ان کی جگہ اقتدار سنبھالا۔ ۸۰۸ھ میں متوکل بھی انتقال کر گئے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں دنیا کے ہر خطہ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک دوسرے کی سرکوبی میں لگے رہے، مسلمان شہنشاہ و سلاطین اپنی رعایا کو استبداد و ظلم کا نشانہ بناتے۔

علمی اعتبار سے ساتویں آٹھویں صدی ہجری کو ایک خاص مقام حاصل ہے مگر یہ امتیاز کثرت فکر پر مبنی نہ تھا، بلکہ علمی کثرت پر اس کی بنیادیں استوار تھیں۔ تحصیل علم کے ذرائع و وسائل اہل ہونے اور جگہ جگہ مدارس و کتب خانوں کے قیام سے لوگوں کی معلومات میں بہت اضافہ ہو، علمی تحقیق و تدقیق کے راستے کھل رہے تھے، جس کی وجہ سے افراد کی ایک ایسی جماعت بھی ظہور پذیر ہوئی جس نے کتب متوارثہ اپنی اور اپنے زمانے کے علماء کتب کی شروح، حواشی و تعلیقات و مختصرات لکھے۔ مسائل کی توضیحات میں ان کے مسائل کی تحقیق کی، اس صدی کے اصولین کی کتب اصولیہ کے تحقیقی تجزیہ سے بھی اس رجحان کی عکاسی ہو جائے گی۔

مثلاً تنقیح توضیح و التلویح پر اس زمانے میں اور اس کے بعد ۴۶ سے زائد کتب تالیف کی گئیں اور اسی طرح تاج الدین السبکی کی جمع الجوامع پر تقریباً ۶۰ سے زائد کتب لکھی گئیں۔ مدارس و کتب خانوں کی کثرت سے نشر

۱۔ تاریخ اسلام، ابویوم عبدالحکیم شتر جانندھری و عبدالحمد ص ۰۳-۰۷۔ ۲۔ شخص لاہور، کتاب منزل سند، تاریخ اسلام شاہ معین الدین اہمدوی خلافت ص ۰۱-۰۳، ۳۸۳-۳۹۰۔ ۳۔ مطلع، ص ۰۱-۰۳، ۳۹۰-۳۹۱۔ ۴۔ ایچ، ایم، کینی۔

واشاعت، علم اور کثرت تحصیل کے وسائل عام ہو گئے اور یہ بات اشاعتِ علم اور تصنیف و تالیف کی ترقی کا سبب بنی، ان مدارس میں طلباء عقلی و فنی تمام علوم حاصل کر سکتے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ لغت، ہر قسم کے علم سے ان کے اذہان نشوونما پاتے اور طبائع کے رجحان کے مطابق علوم میں اعلیٰ منازل طے کرتے، بعض مدارس مخصوص علوم و فنون مثلاً حدیث و فقہ و اصول کے لئے الگ الگ قائم ہوئے۔ اس رجحان کے فروغ کے جہاں فائدے ہوئے وہاں اس کے نقصانات بھی ہوئے کہ اسی دور میں فکری جمود کی بنیادیں بھی استوار ہو گئیں۔ کثرت اتباع کی جڑیں گہری ہوتی گئیں۔ آزاد فکر تقریباً مفقود ہو گئی، ہم کہہ سکتے ہیں کہ فکری گروہ بندی اور اشاعتِ مدارس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ اکثر علماء حدیث، تفسیر، صرف و نحو، فقہ و عقائد کے متعلق سب کچھ جاننے کے باوجود مقلد اور تابع تھے۔ تحقیق کا مادہ اور استنباط مسائل کی صلاحیت سے کام لینا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے باوجود اس زمانے کے اصولیین نے اصول فقہ پر عمدہ کتب تالیف کیں۔

مثلاً حافظ النشی کی "المنار" ابن تیمیہ کی "المسودہ" عبدالعزیز بخاری کی "کشف الاسرار" صدر الشریعہ کی "التنقیح والتوضیح" ابن قیم جوزی کی "اعلام الموقعین عن رب العالمین" تاج الدین سبکی کی "جمع الجوامع" عبدالرحیم اسنوی کی "نہایہ السؤل" امام شاطبی کی "الموافقات" اور بدر الدین زرکشی کی "البحر المحيط" وغیرہ اس صدی ہجری کی شاہکار تصانیف ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصول فقہ پر

کتب و خدمات کا تعارف

رکن الدین سمرقندی حنفی (متوفی ۷۰۱ھ)

مؤلفات اصولیہ: "جامع الاصول فی اصول الفقہ" ۱

ابن دینق العید شافعی (۶۲۵ھ - ۷۰۲ھ) ۲

فقہ اصولی و محدث تھے مسلک مالکی تھے مگر پھر شافعی بن گئے، آپ کے والد مالکی مسلک کے بڑے علماء فضاء میں سے تھے۔ اپنے والد ماجد سے اور پھر حجاز، دمشق، شام مصر کی شیوخ سے مالکی مذہب کی تعلیم حاصل کی اور شافعی مذہب اختیار کرنے کے بعد ان کی کتب و شیوخ سے مستفید ہوئے صاحب قواعد الاحکام فی مصالح الانام۔ ابن عبد السلام متوفی ۶۶۰ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مصر (مسجد شافعی) و شام وغیرہ میں تدریس کی آپ کے درس میں اکابرین جمع ہوتے، دیار مصر میں قاضی کی خدمات بھی انجام دیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

۱ حدیث العارفین ۵/۳۶۳

۲ ابن دینق العید علی بن محمد بن وہب بن مطیح بن ابی الطاء العسیری السلولی مصری تقی الدین (۱۳۲۸/۱۳۰۲) قاہرہ میں وفات پائی۔

خدمات اصولیہ کے معترفین : قطب الدین اٹکلی نے آپ کے علمی تفوق کے اعتراف میں فرمایا :

”کان ابن دقیق العید ممن عرف بالعلم والزهد، عارفاً بالمذهبین، اماماً فی الاصلین.....“
(ابن دقیق العید علم وزہد میں معروف لوگوں میں سے تھے۔ دونوں مذہب (شافعی و مالکی) کے عارف اور اصلین (اصول فقہ و اصول الدین) میں امام تھے۔)

ابن زماکانی نے فرمایا :

”انه امام الانمة فی وقته..... کان متبحراً فی التفسیر والحديث محققاً فی المذهبین متقناً للاصلین والنحو واللغة.....“^۱

(بلاشبہ وہ اپنے وقت کے امام الائمہ تھے، تفسیر و حدیث میں متبحر تھے، دونوں مذاہب (شافعی و مالکی) میں محقق اور نحو اللغہ اور اصلین (اصول فقہ و دین) میں متقن تھے)^۲

مصنفات اصولیہ :

- ۱۔ مقدمة المطرازی فی الاصول^۳
- ۲۔ شرح مقدمة المطرازی فی الاصول^۴
- ۳۔ شرح منتهی السؤل والامل لابن الحاجب^۵
- ۴۔ عنوان الوصول فی الاصول. فی اصول الفقہ^۶
- ۵۔ شرح عنوان الوصول فی الاصول^۷

”کتاب عنوان الوصول“ کا آغاز یوں ہے :

”الحمد لله ذی العزة والجلال الخ“

حاجی خلیفہ نے کہا کہ انہوں نے فرمایا :

”قال فهذه فصول مشتملة على تعريفات ومسائل لا غنية عنها للفقیه فی معرفته الاحكام اور دہتا علی سبیل الایجاز مقتصرأ علی روس المسائل مکفياً بالا نموذج من نکت الدلائل جردتها للمبتدئين فی الفن وهو عشر وراقات“^۸

(یہ کتاب تعریفیات اور احکام کی معرفت کے مسائل پر مشتمل ہے جن سے فقہ کی صورت چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ میں نے ان کو مختصراً تحریر کیا اور بنیادی مسائل پر اکتفا کیا اور دلائل سے نکات بیان کرنے میں صرف ضروری مسئلہ پر اکتفا کیا، میں نے اس کتاب کو فن کے مبتدئین کے لئے لکھا ہے اور یہ کتاب دس اوراق پر مشتمل ہے)

^۱ عز بن عبدالسلام، رضون علی ندوی، انصار الفکر الاسلامی، ص ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱

اس کے علاوہ "الامام والامام فی احادیث الاحکام" اور اس کی شرح (ناکمل) لکھی ان دونوں میں عجائبات پیش کئے جو مختلف علوم میں اور خصوصاً علوم استنباط میں آپ کی آگاہی اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ "شرح کتاب العمده" بھی لکھی جو احکام میں ہے۔^۱

مؤید الدین القانی حنفی (متوفی ۷۰۵ھ یا ۷۰۷ھ)^۲

فقہ تھے، مکہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ شرح المغنی للبخاری^۳
- ۲۔ شرح المنتخب للاخسیکی^۴
- ۳۔ حاشیہ علی شرح للاخسیکی

محمد بن محمد بن نوری حنفی متوفی ۶۹۴ھ نے کتاب "المنتخب فی شرح المنتخب" تالیف کی اس پر "مؤید الدین" نے حاشیہ تحریر کیا۔^۵

ابن بہرام شافعی (متوفی ۷۰۵ھ)

مدینہ و حلب میں قاضی رہے۔ انہوں نے "تحفة النبہاء فی اختلاف الفقہاء" تالیف کی۔^۶

عبدالعزیز الطوسی شافعی (متوفی ۷۰۶ھ)^۷

فقہ اصولی تھے۔ النجیبہ، دمشق میں مدرس رہے اور الانصریہ میں معید تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کاشف الرموز ومظہر الکوز" تالیف کی دراصل یہ ابن حاجب کی اصول فقہ میں کتاب "مختصر المنتہی" کی شرح ہے۔

اس کتاب پر تحقیق : عوض بن محمد القرینی نے اس شرح پر تحقیق پیش کی اور ۱۳۰۷ھ میں جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے ماسٹیر (ایم اے) کی ڈگری حاصل کی۔^۸

عبدالصمد الفارابی (متوفی ۷۰۷ھ بعد)^۹

فقہ و اصولی تھے۔

۱۔ الفتح المبین ۱۰۳/۲ ۲ مؤید الدین ابو محمد منصور بن احمد زید الخوارزمی، القانی ۳ حدیث العارفین ۶/۴۷۲ ۳ حوالہ سابق

۴ ایضاح المکون ۴/۵۲۹، حدیث العارفین ۶/۱۱۳۸ میں تاریخ وفات ۷۷۵ھ مذکور ہے ۵ حدیث العارفین ۶/۱۳۱

۶ ابو محمد عبدالعزیز بن محمد بن علی، ضیاء الدین طوسی ثم دمشق متوفی ۶۰۶ھ دمشق میں وفات پائی

۷ حدیث العارفین ۵/۵۸۱، شذرات الذهب ۶/۱۴۱، الفتح المبین ۲/۱۰۴، معجم الاساتذہ ۲/۳۱۳ (۳۳۶)

۸ ظہیر الدین عبدالصمد بن محمود الفاروقی الفارابی متوفی ۱۳۰۷ھ

مؤلفات اصولیہ : قاضی البیہاوی کی کتاب ”منہاج الوصول“ کی شرح ملکسی اس کتاب کو ۷۷۷ھ میں تحریر و تبیض کیا۔^۱

ابو عبد اللہ البقوری مالکی (متوفی ۷۷۰ھ)^۲

فقہ، اصولی اور محدث تھے، اندلس و مصر کے علماء سے مستفید ہوئے، شہاب الدین قرآنی متوفی ۶۸۳ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے، جو اصول فقہ پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”ترتیب فروع القرافی“ تالیف کی۔ المرانغی نے لکھا کہ انہوں نے کتاب مختصر فروع القرافی فی الاصول تالیف کی اور الدبیاج میں ہے : ”وله کلام علی کتاب شہاب الدین القرافی فی الاصول“^۳

کتاب ترتیب فروع القرافی کا تحقیقی تجزیہ :

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ عبد اللہ بقوری نے امام قرآنی کی ”فسروق“ کو مرتب کیا اس کے قواعد و مسائل کی تلخیص کی بعض جگہوں پر نقد کیا ہے۔ کچھ مناسب قواعد کا اضافہ کیا اور اسے فروع کی طرز پر مرتب کیا ہے۔ کلی قواعد، نحوی قواعد، اصولی قواعد اور فقہی قواعد کو ابواب فقہ کی ترتیب پر بیان کیا ہے۔ دارالکتب الوطنی تونس میں ۱۳۹۸، ۱۳۹۸، ۱۳۹۸ نمبر پر اس کا مخطوط موجود ہے۔

ابو جعفر الغرناطی مالکی (۶۲۷ھ / ۷۰۸ھ)^۴

فقہ، اصولی، مفسر، محدث ادیب، نحوی اور متکلم تھے، الدبیاج کے مطابق چار سو اساتذہ سے اکتساب علم کیا، اپنے زمانے کے اندلس بلکہ پورے مغرب کے محدث تھے، امراء و عظماء ان کی زیارت کو آتے، یہ ان کے پاس جانا پسند نہیں کرتے، حق گوئی پر ان کی طرف سے ایذا بھی دی گئی، مگر ثابت قدم رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح الاشارة للباسجی فی الاصول“ تالیف کی جو کہ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف اندلسی قرطبی متوفی ۴۵۰ھ کی تصنیف ہے۔^۵

ابو اسحاق ابراہیم الانصاری (متوفی ۷۰۹ھ)^۶

الدبیاج میں مذکور ہے :

۱۔ ایضاح المکتون ۵۸۹/۲۔۔۔ ۵۹۰، حدیث العارفین ۵/۵، ۵۷۷، بحم الامولین ۲۰۶/۲ (۳۳۰)

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البقوری متوفی ۷۷۰ھ اندلس میں ولادت اور مراکش میں انتقال ہوا

۳۔ الدبیاج ص ۳۱۰، الطح السین ۲/۱۰۵، ایضاح المکتون ۱۱۶/۳

۴۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر اشعش الجبائی (۱۲۳۷ھ / ۱۳۰۸ھ) غرناطہ میں وفات پائی

۵۔ تذکرۃ الفقہ ص ۱۳۸، ۱۳۸، ۱۳۸ (۳۶۷)، الدبیاج ص ۱۰۶، الطح السین ۲/۱۰۶، ۱۰۷، بحم الامولین ۷۶/۲ (۳۸)

۶۔ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد (محمد) الخزرجی الانصاری الخزرجی الاندلسی متوفی ۱۳۰۹ھ تیسرا کرا باد ہو گئے تھے۔ مظہر بقائے ان کا نام ابراہیم بن محمد لکھا، بلکہ الدبیاج اور کشف المظنون ۲۰۵/۱۔۔۔ ۲۰۶/۱ میں ابراہیم بن احمد مذکور ہے کشف المظنون۔ ۱۸۸۳ھ میں ان کی تاریخ وفات ۶۸۷ھ مذکور ہے

”اخذ عن علماء افریقیة ونجائها علوم العربية والبيان واصول الدين ، واصول الفقه..... له في ذلك تصانيف وتعالق غير انه لم يخرجها من مسوداتها، لردانة خطه ودفته لم يخرجها غيره“^۱ (علماء ونبیاء افریقہ سے علوم عربیہ، بیان، اصول دین اور اصول فقہ کا علم حاصل کیا..... اور ان علوم میں ان کی تصانیف و تعالقات ہیں جو مسودات کی شکل سے باہر نہ نکل سکیں کیونکہ ان کا رسم الخط واضح نہیں تھا اور ان کے نسخے میں دشواری تھی اس لئے کسی نے اس کی تشریح نہیں کی)

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ تقصی الواجب فی الرد علی ابن الحاجب۔
- ۲۔ رفع المظالم عن کتاب المعالم للامام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ (صاحب المصبول) دراصل احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن بن عمیرہ ابوالمظرف متوفی ۶۵۸ھ نے جب ”رد علی کتاب المعالم“ لکھ کر اس کتاب کا رد کیا تو ابو اسحاق انصاری نے ”رفع المظالم عن کتاب المعالم“ لکھ کر ان کا جواب دیا اور کئے گئے اعتراضات و اشکالات کی توضیح کر کے امام رازی کی براءت ظاہر کی۔^۲
- ابو البرکات حافظ الدین النسفی حنفی (متوفی ۷۱۰)۔^۳

فقہ، اصولی، مفسر محدث، متکلم تھے، شمس الاممہ محمد بن عبدالستار الکروی سے تفقہ حاصل کیا۔ الفوائد البھیہ میں مذکور ہے :

”کان اماما كاملا عديم النظر في زمانه راسا في الفقه والاصول“

(وہ اپنے زمانہ کے عظیم النظر کامل امام تھے، فقہ و اصول میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے)

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ منار الانوار فی اصول الفقه : اصول فقہ میں مشہور و متداول متن ہے۔
- ۲۔ كشف الاسرار : یہ منار الانوار کی شرح ہے۔
- ۳۔ شرح المنتخب حسامی

”الفوائد البھیہ“ میں مذکور ہے :

”من تصانيفه..... و شرحان علی منتخب الاخصیکی و شرحان علی المنار“^۴

(اور ان کی تصانیف میں سے..... منتخب الاخصیکی پر دو شرحیں ہیں اور دو شرحیں المنار پر ہیں)

”المنار“ پر شروع و حواشی :

صاحب ”المنار“ نے اس کی ایک شرح خود تالیف کی اس کے علاوہ دوسری شروع مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ الدبیاج ص ۱۳۹-۱۵۰ ۲۔ الدبیاج ص ۱۱۳-۱۱۵ الفتح المبین ۲/۲۷۲، معجم الاصلیین ۱/۲۸ (۲۳) ۱/۱۵۸ (۱۱۰)

۳۔ ابو البرکات حافظ الدین، عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی متوفی ۱۳۶۰ء سمرقند میں وفات پائی

۴۔ حدیة العارفین ۵/۳۶۳، الفوائد البھیہ ص ۱۰۱-۱۰۲، جواہر الہدیة ۱/۲۷۱-۲۷۲ (۷۱۹) الفتح المبین ۲/۱۰۸

- ۱۔ خلیاب بن ابی القاسم القرہ حصاری (۷۱۷ھ زندہ تھے) نے شرح تالیف کی۔^۱
- ۲۔ شیخ شجاع الدین ہبہ اللہ بن احمد ترکستانی متوفی ۷۲۳ھ نے "بصیرۃ الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔^۲
- ۳۔ شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسرو شاہ الاقصرائی نے "انوار الافکار فی تکملة اضاءۃ الانوار" کے نام سے شرح لکھی۔^۳
- ۴۔ قوام الدین محمد بن احمد اکاکی البخاری متوفی ۷۴۹ھ معروف بہ شیخ شرف الدین القریمی نے "جامع الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔^۴
- ۵۔ جمال الدین یوسف ابن قوامی العنقری الخراہمی متوفی ۷۵۲ھ نے "اقباس الانوار" کے نام سے شرح تالیف کی۔^۵
- ۶۔ ناصر الدین ابن الربوہ محمد بن احمد بن احمد (بن عبدالعزیز القنوی) الدمشقی متوفی ۷۶۳ھ نے شرح تالیف کی۔^۶
- ۷۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الہندی الغزنوی المصری متوفی ۷۷۳ھ۔^۷
- ۸۔ عبداللہ بن محمد جمال الدین الحسینی بقرکار متوفی ۷۷۶ھ نے شرح تالیف کی۔^۸
- ۹۔ عبداللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری حنفی متوفی ۷۷۶ھ۔^۹
- ۱۰۔ اکمل الدین محمد بن محمود الباہر بقی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے الانوار کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۰}
- ۱۱۔ جلال الدین ابن احمد ارومی حنفی قاہری متوفی ۷۹۲ھ معروف بہ القبانی نے شرح تالیف کی۔^{۱۱}
- ۱۲۔ جلال الدین رسول بن احمد بن یوسف التبانی حنفی متوفی ۷۹۳ھ نے "منہاج الشریعہ" کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۲}
- ۱۳۔ عبداللطیف بن عبدالعزیز متوفی ۸۰۱ھ معروف بہ ابن الملک اور ابن فرشتہ۔^{۱۳}

ابن فرشتہ کی شرح پر حواشی :

- ۱۔ زین الدین بن قاسم قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔^{۱۴}
- ۲۔ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن مصطفیٰ برنازقرہ حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ۔^{۱۵}

۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲ حدیث العارفین ۳۳۷/۵، مجموعہ الاصولین ۸۹/۲ (۳۳۵)	۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، الفوائد الحمیدۃ ۸۲/۲، اللوح الحسین ۱۵۷/۲، مجموعہ الاصولین ۱۳۳/۲ (۳۲۹)
۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۵۔ حدیث العارفین ۳۶۷/۵	۶۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲
۷۔ اللوح الحسین ۱۹۳/۲	۸۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۹۔ حدیث العارفین ۱۸۸/۲
۱۰۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۱۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۱۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، اللوح الحسین ۲۰۸/۲، مجموعہ الاصولین ۱۸-۱۷ (۳۳۷)
۱۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۱۴۔ حدیث العارفین ۶۱۷/۵، الفوائد الحمیدۃ ص ۱۰۷، اللوح الحسین ۵۰/۳	۱۵۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲
۱۶۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۱۷۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲	۱۸۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲

- ۳۔ حسین اماسی معروف خوجہ حسام متوفی ۹۶۱ھ۔^۱
- ۴۔ ابن جنبل محمد بن ابراہیم کلخی متوفی ۹۷۲ھ نے ”انوار الحلیک علی شرح المنار لابن الملک“ کے نام سے حاشیہ لکھا۔^۲
- ۵۔ عزمی زادہ مصطفیٰ بن محمد حنفی متوفی ۱۰۴۰ھ۔^۳
- عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ :
- بچی اعرج متوفی ۱۱۳۰ھ (تقریباً) نے عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔^۴
- ۱۳۔ شیخ یوسف بن عبدالملک بن بخشایش رومی متوفی ۸۲۵ھ نے ”زین المنار“ کے نام سے شرح تالیف کی۔^۵
- ۱۴۔ محمد بن محمود بن حسن الحسینی حنفی نے ۸۵۷ھ میں تالیف سے فراغت پائی التبیان کے نام سے شرح لکھی۔^۶
- ۱۵۔ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا ترکی الاصل المصری البکتوری حنفی متوفی ۸۸۱ھ۔^۷
- ۱۶۔ ابوالفہاکل سعد الدین عبدالکبریٰ دہلوی متوفی ۸۹۱ھ نے ”افاضة الانوار فی اضافة اصول المنار“ کے نام سے شرح لکھی۔^۸
- ۱۷۔ شیخ زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر معروف بہ ابن عینی حنفی ۸۹۳ھ۔^۹
- ۱۸۔ حکیم شاہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد البرہوی رومی القزوینی حنفی متوفی ۹۲۸ھ نے ”مدار الفحول فی شرح منار الاصول“ تالیف کی۔^{۱۰}
- ۱۹۔ عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی حنفی متوفی ۹۳۲ھ۔^{۱۱}
- ۲۰۔ کمال الدین حسین بن مسعود الاسترآبادی متوفی ۹۶۱ھ۔^{۱۲}
- ۲۱۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد ابن نجیم حنفی مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے ”فتح العقار بشرح المنار“ معروف بہ ”مشکاة الانوار“ تالیف کی۔^{۱۳}
- ۲۲۔ ابوالبقاء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف بن ابی البرکات السیواسی الزیلعی حنفی متوفی ۹۷۴ھ نے زیادة الاسرار کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۴}

- ۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲
- ۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲ الفتح المبین ۹۳/۳
- ۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲
- ۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲ اس میں تکمیل کتاب کی تاریخ ۸۳۲ھ مذکور ہے، حدیث العارفین ۶/۵۶۰
- ۵۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲ حدیث العارفین ۶/۲۰۰
- ۶۔ حدیث العارفین ۶/۲۱۰
- ۷۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲ حدیث العارفین ۵/۴۷۰، الفتح المبین ۶/۲
- ۸۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲ حدیث العارفین ۶/۲۲۹
- ۹۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲ حدیث العارفین ۵/۵۳۳
- ۱۰۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲ اس میں تاریخ وفات ۹۳۰ھ تقریباً
- ۱۱۔ حدیث العارفین ۵/۳۱۸
- ۱۲۔ حدیث العارفین ۵/۵۸۶، عم الاصولین ۲/۲۳۳ (۴۴۷)
- ۱۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲ حدیث العارفین ۵/۱۳۷۱ اس میں کتاب کا نام تعلق الاوار علی اصول المنار مذکور ہے، الفتح المبین ۳/۷۸
- ۱۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲ حدیث العارفین ۵/۱۵۰-۱۵۱، الفتح المبین ۲۳/۸۰

- ۳۱۔ محمد امین ابن الشیخ محمد الاسکداری حنفی قیصری زادہ متوفی ۱۱۵۱ھ۔
 ۳۲۔ محمد یوسف بن یعقوب الاسیری الغزالی حنفی متوفی ۱۱۹۳ھ نے بدائع الافکار فی شرح اوائل المنار تالیف کی ہے۔

”المنار“ کا اختصار :

- ۱۔ ناصر الدین ابن الربوۃ محمد بن احمد (بن عبدالعزیز القنوی) الدمشقی متوفی ۷۶۲ھ نے ”قدس الاسرار فی اختصار المنار“ تالیف کیا ہے۔
 ۲۔ احمد بن علی بن عبدالرحمن الکنانی البلیسی متوفی ۷۷۹ھ نے جوہر الافکار کے نام سے اختصار کیا ہے۔
 ۳۔ جلال الدین ابن احمد الرومی حنفی قاہری معروف بہ القبانی متوفی ۷۹۲ھ نے مختصر المنار تالیف کیا اور پھر عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی متوفی ۹۳۰ھ (تقریباً) نے اس کی شرح لکھی ہے۔
 ۴۔ (زین الدین ابوالعز) طاہر بن حسن معروف بہ ابن حبیب الحکمی (متوفی ۸۰۸ھ) نے اختصار لکھا اور اس کا نام ”المقتبس المختار من نور الانوار“ رکھا۔

مختصر المقتبس المختار پر شروع :

- ۱۔ قاسم بن قطلوبغا نے اس کی شرح لکھی۔
 ۲۔ علی بن سلطان القاری نے توضیح المبانی و تنقیح المعانی کے نام سے شرح لکھی۔
 ۳۔ زبلی السیواسی احمد بن محمد نے زبدۃ الاسرار کے نام سے شرح لکھی۔
 ۴۔ عبدالخلیل نے ”زبدۃ الافکار“ کے نام سے شرح لکھی۔

حواشی :

- جمال الدین قاسمی نے اس پر حاشیہ تالیف کیا ہے۔
 ۵۔ قاضی ابوالفضل محمد ابن محمد ابن الشرحہ متوفی ۸۹۰ھ نے تنویر المنار کے نام سے اختصار کیا ہے۔
 ۶۔ زین الدین ابن ابراہیم بن محمد ابن محمد ابن نجیم حنفی مصری متوفی ۹۷۰ھ نے ”لب الاصول“ کے نام سے المنار اختصار کیا ہے۔
 ۷۔ حسن بن طور خان بن داؤد یعقوب الاقصاری حنفی (متوفی ۱۰۲۵ھ) معروف بہ الکافی نے سمت (سمط الوصول الی علم الاصول کے نام سے اس کا اختصار کیا اور پھر اس کی شرح تالیف کی ہے۔

- ۱۔ حدیۃ العارفین ۳۲۳/۶
 ۲۔ ایضاح المکنون ۱۶۹/۳
 ۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲ حدیۃ العارفین ۱۶۲/۲ الخ لمبین ۱۷۸/۲
 ۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲ ایضاح المکنون ۳۳۹/۳ حدیۃ العارفین ۵۵۱/۵-۵۵۲/۵ اس میں شرح مختصر المنار لابن حبیب الحکمی فی الاصول مذکور ہے۔
 ۵۔ مجمل الاصولین ۱۳۷/۲ (۳۸۲) الخ لمبین ۸۹/۳
 ۶۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲
 ۷۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲
 ۸۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲
 ۹۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲ حدیۃ العارفین ۱۳۹۱/۵ اس میں اس کا نام حسن بن عبداللہ الاقصاری القاضی الحکمی الزاهد المعروف بکافی السعوی اور شہاب کا نام سمط الوصول..... مذکور ہے مجمل الاصولین ۳۲۲/۲-۳۲۳/۲ (۲۷۳)

- ۸۔ حضرت محمد الامام حنفی متوفی ۱۱۰۰ھ نے غصون الاصول کے نام سے اس کا مختصر لکھا اور پھر ”تہیج غصون الاصول“ کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھ دی۔^۱
- ۹۔ علی بن محمد (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ) نے ”اساس الاصول“ کے نام سے اختصار کیا اور پھر اس کی شرح لکھی۔^۲
- ۱۰۔ شمس الدین محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم التمر تاشی حنفی (متوفی ۱۰۰۳ھ) نے شرح مختصر المنار تالیف کی۔^۳

المنار کے چند مزید شارحین :

- ۱۔ کمال الدین حسین الوزیر الحسین میرزا (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ)
- ۲۔ شمس الدین محمد القوجھصاری (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ) نے الفوائد الشمیہ للمنار (بشرح فوائد المنار) کے نام سے شرح لکھی۔
- ۳۔ میر عالم (علم) (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ) نے شرح لکھی۔
- ۴۔ فقرہ کار۔
- ۵۔ قرہ شان۔
- ۶۔ اسمر قدی۔
- ۷۔ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد شاہ النوشاہادی نے ”زبدۃ الافکار“ کے نام سے شرح لکھی۔
- ۸۔ عیسیٰ بن محمود الکاتب الدیوانی نے رکن ثالث سے ترکی زبان میں شرح لکھی۔^۴

المنار کا نظم :

- ۱۔ فخر الدین احمد بن علی معروف بہ ابن الفصح الهمدانی (متوفی ۵۵۵ھ) نے ”نظم المنار“ تالیف کیا۔^۵
- ۲۔ محمد بن علی محمد بن علان بن ابراہیم البکری الصدیقی شافعی (متوفی ۱۰۵۷ھ) معروف بہ ابن علان نے ”نظم مختصر المنار“ تالیف کیا۔^۶
- ۳۔ عبداللطیف بہاؤ الدین ابن عبدالباقی البعلبکی دمشقی البھانی متوفی ۱۰۸۲ھ نے ”قرۃ عین الطالب فی نظم المنار فی الاصول“ اور ”شرح قرۃ العین“ تالیف کی۔^۷
- ۴۔ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ الحلبی الکواکبی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے ”نظم المنار فی الاصول“ اور ”شرح نظم المنار“ تالیف کی اور اس کا نام ”ارشاد الطالب“ رکھا۔^۸

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۷، مجموع الاصولین ۲/۸۸-۸۹ (۳۲۳) ۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، ۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵-۱۸۲۶، ۴۔ اللغ العربی ۳/۸۶، ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۵، حدیۃ العارفین ۵/۱۱۱، الطبقات السنیہ ۱/۳۵۷-۳۶۰ (۳۲۸) الفوائد البھانیہ ص ۲۶، اللغ العربی ۲/۱۲۳، ۶۔ اللغ العربی ۳/۹۷-۹۸، ۷۔ حدیۃ العارفین ۵/۶۱۷، ۸۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۹۸، اللغ العربی ۳/۱۰۷

۵۔ عبدالحمد بن عبداللہ الرجبی حنفی (متوفی ۱۲۳۷ھ) نے ”نظم منار الانوار للنسفی“ اور شرح ”منظومۃ الانوار“ تالیف کی۔^۱

ابوالعباس احمد السروجی حنفی (۶۳۷ھ/۱۰۷۱ھ) :^۲

الطبقات السنیہ میں ہے :

”وفقه علی مذهب احمد، فحفظ بعض المقنع ثم تحول حنفیاً“

(اور انہوں نے مذہب امام احمد پر تفقہ حاصل کیا ”المقنع“ کا کچھ حصہ حفظ کیا پھر حنفی بن گئے)

الدرر الکامنہ میں کمال جعفر کا قول مذکور ہے وہ فرماتے ہیں :

”کان فاضلاً بار عافی مذهبہ مشار کافی النحو والاصول والقضاء.....“

الفوائد البھیہ میں ہے :

”کان اماماً فاضلاً راسافی الفقه والاصول شیخاً فی المعقول والمنقول“

(وہ فقہ و اصول میں عظیم و فاضل امام تھے، معقول و منقول میں شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۳

قطب الدین شیرازی شافعی (۶۳۴ھ-۱۰۷۱ھ) :^۴

فقہ، اصولی، نحوی، محدث، فیلسوف، حکیم، مفسر، منطقی اور صوفی تھے۔ علمی گھرانے سے تعلق تھا اس لئے اپنے والد اور چچا سے بھی تعلیم حاصل کی۔ نصیر طوسی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بلا دروم گئے تو وہاں کے امیر نے آپ کی عزت و اکرام کیا، سیواس اور ملطیہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ شام، دمشق، مصر کے علمی سفر سے فراغت پا کر واپس تبریز لوٹ آئے۔ جب تصنیف کرتے تو اس کا مسودہ مبیضہ (صاف) ہوتا کیونکہ وہ تصنیف کرتے وقت ریاضت نفس اور اس کی صفائی کے لئے روزہ سے ہوتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح مختصر لابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی۔^۵

نجم الدین الطوفی حنبلی (متوفی ۱۰۷۱ھ یا ۱۰۷۶ھ) :

ان کی مؤلفات اصولیہ کے بارے میں ۱۰۷۱ھ تاریخ وفات کے تحت بیان ہوگا۔

۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۶۰۶، بحکم المولفین ۵/۱۰۲، بحکم الاصولیین ۲/۱۶۸ (۲۳)

۲۔ ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن اسحاق السروجی قاضی القضاة (۱۲۳۹/۱۳۱۰م) قاہرہ میں وفات پائی

۳۔ الطبقات السنیہ فی تراجم اصفیہ۔ ۱/۳۰۰-۳۰۲، تاج التراجم ص ۱۱، الفوائد السنیہ ص ۱۱۳، الجواہر البھیہ۔ ۱/۵۳ (۶۵)، بحکم الاصولیین۔ ۱/۷۷

(۳۹) الدرر الکامنہ فی عیام المائۃ السنۃ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۱/۹۱، (۲۳۱) بیروت دار البیئ

۴۔ قطب الدین ابن محمود بن مسعود بن مصلح القادری اشیرازی (۱۲۳۶-۱۳۱۰م) شیراز میں ولادت اور تبریز میں وفات پائی۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۶/۳۰۶، تاریخ السنیین ۲/۱۰۹-۱۱۰

محمد بن یوسف الجزری شافعی (۶۳۷ھ - ۷۱۱ھ) :

مؤلفات اصولیہ : تقی الدین السبکی کے شیخ تھے۔ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی شرح لکھی۔^۱

حسین الصغنائی حنفی (متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ) :

فقہ، اصولی، متکلم، نحوی اور صرنی تھے۔

۱۔ الکافی فی شرح اصول البرز دوی۔ اس کتاب کے آخر میں ذکر کیا کہ وہ اس کی تالیف سے جمادی الاول ۷۰۴ھ کے اواخر میں فارغ ہوئے تھے۔

۲۔ الوانی۔ یہ الاخصیہ کئی کی المستحب کی شرح ہے۔ اس کتاب کو مؤلف نے اپنی مسجد و مشہد میں صفر ۶۹۰ھ میں املاء کرایا تھا۔ مظہر بقاء نے الکافی اور الوانی کے متعدد نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ جس میں الکافی کا ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جو مصنف کے ہاتھ کی لکھائی میں ہے اور یہ کتاب ایک ضخیم جلد میں ہے۔^۲

عزالدین البغد ادن النبی مالکی (متوفی ۷۱۲ھ) :

فقہ، اصولی، نحوی اور لغوی تھے۔ عراق کے ممتاز ائمہ و اعلام سے علم سیکھا۔ بغداد میں قاضی رہے، علماء حنفیہ میں سے مشہور زمانہ عالم شیخ قوام الدین امیر کاتب الاقنانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ متعدد کتب آپ کی مصنفات ہیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الامہاد فی اصول الفہم“ تالیف کی۔^۳

علاء الدین الباجی شافعی (۶۳۱ھ / ۷۱۴ھ) :

فقہ، اصولی اور نظار تھے، شام میں ابن عبدالسلام سے فقہ حاصل کیا، مختلف فنون میں مہارت تھی خاص کر اصول فقہ میں توفیق حاصل تھا۔ مصر کا سفر کیا اور کربک کے قاضی بنائے گئے۔ ابن دقیق سوائے الباجی اور ابن رفیع کے ہر خاص و عام اور سلطان تک کو بھی ”یا انسان“ کہہ کر مخاطب کرتے تھے، مگر الباجی کو ”یا امام“ اور ابن رفیع کو ”یا سفیہ“ سے مخاطب کرتے۔ ابن تیمیہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ تقی الدین السبکی نے ان سے اصول فقہ و اصول دین کی تعلیم حاصل کی۔ کئی علوم پر کتب تالیف کیں۔

۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن عبد اللہ الجزری المصری، حدیث العارفین ۱۳۲/۶

۲۔ حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین الصغنائی (الصغنائی) متوفی ۱۳۱۱ھ، حلب میں وفات پائی

۳۔ کشف الظنون - ۱۱۲/۱ - ۱۱۳/۲ - ۱۱۴/۳ - حدیث العارفین ۳۱۳/۵، تاریخ التراجم، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ ص ۳۵ (۶۳)، اللخ العین ۱۱۲/۲ اس میں تاریخ وفات ۷۱۴ھ مذکور ہے۔ مجموعہ اصولیین ۲/۷۱ - ۷۲ (۳۰۷)

۴۔ عزالدین حسین ابن ابوالقاسم بغدادی اہلنبی قاضی قضاء الممالک متوفی ۱۳۱۲ھ عراق میں نشاۃ اور وفات ہوئی

۵۔ الدریاج ص ۱۵۵، اللخ العین ۱۱۱/۲ - ۱۱۲/۳ - مجموعہ اصولیین ۲/۷۸ (۳۱۲)

۶۔ ابوالحسن علاء الدین علی بن محمد بن خطاب الباجی (۱۲۲۳/۱۳۱۳ھ) قاہرہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”غایۃ السؤل“ اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جو امام رازی کی المحصول کا اختصار ہے۔

۲۔ ”شرح غایۃ السؤل“^۱

محمد بن احمد الترمکمانی حنفی (متوفی ۱۱۴ھ) :

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”کشف الکاشف الذہبی فی شرح المغنی“ تالیف کی یہ انجہازی کی اصول پر کتاب کی شرح ہے۔^۲

صفی الدین الہندی شافعی (۶۳۴ھ/۱۱۵ھ) :^۳

فقہ، اصولی تھے ہندوستان میں اپنے نانا سے تعلیم حاصل کی اور پھر یمن، ججاز، قاہرہ، روم، بقونیہ، سیداس، قیصریہ اور دمشق جا کر تعلیم حاصل کی۔ بلاد روم میں سراج الدین محمد ابو بکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) صاحب التحصیل کی شاگردی اختیار کی۔ مذہب اشعریہ کے معتقد تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”نہایۃ الوصول الی علم الاصول“ : یہ کتاب امام رازی کی المحصول کی شرح ہے۔ یہ کتاب ”نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول“ کے نام سے صالح بن سلیمان الیوسف اور دکتور سعد بن سالم الشریح کی تحقیق کے ساتھ آٹھ (۸) مجلدات میں مکملہ المکرمہ، المکتبہ التجاریہ (سند) سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ ”الرسالۃ السنیۃ فی الاصول“^۴

رکن الدین الاسترآبادی شافعی (۶۳۵ھ/۱۱۵ھ) :^۵

فقہ، اصولی، نحوی، منطقی اور متکلم تھے، موصل میں نشوونما ہوئی اور نصیر طوسی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۸۳ھ میں فراغت پائی اس کتاب کے نام میں اختلاف ہے۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق اس کا نام ”العقد والحل فی شرح مختصر السؤل والامل“ ہے اور کشف المنظون کے مطابق حل العقد والعقل فی شرح مختصر السؤل والامل ہے۔^۶

۱۔ کشف المنظون ۱/۲، ۱۶۱۶/۲، ہدیۃ العارفین ۵/۱۶، فتح العارفین ۲/۱۱۳

۲۔ محمد بن احمد بن عثمان ابراہیم بن مصطفیٰ المرادی بن المرادی بن جلال الدین الترمکمانی حنفی کشف المنظون ۲/۱۷۳۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۵۷

۳۔ صفی الدین محمد بن عبدالرحیم بن محمد (۱۳۳۶ھ/۱۳۱۵ء) ہندوستان دہلی میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۴۔ کشف المنظون ۲/۱۹۱۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳۳، الدرر الکاملہ ۳/۱۳۱۵۔ (۲۹) الفتح العارفین ۲/۱۱۵۔ ۱۱۶

۵۔ ابو محمد رکن الدین حسن بن شرف شاہ العلوی الحسینی (۱۳۲۷ھ/۱۳۱۵ء) موصل میں وفات پائی

۶۔ کشف المنظون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۳، الفتح العارفین ۲/۱۱۳، مجمع الاصولین ۲/۵۵ (۲۹۰)

نجم الدین الطوفی الصرصی حنبلی (۶۷۳ھ/۷۱۶ھ) : ۱

فقہ، اصولی اور کئی دوسرے علوم میں یدِ طولیٰ رکھتے، شیخ شرف الدین علی بن محمد الصرصی سے تفقہ حاصل کیا۔ نصیر فاروقی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بغداد، دمشق، مصر کے سفر کئے ان سے متعلق یہ بات پھیل گئی کہ بعض صحابہ کرام پر تنقید کے بارے میں ان کے خیالات شیعہ حضرات کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ مصر میں حنابلہ کی عدالت میں قاضی سعد الدین الحارثی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ اس تنقید کی دلیل طلب کی گئی اور ان کو سزا سنائی گئی۔ مدارس کے اختیارات سلب کر لئے گئے، ملامت کئے گئے اور قید میں بھی رکھے گئے۔ مصالِح مرسلہ کے بارے میں ان کا نظریہ علمائے العلماء کے برخلاف تھا۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱- مختصر الروضہ : (اللبیل) اس کتاب میں ابن قدامہ کی کتاب "روضۃ الناظر وجنۃ المناظر" کا اختصار کیا گیا ہے جو اصول فقہ میں ابن حاجب کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔
- ۲- شرح المختصر الروضہ : اس کتاب پر بابا بن بابا بن ادہ نے ما قبل قیاس تک تحقیق کر کے جامعہ ام القری سے ۱۴۰۵ھ میں دکتورا کی ڈگری حاصل کی۔
- ۳- معراج الود
- ۴- بغیۃ المسائل فی امہات المسائل فی الاصول
- ۵- "نہایۃ السؤل فی علم الاصول" یا "قاعدہ فی الاصول"
- ۶- الانشارات الالہیۃ الی المباحث الاصولیہ : یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے، اس میں اصول الدین اور اصول فقہ کے مطالب نہایت المبع و احسن انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب پر کمال محمد نے جامعہ القاہرہ سے ۱۳۹۴ھ میں تحقیق پیش کی۔
- ۷- ہدیۃ العارفین کے مطابق "مختصر المحصل لفخر الدین الرازی" بھی ان کی تالیف ہے۔ ۲

صدر الدین بن الوکیل شافی (۶۶۵ھ/۷۱۶ھ) ۲

فقہ، اصولی، متکلم، نظار، ادیب اور شاعر تھے۔ صفی الدین ہندی شافی (متوفی ۷۱۵ھ) شارح المصنوع ان کے استاد تھے۔ صدر الدین اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ صرف پچاس دن میں مقامات حریری حفظ کر لی تھی۔ مصر، دمشق و حلب کے سفر کئے بہت سے مدارس میں تدریس انجام دی۔ مثلاً مشہد حسینی، زاویۃ الشافعی وغیرہ میں۔ وہ اپنی زمانہ کے واحد شافی تھے جو ابن تیمیہ سے مناظرہ پر تیار رہتے اور ابن تیمیہ نے ان کی تعریف کی اور علمی تفوق کی شہادت دی۔

۱ ابو الریح نجم الدین سلیمان بن عبد القوی بن عبد اکرم بن سعید الطوفی الصرصی بغدادی، ابن ابی العباس (۱۲۷۳/۱۳۱۶ء) عراق میں ولادت و وفات پائی

۲ کشف الظنون ۱۷۳۸/۱۷۳۸ء ہدیۃ العارفین ۴۰۰/۴۰۰ء بحکم المصلحین ۱۲۶۹/۱۲۶۹ء اس میں ہے انہوں نے مختصر المصنوع تالیف کی، الحج ۱۲۰۱/۱۲۰۱ء معجم الاصلیین ۱۲۷۳/۱۲۷۳ء (۳۶۳)

۳ صدر الدین محمد بن عمر بن کئی بن عبد الصمد بن عطیہ، ابن دکیل ابن مرحل (۱۲۶۶ء/۱۳۱۶ء) دیپال میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

مؤلفات اصولیہ :

۱- کتاب الاشیاء والنظائر ۲- شرح الحکام لعبد الحق

یہ دونوں کتابیں ان کے حدیث، فقہ اور اصول میں تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔^۱

شمس الدین خطیب الجزری شافعی (۶۳۷ھ-۷۱۶ھ) :^۲

فقہ، اصولی نحوی، منطقی، ادیب اور ریاضی تھے۔ شمس الدین الاصبہانی (متوفی ۶۸۸ھ) شارح المحصول آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ تقی الدین السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح منہاج الوصول للبیہاوی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے درس میں یہود و نصری بھی شریک ہوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱- شرح النحصول امام سراج الدین الارموی : (متوفی ۶۸۲ھ) کی کتاب التحصیل کی تین مجلدات میں شرح لکھی۔

۲- اجوبہ علی مسائل من المحصول

۳- شرح منہاج البیضاوی^۳

الخطاب القرہ حصاری (۷۱۷ھ زندہ تھے) :^۴

فقہ اور اصولی تھے اپنے شہر کے علماء سے استفادہ کے بعد شام جا کر فقہ، حدیث، تفسیر کی تعلیم حاصل کی اور پھر واپس اپنے شہر لوٹ آئے، وہیں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔^۵

محمد بن محمد الوسطی شافعی (متوفی ۷۱۸ھ) :

مؤلفات اصولیہ : "شرح منہاج الوصول للبیضاوی" تالیف کی۔^۶

ابراہیم بن ہبہ اللہ شافعی (متوفی ۷۲۱ھ) :^۷

فقہ اصولی و نحوی تھے امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا :

"کان اماماً عالماً ماہراً فی فنون کثیرۃ الففہ والاصول والنحو"

(وہ بہت سے فنون جیسے فقہ، اصول اور نحو میں امام اور ماہر عالم تھے)۔

۱- تاریخ الامین ۱۱۸۴ھ ۲- ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ الجزری (۱۲۳۹ء، ۱۳۱۶ء) مصر میں وفات پائی۔

۳- الخطاب بن ابوالقاسم القرہ حصاری (۱۳۱۷ء میں زندہ تھے)

۴- کشف الظنون ۱۸۲۳/۱۲، حدیہ العارفین ۱۵/۱۳۳۷ء اس میں تاریخ وفات ۷۴۰ھ، مذکور ہے عجم الامسلیین ۸۹/۳ (۳۲۵)

۵- غیث الدین محمد بن محمد واسطی حدیہ العارفین ۱۳۳۲ ۶- ابراہیم بن ہبہ اللہ بن علی ابوالدین بن اسنوی متوفی ۱۳۶۱ء ہر وہاں وفات پائی

قاہرہ میں بہاء الدین القفطی سے فقہ اور شارح الحصول شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ واضح رہے کہ الاصفہانی کی شاگردی ایک بہت بڑا اعزاز تھا کیونکہ وہ الحصول کے شارح ہونے کے علاوہ انجم، اسیوط اور قوص کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انھوں نے "شرح المنتخب فی الاصول" تالیف کی۔^۱

ابن النباء المرآشی مالکی (متوفی ۷۲۱ھ یا ۷۲۴ھ) :

ان کے بارے میں تاریخ وفات ۷۲۴ھ کے تحت تفصیلات درج ہیں۔

ابن الشاط الانصاری السبیتی مالکی (۶۴۳ھ/۷۲۳ھ) :

فقہ، نظار، اصولی، حافظ اور نحوی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "السوار البروق فی تعقب مسائل القواعد والفرق فی الاصول" تالیف کی۔ ہدیہ العارفین میں مذکور ہے۔ کہ انہوں نے کتاب "ادوار الشروق علی انواع الفروق فی الاصول" تالیف کی۔^۲

ابو عبد اللہ محمد بن علی (متوفی ۷۲۳ھ) :

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "نصح المقالة فی شرح الرسالة" تالیف کی۔^۳

ابو العباس بن النباء مالکی (۶۵۴ھ/۷۲۴ھ) :

فقہ، اصولی، متکلم، نظار، ریاضی، فلکی، اور ادیب تھے۔ ابو عمران الزناتی اور قاضی ابوالحسن المغلی سے تعلق حاصل کیا۔ ان گنت کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منتهی السؤل فی علم الاصول

۲۔ شرح علی تنقیح القرالی^۴

۳۔ تنبیہ المفہوم علی مدارک العلوم فی الاصول^۵

^۱ حسن الحاضرہ، ۱۹۸۱ء، الخ السبعین، ۱۲۲/۱۲، مجم الاصولین، ۶۶/۱ (۳۸)

^۲ ابوالقاسم، قاسم بن عبداللہ بن الشاط الانصاری السبیتی (۱۲۳۵/۱۳۲۳ء) سببہ میں ولادت و وفات پائی

^۳ ہدیہ العارفین، ۱۵/۸۲۹ء، الدبیان، ۳۲۳، ۳۲۵، (۳۲۲)، مجم السبعین، ۱۰۵/۱۸، الخ السبعین، ۱۲/۱۲

^۴ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن احمد الغفار المالکی، الیضاح السکون، ۴/۶۵۰

^۵ ہدیہ العارفین، ۱۵/۱۰۳، الخ السبعین، ۱۲/۱۲، مجم الاصولین، ۱۱/۱۶۴، ۱۶۵ (۱۶۳)

^۶ حاشیہ مجم الاصولین، ۱۱/۱۲۳-۱۶۵ (۱۶۳)، بحولہ اصحاحات الغارہ، رقم ۸ مذکور ہے

سراج الدین الأرنؤتی شافعی (۶۴۴ھ - ۷۲۵ھ) :^۱

فقہ وقاضی تھے۔ کئی شہروں کے قاضی رہے۔ امام اسنوی نے فرمایا :

”کان فی الفقہ اماماً مع فضیلة تامة فی الاصول والنحو“

(وہ اصول ونحو میں فضیلت تام رکھنے کے ساتھ فقہ میں امام تھے)۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب ”المسائل المهمة فی اختلاف الائمة، اصول“^۲

ابو عبد اللہ التؤسی مالکی (متوفی ۲۶۷ھ بعدہ) :^۳

فقہ واصولی تھے ، انہوں نے کئی تصنیفات تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تقییدات علی الحاصل“ لکھی جو دو مجلدات میں ہے۔^۴

حسن (حسین) ابن المطہر الحلی الشیعی (۶۴۸ھ / ۷۲۶ھ) :^۵

فقہ، اصول، کلام، تفسیر، نحو، رجال، منطق، علم الطبیعہ اور حکمت الالہیہ کے عالم تھے، تقریباً نوے کتابوں کے

مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مبادئ الوصول الی علم الاصول^۶

۲۔ تہذیب طرق الوصول الی علم الاصول^۷ اور کبھی اس نام کو تخفیف کے ساتھ تہذیب الاصول یا تہذیب الوصول بھی پڑھا گیا ہے۔

۳۔ نہایة الوصول الی علم الاصول^۸ دکتور مظہر بقا نے دنیا کے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے اور الذریعہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس میں ہے۔

”وہو کتابہ الجامع فی اصول الفقہ، فیہ ما ذکرہ، المتقدمون والمتاخرون، الفہ بالتماس

ولدہ محمد فی اربعة اجزاء ثم اختصرہ وسماہ ”تہذیب طریق الوصول الی علم الاصول“

و فرغ منه فی رمضان ۷۰۶ھ^۹

۱۔ سراج الدین یونس بن عبد الجبید بن علی بن داؤد والحزلی ۱۲۳۶ھ / ۱۳۲۵مصر میں ولادت اور قوص میں انتقال ہوا

۲۔ اللعالمین ۱۳۶۱۲ ۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد النور التؤسی متوفی ۱۳۳۶م

۴۔ ابو منصور جمال الدین حسن (حسین) بن یوسف بن المطہر الحلی العراقی (۱۲۵۰ھ / ۱۳۲۵م) ایضاً اسکون ۱۲ / ۳۳۲م، اللعالمین ۱۳۸۱۲

تعم الاصولین ۶۲۰۶۱۱ / ۲ (۲۹۵) ۵۔ اللعالمین ۱۲۸۱۲ ۶۔ ایضاً اسکون ۱۳ / ۳۳۳م، تعجم الاصولین ۶۲۰۶۱۱ / ۲ (۲۹۵)

۷۔ ایضاً اسکون ۱۳ / ۳۳۳م، تعجم الاصولین ۶۲۰۶۱۱ / ۲ (۲۹۵) ۸۔ ایضاً اسکون ۱۳ / ۳۳۳م، تعجم الاصولین ۶۲۰۶۱۱ / ۲ (۲۹۵) ۹۔ ایضاً اسکون ۱۳ / ۳۳۳م، تعجم الاصولین ۶۲۰۶۱۱ / ۲ (۲۹۵)

(اور ان کی کتاب اصول فقہ میں جامع ہے اس میں متقدمین و متاخرین سے اخذ کیا گیا ہے انہوں نے اس کتاب کو اپنے جینے محمد کی درخواست پر چار اجزاء میں تالیف کیا تھا پھر اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "تہذیب طریق الوصول الی علم الاصول" رکھا اور اس (تالیف) سے رمضان ۷۰۶ھ میں فارغ ہوئے۔)

تہذیب کی شرح :

شمس الدین محمد بن عبدالرحمن الحضری شافعی (متوفی ۱۰۷۰ھ) نے اس کتاب کی شرح لکھی اور اس کا نام "مسئب السیب فی شرح التہذیب" رکھا۔

۴۔ غایۃ الوصول وایضاح السبیل فی شرح مختصر منتهی السؤل و الاصل لابن الحاجب، حاجی خلیفہ کے مطابق یہ کتاب دو جلدات میں ہے اور احکام لہامدی اور الحصول للرازی کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ ابن کثیر نے کہا: "ولا یاس بہ فانہ مشتمل علی نقل کثیر" وکتور مظہر بقائے مختلف مقامات پر اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

۵۔ نہج الوصول الی علم الاصول۔

۶۔ منتهی الوصول الی علمی الکلام و الاصول۔

۷۔ شرح غایۃ الوصول فی الاصول للغزالی حجة الاسلام، حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا اور کہا: شرح بقال اقوال فی مجلد و فرغ فی جمادی الاولی ۶۸۱ھ۔

۸۔ النکت البدیعہ فی تحریر الذریعہ للسید المرطضی فی اصول الفقہ۔

تقی الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ - ۷۲۸ھ) :

امام محقق، حافظ، مجتہد، محدث، مفسر، اصولی، نحوی، واعظ، خطیب، ادیب، اور مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے والد سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ بیس برس سے کم عمر میں تدریس و فتویٰ کی اہلیت حاصل کر لی تھی۔ اور جمع و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر مسند تدریس و فتویٰ پر بیٹھے۔ مصر میں تشریف لائے مگر وہاں حکم قاضی قلعہ میں بند کر دیئے گئے۔ اور رہائی اور پھر قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ملک ناصر ۷۰۹ھ میں تخت نشین ہوا تو پھر عزت کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔ تا ۷۱۲ھ میں جہاد کے لئے دمشق آئے۔ تین سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قاعدة کبیرۃ فی اصول الفقہ غالباً نقل اقوال الفقہاء یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

۲۔ قاعدة فی الاجتہاد و التقليد فی الاسماء النی علق الشارع بها من الاحکام۔ ایک جلد میں ہے۔

۱۔ ہدیۃ العارفين ۷۹/۱۷

۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۰/۲، عجم الاصولین ۲۲/۲۲ (۲۹۵)

۳۔ ایضاح المسکون ۶۹۵/۳۔ الذریعہ ۳۲۶/۳۳

۴۔ ایضاح المسکون ۵۷۴/۱۳۔ ہدیۃ العارفين ۲۸۵/۵

۵۔ کشف الظنون ۱۱۹۳/۲

۶۔ ہدیۃ العارفين ۸۵/۵، عجم الاصولین ۳۰۳/۳۔ الذریعہ ۳۰۳/۳

۷۔ ابوالعباس، تقی الدین، احمد بن عبدالکلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الحضری بن محمد

- ۳۔ قاعدة فيما شرعه الله تعالى بقطعي العموم والاطلاق وهل يكون مشروعاً بلفظ الخصوص والتقييد۔
- ۴۔ قاعدة في تقليد مذهب معين هل يجب على العامي اولا؟
- ۵۔ جواب في ترك التقليد فيمن يقول مذهبي مذهب النبي ولست انا التقليد مذاهبه الاربعة۔
- ۶۔ قاعدة في المخطى في الاجتهاد هل يائمه، وهل المصيب واهدا۔
- ۷۔ قاعدة فيما يظن من تعارض النص والاجماع۔
- ۸۔ قاعدة في الاجماع وانه ثلاثة اقسام۔
- ۹۔ وجواب في الاجماع والخبر المتواتر۔
- ۱۰۔ نقد مراتب الاجماع التي الفها ابن حزم (طبوع حاشية على مراتب الاجماع لابن حزم سنة ۱۳۵۷ھ)۔
- ۱۱۔ قاعدة في كيفية الاستدلال على الاحكام بالنص والاجماع في الرد على من قال: ان الدلالة اللفظية لا تفيد اليقين۔
- ۱۲۔ قاعدة في تقرير القياس في مسائل عدة الرد على من يقول هل خلاف القياس والقياس في الشرع۔
- ۱۳۔ جواب تقليد الحنفى الشافعى في المطر والوتر۔
- ۱۴۔ قاعدة في لفظ الحقيقه والمجاز والبحث مع اللامدى۔ یہ کتاب تقریباً آٹھ (۸۰) صفحات پر ہے۔
- ۱۵۔ رفع الملام من ائمة الاعلام۔
- ۱۶۔ قاعدة في ان جنس الفعل المامور به اعظم من جنس ترك المنهى عنه۔
- ۱۷۔ قواعد في النهى هل يقضى فساد المنهى عنه۔
- ۱۸۔ وقاعدة اخرى كل حمد وذم من الاقوال والافعال لا يكون الا بالكتاب والسنة۔
- ۱۹۔ قاعدة في شمول النصوص للاحكام۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔
- ۲۰۔ رسالة في جواب هل كل مجتهد مصيب۔
- ۲۱۔ رسالة في حقيقة الحكم الشرعى و انواعه۔
- ۲۲۔ رسالة في التقليد الذي حرمه الله ورسوله، وشرح اول المحصول للرازي۔
- ۲۳۔ معارج الوصول في ان الاصول والفروع قدينها الرسول۔
- ۲۴۔ المسودة ال تي تيمية کے تین علماء نے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور ابن تیمیہ کے ہاتھوں تکمیل ہوئی۔ یعنی شیخ الاسلام مجد الدین، ابوالبرکات، عبد السلام، دوسرے ان کے والد شیخ شہاب الدین ابوالخاسن، عبد الحلیم، تیسرے امام تقی الدین ابوالعباس احمد ہیں المسودہ پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

مجموع فتاویٰ میں اُنیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے : شیخ السلام ابن تیمیہ کا مجموعہ فتاویٰ جو ۳۷ مجلدات میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے اس کی اُنیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے۔ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم العاصمی الجندی الحسنبلی نے اپنے صاحبزادے کی مساعادت سے اس کی جمع و تصویب کی، جو خادم الحرمین الشریفین حضرت صاحب الجلالہ الملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے حکم سے اشراف الرئاسہ العامہ للشؤون الحرمین الشریفین سے شائع ہو چکا ہے۔^۱

احمد المقدسی ابن جبارہ الحسنبلی (۶۲۷ھ - ۷۲۸ھ) :^۲

فقہ، اصولی، نحوی، مقری، مفسر تھے اصول فقہ کی تعلیم شہاب الدین القرانی مالکی سے حاصل کی۔ مصر، دمشق اور پھر واپس حلب آئے مگر بعد میں بیت المقدس میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔^۳

ابن الزیات الکلاعی مالکی (۶۲۹ھ / ۷۲۹ھ) :^۴

فقہ، اصولی، نحوی، ادیب متکلم مقری تھے الدیباج میں ہے کہ انہوں نے کتاب "المصفحة الوسیمة والمنحة الجسیمة" تالیف کی۔ دراصل ان کا یہ رسالہ اعتقاد، اصولیہ، فردعیہ اور تحقیقیہ چار قواعد پر مشتمل تھا۔^۵

علاء الدین القونوی الشافعی (۶۶۸ھ / ۷۲۹ھ) :^۶

فقہ، اصولی، مفسر، ادیب، متصوف تھے۔ دمیاطی، زماکانی، ابن القیم، ابن دقین العید اور شمس الدین الایکی آپ کے شیوخ تھے۔ اصول کی تعلیم خاص طور پر تاج الدین الحصلانی سے حاصل کی تھی۔ دمشق کے علاوہ قاہرہ میں بھی تدریس کی۔ ایک زمانہ تک وہاں رہے، ملک ناصر آپ کی بہت تعظیم کرتا۔ ارغون شاہ نائب کہتا تھا: "ماملاً عینی غیرہ" (میری آنکھیں ان کے سوا کسی سے نہیں بھرتیں)، دمشق میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : اختصار المعالم فی الاصول۔^۷

۱۔ اللعالمین ۲/۳۰-۳۳، مجم الاصولین ۱/۱۳۶-۱۳۹ (۹۸) حیات ابن تیمیہ، ابو زہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری لہست اصول فقہ لابن تیمیہ، ص ۷۲۳-۷۲۵

۲۔ احمد بن محمد بن عبدالولی بن جبارہ شہاب الدین بن قتی الدین المقدسی الروادی الحسنبلی (۱۲۳۹ھ / ۱۳۲۸ھ) بیت المقدس میں وفات پائی۔

۳۔ شذرات الذهب ۶/۸۷، مجم المؤلفین ۲/۸۳۶، مجم الاصولین ۱/۲۱۹ (۱۳)

۴۔ ابو جعفر احمد بن حسن بن علی الکلاعی، ابن زیات خطیب (۱۲۵۱ھ / ۱۳۲۷ھ)

۵۔ الدیباج ۱/۱۰۹-۱۱۰ (۷۲)، اللعالمین ۲/۱۲۹، مجم العارفین ۱/۱۰۷ (۷۳)۔ اس میں ان کی کتاب کے نام کا پہلا کلمہ المصحفة اور اللعالمین میں المصحفة مذکور ہے۔

۶۔ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی (۱۲۶۹ھ - ۱۳۲۸ھ) شام میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۵/۷۱۷، اللعالمین ۳/۱۳۳

برہان الدین (ابن الفکاح) القراری شافعی^۱

اصولی، نحوی اور خطیب تھے۔ مذہب شافعیہ کی معرفت میں اپنے زمانے میں سب سے ممتاز تھے۔ لیل و نهار علم و عبادت میں مشغول رہے۔ علوم میں خاص طور پر فقہ و اصول میں زیادہ مشغول و منہمک رہے۔ ان کو بڑے عہدوں اور قضاة کی پیکش ہوئی مگر انہوں نے ان کو قبول نہیں کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱- تعلیقة علی مختصر ابن حاجب
- ۲- شرح مختصر ابن حاجب یا شرح منتهی السؤل والامل لابن حاجب^۲

عبدالعزیز بخاری حنفی (متوفی ۳۰۷ھ)^۳

فقہ و اصولی تھے، توام الدین الکاکی اور جلال الدین عمر بن النجازی صاحب المغنی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱- کشف الاسرار : اصول بزدوی کی بہت اعلیٰ، انفع اور امین شرح مانی جاتی ہے جو ایسی تحقیقات و تفریعات و تعریفات پر مبنی ہے جو دیگر کتب اصولیہ میں نہیں ملتی۔
- ۲- غایة التحقيق یا التحقيق

یہ الاخسیکی کی المنتخب کی شرح ہے۔ اس کتاب کو کشف الاسرار کے بعد تالیف کیا یہ کتاب ہند سے ۱۳۹۳ھ میں چھپ چکی ہے مگر طباعت کی اغلاط سے بھری پڑی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں اصولیین کے یہاں معتبرہ ہیں اور اکثر متاخرین نے ان دونوں پر اعتماد کیا ہے۔

کتاب غایة التحقيق پر تحقیق : صالح سعید باقلاقل نے اس کتاب کے اول تا اختتام باب العزیمۃ والرہصۃ پر تحقیق پیش کی اور جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورۃ سے ۱۴۰۷ھ میں دکتورہ کی شہادت حاصل کی۔ جبکہ ”باب السنۃ“ سے کتاب کے آخر تک فضل اللہ نے تحقیق کی اور مذکورہ بالا جامعہ سے ۱۴۰۷ھ میں دکتورہ کی شہادت حاصل کی۔

- ۳- ردقوادح التحقيق اس کتاب میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو ان کی کتاب ”غایة التحقيق“ پر کئے گئے تھے۔ اس کا ایک نسخہ شہید علی..... ۶۴۰ھ اور اوغلی علی..... ۲۸۹ میں موجود ہے۔

۴- حاشیہ علی شرح اصول البزدوی

۱- ابواسحاق ابریم بن عبدالرحمن بن ابراہیم بن سباع بن ضیاء القراری معری برہان الدین القراری (۱۳۶۱/۱۳۲۸ء) دمشق میں انتقال ہوا۔

۲- کشف الظنون ۱۸۵۵/۲، ہدایۃ العارفین ۱۳/۵، اللوح المبین ۲/۱۳۵، معجم الاصلیین ۱/۳۳۱ (۱۳)

۳- علماء الدین عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری متوفی ۱۳۲۹ھ

۵۔ کشف المبانی فی جواب شکوک النبیۃ الی الامام شمس الدین السمرقندی ولی ولی الدین. ۸۹۲: الاجوبہ والا سئلہ لعلاء الدین عبد العزیز بن احمد^۱

القرہ حصاری حنفی (قونی ۳۰ھ)

فقہ، اصولی تھے۔ شرح المنار للنسفی تالیف کی ان کا بیان ۷۱۷ھ کے تحت گذر چکا ہے۔^۲

بدرالدین التستری شافعی (متوفی ۳۲ھ)

فقہ، اصولی اور منطقی تھے۔ تعلیم و تعلم کی خاطر قزوین، دیار مصر اور عراق تشریف لے گئے۔ امام اسنوی نے ان سے اکتساب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حل عقد التحصیل فی الاصول ۲۔ شرح علی منہاج البیضاوی فی الاصول

۳۔ شرح علی ابن الحاجب^۳

ابراہیم الجبیری شافعی (متوفی ۶۴۰ھ-۳۲ھ)

فقہ، اصولی، محدث، نحوی، مؤرخ، قاری اور مقرر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے المعبر فی اختصار المختصر تالیف کی جو ابن حاجب کی مختصر المنہی کا اختصار ہے۔^۴

اسماعیل ابوالقداء (متوفی ۶۷۲ھ-۳۲ھ)

امام اسنوی نے طبقات میں کہا :

”کان جامعاً لاشات العلوم ، اعجوبة من اعاجیب الدینا ، ماہرا فی الفقه والتفسیر

والاصولیین ، والنحو وعلم المیقات والفلسفة والمنطق والطب ، والعروض ، والتاریخ وغیر

ذلک من العلوم ، شاعرا ماہرا ، کریمنا الی الغایة ، صنف فی کل علم تصنیف او تصانیف “

(وہ بہت سے علوم کے جامع تھے اور عجائبات دنیا میں سے تھے۔ فقہ تفسیر اور ارسطو، علم تقویم، فلسفہ، منطق، طب،

عروض، تاریخ اور دوسرے علوم میں ماہر تھے۔ ماہر شاعر، بہت فیاض تھے۔ ہر علم میں کتاب یا کتابیں لکھیں)

^۱ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، ہدیۃ العارفين ۱/۵۸۱، تاریخ الترمذی ۳۵ (۱۰۳)، الفوائد البیہیہ ص ۹۳-۹۵، الجواہر البیہیہ ۲/۳۷۸،

الاصولیین ۲/۱۳۶، خطاب بن ابوالقاسم القرہ حصاری رونی ۳ ہدیۃ العارفين ۵/۳۴۷

^۲ بدرالدین محمد بن اسعد العسری متوفی ۱۳۳۱ھ مدین میں وفات پائی ۵ اصولیین ۲/۱۳۷

^۳ ابوالعاسم، تقی الدین، نرحمان الدین، ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن غلیب الجبیری بن غلیب السراج السلفی (۱۳۳۲-۱۳۳۱ء)

للطین میں انتقال فرمایا۔ ۵ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ ہدیۃ العارفين ۵/۱۳۰-۱۳۱، مجموع المؤلفین ۱/۶۹، مجموع الاصولیین ۱/۳۳ (۱۹)

^۴ اسماعیل بن علی بن محمود بن عمر بن شہنشاہ ابن ایوب بن مشادی، الملک الموعود، عماد الدین، ابوالقداء، صاحب حماة (۱۲۷۳ھ-۱۳۳۱ھ) مصر میں انتقال فرمایا۔

مصر میں تشریف لائے اور ملک ناصر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو پسند کیا اور ایک علاقہ کا سلطان مقرر کیا۔
مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۱

ابو البقاء محمد بن ابراہیم شافعی (متوفی ۳۳۳ھ)

انہوں نے کتاب "النجم اللامع فی شرح جمع الجوامع" تالیف کی۔^۲

شجاع الدین الطرازی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ-۳۳۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : فقیہ و اصولی تھے۔ انہوں نے "تبصرۃ الاسرار فی شرح المنار للنسفی" تالیف کی۔^۳

تاج الدین الرازی شیعہ (متوفی ۳۵ھ)

انہوں نے کتاب "المصادر فی الاصول" تالیف کی۔^۴

ابو عبد اللہ القفصی مالکی (متوفی ۳۶ھ)^۵

ادیب، فقیہ اور اصولی تھے۔ اسکندریہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ شمس الدین الاصفہانی، ناصر الدین الایبوری، ابن دقیق العید آپ کے شیوخ تھے۔ ۶۸۰ھ میں دوران حج علماء حرمین شریفین سے استفادہ ہوئے۔ قفصہ (تیونس) کے قاضی بنائے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تحفہ الواہل فی شرح الحاصل" تالیف کی۔^۶

مصالح الدین التبریزی حنفی (متوفی ۶۶۹ھ-۳۶ھ)^۷

فقیہ اصولی تھے۔ قاہرہ و دمشق کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : "الرفیع فی شرح البذیع" تالیف کی۔ دراصل یہ ابن الساعاتی (متوفی ۶۹۳ھ) کی اصول فقہ میں کتاب "بذیع النظام" کی شرح ہے۔ صاحب تاج التراجم قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) نے لکھا ہے کہ "راہتہ بخطہ فی مجلدین" (میں نے اس کتاب کو ان کے خط میں دو جلدوں میں دیکھا تھا)۔^۸

۱۔ مجمع الاصول ۱/۲۶۵ (۲۱۰) ۲۔ ابو البقاء محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ بن جملہ الکسانی المقدسی، ایضاح السنون ۳/۶۲۷

۳۔ شجاع الدین عبد اللہ بن احمد بن معلی بن محمود التبرکتانی الطرازی، طراز (ترکستان) میں ولادت اور مدرسہ ظاہریہ (قاہرہ) میں انتقال ہوا۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۵۰، تاج التراجم ۸۰ (۳۷۷) ۴۔ تاج الدین محمود بن علی بن محمود الحسی الحکیم، ہدیۃ العارفین ۶/۳۰۸

۵۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ راشد الکبری القفصی متوفی ۱۲۳۵ھ تونس میں وفات پائی

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳-۱۳۵، اس میں تاریخ وفات ۶۸۵ھ مذکور ہے، اللغ الخسین ۲/۱۳۹

۷۔ ابوالفتح موسیٰ بن محمد صالح الدین التبریزی (۱۲۷۰-۱۳۳۵) مدینہ منورہ میں انتقال ہوا

۸۔ تاج الدین التراجم ۳/۷۴ (۲۲۶)، الدرر الکامنه ۴/۳۷۷ (۱۰۱۶)، الجواہر المعیہ ۲/۱۸۵ (۵۷۸)، الفوائد العیہ ۱/۲۱۶، اللغ الخسین ۲/۱۴۰

احمد بن نور (متوفی ۷۳۷ھ) ^۱

ابتداء میں اپنے والد کے ساتھ کھیت کی رکھوالی کرتے پھر اللہ نے اپنے دین کی تعلیم کی طرف رغبت دلادی۔ کچھ ہی عرصہ میں فقہ، نحو، اصول میں ماہر ہو گئے، درس و افتاء کی خدمات انجام دینے لگے۔

زین الدین بن المرسل (بعد ۶۹۰ھ - ۷۳۸ھ) ^۲

قاہرہ میں ابن دقیق العید کے شاگرد رہے۔ قاہرہ اور دمشق کی مشہور درس گاہوں میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے رافع کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

”انہ صنف کتاباً فی اصول الفقہ“

(بلاشبہ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی)

اور صاحب شذرات کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

”انہ الف کتابین“

(انہوں نے دو کتابیں تالیف کیں) ^۳

صفی الدین البغدادی جنبلی (متوفی ۶۵۸ھ - ۷۳۹ھ) ^۴

فقہ، اصولی، فرضی اور ریاضی دان تھے۔ بغداد، دمشق اور مکہ المکرمہ کے اساتذہ سے فیض پایا۔ جنبل مدرسہ ”بشیرہ“ میں تدریس کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن جنبلی نے اپنی طبقات میں اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل کتابوں کا تذکرہ کیا ہے :

۱- تسہیل الوصول الی علم الاصول : ہدیۃ العارفین ”تسہیل الفصول فی علم الاصول“ تحریر ہے۔

۲- تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل

۳- مختصر قواعد الاصول ومعاقد الفصول ^۵

قواعد الاصول ومعاقد الفصول کا تعارف :

ابن بدران نے کتابلہ اصول فقہ کے نفع مختصرات میں اسے شمار کیا ہے۔ ^۶

^۱ احمد بن علی بن احمد ابن النور، متوفی ۱۳۳۶ھ تو م میں وفات پائی ۲ معجم الاصلیین ۱/ ۱۶۸ (۱۱۹) ۳ زین الدین محمد بن عبدلفظ بن عمر بن

کلی بن عبدالمصدق بن عطیہ بن احمد اشعری مدنی، متوفی ۱۳۹۹ھ (۱۳۳۸) ۴ کتابلہ اصول فقہ ۱/ ۱۳۶

۵ ابوالفضل، صفی الدین، عبدالمؤمن بن عبدالحق بن عبدالمقصد بن علی بن مسعود بن شاکل البغدادی (۱۱۵۰-۱۲۳۸) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی

۶ ہدیۃ العارفین ۵/ ۶۳۱، الفتح المبین ۲/ ۱۳۳، کتاب الذلیل علی طبقات اکتابلہ، ابن رجب، زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد

البغدادی جنبلی (۷۳۶ھ - ۷۳۹ھ) ۳/ ۳۲۹-۳۲۸ (۵۲۳) بیروت دار المعرفہ سنہ

کے المدخل الی مذہب الامام احمد، عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ ابن بدران ص ۲۳۸، بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۷۷ھ - ۱۹۹۶ء

شامی عالم شیخ جمال الدین قاسمی نے اس مختصر کے بارے میں فرمایا :

”وما ان وقفنا علیا حقی ابناء من نفس الاثار الاصولیه واعجبها سبکا ، والطفها جمعا
للاقوال ، وایجاز فی المقال“^۱

(ہم نے دوران تلاش اس کتاب کو اصولی طریقہ پر عمدہ ترین کتاب پایا۔ اس کا نظم عمدہ ہے اور اس میں بہتر طریقہ
پر اقوال کو جمع اور اقوال کا اختصار کیا گیا ہے۔)

حمد و صلاۃ کے بعد اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :

”هذه قواعد الاصول ومعاهد الفصول من کتابی المسمى ”بتحقیق الاصل“ مجردة من
الدلائل من غیر اختلال بشئی من المسائل تذکرة للطالب المستبین ، وتبصرة للراغب
المستعین ، وبالله استعین وعلیه اتوکل وهو حسبی ونعم المعین“^۲

(یہ قواعد الاصول ومعاهد الفصول) میری کتاب بنام تحقیق الاصل سے ماخوذ ہے۔ دلائل سے خالی ہے مگر اس کے
مسائل میں کچھ بھی نقص نہیں ہے۔ یہ بیان کا ارادہ رکھنے والے طالب علم کے لئے ایک یادگاہ ہے اور مدد چاہنے
والے راغب کے لئے تسلی بخش توضیح ہے اور میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ میرے
لئے کافی اور بہتر مددگار ہے)

اسماعیل بن خلیل حنفی (متوفی ۷۳۹ھ)^۳

فقہ، اصولی، نحوی، فرضی تھے۔

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مقدمہ فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۴

ابن خطیب جیرین (۶۲۲ھ/۷۳۹ھ)

حلب میں قاضی تھے۔

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح مختصر ابن الحاجب“ تالیف کی۔^۵

فخر الدین الطائی حلبی شافعی (۶۶۲ھ-۷۳۹ھ)^۶

فقہ، اصولی، نحوی اور مقری تھے۔ حلب میں قاضی بھی رہے، کئی فنون پر آپ کی مصنفات ہیں۔ المرانی نے

^۱ تحقیق مقدمہ علی قواعد الاصول ومعاهد الفصول علی عباس النکلی۔ ص ۱۰، المکتبۃ السعودیہ جامعہ أم القری ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸ء

^۲ قواعد الاصول ومعاهد الفصول، صفی الدین عبالکوسمن بن کمال الدین البغدادی حلبی (۶۵۸ھ-۷۳۹ھ) ص ۲۱ المکتبۃ السعودیہ جامعہ
أم القری ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸ء ص ۳ اسماعیل بن خلیل حنفی، تاج الدین، متوفی ۱۳۳۸ء۔ قاہرہ میں وفات پائی۔

^۳ الدرر الکامنا/۳۶۶ (۹۲۶)، جواہر المعیہ/۱ (۳۳۰) الفوائد السعیہ۔ ص ۳۶، مجمل الاصولین/۱ (۲۰۳) ۲۶۰/۵

^۴ فخر الدین عثمان بن نور الدین علی بن عثمان النکلی، ابن ابن خطیب، ہدیۃ العارفین/۵ ۷۵۶

^۵ ابو عمرو، فخر الدین عثمان بن علی بن اسماعیل المصری الطائی النکلی متوفی ۱۳۳۸ء۔ قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

ابن حبیب کا بیان نقل کیا جو مندرجہ ذیل ہیں :

”کان فخر الدین حاکم الہ قدرۃ الکبیر وعالم الیس له نظیر قدوة فی معرفۃ الاصول والفروع مشار الیہ بالتقدم فی المحافل والجموع“
 (فخر الدین دلوں پر راج کرنے والے شخص تھے، ان کی شان بلند تھی اور بے مثل عالم اور اصول و فروع کی معرفت میں قابل تقلید تھے۔ محافل اور اجتماعات میں ان کے تفوق کی گواہی دی جاتی)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول (۲) شرح البدیع لابن الساعاتی فی الاصول^۱

جلال الدین القزوینی شافعی (۶۶۶ھ/۳۹ھ)

اصول فقہ اور علوم عربیہ میں خاص دسترس رکھتے تھے، قاضی بھی رہے۔ روم، شام، مصر اور دمشق کے علمی اسفار کئے۔
 اراکلی آپ کے شیوخ میں سے تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔
 مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر ایک عمدہ کتاب تالیف کی۔^۲

اسماعیل الزنگونی شافعی (متوفی ۷۴۰ھ)

فقہ، اصول اور محدث تھے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی نے ان سے اکتساب فیض کیا اور اپنی طبقات میں ان کی شان میں فرمایا :

”کان اماماً فی الفقہ ، اصولیا ، محدثاً ، ذکیا حسن التعبير قانتا للہ.....“

(وہ فقہ میں امام تھے۔ اصولی، محدث، ذکی، عمدہ تعبیر کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے والے تھے.....)

انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح المنہاج“ تالیف کی۔^۳

التادلی الفاسی مالکی (متوفی ۷۴۱ھ)

فقہ، اصولی، ادیب، نحوی محدث تھے۔ مدینہ المنورہ کو وطن بنا لیا تھا، یہاں قاضی کے طور پر بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ متعدد فنون پر کتب تالیف کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”تقییدات مفیدہ علی تنقیح القرانی فی الاصول“ تصنیف کی۔^۴

۱۔ اللؤلؤ المبین ۱۳۳۲/۲ محمد بن عبدالرحمن بن عمر بن احمد بن محمد بن عبدالکریم بن الحسن بن علی بن ابراہیم القزوینی ثم الدمشقی (۱۳۶۶ھ/۱۳۳۶ھ)۔

۲۔ اللؤلؤ المبین ۱۳۵/۲

۳۔ ابو بکر محمد الدین، اسماعیل بن عبدالعزیز الزنگونی المصری متوفی ۱۳۳۹ھ۔ معر میں وفات پائی۔

۴۔ احمد بن عبدالرحمن التادلی الفاسی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ مغرب میں پرورش اور مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

۵۔ اللؤلؤ المبین ۱۳۹/۲، مجمع الاصولین ۱/۲۶۱-۲۶۵ (۲۰۵)

ابن جزئی الغرناطی مالکی (۶۹۳ھ - ۷۷۱ھ) ^۱

فقہ، اصولی، محدث، مقبری، متکلم، ادیب، لغوی، نحوی اور خطیب تھے۔ لسان الدین ابن خطیب ان کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱- قوانین الفقہیہ، فی تلخیص مذهب المالکیہ، والتبہ علی مذهب الشافعیہ و الحنفیہ والحنبلیہ

۲- تقریب الوصول الی علم الاصول ^۲

ابراہیم الزرعی حنبلی (متوفی ۷۷۱ھ) ^۳

فقہ، اصولی، مناظر اور فرضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ میں کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۴

مشائخ الجبلی حنبلی (متوفی ۷۷۱ھ) ^۵

فقہ اور اصولی تھے۔ شیخ تقی الدین الزریراتی سے تفقہ حاصل کیا۔ الجہادیہ (دمشق) میں چاروں ائمہ کے پیروکاروں کو تعلیم دیتے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۶

عبداللہ بن علی الکتابی الغرناطی مالکی (۶۶۹ھ - ۷۷۱ھ) ^۷

فقہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : الشافی فیما وقع من الخلاف بین البصرۃ والکافی۔ المرأی نے کہا کہ غالب گمان یہ ہے کہ "الشافی" اصول فقہ میں کتاب ہے اور اس پر یہ تائید پیش کی کہ کشف الظنون کے مطابق "التبصرہ" امام شریازی (متوفی ۷۷۶ھ) کی اصول فقہ پر کتاب ہے۔ اور کتاب الکافی ابن حاجب کی اصول فقہ میں مختصر ابن حاجب کی شرح ہے۔ ^۸

۱ ابوالقاسم محمد بن احمد بن جزئی الکلبی الغرناطی (۱۲۹۳ھ/۱۳۳۰ء) اندلس میں وفات پائی۔

۲ ایضاح الأصولین ۳/۳۶۳، الدبیان ص ۳۸۸ (۵۲۲)، الفتح المبین ۲/۱۳۸

۳ قاضی ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن احمد بن ہلال الزرعی دمشقی متوفی ۱۳۳۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

۴ مجمع الأصولین ۲/۶۱ (۶) ۵ رکن الدین شافعی بن عمر بن اسماعیل الحسینی بغدادی متوفی ۱۳۳۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

۵ ہدیۃ العارفین ۱/۲۱۳، مجمع الأصولین ۲/۱۳۳ (۳۶۸) ۶ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن علی بن سلیمان الکتابی لاغرناطی (۱۲۷۵ھ/۱۳۳۰ء)

۷ الفتح المبین ۲/۱۳۷ ۸ ابواسحاق ابراہیم محمد بن ابراہیم بن ابوالقاسم القیس السفاتی (۱۲۹۷ھ/۱۳۷۱ء)۔ حلف میں وفات پائی۔

ابراہیم السقاسی مالکی (تقریباً ۶۹۷ھ-۷۴۲ھ) ^۱
 بجایہ سے حریم شرفین، قاہرہ اور دمشق کے علمی سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح منحصر ابن الحاجب، الراغی نے ان کا نام محمد بن محمد ابراہیم (متوفی ۷۴۲ھ) بتایا ہے اور شرح منحصر ابن الحاجب الاصلی فی الاصول کتاب کا ذکر کیا اور کشف لفظون میں اس طرح ہے :
 "الشرح المختصر لمحمد بن احمد، اخو العرب، السقاسی (متوفی ۷۴۲ھ)۔"

بقول مظہر بقایہ کتاب بریل میں ۵۰۴ فاتح ۱۳۶۲ میں موجود ہے اور آخر الذکر دونوں میں ان کا نام محمد بن محمود بن احمد بتایا گیا ہے۔ جبکہ ہدیۃ العارفین میں محمد بن محمد بن ابراہیم متوفی ۷۴۳ھ مذکور ہے۔ (واللہ اعلم) ^۲
 برہان الدین العبري شافعی (متوفی ۷۴۳ھ) ^۳

ابتداء حنفی المذہب تھے، پھر شافعی مسلک اختیار کیا۔ دونوں مذاہب پر کتب تالیف کیں۔ تہریز میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ قاضی بیضاوی کی مختلف فنون پر کتب کی شروع لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح المنہاج للبيضاوي فی الاصول تالیف کی تھی۔ یہ منہاج کی احسن و نفع شروح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

" الحمد لله الذي اعلى معالم الاسلام و بين لطرق المعاش و المعداد قوانين الشرع و الاحكام "۔^۴

العبري کی شرح پر حاشیہ :

قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^۵

تاج الدین ابن الترمکاني (متوفی ۶۸۱ھ-۷۴۳ھ) ^۶

فقیر، اصولی، نحوی، ادیب، منطقی، فکلی اور منکلم تھے۔ اپنے والد اور بھائی سے تفقہ حاصل کیا۔ یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم امام تھے۔ بہت سے علوم و فنون میں کمال حاصل تھا۔ فقہ و اصول الدین، حدیث، لغت عربیہ، عروض، منطق اور ہیئت میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ تدریس و افتاء میں مشغول رہے۔ قائم مقام قاضی بھی رہے آپ کی تصانیف کی تعداد سترہ (۱۷) تک بتائی جاتی ہے۔^۷

۱۔ ابوالسحاق، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن ابوالقاسم القسبی بسفاتی (۱۲۹۷ء-۱۳۷۱ء) حلب میں وفات پائی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱/۶، اللغ الخ ۱/۱۵۱، اللغ الخ ۲/۲۵۱، معجم الاصلیین ۱/۵۱ (۲۵)

۳۔ برہان الدین عبید اللہ بن محمد العاشم السینی القرغانی الشریف العبري متوفی ۱۳۳۲ھ تہریز میں وفات پائی

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۹، اللغ الخ ۲/۱۳۹، ۵۔ کشف لفظون ۲/۱۸۷، ۶۔ کشف لفظون ۲/۱۸۸

۷۔ تاج الدین، احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المراد بنی الاصل، ابن ترمکاني (۱۲۸۲ء-۱۳۳۳ء)، قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی

۸۔ کشف لفظون ۲/۱۶۱۵، اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن مصطفیٰ مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۹، لطیفات السنیہ ۱/۳۳۹-۳۵۱، الجواہر المصیبرہ

۹۔ لغت الفوائد المصیبرہ ص ۲۵، معجم الاصلیین ۱/۱۵۹-۱۶۰ (۱۱۲)

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ تعلیقہ علی المحصول : " الفخر الدین الرازی " ۱۔
 - ۲۔ تعلیقہ علی التبین ۲ الاخیکی حنفی (متوفی ۶۴۴ھ) کی "المنتخب فی اصول الفقہ" کی توام الدین امیرکاتب نے "التبین" کے نام سے شرح لکھی۔ اور اس شرح پر انہوں نے تعلیقہ لکھا۔
 - ۳۔ تعلیقہ علی المنتخب فی اصول المذہب ۳
 - ۴۔ شرح مختصر الباجی فی الاصول، یہ المصنوع کا مختصر ہے ۴
 - ۵۔ تعلیقہ علی المحصل للامام فخر الدین رازی ۵
- دراصل شارح "مختصر الباجی" علاء الدین الباجی، علی بن محمد بن خطاب المغربی مصری شافعی (متوفی ۱۲۷۱ھ) نے امام رازی کی المصنوع کا "غایۃ السؤل" کے نام سے اختصار لکھا اور اس کو چودہ انواع پر مرتب کیا تھا۔ تاج الدین ابن الترمکانی نے اس کی شرح لکھی۔ ۱

الخلخالی شافعی (متوفی ۷۴۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منتهی السؤل والامل فی علمی الاصول و الجدل لابن الحاجب" تالیف کی۔ ۱

علاء الدین القدسی حنفی (متوفی ۷۴۶ھ) ۵

فقہ و اصولی تھے۔ فقہ، اصول حدیث میں خاص طور سے گہری نظر رکھتے تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم اپنے زمانے کے جید علماء سے حاصل کی۔ قدس میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : جلال الدین عمر بن محمد النبازی حنفی (متوفی ۶۷۱ھ) کی اصول فقہ میں کتاب "المغنی" کی شرح لکھی۔ ۹

فخر الدین الجباردی شافعی (متوفی ۷۴۶ھ) ۱۰

فقہ، اصول، مفسر اور نحوی تھے۔ صاحب "المنہاج"، قاضی ناصر الدین بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) سے علم حاصل کیا جبکہ نور الدین اردبیلی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ)، شارح "منہاج الاصول" ان کے شاگرد تھے۔ کئی مشہور کتابوں کی شروع و خواتمی لکھے۔

۱۔ کشف المظنون ۲/ ۱۶۱۵، طبقات السنیہ ۱/ ۳۳۹-۳۵۱ (۳۳۰) ۲۔ کشف المظنون ۲/ ۱۸۲۹، طبقات السنیہ ۱/ ۳۳۹-۳۵۱ (۳۳۰)

۳۔ طبقات السنیہ ۱/ ۳۳۹-۳۵۱ (۳۳۰) ۴۔ کشف المظنون ۲/ ۱۸۲۹ ۵۔ تاج الترمذی ۱۳ (۳۰) اللغ العربیہ ۲/ ۱۵۰

۶۔ اللغ العربیہ ۲/ ۱۱۳ ۷۔ عس الدین محمد بن مظفر الخطیب الخفالی، ہدیۃ العارفين ۶/ ۱۵۳

۸۔ علاء الدین علی بن منصور بن ناصر القدسی متوفی ۱۳۳۵ء، قدس میں وفات پائی

۹۔ کشف المظنون ۲/ ۱۷۱۵، ہدیۃ العارفين ۵/ ۱۹، اللغ العربیہ ۲/ ۱۵۳۲

۱۰۔ ابوالکارم فخر الدین، احمد بن الحسن بن یوسف الجباردی الترمذی متوفی ۱۳۳۵ء، ترمذ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ السراج الوہاج : یہ قاضی بیضاوی کی "المنہاج" کی شرح ہے۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :
"الحمد لله الذی خلق الارض والسموات" الخ محمد مظہر بقانے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں اس کے
نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

حاشیہ علی السراج الوہاج : محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے السراج الوہاج پر حاشیہ لکھا۔

۲۔ شرح اصول البزودوی^۱

تاج الدین الارذبیلی شافعی (۶۶۷ھ - ۷۴۶ھ)^۲

فقیہ، اصولی، نحوی اور ریاضی تھے۔ بغداد، حرین شریفین اور مصر کے علمی سفر کئے، علم کی مختلف انواع، مثلاً تفسیر،
اصول و حساب میں کتب و تالیف کیں۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۳

صدر الشریعہ الاصفہانی (متوفی ۷۴۷ھ)^۴

فقیہ، اصولی، جدلی، محدث، مفسر، لغوی، ادیب، مناظر، متکلم اور منطقی تھے۔ علمی گھرانے میں آنکھ کھولی، تاج
الشریعیہ محمود سے تعلیم حاصل کی، اپنے دادا کی کتاب "الوقایہ" کی ایک عمدہ شرح لکھی اور پھر اس کا "النقایہ" کے نام
سے اختصار لکھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التفتیح (متن) ۲۔ التوضیح فی حل غوامض التفتیح^۵

کتاب "التفتیح والتوضیح" کا تحقیقی تجزیہ :

التفتیح متن ہے اور التوضیح اس متن کی شرح ہے اور یہ کتاب لغت عربیہ، علم المعانی، بیان اور منطق کی
ابحاث پر بھی مشتمل ہے۔ مقدمہ قواعد اصولیہ کے بیان میں ہے : اس میں خاص عام، مطلق، مقید، حقیقت و مجاز، حروف
المعانی، مشکل، مجمل، متشابہ شامل ہیں اور لفظ کی دلالت، صریح، کنایہ اور معتزلہ کے نزدیک حسن و قبح پر بحث، کتاب، سنت،
اجماع اور قیاس اور ان کے متعلقات اور ادلہ اصولیہ سے متعلق ابحاث بھی شامل ہیں۔ جس بات نے انہیں اس کتاب کے
لکھنے کی طرف راغب کیا، اس کو ان کلمات کے ساتھ اپنی کتاب "التفتیح والتوضیح" میں بیان فرماتے ہیں :

۱۔ کشف الظنون ۱۱۲/۱، ۱۸۷۹/۲، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۸، اس میں تاریخ و وفات ۷۳۲ھ بھی مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲،
الفتح العین ۱۵۲/۲، بحم الامولین ۱/۱۰۸-۱۰۹ (۷۳)

۲۔ تاج الدین علی بن عبداللہ بن ابوالحسن الارذبیلی اتریزی (۱۲۶۸ء - ۱۳۳۵ء) قاہرہ میں وفات ہوئی

۳۔ الفتح العین ۱۵۳/۲ صدر الشریعہ الاصفہانی بن مسعود تاج الشریعہ متوفی ۱۳۳۶ء بخاری میں وفات پائی

۴۔ تاج الترحم ۳۰ (۱۱۸)، الفتح العین ۱۵۵/۲

”لما رأيت فحول العلماء مكبين في كل عهد و زمان على مباحثه اصول الفقه
 للشيخ الامام مقتدى الامنة العظام فخر الاسلام على البزدوى بوأه الله تعالى دار السلام وهو
 كتاب جليل الشأن باهر البرهان مركز كنوز معانيه في صخور عباراته ومرموز غوامض
 نكته دقائق اشاراته ووجدت بعضهم طاعنين ظواهر الفاظه لقصور نظرهم عن مواقع الحاطه
 اى لا يدركون بامكان النظر ما يدركه هو بلحاظ عينه غير ان ينظر اليه قصدا اردت تنقيحه
 و تنظيمه و حاولت اى طلبت تبين مراده و تفهيمه على قواعد المعقول تاسيسه و تقسيمه
 موارد فيه زبله مباحث الاصول و اصول الامام المدقق جمال العرب ابن الحاجب مع
 تحقيقات بدعيه و تدقيقات غامضة منيعه تخلو الكتب عنها سالكا فيه مسلک الضبط
 و الايجاز متشبها باهداب السحر متمسكا بعروة الاعجاز“ ۱

(جب میں نے ہر زمانے میں بڑے بڑے علماء کو مباحث اصول فقہ میں منہ کے بل گرتے دیکھا جو شیخ الامام مقتدی
 الانبۃ العظام فخر الاسلام کی البرہ دوی پر تھیں۔ اللہ ان کا ٹھکانہ دار السلام میں بنائے اور وہ کتاب عظیم الشان واضح دلائل سے پر
 ہے، اس کی عبارتوں کی چٹانوں میں معانی کے خزانوں کا مرکز ہے اور ہر ایک نکات و دقیق اشارات ہیں اور میں نے
 بعض معترضین کو اس کتاب کے ظاہری الفاظ میں ان کی کوتاہ بینی کی وجہ سے اعتراض کرتے دیکھا جو اس لئے تھا کہ ان کی
 نگاہ گہرائی تک نہ پہنچ سکی۔ میں نے چاہا کہ اس کی تنقیح و تنظیم کروں اور میں نے مصنف کی مراد کی توضیح میں بھر پور کوشش
 کی میری یہ کتاب ابن حاجب وغیرہ کی کتاب سے ماخوذ ہوگی اس میں تحقیقات بدیہ اور تدقیقات غامضہ وغیرہ ہوں گی
 اور اس کو میں نہایت ضبط و ایجاز کے ساتھ لکھوں گا، اس حال کہ میں جاوادی جہار لنگ نے والا ہوں گا۔ یعنی اپنی کتاب کو ایسا
 لکھوں گا جو بحر و اعجاز اور فصاحت و بلاغت میں دوسرے لوگوں کی کتابوں سے ممتاز ہوگی)

اور اسی طرح اپنے اسلوب کو یوں بیان فرمایا :

”لما وفقني الله بتأليف تنقيح الاصول اردت أن اشرح مشكلاته و افصح مغلفاته معرضا عن شرح
 المواضع التي من لم يحلها بغير اطاب لا يحل له النظر في ذلك الكتاب ثم لما تيسر
 اتسامه و فض بالاختتام ختامه مشتتلا على تعريفات و حجج مؤسسة على قواعد المعقول و تفرعات
 مرصصة بعد ضبط الاصول و ترتيب انيق لم يسبقني على مثله احد مع تدقيقات غامضة لم يبلغ
 فرسان هذا العلم الى هذا الامد سميت هذا الكتاب بالتوضيح في حل غوامض التنقيح“ ۲

(جب اللہ نے تنقیح الاصول کی تالیف کی توفیق بخشی تو میں نے چاہا کہ اس کے مشکل مقامات کی تشریح کروں اور اس کے
 بند امور کو کھول دوں۔ ان مقامات سے اجتناب کرتے ہوئے جہاں اطاب کے بغیر چارہ نہیں، اس کتاب میں اس پر غور
 کی جگہ نہیں پھر جب اللہ نے اس کی تکمیل آسان فرمادی جو تعریفات اور اس کے ہر جز کی تشریح پر مشتمل ہے اور
 اس کے دلائل منطقی طریقے پر مرتب ہیں اور اس کی تفریحات اصول منضبط کرنے کے بعد جزئی گئی ہیں اور اس کتاب کی
 ترتیب اچھی خوبصورت اور تجب میں ڈالنے والی ہے، جس کی مثل مجھ سے قبل کسی نے پیش نہیں کی اور یہ ایسے دقیق نکات
 پر مشتمل ہے کہ اس علم میں اس زمانے تک سوائے میرے کوئی قادر نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کتاب کا نام ”التوضیح
 فی حل غوامض التنقيح“ رکھا)

التنقیح، والتوضیح والتلویح کا تحقیقی تجزیہ :

التنقیح والتوضیح اور مقدمات اربعہ من التوضیح پر شروع، حواشی و تعلیقات :

۱۔ سید عبداللہ ابن محمد الحسینی معروف فقرہ کار متوفی ۷۵۰ھ تقریباً نے التنقیح کی شرح تالیف کی۔

فقرہ کار کی شرح پر حاشیہ :

زین العابدین قاسم ابن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^۱

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر الفتنازانی شافعی (متوفی ۷۹۲ھ) نے "التلویح فی کشف حقائق التنقیح" کے نام سے التنقیح کی شرح لکھی، ۷۵۸ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اس پر کثرت سے حواشی و تعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ ان سب کو بعد میں ایک ساتھ بیان کیا جاوے گا۔^۲

۳۔ سید شریف علی بن محمد الجرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) نے مقدمات اربعہ من التوضیح پر تعلقہ لکھا۔^۳

۴۔ عبدالقادر بن ابی القاسم بن احمد محی الدین الانصاری السعدی العبادی مالکی (متوفی ۸۲۰ھ یا ۸۸۰ھ)، ہدیۃ العارفین کی عبارت ہے : "حاشیہ علی التوضیح شرح التنقیح فی الاصول"۔^۴

۵۔ محمد بن قاسم بن عمر قطلوبغا ترکی الاصل المصری، سیف الدین البکتری حنفی (متوفی ۸۸۱ھ)، انہوں نے حاشیہ علی التوضیح اور شرح التنقیح تالیف کیا۔^۵

۶۔ احمد ایسواہی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ) ہدیۃ العارفین کے مطابق انہوں نے التوجیح شرح التنقیح تالیف کیا۔^۶

۷۔ حسن بن عبدالصمد السامونی حنفی (متوفی ۸۹۱ھ تقریباً)، انہوں نے حاشیہ علی المقدمات الاربع تالیف کیا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلقہ علی المقدمات الاربع من التوضیح تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعلقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول اور حواشی علی المقدمات الاربع لصدور الشریعہ تالیف کئے۔^۷

مظہر بقا کی تحقیق کے مطابق ہدیۃ العارفین میں مذکور یہ وہی حاشیہ ہے جیسے صاحب کشف الظنون نے تعلقہ سے تعبیر کیا ہے۔^۸

۸۔ لطف اللہ بن حسن التوقانی (المتوفی سنہ ۹۰۰ھ) نے تعلقہ علی مقدمات الاربعہ من التوضیح تالیف کیا۔^۹

۹۔ مولیٰ عبدالکریم بن عبداللہ رونی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے تعلقہ علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔^{۱۰}

۱۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱ ج ۲ کشف الظنون ۳۹۶/۱ ج ۳ کشف الظنون ۳۹۸/۱

۲۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱، ہدیۃ العارفین ۵/۵۹۷، اس میں تاریخ وفات ۸۲۰ھ مذکور ہے، معجم الاصلیین ۲/۲۲۳ (۳۵۳)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۰ ج ۲ ہدیۃ العارفین ۱۱۷/۱ ج ۳ کشف الظنون ۳۹۹/۱، ہدیۃ العارفین ۱۵/۲۸۸

۴۔ معجم الاصلیین ۲/۳۳۰-۳۲۵ (۲۷۵) ج ۳ کشف الظنون ۳۹۹/۱

۵۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱، ہدیۃ العارفین ۵/۶۱۱، اس میں تاریخ وفات ۸۷۴ھ مذکور ہے

- ۱۰۔ خطیب زادہ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن خطیب حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول تالیف کیا۔ انہوں نے دو تعلیقات صغریٰ و کبریٰ تالیف کئے تھے۔^۱
- ۱۱۔ مولیٰ مصلح الدین مصطفیٰ القسطلانی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقات علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔^۲
- ۱۲۔ علاء الدین علی عربی (الحلبی) (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔^۳
- ۱۳۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن اوصد الدین الیاریحصراری رومی حنفی (متوفی ۹۱۱ھ) نے حاشیہ علی التوضیح تالیف کیا۔^۴
- ۱۴۔ مولیٰ محمد بن الحاج حسن (متوفی ۹۱۱ھ) نے ”تعلیقات الاربعہ من التوضیح“ تالیف کئے۔^۵
- ۱۵۔ متعلقات متن التنقیح : شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۲۰ھ) نے تغیر التنقیح تالیف کی اور ۹۳۱ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

کتاب ”تغیر التنقیح“ کی شرح :

- ۱۔ ایک تو صاحب تغیر التنقیح نے خود اس کی شرح لکھی۔^۶
 - ۲۔ حسن بن طور خان بن داؤد بن یعقوب الاقصاری کافی البسوی (متوفی ۱۰۲۵ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔^۷
- ”شرح التفسیر“ پر تعلیقہ :

- ۱۔ ابن کمال پاشا صاحب تغیر التنقیح کی شرح پر مولیٰ صالح بن التومسی نے تعلیقہ لکھا۔^۸
- ۱۶۔ محمد ابن الواعظ محمد الانطاکی البرسوی رومی عرب زادہ حنفی (متوفی ۶۹۶ھ) نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^۹
- ۱۷۔ مصطفیٰ بن محمد علی بستان آندی حنفی (متوفی ۹۷۷ھ) نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^{۱۰}
- ۱۸۔ مصطفیٰ جلی حنفی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے حواشی علی صدر الشریعہ تالیف کئے۔^{۱۱}
- ۱۹۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد بن حسام الدین البرسوی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^{۱۲}
- ۲۰۔ عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۸۰ھ) نے شرح التنقیح تالیف کی۔^{۱۳}
- ۲۱۔ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن سلیمان القاسمی السوسی (متوفی ۱۰۹۲ھ) نے حاشیہ علی التوضیح لکھا۔^{۱۴}

۱۔ کشف الظنون ۱/۳۹۸، ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸	۲۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹
۳۔ کشف الظنون ۱/۳۹۸	۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۳
۴۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹، النوادر العرفیہ ۳۱-۲۲، المطبقات البسیۃ ۱/۳۱۱ (۱۱۹)، اللوح المبین ۳/۷۲-۷۱، معجم الاصلیین ۱/۱۲۵ (۸۹)	۵۔ کشف الظنون ۱/۳۹۸-۳۹۹
۵۔ معجم الاصلیین ۲/۳۳ (۲۷۳)	۶۔ ہدیۃ العارفین ۱/۳۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۳
۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۳۷	۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۷
۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۹	۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۸
۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۹	۱۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۷

- ۲۲۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی الرومی الصوفی معروف بہ اتیازاری (متوفی ۱۱۰۲ھ) نے شرح التنقیح فی الاصول تالیف کی۔^۱
- ۲۳۔ ابوالفتح احمد بن محمد بن اسحاق رومی القازی آبادی حنفی (متوفی ۱۱۶۳ھ) نے حاشیہ الاصول و غاشیہ الفصول (شرح مقدمات الاربع لصدر الشریعہ) تالیف کیا۔^۲
- ۲۴۔ اسماعیل بن محمد بن مصطفیٰ القنوی حنفی (متوفی ۱۱۹۵ھ) نے حاشیہ علی المقدمات الاربع لصدر الشریعہ تالیف کیا۔^۳
- ۲۵۔ امین اللہ بن احمد کھنوی حنفی متوفی ۱۳۵۲ھ نے حاشیہ علی التوضیح والتلویح تالیف کیا۔^۴

صدر الشریعہ پر تعلیقہ :

محمد بن عبدالجبار القرہ، عبدالجبار زادہ (متوفی ۱۰۲۳ھ) نے تعلیقہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^۵

التوضیح کی شرح التلویح کا تحقیقی تجزیہ :

التلویح پر حواشی و تعلیقات : سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی شافعی (متوفی ۹۲ھ) کی شرح کو خاص شہرت حاصل ہوئی اور اس پر کثرت سے علماء نے اپنی تحقیقات پیش کیں۔ یہ کتاب حل غوامض، تنقیح اور مغلقات کی توضیح میں بے نظیر کتاب ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق اس پر لکھے جانے والے حواشی و تعلقات کو ذیل میں درج کر رہے ہیں :

- ۱۔ برهان الدین احمد الارزنجانی (متوفی ۸۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا اور اس کا نام الترجیح رکھا۔^۱
- ۲۔ قاضی برهان الدین احمد بن عبداللہ السیواسی (متوفی ۸۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا اور اس کا نام الترجیح رکھا۔ ہدیہ العارفین کے مطابق الترجیح شرح التنقیح ہے اور کشف الظنون کے مطابق یہ تلویح پر حاشیہ ہے۔^۲
- ۳۔ سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی (متوفی ۸۱۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۳
- ۴۔ علاء الدین علی بن محمود بن محمد (متوفی ۸۷۱ھ یا ۸۷۵ھ) مشہور بہ شاہر وردی مصنفک نے حاشیہ لکھا اور انہوں نے ۸۳۵ھ میں اس حاشیہ کی تالیف سے فراغت پائی۔^۴

۱۔ ہدیہ العارفین ۵/۶۵۷ ج ۲، مجمع الاصولین ۲۰۲/۲۰۳ (۱۵۱) ج ۳، مجمع الاصولین ۱۷۰/۱۷۱ (۲۱۵)

۲۔ نزهة الخواطر ۷/۸۵، مجمع الاصولین ۲۸۸/۲۳۱ (۲۳۱) ج ۵، ہدیہ العارفین ۶/۲۷۰

۳۔ اشفاق العیامیہ ۲۲، مجمع الاصولین ۶۷۷/۶۷۸ (۳۹)، اس میں بحوالہ کشف الظنون ۳۳۳ ذکر ہے، مگر یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا

۴۔ کشف الظنون ۱/۳۹، ہدیہ العارفین ۵/۱۱۷، طبقات السیہ ۳۳۲/۳۳۳، مجمع الاصولین ۱۵۲/۱۵۱ (۱۰۵)

۵۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، ہدیہ العارفین ۵/۲۸۷

- ۵۔ علاء الدین علی بن محمد القوشی (متوفی ۸۷۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۱
- ۶۔ محمد ابن فرامرزی (متوفی ۸۸۵ھ) مشہور بہ بلاخسرو نے حاشیہ لکھا۔^۲
- ۷۔ محقق حسن چلبی بن محمد بن حمزہ (متوفی ۸۸۶ھ) مشہور بہ نزاری نے حاشیہ لکھا۔
- ۸۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی (متوفی ۸۸۶ تقریباً) نے حواش علی التلویح تالیف کئے۔^۳
- ۹۔ علاء الدین علی الطوسی (متوفی ۸۸۷ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۴
- ۱۰۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن یوسف (بن صالح) (متوفی ۸۹۳ھ) مشہور بہ خوبزادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔^۵
- ۱۱۔ عبداکریم بن عبداللہ روی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔^۶
- ۱۲۔ عثمان بن عبداللہ نظام الدین الخطائی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) مشہور بہ مولانا زادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔^۷
- ۱۳۔ محمد بن صفی الدین عبدالرحمن بن محمد بن عبدالسلام الایسجی شافعی الصفوی شیرازی (متوفی ۹۰۶ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^۸
- ۱۴۔ سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین مسعود بن عمر قفازانی البردی (متوفی ۹۱۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۹
- ۱۵۔ شیخ محی الدین محمد بن حسن ساسونی (متوفی ۹۱۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔^{۱۰}
- ۱۶۔ قوام الدین یوسف بن حسن الحسینی شیرازی حنفی (متوفی ۹۲۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔^{۱۱}
- ۱۷۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے حاشیہ کیا۔^{۱۲}
- ۱۸۔ محی الدین محمد بن محمد بن محمد البردعی التبریزی روی حنفی (متوفی ۹۲۷ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔^{۱۳}
- ۱۹۔ شمس الدین احمد بن سلیمان روی (متوفی ۹۳۰ھ) معروف بہ ابن کمال پاشا نے حواشی علی: اوائل التلویح تالیف کئے۔^{۱۴}

- ۱۔ کشف الظنون / ۱ / ۳۹۷
- ۲۔ کشف الظنون / ۱ / ۳۹۸، ہدیۃ العارفین / ۵ / ۲۱۱، فتح المبین / ۳ / ۵۱-۵۲
- ۳۔ کشف الظنون / ۱ / ۳۹۸، ہدیۃ العارفین / ۵ / ۲۱۸، فتح المبین / ۳ / ۵۵-۵۶، معجم الاصلیین / ۲ / ۵۷-۵۸ (۲۹۱)
- ۴۔ کشف الظنون / ۱ / ۳۹۷
- ۵۔ معجم الاصلیین / ۲ / ۲۳۲-۲۳۳ (۱۸۵)
- ۶۔ کشف الظنون / ۱ / ۳۹۷، ہدیۃ العارفین / ۶ / ۳۳۳
- ۷۔ ہدیۃ العارفین / ۵ / ۶۵ و ۹ / ۲۲۳
- ۸۔ کشف الظنون / ۱ / ۳۹۷
- ۹۔ ہدیۃ العارفین / ۶ / ۳۳۳
- ۱۰۔ معجم الاصلیین / ۱ / ۲۳۵-۲۳۶ (۱۸۸)
- ۱۱۔ کشف الظنون / ۱ / ۳۹۷
- ۱۲۔ ہدیۃ العارفین / ۶ / ۲۲۹
- ۱۳۔ فتح المبین / ۳ / ۶۸-۶۹، معجم الاصلیین / ۱ / ۱۰۷-۱۰۹ (۳۳۵)
- ۱۴۔ ہدیۃ العارفین / ۶ / ۲۲۹، کشف الظنون / ۱ / ۳۹۷
- ۱۵۔ الفوائد المہیجہ / ۲۲-۲۳، المطالبات بسنیہ / ۱ / ۳۲۱ (۱۱۹)، فتح المبین / ۳ / ۷۱-۷۲، معجم الاصلیین / ۱ / ۱۲۵ (۸۹)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

- ۲۰۔ احمد بن عبداللہ القریمی (متوفی ۹۴۳ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔^۱
- ۲۱۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشا الاسفرینی (متوفی ۹۴۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^۲
- ۲۲۔ شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان معروف بہ السروی (متوفی ۹۶۹ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔^۳
- ۲۳۔ عوض بن عبداللہ العلاءییہ وی خفی (متوفی ۹۹۴ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۴
- ۲۴۔ احمد بن روح اللہ بن ناصر الدین بن غیاث الدین بن سراج الدین النصاروی الجابری روی (متوفی ۱۰۰۸ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔^۵
- ۲۵۔ ملا احمد شمس الدین قرہ باغی (متوفی ۱۰۰۹ھ) نے حاشیہ التلویح لکھا۔^۶
- ۲۶۔ ابن ظہیرہ علی بن جارا اللہ بن محمد بن ابوالحسن ابن ابی بکر بن علی بن ابوالبرکات خفی (متوفی ۱۰۱۰ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔^۷
- ۲۷۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد حسام الدین لبرسوی روی خفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^۸
- ۲۸۔ یاسین بن زین الدین ابوبکر بن محمد شیخ علیم الحمصی العلیی شافعی (متوفی ۱۰۶۱ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔^۹
- ۲۹۔ عبدالکحیم بن شمس الدین محمد ملک العلی سیالکوٹی خفی (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے حاشیہ علی التلویح علی المقدمات الاربع تالیف کئے۔^{۱۰}
- ۳۰۔ محمد بن عبداللہ الموصلی خفی (متوفی ۱۰۸۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^{۱۱}
- ۳۱۔ عبدالقادر بن احمد بن علی سبسی البصری خفی (متوفی ۱۰۸۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^{۱۲} (ھ)
- ۳۲۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی رومی الصوفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) معروف بہ اتیازاری نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔^{۱۳}
- ۳۳۔ جمال الدین بن رکن الدین العری چشتی گجراتی (متوفی ۱۱۲۴ھ) نے حاشیہ التلویح تالیف کیا۔^{۱۴}

۱۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۲۹-۳۳۱، الفوائد السنیہ ص ۲۹	۲۔ معجم الاصلیین ۱/۶۰ (۳۲)
۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۷	۴۔ ہدیہ العارفین ۵/۸۰۴
۵۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۰۵-۳۰۶، (۱۹۳)	۶۔ معجم الاصلیین ۱/۷۰ (۳۳)
۷۔ ہدیہ العارفین ۵/۷۵۱	۸۔ ہدیہ العارفین ۶/۳۳۹
۹۔ ہدیہ العارفین ۵/۵۰۴، اللعالمین ۳/۹۸، معجم الاصلیین ۳/۱۶۴ (۳۹۹)	۱۰۔ ہدیہ العارفین ۶/۳۶۶
۱۱۔ ہدیہ العارفین ۶/۳۶۶	۱۲۔ ہدیہ العارفین ۵/۶۰۲، معجم الاصلیین ۲/۳۲۱ (۳۵۲)
۱۳۔ ہدیہ العارفین ۵/۶۵۷	۱۴۔ ہدیہ العارفین ۲/۲۰ (۳۹۹) بزعمہ الخوطر ۶/۵۸ (۱۲۰)

- ۳۴۔ احمد بن محمد بن حسین بن احمد الکواکبی حنفی (متوفی ۱۱۴۲ھ) نے تحریرات علمی التلویح تالیف کئے۔
 ۳۵۔ امان اللہ بن نور اللہ بن الحسین بناری ہندی حنفی (متوفی ۱۳۳۳ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔
 ۳۶۔ امین اللہ بن احمد کھنوی ہندی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے حاشیہ علمی التلویح تالیف کیا۔
 ۳۷۔ نور اللہ احمد بن شیخ محمد صالح احمد آبادی ہندی حنفی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے حاشیہ علمی التلویح تالیف کیا۔

شرح التلویح پر چند مزید حواشی لکھنے والے علماء :

- ☆ علامہ ابو بکر بن ابی القاسم لیسبی سمرقندی (متوفی ند)
 ☆ الفاضل معین الدین (متوفی ند) نے حاشیہ علمی اوائل التلویح تالیف کیا
 ☆ شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی (متوفی ۹۲۶ھ)
 ☆ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ عماد الدین گجراتی (متوفی ۹۹۸ھ)
 ☆ شیخ نور الدین محمد بن صالح احمد آبادی
 ☆ علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)
 ☆ شیخ یعقوب بن حسن صری کشمیری (متوفی ۱۰۰۳ھ)
 ☆ مولوی عبدالسلام دیوبی (متوفی ند)
 ☆ مصلح الدین مصطفیٰ معروف بہ جہان زادہ (متوفی ند) ۵

التوضیح کی شرح التلویح پر تعلیقات :

- ۱۔ حضرت شاہ بن عبداللطیف المستنوی روی حنفی (متوفی ۸۵۳ھ) نے تعلیقہ علمی التلویح تالیف کیا۔
 ۲۔ شیخ یوسف بالی ابن شیخ یکان (متوفی ۸۹۵ھ) نے تعلیقہ علمی اوائل التلویح تالیف کیا۔
 ۳۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے محمد بن یوسف بالی نے بھی تعلیقہ لکھا۔
 ۴۔ مولیٰ عبدالکریم (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے اس کے اوائل پر تعلیقہ لکھا۔
 ۵۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن محمد القسطلانی کستلی حنفی (متوفی ۹۰۲ھ) نے تعلیقہ علمی المقدمات الاربعہ من التلویح تالیف کئے۔^۹

۱۔ مجملہ الاصولین ۲۰۳-۲۰۴/۱ (۱۵۲) اس میں بحوالہ سبک الدرر ۱۸۱-۱۷۵/۱ مذکور ہے

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۷، نزہۃ الخواطر ۶/۳۹ (۸۰)

۳۔ مجملہ الاصولین ۲۸۸/۱ (۲۳۱)، نزہۃ الخواطر ۷/۸۵

۴۔ کشف الظنون ۱/۳۹۳، تذکرۃ المصلحین ص ۲۱۵-۲۱۷

۵۔ ہدیۃ العارفین ۱/۳۳۶، کشف الظنون ۱/۳۹۷

۶۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۵۲۲

۷۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷

۶۔ محمد بن مفضل الدین مصطفیٰ بن الحاج حسن البالیسری (متوفی ۹۱۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات التلویح تالیف کئے۔^۱

۷۔ احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ) نے تعلیقہ علی اوائل التلویح لکھا۔^۲

۸۔ ابن المعمار مصطفیٰ بن محی الدین محمد رومی حنفی (متوفی ۹۷۱ھ) نے تعلیقہ علی حاشیہ التلویح تالیف کیا۔^۳

۹۔ فاضل ابی السعد محمد العمادی (متوفی ۹۸۳ھ) نے ”غمرات الملیح“ کے نام سے تعلیقہ علی مباحث قصر العام من التلویح تالیف کیا۔^۴

۱۰۔ احمد بن محمد شمس الدین بن بدر الدین الارذوبی قاضی زادہ حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔ ہدیہ العارفین کے الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعلیقہ علی التلویح فی کشف حقائق التنقیح تالیف کیا۔^۵

۱۱۔ ہدایہ بن محمد العلانی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۹ھ) نے تعلیقہ علی التلویح لکھا۔^۶

تو ام الدین الکرمانی حنفی (متوفی ۶۶۲ھ - ۷۲۸ھ)^۷

اصولی تھے۔ وہ ۷۲۰ھ میں مصر آئے، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ شہرت حاصل ہوئی، آپ کے شیوخ نے تفوق علی کی گواہی دی، مصر میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے حاشیہ علی مغنی الخبازی فی اصول الفقہ تالیف کیا۔ ہدیہ العارفین میں ہے ”حاشیہ علی کشف الکاشف الذہنی فی شرح المغنی فی الاصول“ (یعنی انہوں نے اصول میں المغنی کی شرح الکاشف الذہنی پر حاشیہ لکھا)۔^۸

نور الدین الارذوبلی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ)^۹

فقہ، اصولی اور مفسر تھے۔ فخر الجار بردی تبریزی، شمس الدین الاصفہانی دمشقی وغیرہ سے استفادہ کیا، مدرسہ ناصریہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : حقائق الاصول شرح منهاج الاصول للبیضاوی^{۱۰}

۱۔ ہدیہ العارفین ۲۲۵/۶

۲۔ کشف الظنون ۴۹۷/۱

۳۔ ہدیہ العارفین ۳۳۵/۶

۳۔ کشف الظنون ۴۹۸/۱

۴۔ ہدیہ العارفین ۳۳۵/۶، بحم الاصولین ۲۳۶/۱ - ۲۳۷ (۱۷۹)

۵۔ کشف الظنون ۴۹۸/۱، ہدیہ العارفین ۵۰۷/۶

۶۔ ابوالفتوح توام الدین مسعود بن ابراہیم الکرمانی (متوفی ۱۲۶۳ء - ۱۳۳۷ء) معر میں وفات پائی

۷۔ ہدیہ العارفین ۳۳۹/۶، فتح المبین ۱۵۶/۲

۹۔ فرج بن محمد بن احمد ابی الفرج الارذوبلی اتریزی الدمشقی متوفی ۱۳۳۹ء دمشق میں وفات پائی

۱۰۔ ایضاح المسکون ۳/۳۰۸، ہدیہ العارفین ۸۱۶/۵، فتح المبین ۱۵۹/۲

تو ام الدین الکاکی حنفی (متوفی ۷۴۹ھ) ^۱

فقہ اصولی تھے۔ علماء الدین عبدالعزیز بخاری اور حسام الدین النستانی سے اخذ علم کیا، قاہرہ میں تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ ^۲

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ جامع الاسرار شرح المنار فی الاصول
- ۲۔ بیان الوصول فی شرح الاصول للبردوی

شمس الدین الاصفہانی شافعی (متوفی ۶۷۲ھ - ۷۴۹ھ) ^۳

اصولی، نحوی، ادیب، منطقی اور کاتب تھے۔ اپنے والد سے بھی تعلیم حاصل کی، حرین شریفین بیت المقدس اور شام کے علماء سے استفادہ کیا۔ دمشق میں تقی الدین نے آپ کے تفوق علمی کو بہت سراہا، کئی مشہور مدارس میں تدریس کی۔ ۷۳۲ھ میں امیر قوصون شیخ مجد الدین الافرائی نے ان کی خدمات میں ایک وفد بھیج کر مصر آنے کی درخواست کی۔ جب آپ مصر تشریف لے آئے تو قوصون نے ان کے لئے قرائد میں خانقاہ تعمیر کروائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح بدیع النظام لابن الساعاتی فی الاصول

۲۔ شرح منهاج الوصول فی الاصول

۳۔ شرح منتهی السؤل والامل لابن حاجب ^۴ یہ شرح "بیان المختصر" کے نام سے ہے۔ محمد مظہر بقانے تین مجلدات میں اس کتاب پر تحقیق پیش کی۔ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ یہ ان سات مشہور احسن الشروح میں سے ایک ہے جو "السبع السیارہ" کے نام سے معروف ہیں۔ اس شرح کو علامہ اصفہانی نے خوب رسد کے لئے تصنیف کیا تھا۔ یہ کتاب مذکورہ تحقیق کے ساتھ پہلی بار ۱۳۰۶ھ، ۱۹۸۶ء میں جامع أم القری، مکہ المکرمہ سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

۱۔ تو ام الدین محمد بن محمد بن البخاری الکاکی متوفی ۱۳۳۸ھ۔ قاہرہ میں وفات پائی

۲۔ اللجلمین ۱/ ۱۱۵۷، الفوائد الجیبیہ ص ۸۶

۳۔ ابوالفداء عماد الدین، محمود بن عبدالرحمن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی الاصفہانی (۱۲۷۵ء - ۱۳۳۸ء) اصفہان میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۳۰۹، اللجلمین ۲/ ۱۵۸

یحییٰ بن حمزہ المؤمنی الزیدی (متوفی ۲۶۹ھ - ۷۴۹ھ) مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”نہایۃ الوصول الی علم الاصول“ تالیف کی۔^۱

محمد بن احمد الترمکانی حنفی (متوفی ۷۵۰ھ)

مفتی و مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : خبازی کی اصول فقہ میں کتاب ”المغنی“ کی شرح لکھی اور اس کا نام ”الکاشف المدنی فی شرح المغنی رکھا۔^۲

علی بن عثمان، ابن الترمکانی حنفی (متوفی ۷۸۳ھ - ۷۵۰ھ)^۳

فقہ اصولی، محدث، مفسر فرضی، ریاضی داں شاعر اور مورخ تھے قاہرہ میں تدریس، افتاء اور قضاء کے منصب پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”المعدن“ فی اصول الفقہ تالیف کی۔ تاج التراجم میں لکھا ہے : ”ولہ سعیدیۃ فی اصول الفقہ“ (اصول فقہ میں ان کی کتاب ”سعیدیہ“ ہے)^۴

ابن قیم الجوزیہ حنبلی (متوفی ۶۹۱ھ - ۷۵۱ھ)^۵

فقہ، اصولی، محدث، نحوی اور ادیب تھے۔ صفی الہندی اور ابن تیمہ سے اصول کی تعلیم حاصل کی، مگر ابن تیمہ سے زیادہ وابستگی اور محبت کی بناء پر ان کے اقوال و احوال میں کثیر مواقع پر ان کی تقلید کی اور ان کے مذہب کی اعانت و حمایت کرتے ہوئے ان کی کتب کو مزید نکھار اور ان کے علم و افکار کا پرچار کیا۔ آپ کے تلامذہ کی طرح آپ کی تصنیفات کا شمار بھی مشکل ہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ”اعلام الموقعین عن رب العالمین“ تالیف کی جو مشہور زمانہ کتاب ہے۔^۶

ابن قیم اپنی اس کتاب میں دوران بحث کثرت سے دلائل دیتے ہیں۔ وہ فقہاء کی آراء کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کی صحت اور عدم صحت کا تجزیہ کرنے کے بعد جسے حق سمجھتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں، بصورت دیگر چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اپنے مختار مذہب پر دلائل دینے کے بعد مخالف کی آراء پیش کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ مخالف آراء کی تغلیط و تردید کے بعد مضبوط و مستحکم علمی دلائل سے پیش آمد کو ثابت کرتے ہیں۔ نصوص ان کی بحث کا مرکز

۱۔ السید یحییٰ بن حمزہ المؤمنی الزیدی، صناعہ میں ولادت اور حران میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۲۶۔

۲۔ محمد بن احمد بن ابی بکر، شیخ شمس الدین الترمکانی، طرابلس میں نکل گئے اور غالباً وہیں انتقال ہوا۔ تاج التراجم۔ ص ۵۹-۶۰ (۱۷۶)۔

۳۔ ابن الترمکانی علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان الماردی (۱۲۸۳ھ/۱۳۴۹ء)۔

۴۔ تاج التراجم۔ ص ۳۳-۳۴ (۱۳۰)، ہدیۃ العارفین ۵/۲۰۵، اللج العظیمین ۲/۱۶۰۔

۵۔ ابن قیم جوزیہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریر الزری الدمشقی (۱۲۹۲ھ/۱۳۵۰ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔

۶۔ اللج العظیمین ۲/۱۶۱-۱۶۲

دکور ہوتا ہے۔ وہ فقہاء کے افکار و خیالات کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں اور تقلید کی موافقت نہیں کرتے۔ وہ جن اصولوں پر استنباط مسائل کے وقت اعتماد کرتے ہیں وہ یہ ہیں : کتاب و سنت، اجماع، فتاویٰ صحابہ کرام، قیاس، استحباب الاصل، مصالح مرسلہ، سد الذرائع۔

جمال الدین الخراطی حنفی (متوفی ۷۵۲ھ۔ بعدہ)^۱

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے "اقتباس الانوار فی شرح المنار للنسفی" تالیف کی اور انہوں نے ۷۵۲ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔^۲

احمد بن حمید الحارثی زیدی (متوفی ۷۵۲ھ بعدہ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قنطرة الوصول الى تحقيق جوهره الاصول" تالیف کی۔ درحقیقت یہ کتاب "جوهره الاصول و تذكرة الفحول" کی شرح ہے۔ وہ اس کی تالیف سے ۷۵۲ھ میں فارغ ہوئے تھے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ جامع الکبیر صنعاء میں نمبر ۳۷۷ اصول فقہ میں موجود ہے۔^۴

زین الدین العجمی حنفی (متوفی ۷۵۳ھ)

فقہ و اصول میں ممتاز آئمہ حنفیہ میں شمار ہوتے تھے۔ تدریس، افتاء اور منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح "مختصر المنتہی لابن الحاجب" تالیف کی۔^۵

ابن الفصح الہمدانی حنفی (۶۸۰ھ۔ ۷۵۵ھ)^۶

فقہ، اصولی اور نحوی تھے۔ جامع معقول و منقول تھے۔ فقہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ مشہد ابوحنیفہ بغداد میں ایک طویل عرصہ تک تدریس کرتے رہے۔ مستنصریہ میں بھی تدریس کی، پھر دمشق تشریف لے آئے، جہاں دمشق کے نائب الامیر نے ان کی عزت افزائی کی۔ آپ کی کتب فقہ، اصول و فرائض پر مشتمل ہیں جن میں اسلاف کی کتابوں کو منظوم کیا گیا ہے۔

مؤلفات اصولیہ : نظم "المنار" فی اصول الفقہ۔ اس منظوم کتاب میں ۹۰۳ ابیات ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ العربیہ، دمشق میں اصول فقہ کی فہرست میں موجود ہے۔^۷

۱ جمال الدین یوسف بن قوامی الصقری خراطی ۲ ہدیہ العارفین ۶/۵۵۷

۳ احمد بن حمید بن سعید الحارثی زیدی ۴ مجملہ الاصولیین ۱/۱۱۷ (۸۲)

۵ زین الدین عضدالحی متوفی ۱۳۵۲ھ، الفوائد السعیدہ ص ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹، الفصح العجمی ۲/۱۶۳، مجملہ الاصولیین ۱/۱۱۰ (۳۳۷)

۶ ابوطالب فخر الدین احمد بن علی بن احمد، ابن فصیح ہمدانی (۱۳۵۳/۱۳۸۱)، دمشق میں وفات پائی۔

۷ ہدیہ العارفین ۵/۱۱۱، تاریخ التراجم ص ۱۳ (۳۱)، الطبقات السنیہ ۱/۳۵۷۔ ۳۶۰ (۲۳۸)، الفوائد السعیدہ ص ۲۶، الفصح العجمی

۲/۱۶۳، مجملہ الاصولیین ۱/۱۶۷ (۱۱۸)

زین الدین الموصلی شافعی (متوفی ۶۸۱ھ - ۷۵۵ھ) ^۱

فقہ، اصولی، نحوی، مقری، ادیب اور شاعر تھے۔ سید رکن الدین الاسترابادی سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ دمشق، بغداد اور علمائے حریمین شریفین سے فیض حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول . ۲۔ شرح البدیع لابن الساعاتی فی الاصول ^۲

ابن حمید شافعی (متوفی ۷۵۵ھ)

انہوں نے ”البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع للسیکی“ تالیف کی۔ ^۳

تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۶۸۳ھ - ۷۵۶ھ) ^۴

فقہ، مفسر، حافظ، اصولی، نحوی، مقری، بیانی اور جدلی تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم علماء الباجی سے حاصل کی۔ اسکندریہ، بغداد، دمشق، حریمین شریفین اور قاہرہ کے علمی سفر کئے۔ شام میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول کی کتاب ”جمع الجوامع“ میں آپ کی اصول پر آراء نقل کی گئی ہیں۔ دراصل یہ ان کے صاحبزادہ تاج الدین السبکی کی تالیف ہے۔ ^۵

الابہاج فی شرح المنہاج، اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”الحمد لله الذي أسس بنیان دینہ علی اثبت قواعد“۔ شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول : ”المسألة الرابعة وجوب الشی ما لا یتیم الا به وکان مقبوراً الواجب ان یتناول کل واحد فهو فرض عین“ تک کی شرح لکھ سکے تھے، پھر اس کے بعد شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع، تاج الدین ابو نصر عبد اباب، بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ نے اسے مکمل کیا۔ یہ شرح مصر سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ دفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب ^۶

عضد الدین الایبکی شافعی (۷۰۸ھ - ۷۵۶ھ) ^۷

اصولی، منطقی، متکلم و ادیب تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے تحصیل علم کے بعد مدینہ سلطانیہ چلے گئے اور وہاں کافی عرصہ تک مقیم رہے۔ شیخ شمس الدین الکرمانی، سعد الدین، اختیازانی صاحب التلویح آپ کے شاگرد تھے۔ امیر کرمانی نے ان سے کسی مسئلہ پر مناظرہ کرنے کی پاداش میں قید کا حکم سنایا، اسی قید خانہ میں انتقال فرمایا۔

۱۔ ابوالحسن زین الدین علی بن الحسن بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی (۱۱۸۲/۱۳۵۴ء)، موصل میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱/۵۲۰، الحج ۱/۱۶۵

۳۔ محبت الدین ابوالوطیب محمد بن علی بن احمد اعلیٰ المعری، ابن حمید، البیضاہ السکون ۱/۱۷۶

۴۔ ابوالحسن تقی الدین علی بن عبد الکرمانی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ السبکی (۱۱۸۳/۱۳۵۵ء) سبک میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی۔

۵۔ الحج ۱/۱۶۸-۱۶۹، الفوائد السبکیہ - ص ۳۳ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۱/۵۲۰

۷۔ ابوالفضل عضد الدین عبدالرحمن بن احمد بن عبدالغفار بن احمد الایبکی (۱۳۰۸/۱۳۵۵ء) فارس میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح مختصر ابن حاجب" ، یہ مختصر کی احسن شرح میں سے ایک ہے۔

حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب : سعد الدین آفتازانی حنفی یا شافعی (متوفی ۷۹۱ھ) نے جو عضد الدین کے شاگرد بھی تھے، اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^۱

مجد الدین اسماعیل البالی شافعی (۶۶۲ھ/۷۵۶ھ)^۲

فقیر، اصولی تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ کم عمری میں ہی فارس میں رسالت القضاہ کا منصب عطا کیا گیا مگر صرف چھ ماہ بعد ہی معزول کئے گئے مگر دوبارہ بحال کر دیئے گئے اور ایک طویل مدت تک مستقل یہ خدمات انجام دیں۔ مذہب رفض قبول نہ کرنے پر اذیت میں مبتلا کئے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح مختصر المنتہی لابن الحاجب تالیف کی۔^۳

ابراہیم بن اسحاق المناوی شافعی (متوفی ۷۵۷ھ)^۴

اپنے چچا ضیاء الدین سے تفقہ حاصل کیا۔ ابراہیم مناوی، تاج الدین المناوی کے بھائی اور قاضی القضاہ صدر الدین کے والد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے کہا : "شرح المعالم فی اصول الفقہ للفخر الرازی" اور الدرر الکامنه میں ہے : "قال شیخنا ابن الملقن شرح المعالم فی الاصول وقرات علیہ قطعة منه"۔^۵

شرف الدین الارموی شافعی (۶۹۱ھ-۷۵۷ھ)^۶

مذہب شافعی پر تفقہ حاصل کیا باغت عربیہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی اور اس میں کمال پیدا کیا۔ مشہد الحسینی میں تدریس کی قضاء الشافعیہ کے منصب پر فائز ہوئے، ماڈکیاء عالم میں سے تھے۔ تاج الدین اسکی نے اپنی طبقات میں ان کی بہت تعریف کی ہے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح المعالم فی اصول الفقہ^۷

محب الدین القونوی شافعی (۷۱۹ھ/۷۵۸ھ)^۸

فقیر، اصولی اور نحوی تھے۔ اپنے زمانے کے مشائخ مثلاً الاصبہانی وغیرہ سے علم حاصل کی، صرف ۳۹ سال عمر پائی۔ امام اسنوی نے ان سے متعلق فرمایا :

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۷، ۶/۳۲۹، انباء النفر بانباء العمر میں ۳۸۹-۳۹۰، اللخ العین ۲/۱۶۶، ۲/۲۰۶، معجم الاصولیین ۱۳/۲ (۳۱۰)

۲۔ ابوالبراہیم مجد الدین قاضی القضاة اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل انکی الشرازی البالی (۱۱۶۷-۱۳۵۵ء)، فارس میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، اس میں ان کا نام مجد الدین اسماعیل بن یحییٰ الرازی اور تاریخ وفات ۷۵۰ھ مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۴

۴۔ اللخ العین ۲/۱۶۷، معجم الاصولیین ۴/۲۴ (۲۱۹)۔ ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم شرف الدین المناوی متوفی ۱۳۵۶ء۔ مصر میں وفات پائی۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲۷، الدرر الکامنه ۱/۱۷۱ (۲۷)، معجم الاصولیین ۱/۲۷ (۷)۔ ابوالحسن شرف الدین علی بن الحسن بن علی بن

اسمیں بن خلف بن محمد الحسینی الارموی، نقیب الشرف، ابن قاضی عسکر، (۱۱۹۲ھ/۱۳۵۶ء) غالباً مصر میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۳

۶۔ ابوالبراہیم مجد الدین محمود بن علی بن اسماعیل بن یوسف سمری القونوی (۱۱۳۹ھ/۱۳۵۷ء)۔ مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

”کان محب الدین عالما بالفقه و اصوله فاضلا فی العربیة متعبدا صحیح الذهن قلیل الاختلاط بلناس انتفع به کثیرون وقد اسندت الیه الفیاء و التدیس و کان یعقد درسه بالشرفیة و غیرها و تولى مشیخة الخانقاه الدوادریة“.

(محب الدین فقہ و اصول کے عالم، علم لغت عربیہ کے فاضل، عابد، فکر سلیم رکھنے والے اور لوگوں سے کم ملنے جلنے والے شخص تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا، فتاویٰ و تدریس میں سہ ماہی جاتے، شریفیہ وغیرہ میں تدریس کرتے تھے اور خانقاہ الدوادریہ کے شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی۔^۱

امیر کاتب الاتقانی حنفی (۶۸۵ھ/۷۵۸ھ)

اپنے شہر میں علم حاصل کرنے کے بعد دمشق اور مصر تشریف لائے، وہاں تدریس بھی کی، بغداد میں منصب قضا پر فائز کئے گئے۔ امام ذہبی کی وفات کے بعد دارالحدیث لفظاریہ میں مدرس ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے ”التبین“ شرح المنتخب للاخیسی کنی فی الاصول تالیف کی، وہ اس کی تالیف سے ۷۱۶ھ میں فارغ ہوئے۔ دکتور مظہر بقاء نے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ ”الشامل“ شرح اصول البزدوی دارالکتب مصریہ میں اس کے آٹھ نسخے ۲۰۸، ۲۰۹ نمبر کے تحت موجود ہیں اس میں مؤلف کا خط ناقص ہے۔^۲

ابراہیم الطرسوسی حنفی (۷۲۰ھ-۷۵۸ھ)

فقیہ، اصول، درس و افتاء و مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اپنے والد کے بعد دمشق میں قاضی القضاة بنائے گئے۔ شام کے شیخ الحنفیہ تھے، تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : رفع الکلفة عن الاخوان فی ذکر ما قدم فیہ القیاس علی الاستحسان۔^۳

ابوالعباس البجائی مالکی (متوفی ۷۶۰ھ بعدہ)

اصولی اور مفسر تھے۔ شیوخ مغرب سے علم حاصل کیا، شہرت پائی۔ ابن خلدون ان کے شاگرد تھے۔

۱۔ ہدیہ العارفین ۶/۱۶۰، الفتح السین ۱۲/۱۲۱

۲۔ ابوضیفہ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر بن امیر غازی الفارابی الاتقانی (۱۲۸۶ھ/۱۳۵۷ھ) دارالامانہ میں ولادت ہوئی۔

۳۔ الفوائد البسیہ ص ۵۰-۵۲، الفتح السین ۲/۱۷۱، معجم الاصلیین ۱/۲۸۶-۲۸۸

۴۔ اسحاق نجم الدین ابراہیم بن علی بن احمد بن عبدالواحد بن عبدالمعصوم بن عبدالعصمد الطرسوسی (۱۳۲۰ھ/۱۳۵۷ھ)، تاریخ التراجم ص ۲(۵)

۵۔ الطبقات البسیہ ۱/۲۳۶-۲۳۸، الفوائد البسیہ ص ۱۰، معجم الاصلیین ۱/۳۲-۳۵ (۱۶)

۶۔ ابوالعباس احمد بن ادریس البجائی متوفی ۱۳۵۹ھ، بعدہ مغرب کے شہر بجاریہ سے تعلق تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح علی مختصر المنتھی“ لابن الحاجب فی الاصول تالیف کی۔
الذبیح میں اس طرح ہے : ولہ تعلیق علی ”بیوع الاجال“ من مختصر ابن الحاجب“۔^۱

صلاح الدین العلامی شافعی (۶۹۴ھ/۷۷۱ھ)^۲

فقہ، اصولی، محدث، ادیب، متکلم تھے۔ حصول علم اور علماء سے ملاقات کی غرض سے طویل سفر کئے اور بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا، ان کے شیوخ تعداد سات سو تک پہنچتی ہے۔ حدیث، فرائض و اصول وغیرہ میں کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ انہوں نے کتاب ”تلقیح الفہوم فی تنقیح صیغ العموم“ تالیف کی۔ یہ کتاب مکتبہ الازھر، مکتبہ ریاض العلمیہ اور مکتبہ الجامعہ مدینۃ الاسلامیہ، مدینۃ المنورۃ میں موجود ہے۔
- ۲۔ تفصیل الاجمال فی تعارض الاقوال والافعال، دارالکتب مصریہ میں ۱۳۵ مجامع میں موجود ہے۔
- ۳۔ تحقیق المراد فی ان النهی یقتضی الفساد۔^۳

ابن احمٰل حنبلی (۷۰۸ھ-۷۶۳ھ)^۴

فقہ، اصولی اور نظار تھے۔ امام المزنی، الذہبی وغیرہ سے علم حاصل کیا، قاضی القضاة جمال الدین المرادی کے قائم مقام کی حیثیت سے کام کیا۔ ابوالبقاء السبکی، ابن القیم اور تقی الدین ابن تیمیہ وغیرہ نے ان کی علمی شان و رفعت کا اعتراف کیا ہے۔ کئی علوم پر جامع کتابوں کے مصنف تھے، مثلاً نحو میں المنہج کی شرح لکھی جو تیس جلدوں میں ہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ایک عظیم کتاب تالیف کی جو مختصر ابن حاجب کی طرز و طریقہ پر ہے۔^۵

عماد الدین الاسنائی شافعی (متوفی ۷۶۴ھ)^۶

اصول و فقہ و اصول الدین، خلاف، جدل، تصوف میں شہرت پائی اور ان فنون میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی پھر قاہرہ و شام کے علماء سے استفادہ کیا۔ صاحب فتح المبین نے عماد الدین کے بھائی کی طبقات کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا : ”کان فقیہا اماما فی علم الاصلین والخلاف والجدل“

۱۔ الذبیح۔ ص ۱۳۸، اللطیفین ۷/۲، ۷۷۱ھ، مجمع الاصلیین ۱/۹۰ (۵۹)

۲۔ ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کبکری بن عبداللہ العلامی دمشقی (۱۲۹۵/۱۳۵۹ء)، دمشق میں ولادت اور قدس میں وفات پائی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۱، اللطیفین ۷/۲، ۷۷۱ھ، مجمع الاصلیین ۱/۹۶-۹۷ (۳۳۵)

۴۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح بن محمد بن مفرح المقدسی الصالی الرامنی (۱۳۰۸/۱۳۶۲ء)، بیت المقدس میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ اللطیفین ۷/۲ ۱۷۶۔ ۱۷۷ عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاسوی السنائی المصری متوفی ۱۳۶۳ء۔ مصر میں وفات پائی۔

و"علم النصف" (وہ فقہ تھے، علم اصولیین، خلاف، جدل و علم التصوف میں امام تھے) قاہرہ میں قائم مقام قاضی رہے۔ مختلف موضوعات پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مولفات اصولیہ : قاضی بیضاوی کی المنہاج کی شرح لکھی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔^۱

عبدالوہاب المرغی الاخمیمی شافعی (۷۰۰ھ/۷۴۶ھ)۔^۲

اصولی و تکلم تھے۔ قاہرہ میں شیخ تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ)، شارح المنہاج وغیرہ سے حصول علم کے بعد شام جا کر بس گئے۔

مولفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۳

ناصر الدین القونوی حنفی (۶۷۹ھ/۷۲۳ھ)۔^۴

اصولی، مفسر، محدث، مناظر، نحوی و لغوی تھے۔ ۷۵۹ھ میں قاہرہ پھر حجاز مقدس تشریف لائے اور وہاں سے شام واپس آ گئے۔ ان سارے اسفار میں وہ فتویٰ، درس و تصنیف کا کام انجام دیتے رہے۔

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قدس الاسرار فی اختصار المنار فی الاصول" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : "شرح قدس الاسرار مختصر المنار فی الاصول" میں ہے۔ تاج التراجم میں لکھا ہے : "وشرح المنار و اختصر الاصل و سماہ قدس الاسرار"۔^۵

شہاب الدین العیثباتی حنفی (۷۰۵ھ/۷۷۷ھ)۔^۶

فقہ و اصولی تھے۔ اپنے زمانے کے کبار علماء سے علم حاصل کیا اور ان سے بے شمار فقہاء نے استفادہ کیا۔ دمشق میں قاضی الحسکری رہے، تدریس و فتویٰ کا کام انجام دیا۔

مولفات اصولیہ : انہوں نے عمر النہازی (متوفی ۷۷۱ھ) کی کتاب "المغنی فی اصول الفقہ" کی شرح لکھی اور اس کا نام "فتح المجنی" رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد راس شکرک اللہم یا من ہو المحمود بكل لسان" الخ۔ صاحب تاج التراجم نے لکھا کہ انہوں نے المغنی فی اصول الفقہ تالیف کی جس کا نام "شرح المجمع المنع" رکھا۔^۷

۱۔ اللخسین ۱۷۷/۳ ۲۔ بہا الدین عبدالوہاب بن عبدالولی بن عبدالسلام المرغی السمری ہارون الاخمیمی دمشقی (۱۳۰۱ھ/۱۳۶۳ء)۔

۳۔ دمشق میں وفات پائی۔ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵۰۳/۶، اللخسین ۱۷۹/۳

۵۔ ناصر الدین محمد بن احمد بن عبدالعزیز الدمشقی القونوی، ابن ربیعہ (۱۳۸۰ھ/۱۳۶۳ء)۔ شام میں وفات پائی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۱۶۲/۶، تاج التراجم۔ ص ۶۱ (۱۸۰)، اللخسین ۱۷۸/۳

۷۔ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ابراہیم بن ابی العلی العینابی الحلبي دمشقی (۱۳۰۵ھ/۱۳۶۶ء)۔ حلف میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ ۸۔ الف (کشف الظنون ۱۷۷/۲، ہدیۃ العارفین ۱۱۲/۵، المطبعات بسلیہ ۱/۲۹۸، الفواکد بسلیہ

۹۔ ص ۱۱۳، اللخسین ۱۸۱/۳، نجم الاصولین ۷۴/۱۔ ۱۰۔ تاج التراجم۔ ص ۳۳ (۳۳)

ابن عسکر البغدای مالکی (۷۰۱ھ/۷۶۷ھ)ؒ

فقیر، اصولی، نظار، متکلم، منطقی اور نحوی تھے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، معقول و منقول میں جامع تھے۔ بغداد اور دیگر مقامات پر قاضی رہے، مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المختصر ابن الحاجب فی اصول ۲۔ اجوبہ اعتراضات لابن حاجبؒ

الجندی ابوالضیاء مالکی (متوفی ۷۶۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”التوضیح فی شرح منتهی السؤل والامل لابن حاجب“ تالیف کی۔

جلال الدین الکرلانی حنفی (متوفی ۷۶۷ھ)

الفوائد البھیہ میں ہے :

”کان عالما فاضلا تضرب به الامثال وتشدد الیه الرحال“

(عالم فاضل تھے۔ ان کی مثال دی جاتی اور ان کی طرف سفر باندھے جاتے ہیں)

انہوں نے صاحب کشف الاسرار للبرزوی، عبدالعزیز بخاری وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”الشافی شرح اصول البرزوی“ تالیف کی۔ معجم الاصولیین میں اس کے مختلف

مقامات پر نسخوں کی نشاندہی کی گئی۔

احمد بن النقیب (۷۰۲ھ/۷۶۹ھ)

فقہ، قرأت، تفسیر، اصول و نحو کے عالم تھے، ادیب و شاعر بھی تھے۔ بہت سے حج کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نکت المنہاج“ تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔

محمد بن عبداللہ الشلبلی حنفی (۷۱۲ھ/۷۶۹ھ)

انہوں نے شرح القدری تالیف کی اور اس کا نام ”الینا بیع فی معرفۃ الاصول والتفاریع“ رکھا۔ نام سے لگتا

ہے کہ اس میں اصولی بحثیں بھی کی گئی ہوں گی۔

۱۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن عسکر البغدای (۱۳۰۲ھ/۱۳۶۶م)۔ بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ ابوالعباس۔ ۳۶۶ھ۔ ۴۱۷ھ/۱۰۲۷م۔ ۱۸۰/۲۔ ابو الضیاء بن اسحاق بن موسیٰ الجندی المصری متوفی ۱۳۶۶ھ، مدینہ العارفین ۳۵۲/۵

۳۔ جلال الدین بن شمس الدین کوارزی الکرلانی (متوفی ۱۳۶۵)، الفوائد البھیہ ص ۵۸۔ ۵۹، معجم الاصولیین ۱۹/۲ (۲۳۸)

۴۔ ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن نوکوی بن عبداللہ المصری (۱۳۰۲ھ/۱۳۶۸م)۔ ابن النقیب سے معروف تھے، مصر میں وفات پائی۔ المعجم الخبراہ

فی ملوک مصر والقاہرہ، جمال الدین ابی الحسین یوسف بن تھری بردی الاتاکی ۸۱۳ھ۔ ۸۷۴ھ/۱۱۰۱/۱۱۔ انہوں نے ۷۶۹ھ کے واقعات میں

ذکر کیا۔ مصر وزارة الثقافة والارشاد۔ ۵۔ محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ قاضی القضاة بدر الدین بن ابی البقاء البعلبلی۔ تاج التراجم۔ ص ۶۳ (۱۸۹)

محمود ابن احمد ابوالثناء القنوی (متوفی ۷۷۱ھ)

۷۵۹ھ میں دمشق میں قاضی رہے، معزول کئے گئے اور پھر ۷۶۶ھ میں دوبارہ اس منصب پر بحال کئے گئے۔
ریحانیہ میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "المنتہی فی شرح المعنی فی اصول الفقہ" ان کی شاہکار تالیف ہے۔
تاج الدین السبکی شافعی (۷۲۷ھ/۷۷۱ھ)ؒ

فقیہ، اصولی اور مورخ تھے۔ اپنے والد علی بن عبدالکافی (متوفی ۷۵۶ھ)، حافظ المرزی اور امام ذہبی سے تعلیم حاصل کی۔ صرف اٹھارہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر بیٹھے۔ ۷۵۶ھ میں منصب قضا کی ذمہ داری سنبھالی، آزمائش بھی آئی، معزول و قید ہوئے پھر برأت ظاہر ہو جانے پر اسی منصب پر باعزت بحال کر دیئے گئے۔ متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، کم عمری سے ہی مختلف علوم و فنون میں تصنیف و تالیف کا آغاز کر دیا تھا مثلاً طبقات الفقہاء الکبریٰ (چھ اجزاء میں)، الوسطی (ایک ضخیم جلد)، صغریٰ (ایک چھوٹی جلد) بھی آپ کی مشہور کتب میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب کے نام سے دو جلدوں پر محیط کی شرح مختصر ابن الحاجب کی شرح تالیف کی۔ ابن سبکی نے الاشباہ والنظائر فی فروع الفقہیہ (جو شیخ عادل احمد عبدالجود اور شیخ محمد عوض کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے) میں رفع الحاجب کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۔ الابہاج فی شرح نہاج البیضاوی فی الاصول، یہ کتاب ان کے والد اور ان کی مشترک تالیف ہے۔ ان کے والد صرف "مقدمۃ الواجب" تک شرح کر سکے تھے پھر اس کتاب کو تاج الدین سبکی نے مکمل کیا۔ یہ کتاب دکتور شعبان محمد اسمعیل کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ جمع الجوامع فی اصول الفقہ۔

۴۔ منع الموانع۔ کتاب "الاشباہ والنظائر" میں ابن سبکی نے اس کتاب کو بھی اپنی طرف منسوب بتایا ہے اور اس کتاب کا ایک خطی نسخہ جامع امام محمد بن سعید میں اور ایک نسخہ نظیہ مکتبہ الازہرہ میں ۱۳۵۱ھ کے تحت بھی موجود ہے۔ اور یہ مصر ۱۳۲۲ھ میں طباعت قدیمہ میں چھپ چکی ہے۔ منع الموانع میں ابن السبکی ان سوالات کے جوابات زیر بحث لاتے ہیں جو جمع الجوامع پر وارد ہوئے تھے اور حاجی خلیفہ نے اس کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ شمس الدین محمد بن محمد الاسدی الغزوی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے جمع الجوامع کے متن پر مناقشات اور اعتراضات لکھ کر صاحب جمع الجوامع کو روانہ کر دیئے، جن کا نام "البروق اللوامع" رکھا۔

۱۔ محمود بن احمد بن مسعود جمال الدین ابوالثناء القنوی دمشقی۔ دمشق میں وفات پائی۔ تاج التراجم۔ ۷۰۔ ۷۱۔ (۲۱۳)

۲۔ ابوالفضل قاضی القضاة تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موئی ابن تمام السبکی (۱۳۲۷/۱۳۶۹ء)۔ قاہرہ میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

جب تاج الدین سبکی نے اس تحریر کا مطالعہ کیا تو ان کی تعریف کی اور ان کے جوابات بنام ”منع الموانع عن جمع الجوامع“ لکھ ڈالے۔ ابن العماد نے شذرات میں منع الموانع کو جمع الجوامع کی شرح بتایا ہے حالانکہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

۵۔ القواعد المشتملة على الاشياء والنظائر۔^۱

کتاب ”جمع الجوامع“ کا تحقیقی تجزیہ : رجال کی مختلف کتابوں میں اس کا مختلف طرح سے ذکر ملتا ہے مگر ان سب کی مراد ابن سبکی کی ایک ہی کتاب کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں :

۱۔ جمع الجوامع فی الاصلین والجدل والتصوف ۲۔ جمع الجوامع فی الاصلین

۳۔ جمع الجوامع فی اصول الفقہ

ان میں سے تیسرا قول یعنی جمع الجوامع فی اصول الفقہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی چند مندرجہ ذیل وجوہات بھی ہو سکتی ہیں :

۱۔ ابن سبکی کے تراجم میں زیادہ تر حضرات نے اس نام کا اسی طرح ذکر کیا۔

۲۔ کتاب کا اکثر حصہ مباحث اصول فقہ میں ہے اور مباحث اصول الدین بہت کم ہیں۔

۳۔ تاج الدین ابن سبکی نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرمایا :

”اعلم ان لنا فی اصول الفقہ مصنفات اشتملت علی قدر کبیر من الفروع المخرجة علی الاصول، من نظره عرف انا لم نسبق الیه، ومن احاط بما فی کتبنا الاربعة وهی : ”شرح مختصر ابن الحاجب، و شرح منهاج البیضاوی و المختصر المسمی جمع الجوامع.....“۔^۲

(جان لو کہ بیشک ہماری اصول فقہ میں کئی تصنیفات ہیں جن کا بڑا حصہ فروع سے اصول کی تخریج پر مشتمل ہے۔ جو غور و فکر کرتا ہے وہ جان لے گا کہ اس کی طرف سب سے پہلے ہم نے قدم نہیں بڑھایا اور وہ جس نے ہماری چار کتابوں کا احاطہ کیا اور وہ چار کتابیں ”شرح مختصر ابن الحاجب، و شرح منهاج البیضاوی و المختصر جو جمع الجوامع کے نام سے موسوم ہے.....“)

یہاں ابن سبکی نے جمع الجوامع کو مصنفات اصول فقہ میں سے بتایا ہے۔

کتاب ”جمع الجوامع“ میں تاج الدین سبکی کا منہج :

۱۔ مباحث، فصول اور مسائل کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ جمیع مسائل اصول فقہ بیان کرتے ہوئے بعض ایسی اشیاء کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں جنہیں ان سے پہلے کے اصولیین نے بیان نہیں کیا ہوتا۔ شارح حلو لولہ نے اپنی شرح کے دوران ان مقامات کی نشاندہی کی ہے۔

۳۔ مصطلحات اصولیہ کی تعریف اور ان کے تبیین بغیر طوالت کے کرتے ہیں۔

- ۴۔ ان مسائل اصولیہ کو ذکر کرتے ہیں جن میں اصولیین کا اختلاف واقع ہوا ہے۔
- ۵۔ بعض مسائل میں اقوال کے ساتھ ساتھ قائل کا بھی ذکر کر دیتے ہیں مگر وہ ایسا کم ہی کرتے ہیں۔
- ۶۔ صرف اقوال کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور بہت کم ہی ان کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔
- ۷۔ اگر کہیں خلاف لفظی ہو تو اس کو ذکر کرتے ہیں۔
- ۸۔ صرف کتب اصولیہ کے اصل مراجع سے ہی نقل کرنے کی پابندی کرتے ہیں اور کسی قول کو کسی شخص کی طرف اس وقت تک منسوب نہیں کرتے جب تک کہ قائل نے خود اپنی کتاب میں اسے نقل نہیں کیا ہوتا، یا اس کے کسی شاگرد نے ان کا قول نقل نہیں کیا ہوتا۔

بہر حال مذکورہ منہج کی بنا پر اس کتاب کو تالیف کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں خصوصی اہمیت حاصل رہی کیونکہ وہ اصولی فقہ کے جمیع مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب تھی اور مختصر ہونے کی وجہ سے اس کا حفظ و استذکار آسان تھا مگر جب علماء نے یہ محسوس کیا کہ بعض طلبہ اس کے مختصر اور سہل ہونے کی بنا پر بغیر اس کی مقصدیت جانے صرف حفظ پر مہر ہو رہے ہیں اور اس رجحان میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے اس کی مقصدیت کے بہتر طریقہ کے حصول کے لئے اس کی شروع شرح الشرح، شروع پر حواشی، اختصار، کتاب پر حواشی، تعلیقات اور اس کے لفظ وغیرہ کی طرف توجہ مرکوز کی اور بہت کثرت کے ساتھ اس پر توضیحات وغیرہ پیش کی گئیں۔ ان میں سے چند کو اپنی استطاعت کے مطابق بیان کریں گے۔

عصر حاضر کے معروف مصنف شیخ محمد خضریٰ نے کتاب ”جمع الجوامع“ کے معائب کی طرف ان الفاظ سے توجہ دلائی ہے :

”واما جمع الجوامع فهو عبارة عن جمع الاقوال المختلفة بعبارة لا تفيد قارئاً ولا سامعاً، وهو مع ذلك خلو من الاستدلال على ما يقرره من القواعد“

(اور جہاں تک کتاب ”جمع الجوامع“ کا تعلق ہے تو یہ کتاب مختلف اقوال کا ایک مجموعہ ہے جسے ایسی عبارت میں قلمبند کیا گیا ہے جو نہ اس کے قاری کے لئے مفید ہے اور نہ سامع کے لئے فائدہ بخش۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کتاب قواعد سے استدلال و استنباط کرنے کے اسلوب سے بھی خالی ہے) ۱

کتاب ”جمع الجوامع“ کی شروع، شرح الشرح اور حواشی :
شروع و شارحین :

- ۱۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اہلق بن احمد ہندی مصری غزنوی (متوفی ۷۷۳ھ) نے ”اللسوامع“ کے نام سے شرح لکھی۔ ۲
- ۲۔ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زکشی مصری شافعی (متوفی ۹۳۴ھ) نے ”تشنیف المسامع“ کے نام سے شرح لکھی۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق یہ جمع الجوامع فی الفروع کی شرح ہے مگر المرآغی اور ایضاً اللامع کے

تحقیقی مقدمہ اور دیگر ذرائع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع الجوامع فی الاصول کی شرح ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ تاج الدین بسکی نے فروع میں اس نام سے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی۔ شیخ حلولونے اپنی شرح میں زرکشی کی کتاب ”تشییف المسامع“ سے خوب استفادہ کیا ہے۔^۱

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن الاسدی الغزوی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی تشییف المسامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے بروق اللوامع فیما اورد علی جمع الجوامع کے نام سے ایک اور شرح بھی تالیف کی تھی جس میں انہوں نے جمع الجوامع پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کو ذکر کیا۔ ان کی تبیین و توضیح کی، اسئلہ صحیحہ اور غیر صحیحہ کے مابین فرق اُجاگر کیا۔ بروق اللوامع کا ایک خطی نسخہ مکتبہ مرکزیہ جامعہ الملک سعود میں ۲۱۸۱ھ کے تحت موجود ہے۔^۲

۴۔ عزالدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن جامعہ الکنانی شافعی (متوفی ۸۱۹ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی اور اس کا نام النجم اللامع رکھا۔ اس کا ایک تحریری نسخہ مکتبہ الحرم المدنی میں ۱۳۳ھ کے تحت موجود ہے۔^۳

۵۔ شیخ شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن ادر الغزوی شافعی (متوفی ۷۲۲ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی۔^۴

۶۔ ابو زرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی (متوفی ۷۲۶ھ) نے ”الغیث الھامع“ کے نام سے شرح تالیف کی۔^۵

۷۔ شہاب الدین احمد بن حسین بن رسلان الرطبی القدسی شافعی (متوفی ۷۳۳ھ) نے لمع اللوامع فی توضیح جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔^۶ اس کا ایک خطی نسخہ دارالکتب المصریہ میں ۲۳۱۵ھ کے تحت موجود ہے۔

۸۔ ابویاسر شمس الدین محمد بن عمار بن محمد بن احمد قاہری معروف بہ ابن التجار (متوفی ۸۳۳ھ) نے زوال المانع عن شرح جمع الجوامع تالیف کی۔

۹۔ برہان الدین ابراہیم بن محمد القباقی القدسی (متوفی ۸۵۰ھ تقریباً ۹۰۱ھ بعدہ) انہوں نے شرح تالیف کی۔^۷

۱۰۔ محبت الدین ابی الطیب محمد بن علی احمد کھلی المصری شافعی معروف بہ ابن حمید (متوفی ۸۵۵ھ) نے البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔^۸

۱۱۔ علی ابن یوسف بن احمد الغزوی المصری شافعی (متوفی ۸۶۰ھ) نے الایجاز اللامع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔^۹

۱۲۔ جلال الدین محمد بن احمد کھلی شافعی (متوفی ۸۶۲ھ) نے البدر الطالع بشرح جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔^{۱۰}

۱۔ ہدیہ العارفین ۱/۷۲، الفتح المبین ۲/۲۰۹، الفیاء الامع تحقیقی مقدمہ ص ۳۲ ۲ کشف الظنون ۱/۵۹۵-۵۹۶، الفیاء الامع تحقیقی مقدمہ ص ۳۳ ۳ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیہ العارفین ۱/۱۸۲، الفیاء الامع تحقیقی مقدمہ ص ۳۳ ۴ کشف الظنون ۱/۵۹۵ ۵ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیہ العارفین ۱/۱۳۵، ایضاح المسکون ۳/۶۱۳، ہدیہ العارفین ۱/۱۹۳ ۶ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیہ العارفین ۵/۳۳-۳۲، تاریخ وفات ۹۰۱ھ بعد مذکور ہے۔ ۷ کشف الظنون ۱/۵۹۵، ہدیہ العارفین ۱/۱۳۵، ایضاح المسکون ۳/۶۱۳ ۸ ایضاح المسکون ۳/۱۵۲ ۹ کشف الظنون ۱/۵۹۵، ہدیہ العارفین ۱/۱۳۵، ایضاح المسکون ۳/۶۱۳

اس کتاب کی متعدد طباعتیں ہو چکی ہیں، یہ کتاب دارالکتب العلمیہ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔ اس شرح پر شرح، تعلیقہ اور متعدد حواشی لکھے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں :

شرح المحلی کی شرح : ابو العباس احمد بن بزرک بن محمد بن علی البکری الصدیقی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے کتاب "شرح علی شرح المحلی علی جمع الجوامع" تالیف کی۔^۱

شرح المحلی پر تعلیقہ : حسین بن علی بن حسن العشاری البغدادی شافعی (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے تعلیقات علی شرح جمع الجوامع لکھے۔^۲

شرح المحلی پر حواشی :

۱۔ احمد بن عبد اللہ بن بدر الغزنی شافعی (متوفی ۸۲۲ھ) نے حاشیہ علی اوائل البدر الطالع تالیف کیا۔ مظہر بقانہ برستن میں ۹۳۲۸ (۶۱۰) کے تحت اس کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔^۳

۲۔ بدر الدین محمد بن محمد بن خطیب الفخریہ (متوفی ۸۰۳ھ) تلمیذ الشارح نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔^۴

۳۔ قطب الدین عیسیٰ (ابن محمد) الصونی الابجدی (متوفی ۹۵۵ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^۵

۴۔ قاضی زکریا بن محمد الانصاری شافعی (متوفی ۹۱۰ھ یا ۹۲۶ھ) نے "السنجوم الطوالع فی ابراز دقائق شرح جمع الجوامع" کے نام سے حاشیہ لکھا۔ مصر ترکی، مکہ، رباط، حلب، تونس وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔^۶

۵۔ شیخ محمد ابن داؤد البازلی الحموئی (متوفی ۹۲۵ھ)۔^۷

۶۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابراہیم القسانی مالکی (متوفی ۹۳۳ھ)۔^۸

۷۔ ناصر الدین ابی عبد اللہ محمد المالکی اللقانی (متوفی ۹۵۴ھ)۔^۹

۸۔ عیسیٰ بن محمد بن عبد اللہ بن محمد الصفوی قطب الدین الابجدی شافعی (متوفی ۹۵۵ھ)۔^{۱۰}

۹۔ شہاب الدین عمیرہ احمد البرسی مصری شافعی (متوفی ۹۵۶ھ)۔^{۱۱}

۱۰۔ ابو عبد اللہ محمد بن حسن اللقانی مالکی (متوفی ۹۵۸ھ)۔^{۱۲}

۱۱۔ احمد بن محمد بن علی شہاب الدین بن شمس الدین بن نور الدین معروف بہ الغنیمی الانصاری الخزرجی حنفی (متوفی ۱۰۴۴ھ)۔^{۱۳}

۱۔ معجم الاصولین ۱۹۰/۱ (۱۳۸)	۲۔ معجم الاصولین ۷۳/۲-۷۴ (۳۸۰)، بحوالہ اعلام ۲/۲۲۸
۳۔ معجم الاصولین ۱۵۵-۱۵۶	۴۔ کشف الظنون ۱/۹۵۵
۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵	۶۔ کشف الظنون ۱/۱۰۸-۱۰۷
۷۔ معجم الاصولین ۳۷۳/۵	۸۔ ہدیۃ العارفین ۱/۵۹۵
۹۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵	۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۲
۱۱۔ کشف الظنون ۱/۳۹۱	۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۳۳، الفتح السین ۳/۷
۱۳۔ معجم الاصولین ۲۲۲/۱ (۱۶۵)	

- ۱۲۔ احمداً صرم (متوفی ۱۱۷۲ھ)۔^۱
- ۱۳۔ ابو یزید عبدالرحمن بن جلال اللہ النبائی (متوفی ۱۱۹۸ھ) نے حاشیہ لکھا جو دو مجلدات میں بولاق سے ۱۲۸۰ھ میں طبع ہو چکا ہے۔^۲
- ۱۴۔ حسن بن محمد العطار شافعی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے ”حاشیہ العطار“ لکھا۔ اس پر شیخ عبدالرحمن شربینی اور حرم کی کے مدرس شیخ محمد علی بن حسین مالکی کی قیمتی تقریرات ہیں حاشیہ العطار، شسرینسی اور شیخ محمد علی کی تقریرات کے ساتھ بیروت، دارالکتب العلمیہ سے (سندھ) چھپ چکے ہیں۔^۳
- ۱۵۔ محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی (متوفی ۱۲۹۳ھ)۔^۴

☆☆☆☆☆

- ۱۳۔ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی شافعی (متوفی ۱۸۸۵ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی۔^۵
- ۱۴۔ مولیٰ شہاب الدین احمد بن اسماعیل الکلورانی قاہری، رومی، شافعی (متوفی ۸۹۳ھ)۔^۶
- ۱۵۔ ابو العباس احمد بن (خلف ابن) حلولو (جلولو) العروی (القروی) (متوفی ۸۹۵ھ بعدہ) (احمد بن عبدالرحمن بن موسیٰ القروی مالکی) انہوں نے جمع الجوامع کی دو شرحیں تالیف کیں۔

شرح (i) البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع : اس کا ایک نسخہ خطیہ مکتبہ الحسن الثانی رباط میں ۵۳۳۷ کے تحت موجود ہے۔

شرح (ii) الضیاء اللامع فی شرح جمع الجوامع : یہ شرح جامعہ امام محمد بن سعود اسلامیہ ریاض سے ۱۳۱۳ھ-۱۹۹۳ھ میں چھپ چکی ہے۔^۷

۱۶۔ نجم الدین ابوالقیام محمد بن برہان الدین ابراہیم بن جمال الدین المقدسی سعد الدین الدیری (متوفی ۹۰۱ھ) نے النجم اللامع کے نام سے شرح تالیف کی۔^۸

۱۷۔ خالد بن عبداللہ بن ابی بکر الازہری الجرحاوی (متوفی ۹۰۵ھ) نے الشمار الیوانع علی اصول جمع الجوامع للسخمی کے نام سے شرح تالیف کی۔ دارالکتب مصریہ میں ۲۲۲ کے تحت موجود ہے۔^۹

۱۸۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالعالی محمد بن ناصر الدین بن ابی بکر بن ابی شریف المقدسی نے المسرد اللوامع کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۰}

۱۹۔ ابوالفضل جلال الدین السیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) جمع اللوامع کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۱}

۱۔ معجم الاصولین ۶۷/۱ (۳۰)	۲۔ ہدیہ العارفین ۵/۵۵۵، اللعالمین ۳/۱۳۳، معجم الاصولین ۳/۱۷۸-۱۷۹ (۴۳)
۳ (د) ہدیہ العارفین ۵/۳۰۱، اللعالمین ۳/۱۳۶، معجم الاصولین ۲/۵۸ (۲۹۲)	۴۔ اللعالمین ۳/۱۵۷
۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶	۶۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶
۷۔ ہدیہ العارفین ۶/۲۱۸	۸۔ معجم الاصولین ۲/۸۷ (۳۲۲)، الضیاء اللامع ۳۰
۹۔ اللعالمین ۳/۲۳	۱۰۔ ہدیہ العارفین ۵/۵۳۳

ہمع الووامع کا اختصار : عبدالقادر بن بہاء الدین بن بہا بن جلال الدین دمشقی معروف بہ ابن عبدالہادی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اختصار ہمع الووامع تالیف کیا۔^۱

ہمع الووامع کی شرح : سراج الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفارسکوری مصری نحوی شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے "شرح ہمع الووامع" تالیف کی۔^۲

۲۰۔ شیخ عبدالبر بن محمد ابن الشاذلی الحلبي خفي (متوفی ۹۳۱ھ)۔^۳

۲۱۔ محمد بن محمد الغزالی (متوفی ۹۳۵ھ) نے جمع الجوامع سے قسم العقیدہ کی شرح لکھی اور اس کا نام "شرح عقیدہ جمع الجوامع" رکھا۔^۴

۲۲۔ تقی الدین ابی بکر محمد بن ابی اللطف الحصکفی الاصل المقدسی الشافعی (متوفی ۹۶۰ھ)۔^۵

۲۳۔ شیخ عبدالوہاب بن احمد اشعرائی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ یا ۹۷۴ھ) نے شرح لکھی۔^۶

۲۴۔ شیخ علامہ احمد بن قاسم العبادی شافعی (متوفی ۹۹۳ھ) نے دو مجلدات میں شرح لکھی اس کا نام "الایات البينات" رکھا۔^۷

۲۵۔ ابوبلی نور الدین حسن بن مسعود بن محمد البوسی (متوفی ۱۰۲۱ھ) نے "الکواکب الساطع" کے نام سے شرح لکھی جو نامکمل رہی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو دیگر تمام شروح سے مستغنی کر دیتی۔^۸

۲۶۔ اسماعیل بن عظیم الجوبری (۱۱۶۵ھ بعدہ) نے الکلم الجوامع فی بیان مسالغ الاصولی لجمع الجوامع تالیف کی جو صاحب جمع الجوامع کے قول "والاصولی العارف بها" کی شرح میں یہ رسالہ ہے۔^۹

۲۷۔ احمد بن محمد بن محمد بن علی بن عمر الحکیمی شافعی (متوفی ند) نے تفسیر السامع جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۶ کے تحت موجود ہے۔^{۱۰}

۲۸۔ احمد بن عبدالرحیم بن الحسین ابن العزاقی ولی الدین نے (متوفی ند) الغیث الہامع شرح جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ یہ کتاب ان کے شیخ زرکشی کی تصنیف السامع کا اختصار ہے اور شیخ حلولو نے اپنی شرح الضیاء الملاح میں الغیث الہامع سے خوب استفادہ کیا ہے۔ الغیث الہامع پر محمود فرج السعد سلیمان، شہاب الدین فارس اور کچھ نے تحقیق مکمل کر کے جامع الازہر سے دکتورہ کی شہادت حاصل

۱۔ ہیذہ العارفین ۶۰۲/۵ ج ۲ ہیذہ العارفین ۷۹۶/۵

۲۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱ ہیذہ العارفین ۳۹۸/۱، مجمل الاصولین ۱۵۳/۲ (۳۸۹)

۳۔ الضیاء الملاح ج ۳۳ میں بحوالہ شذرات الذهب ۲۱۰/۸ ذکر ہے۔ ۳۶۶/۳ ایضاح الکتون

۴۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱ ج ۲ کشف الظنون ۵۹۶/۱

۵۔ ہیذہ العارفین ۱۲۹۶/۵، مجمع الاصولین ۱۱۸/۳، مجمل الاصولین ۵۹/۲ (۲۹۳)

۶۔ مجمل الاصولین ۳۲۷/۱ (۲۱۲) ۳۶۶/۱ الضیاء الملاح ج ۳

کی۔ اس کا ایک خطی نسخہ دارالکتب المصریہ میں ۳۲۰۵ کے تحت موجود ہے۔^۱

۲۹۔ ابوبکر بن عبدالرحمن بن شہاب الدین العلوی الحسینی (متوفی ند) نے التریاق النافع بابضاح و تکمیل مسائل جمع

الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ یہ کتاب دائرہ معارف العثمانیہ حیدرآباد سے ۱۳۷۷ھ میں چھپ چکی ہے۔^۲

۳۰۔ عبدالرحمن الشربینی (متوفی ند) نے اس کتاب میں پائے جانے والے خفی المراد وقت الکلام پر ایک کتاب لکھی

اور اس کا نام البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع رکھا۔ یہ تقریرات حاشیہ العطار پر چھپ چکی ہے۔^۳

۳۱۔ محمد نخیت المطیعی (متوفی ند) نے البدر الساطع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی جو مصر سے

چھپ چکی ہے۔ اس پر دو ترموزی فقہی نے کتاب کے شروع سے باب القیاس تک تحقیق پیش کر کے کلیہ شریعہ

ریاض سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔^۴

۳۲۔ محمد بن محمد بن حسین الامامی، سابق شیخ الازہر نے تقریر علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔ اس

کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے۔^۵

کتاب ”جمع الجوامع“ کا اختصار اور اس اختصار کی شرح، حاشیہ و تحقیق :

۱۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ یا ۹۱۰ھ) نے مختصر لب الاصول لکھا اور پھر اس

اختصار کی غایۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔

غایۃ الوصول پر حاشیہ : اس پر محمد عبدالہادی جوہری کا حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۱۱۹۲ھ میں مکمل کر لیا تھا۔

کتاب ”غایۃ الوصول شرح لب الاصول“، محمد عبدالہادی جوہری کے حاشیہ کے ساتھ مطبعہ عیسیٰ البابی الکلیسی، مصر سے

چھپ چکے ہیں۔

غایۃ الوصول پر تحقیق : عبداللہ محمد الاحمد الصالح نے جامعہ ام القری سے ۱۴۰۳-۱۴۰۴ میں اس پر ایم۔ اے

کا تحقیقی مقالہ پیش کیا اور سند حاصل کی۔^۱

۲۔ محمود آفندی عمر الباجوری (متوفی ند) نے اس کی تلخیص و اختصار کیا اور اس کا نام ”الفصول البدیعہ فی

اصول الشریعہ ملخص لجمع الجوامع“ رکھا۔ یہ کتاب ۱۳۱۳ھ میں مصر سے چھپ چکی ہے۔^۲

۳۔ محمد بن عبد اللہ النصیبی الحنفی شافعی (متوفی ۹۱۶ھ) نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام ”مختصر جمع الجوامع“ رکھا۔^۳

کتاب ”جمع الجوامع“ پر تعلیقہ : محمد بن محمد بن ظہیرہ الحزرمی شافعی (متوفی ند)، (ولادت ۷۹۵ھ) نے

۱۔ حوالہ سابق۔ ص ۲۹ ۲۔ (الف)۔ حوالہ سابق۔ ص ۲۸ ۳۔ حوالہ سابق۔ ص ۳۱

۴۔ حوالہ سابق۔ ص ۳۲۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے۔

۵۔ الحج المکین ۳/۶۸-۶۹، بحکم الامین ۲/۱۰۷-۱۰۸ (۳۳۵) ۶۔ انبیاء و ملائحہ ص ۳۳

۷۔ الکوکاب السترہ باعیان المنۃ العاشرہ شیخ نجم الدین الغزالی ۱/۶۹-۷۰، تحقیق جرائن سلیمان جور۔ بیروت المجلدۃ الامر کیہ ۱۹۳۵-۱۹۳۶

اس میں محمد ابن عبد اللہ کا مکمل نام اس طرح مذکور ہے، محمد ابن عمر ابن محمد ابن احمد ابن عبد القادر ابن عبد اللہ قاضی القضاة جلال الدین النصیبی

الحنفی شافعی (۸۵۱ھ-۹۱۶ھ)

اس پر ایک تعلیقہ تالیف کیا اور اس کا نام ”تعلیق علی جمع الجوامع للسیکی“ رکھا۔ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں اس کا ایک تعلیقہ مخطوط کی صورت میں موجود ہے مگر اس کے مؤلف کا نام مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح ایک تعلیقہ علی شرح الجوامع کا بھی ذکر ہے اس کا مؤلف محمد بن ابی بکر علی بن ابی شریف (متوفی ند) ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی شرح پر تعلیقہ ہے۔^۱

کتاب ”جمع الجوامع“ پر حواشی :

- ۱۔ برہان الدین ابراہیم بن ابراہیم بن حسن بن علی اللقانی مالکی (متوفی ۱۰۴۱ھ) نے حاشیہ علی جمع الجوامع لکھا اور اس کا نام البدور اللوامع من خدور جمع الجوامع رکھا، مگر یہ حاشیہ نامکمل رہا۔ جامعہ أم القرى میں ۴۰۳ نمبر کے علاوہ مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ محقق ”الضیاء اللامع“ نے اس کو جمع الجوامع کی شرح میں بحوالہ ایضاح المکنون ذکر کیا مگر ایضاح المکنون میں صرف اس کتاب کی نسبت برہان الدین کی طرف کی گئی ہے اور اس میں حاشیہ و شرح کا کوئی ذکر نہیں ہے۔^۲
 - ۲۔ حسن بن علی بن احمد عبداللہ المرانی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۳
 - ۳۔ ابو عبداللہ محمد بن عبادہ بن بری العدوی صوفی مالکی نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۴
 - ۴۔ فیض اللہ الداغستانی شافعی (متوفی ۱۲۰۲ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۵
 - ۵۔ عبدالحمید السباعی شافعی (متوفی ۱۲۲۰ھ) نے دو ضخیم جلدوں میں حاشیہ علی جمع الجوامع تالیف کیا۔^۶
- کتاب ”جمع الجوامع“ کی شرح پر مزید حواشی :

- ۱۔ شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی قاہری (متوفی ۹۹۳ھ) نے حاشیہ علی شرح جمع الجوامع تالیف کیا اور اس کا نام ”الایات البینات“ رکھا۔ یہ حاشیہ مطبع بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں چھپ چکا ہے۔^۷
- ۲۔ الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر الکردی الکردانی شافعی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔^۸
- ۳۔ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبداللہادی سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے حاشیہ شرح الجوامع تالیف کیا۔^۹

۱۔ لقم العقیان فی اعیان الاعیان، امام جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ص ۱۶۷ (۱۸۱) نیویارک مطبعہ السوریہ الامریکیہ ۱۹۲۷ء۔ بغداد مکتبہ البیروتی
فہرست مخطوطات مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء ۱/۲-۱۸۱-۱۸۱۱، احمد عبدالرزاق الرقی، الجمهوریہ العربیہ السیعیہ وزارت الاوقاف والارشاد۔

- ۲۔ ایضاح المکنون ۱/۳، ۱۷۱، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
- ۳۔ ایضاح المکنون ۱/۳، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
- ۴۔ ایضاح المکنون ۱/۳، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
- ۵۔ ایضاح المکنون ۱/۳، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
- ۶۔ ایضاح المکنون ۱/۳، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
- ۷۔ ایضاح المکنون ۱/۳، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
- ۸۔ ایضاح المکنون ۱/۳، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸
- ۹۔ ایضاح المکنون ۱/۳، معجم الاصلیین ۱/۱۹-۲۰، ضیاء الملامح ص ۲۸، ۲۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸

کتاب ”جمع الجوامع“ پر نکت :

- ۱۔ عزالدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن جماعہ الکنانی شافعی (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس پر نکت تالیف کیا۔^۱
- ۲۔ ابوالفضل جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے جمع الجوامع پر دیگر کتب سے اضافہ کے ساتھ اس کو تالیف کیا اور اس کا نام ”النکت اللوامع علی المختصر والمنہاج و جمع الجوامع“ رکھا۔^۲

۳۔ شیخ السلام احمد بن علی بن حجر احقرانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) نے ”النکت علی جمع الجوامع“ تالیف کیا۔^۳

کتاب ”جمع الجوامع“ کا نظم :

- ۱۔ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمن الطوفانی شافعی (متوفی ۸۹۳ھ) نے جمع الجوامع کا نظم کیا۔^۴
- ۲۔ ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر بن محمد سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) نے ”الکوکب الساطع نظم جمع الجوامع“ کے نام سے اس کو منظوم کیا۔ کتبہ الجلال سیوطی، مصر کی فہارس میں ص ۹۹۵ پر بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

الکوکب الساطع کی شرح :

امام سیوطی نے پہلے جمع الجوامع کو الکوکب الساطع سے منظوم کیا اور پھر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام شرح الکوکب الساطع رکھا۔ جامعہ أم القرى وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ الکوکب الساطع اپنی شرح کے ساتھ قاہرہ سے ۱۳۳۲ھ میں چھپ چکی ہے۔^۵

- ۳۔ عبداللہ بن احمد باکثیر الحضرمی شافعی (متوفی ۹۲۵ھ) نے ”الدر اللوامع“ کے نام سے اس کو منظوم کیا۔^۶
 - ۴۔ رضی الدین محمد بن محمد بن الغزی شافعی (متوفی ۹۳۵ھ) نے اس کا نظم کیا اور اس کا نام ”الدر اللوامع“ رکھا۔
- رضی الدین کے نظم کے نظم کی شرح :

رضی الدین کے بیٹے بدرالدین محمد الغزی نے اپنے والد کی منظومہ کتاب ”الدر اللوامع نظم جمع الجوامع“ کی ”العقد الجماع فی شرح الدر اللوامع نظم جمع الجوامع“ کے نام سے شرح لکھی۔^۷

- ۵۔ سراج الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفارسانی مصری نحوی شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے اس کو ”جوامع الاعراب و هوامع الاداب“ کے نام سے منظوم کیا۔^۸
- ۶۔ مختار بن بونہ الشنتیطی مالکی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً) نے نظم الجوامع تالیف کیا۔^۹

۱۔ کشف الظنون / ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۴۳۳/۵

۲۔ انضام الملامح - ص ۳۹

۳۔ کشف الظنون / ۵۹۷/۱، عمیم الاصولین ۱۷۶/۲ - ۱۷۷/۲ (۳۳) انضام الملامح - ص ۳۱

۴۔ ایضاح الکتون ۳/۳۶۸، ہدیۃ العارفین ۴۷۲/۵

۵۔ ہدیۃ العارفین ۷/۷۹۶

- ۷۔ عبدالحفیظ سلطان المغرب الاقصی (متوفی ند) نے اس کو "الجواهر الیوانع فی نظم جمع الجوامع" کے نام سے منظوم کیا۔ یہ کتاب مغرب فاس سے ۱۳۲۷ھ میں چھپ چکی ہے۔^۱
- ۸۔ علی الاشمونی (متوفی ند) نے اس کو "الدرر اللوامع" کے نام سے منظوم کیا
- علی الاشمونی کے نظم کی شرح :

انہوں نے خود ہی اس منظوم کتاب کی شرح بھی لکھی۔^۲

محمد الشریف التمسانی مالکی (۱۷۰ھ - ۱۷۷ھ)^۳

فقہ، اصولی، قرأت، ادب، لغت و تاریخ کے عالم تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور اور فن کے ماہر اساتذہ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ علماء اندلس میں ان کی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ مشہور زمانہ عالم اسان الدین الخطیب جب کچھ تالیف کرتے تو ان کے پاس تصدیق کے لئے بھیج دیتے۔ اسی طرح اندلس کے صدر المفتین امام ابوسعید بن لب کو جب کسی مسئلہ کے حل میں دشواری پیش آتی تو ان کی طرف رجوع کرتے۔ ابواسحاق شاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) صاحب الموافقات اور قاضی القضاہ ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) صاحب اقلید الاصول (اختصار القرانی) آپ کے تلامذہ میں شامل تھے۔

مولفیات اصولیہ : مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول "یا مفتاح الوصول الی ابتناء الفروع علی الاصول" یا "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" ان تین ناموں میں سے آخر الذکر نام زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

مفتاح الوصول کا تحقیقی تجزیہ : الوصول پر فروع کی تخریج (تخریج الفروع علی الاصول) کا مقصد اس سوال کا جواب دینا ہے کہ فرعی مسائل پر اصول کا کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ کتاب فقہاء کی طرز پر لکھی جانے والی ان اولین کتب میں سے ایک ہے، جن میں فروع پر اصول کے اثرات کے موضوع کو چھیڑا گیا ہے۔ "تخریج الفروع علی الاصول" کے موضوع پر تاریخی اعتبار سے یہ کتاب اس فن میں تیسرے نمبر پر لکھی جانے والی کتاب ہے۔ اس فن کی پہلی کتاب شیخ دیوبی (متوفی ۴۳۰ھ) کی "ناسیسی النظر" ہے اور دوسری کتاب شیخ زنجانی (متوفی ۶۵۶ھ) کی "تخریج الفروع عن الاصول" ہے اور یہ تاریخی ترتیب کے اعتبار سے اس فن پر تیسری کتاب ہے۔

اس کتاب میں التمسانی نے ان اصولی مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ اس کے بعد فقہ حنفی، فقہ مالکی اور فقہ شافعی پر ان اصولوں کے اثرات کی وضاحت کی ہے۔ یہ کتاب اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے مختصر ہے لیکن فن کے اعتبار سے ایک عمدہ اور کثیر الفائدہ کتاب ہے۔ اس کتاب کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں تینوں آئمہ کی فقہ پر اصولی قواعد کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۔ الفہام ملاحیح - ۳۹
۲۔ الفہام ملاحیح - ۱۱۶ میں بحوالہ شذرات الذهب ۱۶۵/۸ مذکور ہے۔

۳۔ ابو محمد محمد بن احمد بن علی ابن یحییٰ بن علی بن محمد بن القاسم الطولونی (اطولینی) الحنفی (۱۱۳۰/۶ - ۱۱۳۰/۶)۔ معروف بہ شرف لسانی التمسانی (غرب الجزائر) موجد جمعہ کتب و ولادت ہوئی۔

کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ شیخ تلمسانی ۵۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے۔ یہ کتاب احمد عز الدین عبد اللہ خلف اللہ کی تحقیق، تخریج احادیث اور وضع فہارس وغیرہ کے ساتھ مطبعہ السعاده سے پہلی مرتبہ ۱۳۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء میں طبع ہوئی۔ تخریج الفروع علی الاصول میں تصنیف کے جوئج رائج ہوئے ان کی تصویر کشی مکمل کرنے کے لئے ہم تلمسانی کی کتاب کا ایک نمونہ ذکر کرتے ہیں تاکہ ان کے منہج کی وضاحت ہو سکے :

”فی کون الامر بالسنی يقتضی المبادرة الیه ولا یقتضیها“۔^۱

(کسی چیز کا حکم دیا جانا کیا اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے فوراً کیا جائے؟)

”اس مسئلہ میں اہل اصول میں اختلاف ہے اور اسی اصل کی بنیاد پر بعض فرعی مسائل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مثلاً امام شافعی اور امام ابوحنیفہ“ کا اس بارے میں اختلاف کہ شرائط و جوہ پائے جانے کی صورت میں کیا جوری طور واجب ہے کہ ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کا مؤخر کرنے سے آدی گنہگار ہوگا (یہی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے) یا فوری طور پر حج فرض نہیں ہوگا۔ لہذا ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کا مؤخر کرنے سے انسان گنہگار نہیں ہوگا“ (یہی امام شافعی کا مذہب ہے)

مذہب مالکی میں اس کے بارے میں دو قول ہیں :

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد : ”و الله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا“۔ اس بات کا متقاضی تھا کہ حج مامور بہ ہے۔

اسی طرح کفارہ کے وجوب میں اختلاف ہے کہ کیا وجوب فوری طور پر ہوتا ہے یا اس کی ادائیگی میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر سال گزرنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر قادر ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہو گیا تو کیا یہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا یا اس کے ذمہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعی کی رائے ہے کہ وہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ ان کے نزدیک زکوٰۃ کا حکم فوری ادائیگی پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا تاخیر کرنے سے وہ شخص گنہگار ہوگا اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ شخص نصاب ہلاک ہونے کے بعد زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ کے حکم کی ادائیگی فوری طور پر لازم نہیں ہوتی۔ لہذا ادائیگی میں تاخیر کرنے سے وہ شخص امر کی مخالفت کرنے والا نہیں مانا جائے گا۔

آراء کا تجزیہ :

امام شافعی اور حنفی دونوں نے اس مسئلہ میں اپنے اصل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے کتب فقہا مطالعہ کرنا چاہئے۔ محقق اہل اصول کی رائے یہ ہے کہ امر مطلق نہ تو فوری ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی تاخیر کا، کیونکہ امر مکی فوراً کرنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً مالک اپنے غلام سے کہے کہ ابھی سفر کرو، تو یہ امر فوری ادائیگی کا متقاضی ہے اور کبھی امر تراخی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً آقائے غلام سے کہا کہ اگلے مہینے میں سفر کرو تو یہ امر تاخیر کا متقاضی ہے اور جب ان سے مطلقاً حکم دیا نہ تو فوری ادائیگی کی قید لگائی اور نہ ہی تراخی کی تو اس میں دونوں چیزوں کا احتمال ہوگا اور جس چیز میں دونوں چیزوں کا امکان ہو وہ چیز ان میں سے کسی ایک کا متعین طور پر تقاضا نہیں کرتی۔

تحقیق مفتاح الاصول نے کتاب کے اختتام میں لکھا ہے :

”والی هنا تم تحقیق هذا الكتاب النقيس و هو من المصنفات الهامة في عالم اصول الفقه المقارن التي تتعرض لحجج كل مذهب من المذاهب الاربعة في بناء الفروع على القواعد الاصولية ، ولا استدلال على اهمية المصنف من ان كل صفحة منه لا تخلو من مادة صالحة لان تكون موضوعا لرسالة جامعية ، وشرح هذا الكتاب الموزع يحتاج الى مجلدات“^۱

(اور یہاں اس عمدہ کتاب کی تحقیق مکمل ہوئی اور وہ جدید دنیائے اصول فقہ کی اہم مصنفات میں سے ہے جو مذہب اربعہ میں سے ہر مذہب کی قواعد اصولیہ پر فروع کی بنا کرنے کی کج پیش کرتی ہے اور میں اس کتاب کی اہمیت پر کوئی دلیل نہیں دیتا کہ اس کا ہر صفحہ عمدہ موضوعات سے مجرب ہو ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ ایک جامع موضوع بن سکے اور اس مختصر کتاب کی شرح کئی مجلدات کی محتاج ہے)

مفتاح الوصول کا نظم :

ابوالحسن علی بن عبدالواحد بن محمد بن سراج السجلماسی (متوفی ۱۰۵۷ھ) نظم اصول الشریف التلمسانی تالیف کیا۔^۲

محمد بن حسن المالقی مالکی (متوفی ۷۷۱ھ)^۳

انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب تالیف کی جبکہ ہدیۃ العارفين کے مطابق شرح منتهی السؤل والاكمل لابن الحاجب ان کی تالیف ہے۔^۴

احمد بن قاضی الجلیل حنبلی (۶۹۳ھ-۷۷۱ھ)^۵

حدیث اور ان کی عقل، نحو، لغت، اصول فقہ و اصول دین، منطق و فقہ میں کمال حاصل تھا۔ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ سے مختلف علوم کی تصانیف کا درس لیا، کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخری عمر میں مدرسہ حسن سلطان میں خاص طور پر تدریس کے لئے طلب کئے گئے۔ دمشق میں قاضی رہے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب ”اصول فقہ“ تالیف کی مجردہ نامکمل رہی۔^۶

عبدالرحیم الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ/۷۷۲ھ)^۷

مؤرخ، مفسر، فقیہ، اصولی، لغوی و عروضی عالم تھے، فقہ میں خاص شہرت پائی، آپ کے شیوخ بھی اس کے معترف تھے۔ ان کے زمانے میں ریاست شافعیہ ان پر منتہی ہوتی تھی۔ تدریس، افتاء و تصنیف کی خدمات انجام دیں۔

۱ مفتاح الاصول - ص ۲۰۰، اور ۲۳۶، متن و حاشیہ، المجلد ۱ ص ۱۸۲/۲

۲ محمد بن حسن بن دماغی اندلسی

۳ کشف الظنون ۱۲۱۵/۲، ہدیۃ العارفين ۱۶۵/۶

۴ ابوالعباس شرف الدین احمد بن الحسن بن عبداللہ بن ابو عمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی الاصلی شاملہ مشقی معروف بہ ابن قاضی الجلیل

(۱۲۹۳ھ/۱۱۳۷ھ)

۵ عمیم الامولین ۱۰۶/۱ (۷۲)

۶ ابو محمد جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن بن علی بن عمر بن علی بن ابراہیم القرظی الاموی الاسنوی المعری (۱۳۰۳ھ/۱۳۷۰ھ) معر میں وفات پائی۔

نہایۃ السؤل فی شرح منهاج الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

کہا جاتا ہے کہ اس شرح کی تالیف کا آغاز ان کے بھائی محمد نے کیا اور اس کو جمال الدین اسنوی نے مکمل کیا۔ اسنوی نے ۷۴۰ھ میں اس کی تالیف کا آغاز کیا اور ۷۴۱ھ یعنی صرف ایک سال کی مدت میں اس کو مکمل کر لیا۔ کتاب متوسط الحجم ہونے کے ساتھ پہل عبارت بھی ہے۔ اس میں اعتراضات کی کثرت ہے اور اس کی ابتداء ان کلمات سے ہوتی ہے۔

” الحمد لله الذی مهد اصول شریعتہ بکتاب القدیوم الازلی“

شیخ محمد حفصی اصول فقہی کتب کے تاریخی تسلسل میں فرماتے ہیں :

”وقد اخذ القاضي عبد الله بن عمرو البضاوی المتوفى سنة ۸۵ھ كتاب المسمى بمنهاج الوصول الى علم الاصول من كتاب الحاصل الا ان الاختصار قد بلغ حده حتى كاد الكلام يكون الغازا وكانهم لم يكونوا يؤلفون ليفهموا، ولذلك احتاجت كتبهم الى الشروح حتى تحل الغازها وتبين معالمها. واحسن شرح للمنهاج ما كتبه عبد الرحيم بن حسن الاسنوي الشافعي المتوفى سنة ۷۷۲ھ ومن الغريب ما يقوله الاسنوي في اول شرحه : ان اكثر المشتغلين باصول الفقه في هذا الزمان قد اقتصروا من كتبه على المنهاج لكونه صغير الحجم كثير العلم مستعذب اللفظ. ولا ادري مم جاءت هذه العذوبة مع استغراق الفاضل ولقد كنت اذا اردت ان اراجع فيه مسألة انكب عما قاله البضاوی الى ما كتبه الشارع ولا اعيب نفسي بقراءة المتن وقلما رايت من الشراح من يماثل الاسنوي في بيان المطالب التي معنى شرحها.“

(قاضی بیضاوی نے منهاج الوصول الی علم الاصول کے نام سے الحاصل کا اختصار کیا۔ اس کتاب میں اس حد تک اختصار کیا گیا کہ کلام ایک معرہ بن کر رہ گیا۔ شاید یہ لوگ اس لئے تالیف نہیں کرتے تھے کہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ اسی لئے ایسی کتابوں کی شروح لکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ ان کا معرہ حل ہو سکے۔ تعجب ہے کہ اسنوی نے قاضی بیضاوی کی کتاب ”منهاج“ کی شرح کے شروع میں لکھا ہے، موجودہ دور میں اصول فقہ سے اشتغال رکھنے والے اکثر لوگوں نے اصول فقہ کی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں منهاج پر اعتماد کیا ہے اس لئے کہ وہ بہت مختصر ہے اس میں وافر علم موجود ہے اور اس کا اسلوب بھی نہایت شیریں ہے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ الفاظ و عبارت کے اندر غرض و پیچیدگی کے باوجود یہ شیرینی کہاں سے آگئی؟)

نہایۃ السؤل پر تعلیقیہ :

شمس الدین محمد ابن الہمام (متوفی ۸۶۷ھ) نے اس شرح پر تعلیقہ لکھا جس میں انہوں نے اپنے والد شہاب بن الہمام سے کافی نقل کیا ہے۔

۱ کشف الظنون ۱۸۷۹/۲ ج ۱ اصول فقہ شیخ محمد حفصی ص ۹۰

۲ تحقیق مقدمہ علی نہایۃ السؤل الماسنوی۔ القاہرہ عالم الکتب سندھ

نہایۃ السؤل پر حواشی :

- ۱۔ قاضی بدر الدین محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ معروف بہ ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کی۔^۱
 - ۲۔ شیخ الاسلام الاسرج البلقینی کے پوتے ابی سعادات محمد بن محمد بن عبدالرحمن البلقینی (متوفی ۸۸۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے کہ محمد بن سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی بدر الدین ابواسحاق المصری شافعی نے حاشیہ علی الاسنوی تالیف کیا۔^۲
 - ۳۔ شیخ محمد بن حنیف المصطبی حنفی (ولادت ۱۲۷۱ھ) سابق مفتی مصر نے سلم الوصول الی نہایۃ السؤل کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔^۳
 - ۴۔ محمد ابوالنور زہیر ماکی متوفی ۱۳۰۷ھ، موصوف کلیہ شریعہ والقانون جامعہ الازہر میں استاد بھی تھے۔ انہوں نے چار اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ حاشیہ علی شرح اللاسنوی تالیف کیا جو مکتبہ الازہر سے ۱۳۱۲ھ-۱۹۹۲ء میں چھپ چکا ہے۔ اس میں انہوں نے جمیع مباحث اصولیہ کا احاطہ کیا ہے اولہ کے ذکر کے ساتھ آراء بعدہ مناقشہ لاتے ہیں اور پھر دلائل کے ساتھ قول راجح بیان کرتے ہیں۔ لفظی و معنوی خلاف کے مقامات بتانے کے ساتھ ساتھ ان پر سیر حاصل بحث بھی کرتے جاتے ہیں۔
 - ۵۔ شیخ یوسف موسیٰ الرضوی شافعی نے بغیۃ المحتاج لایضاح شرح اللاسنوی علی مقدمۃ المنہاج کے نام سے ایک مجلد میں شرح لکھی جو مطبوعہ السعاده قاہرہ سے ۱۳۳۶ھ میں ۱۵۹ صفحات میں چھپ چکی ہے۔
- علامہ اسنوی "المنہاج" کی شرح لکھنے کی طرف کیوں متوجہ ہوئے؟ اس کتاب کی اتنی کثرت سے شرح کیوں لکھی گئیں؟ اس کا جواب اسنوی نے کتاب کے آغاز میں دیا کہ یہ کتاب علماء کی توجہ کا مرکز اس لئے رہی کہ یہ ایک صغیر الحجم کتاب ہونے کے ساتھ سہل العبارت بھی تھی جس کے الفاظ شیریں تھے۔
- "نہایۃ السؤل" کی امتیازی خصوصیات :
- اسنوی نے ذکر کیا کہ ان کی یہ شرح دوسری شرح کے مقابلے میں امتیازی خصوصیات کی حامل ہے اس میں بعض ایسے اہم امور پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جن سے دوسرے شارحین نے صرف نظر کیا تھا۔ امتیازی خصوصیات مندرجہ ہیں :
- ۱۔ المنہاج پر کئے جانے والے ان اعتراضات و سوالات کے جوابات دیئے جن کے سرے سے یا تو جواب ہی نہیں دیئے گئے تھے یا وہ جوابات ضعیف تھے۔
 - ۲۔ جن مقامات میں صاحب کتاب سے نقل کی غلطی ہوئی تھی ان مقامات سے آگاہ کر دیا۔

۳۔ مذہب شافعی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا اور وجہ یہ بتائی کہ اصول فقہ کے مدون اور ان کے امام کا مسلک متعارف ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں مسئلہ سے متعلق کتب شافعیہ مثلاً الام، الامالی، الاطلا، مختصر المزنی اور مختصر ابو یطی میں تلاش کرنے سے کچھ مل جاتا ہے تو وہ شافعیہ کا مسلک اکثر ان ہی کے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں جو ان کی کتب میں ان سے منقول ہوتا ہے۔

اسنوی کہتے ہیں کہ اگر انہیں اس مسئلہ کی بابت بلا واسطہ ان کی کتب سے کچھ میسر نہیں آتا تو وہ اس کلام کی نسبت اس کے ناقل کی طرف کر دیتے ہیں۔

۴۔ ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) نے امام رازی، یا امام امدی یا ابن الحاجب سے اختلاف کیا ہوتا۔

۵۔ اور جو امام رازی اور ابن حاجب نے فروع اصولیہ سے ذکر کیا ہوتا اور اگر مصنف بیضاوی نے اس سے بے توجہی برتی ہوئی تو اسنوی کہتے ہیں کہ وہ اسے ذکر کر دیتے ہیں۔

۶۔ اسنوی کے مطابق انہوں نے شارحین کی ان تقریرات کی نشاندہی کی جو واقع سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں اور پھر ان کی تشریح کی۔

۷۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہت سے فوائد مستحسنہ بتلائے ہیں۔ مثلاً نقول غریبہ "نافع ابحات" اور اہم قواعد پیش کئے۔

منہاج الوصول از بیضاوی مع اپنی شروع نہایۃ السؤل از اسنوی اور سلم الوصول از محمد بن حنیف مطبعی ایک ساتھ عالم الکتب سے چھپ چکی ہیں۔ اسی طرح کتاب المنہاج اپنی شروع، شرح البدخشی اور شرح نہایۃ السؤل کے ساتھ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔
شرح البدخشی کا تحقیقی تجزیہ :

امام محمد بن حسن البدخشی نے منہاج العقول کے نام منہاج الوصول کی شرح لکھی۔ چونکہ ان کی تاریخ وفات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا اس لئے اسی مقام پر ان کی شرح کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

" الحمد لله الذی افاض انوار ہدایتہ ، وانار منار دلالتہ " الخ

کثیر شروع کی موجودگی میں شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی ؟

بلاشبہ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول پر کثرت سے شرح لکھی گئیں۔ ان کی موجودگی میں ایک اور شرح منہاج المعقول شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی ؟ امام بدخشی نے اپنی شرح کے آغاز میں اس سوال کا جواب دے کر اس کی ضرورت کی

۱۔ نہایۃ السؤل حوالہ سابق ص ۲۰۲ ملخص (حذف و اضافہ کے ساتھ) نہایۃ السؤل اور شرح البدخشی بھی ایک ساتھ طبع ہو چکے ہیں۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ - ۱۹۸۳ء / ۱۰۱ - ملخص حذف و اضافہ تفسیر کے ساتھ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

طرف مندرجہ ذیل باتوں سے متوجہ کیا۔ امام بدخشی کے کلام کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ دیگر شروح کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے ان میں بہت سی خامیاں ہیں۔ مثلاً :

۱۔ بعض شارحین نے صرف الفاظ کے حل اور ظاہری معنی کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا اور ان مناجح کو اختیار نہیں کیا جن سے پوشیدہ حقائق اور الفاظ کے دقائق ظاہر ہوتے ہوں۔

۲۔ اور بعض نے پوشیدہ حقائق کے اظہار کے لئے آسان راستوں کا انتخاب کیا۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا

۳۔ بعض طویل بحثیں کیں مگر مشکل و مغلق امور کی گھتیاں سلجھانے سے اجتناب برتا۔ اس طرح نئے اسرار آشکار ہونے کے بجائے پردہ ہی میں رہے۔ جبکہ بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف کے دوران علوم اولیاء الالہین سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ صوفیہ متالہین کے معارف سے بھی روشنی حاصل کی۔

۴۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان مقامات کی بھی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا اور جہاں واقعاً مصنف سے سہو یا تاہل ہوا تھا اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ مقامات ہیں جن کو سابقین میں سے کسی شارح نے ذکر نہیں کیا تھا اور یہ کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف میں علماء متقدمین اور فضلاء متاخرین کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ ۱

کتاب ”التمہید فی تخریج الفروع علی اصول“ کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب ”التمہید“ کی چند امتیازی باتیں مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ اصول کی فروع پر تخریج (تخریج الفروع علی الاصول) اس علم کا مقصد اس سوال کا جواب دینا ہوتا ہے کہ فرعی مسائل پر اصول کا کیا اثر پڑتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں اصول و فروع کے درمیان تطبیق لاکر یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اصول کے فروع پر کیا اثرات ہوتے ہیں۔ تاریخی ترتیب کے اعتبار سے یہ کتاب اس موضوع پر لکھی جانے والی چوتھی اہم ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اس سے قبل ”تاسیس النظر للذہبی“ حنفی (متوفی ۴۳۰ھ) تخریج الفروع علی الاصول للزنجانی (متوفی ۶۵۶ھ) اور مفتاح الوصولی الی بناء الفروع علی الاصول للتمسانی مالکی (متوفی ۷۷۷ھ) تالیف ہو چکی تھیں۔

۲۔ علامہ اسنوی نے اپنی کتاب میں کوئی اصولی قاعدہ خالی نہیں چھوڑا، بلکہ قاعدہ کو ذکر کر کے اس کی کوئی فقہی فرع درج کرنے کی بھی کوشش کی۔

۳۔ صرف انہی اصولی قواعد کا احاطہ کیا جو شوافع کے یہاں مختلف فہم تھے۔ دوسرے فقہی مذاہب سے تعارض نہیں کیا۔

۴۔ ”التمہید“ کے مطالعہ کے دوران یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اصولی قواعد کے اثرات کی وضاحت کے لئے انہوں نے جن فقہی جزئیات کا ذکر کیا ان میں سے بیشتر طلاق اور الفاظ طلاق سے متعلق ہیں۔

۱ شرح البدخشی ص ۵ طبع

زنجبانی اور تلمسانی کے اسالیب کے تناظر میں ”التمہید“ کا تقابلی جائزہ :

۱۔ اسنوی کی اس کتاب کی اہمیت بڑی حد تک اس لئے کم ہو جاتی ہے کہ انہوں نے صرف انہی اصولی قواعد کا احاطہ کیا ہے جو شوافع کے یہاں مختلف فیہ ہیں۔ دوسرے فقہی مذاہب سے تعارض نہیں کیا۔ ان کے برخلاف زنجبانی نے ”تخریج“ الفروع عیسیٰ الاصول میں اصولی قواعد کے سلسلے میں فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے اختلافات کا جائزہ لیا ہے۔ اسی طرح تلمسانی اپنی کتاب ”مفتاح الوصول“ میں یہی طرز اپناتے ہیں، مگر انہوں نے اپنے جائزہ میں مذہب شافعی اور مذہب حنفی کے ساتھ امام مالک کے مذہب کو بھی شامل کر لیا۔ اسی لئے زنجبانی اور تلمسانی کی کتابوں میں فقہی فروع میں اصولی قواعد کے اثرات اسنوی کی کتاب کے مقابلہ میں زیادہ واضح محسوس ہوتے ہیں۔ جبکہ اسنوی نے اپنے آپ کو صرف فقہ شافعی کی حد تک محدود رکھا۔

۲۔ امام اسنوی نے اصولی قواعد کے اثرات کی وضاحت کے لئے جن فقہی جزئیات کو ذکر کیا ہے ان میں سے پیشتر طلاق اور الفاظ طلاق سے متعلق ہیں۔ ان کی اس کتاب سے فقہ اسلامی کے دوسرے ابواب پر اصولی اختلاف کے اثرات کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ تمام فقہی ابواب اصولی قواعد سے متفرع اور ان پر مبنی ہیں۔ ان کے برعکس زنجبانی اختلاف کی وضاحت کے لئے جن فقہی جزئیات کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے کچھ کا تعلق معاملات سے ہے، کچھ کا عبادات اور کچھ کا مناکحات اور دوسرے ابواب سے ہوتا ہے۔ اس وجہ سے زنجبانی کی کتاب زیادہ متاثر نظر آتی ہے اور ساتھ ہی ان کی کتاب میں قواعد کے اثرات زیادہ واضح محسوس ہوتے ہیں۔ زنجبانی نے اپنی یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی ہے تاکہ تمام فقہی ابواب میں اصول کے اثرات نمایاں ہو سکیں۔ یہ زنجبانی کا غیر معمولی کارنامہ اور بڑی معنفت بخش محنت ہے۔ اس بارے میں کسی کو زنجبانی پر سبقت حاصل نہیں۔ ان کے بعد امام تلمسانی نے بھی زنجبانی سے ملتا جلتا انداز اختیار کیا اور انہوں نے بھی فقہ کے مختلف ابواب کی جزئیات مثالوں میں ذکر کیں، لیکن اس کتاب کی ترتیب اصولی قواعد کی ترتیب کے اعتبار سے ہے۔

تحقق کتاب ”التمہید“ محمد حسین بیٹو نے اسنوی کے زیادہ تر الفاظ کے طلاق پر منحصر ہونے کی ریتوجیہ پیش کی، وہ فرماتے ہیں :

”وانی اظن ان السبب الذی جعل الاسنوی يعتمد علی الفاظ الطلاق فی غالب الکتاب دون غیرها ان ائمة الشافعية وان اختلفوا فی القاعدة الا ان هذا الخلاف نادر، وغالبًا ما یکون فی شروطها لا فی اصلها، وعلی الرغم من الخلاف فیها تجدد الفروع الفقهية جارية علی نمط واحد دون النادر بهذا الخلاف بمدارک اخرى غیر القاعدة الاصولية ولذالك تبقى القاعدة بدون اثر غالبًا ممداعی الاسنوی الی التکلیف فی اظهار اثرها فی اللفاظ کا طلاق والایمان والنذور، بينما يظهر اثر الخلاف جلیا واضحا عندما یکون الخلاف فی اصل القاعدة، کقول الصحابی مثلاً هو حجتہ أم لا، فانه ینبئ علیه المناس من الفروع الفقهية المتبانية لتباين العمل بهذه القاعدة، وکالحديث المرسل والاستحباب ولا استحسان، وغیره ذلک“۔^۱

۱۔ تحقیقی مقدمہ علی التمهید فی تخریج الفروع علی الاصول الامتدوع۔ محمد حسن بیٹو ص ۳۵، بیروت موی الرسائل طبع ۱۹۸۳ء

(آئمہ شافعی کا اگرچہ قواعد کے بارے میں بھی اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف بہت شاذ و نادر ہے۔ فقہاء شافعیہ کا اکثر باہمی اختلاف قواعد کی شرطوں کے بارے میں ہے نہ کہ اصل قواعد میں۔ اور ان شرطوں میں اختلاف کے باوجود سب کے یہاں فقہی فروعات کا بالکل ایک ہی نوح ہے۔ ان اختلافات کا اثر فقہی فروعات پر نہیں پڑا ہے۔ اس لئے اسنوی کو قواعد کے اثرات کی وضاحت میں تکلف سے کام لیا پڑا ہے۔ طلاق، یمین، نذر وغیرہ کے الفاظ میں اثرات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اختلاف اصل قاعدہ میں ہوتا تو اس کے اثرات مسائل فرعیہ میں بہت واضح محسوس ہوتے مثلاً اس بارے میں اختلاف ہوتا کہ صحابی کا قول حجت ہے یا نہیں، کیونکہ اس قاعدہ پر سیکڑوں فقہی فروعات مبنی ہیں۔ اسی طرح اگر حدیث مرسل، استحباب، استحسان وغیرہ کے بارے میں آئمہ شافعیہ میں اختلاف ہوتا تو فقہی جزئیات پر اس کے دور رس اثرات ہوتے)

کتاب ”التمہید“ میں علامہ اسنوی کا منہج :

علامہ اسنوی اپنی کتاب کے مقدمہ میں اپنے منہج کی وضاحت ان الفاظ سے فرماتے ہیں :

”اذکر أولا المسألة الأصولية بجمع اطرافها ، منقحة مهذبة ملخصة ، ثم اتبعها بذكر شيء مما يتفرع عليها ، ليكون ذلك تنبيها على ما لم أذكره والذي أذكره على اقسام : فمنه ما يكون جواب أصحابنا فيه موافقا للقاعدة ومنه ما يكون مخالفا لها . ومنه ما لم أقف فيه على نقل بالكلية ، فاذكر فيه ما تقتضيه قاعدتنا الأصولية ، ملاحظا أيضا للقاعدة المذهبية ، والنظائر الفرعية . وحينئذ يعرف الناظر في ذلك ماخذ مانص عليه أصحابنا وأصلوه و اجملوه أو فصلوه ، ويتنبه به على استخراج ما أهملوه ، ويكون سلاحا وعدة للمفتين ، وعملة للمدرسين ، خصوصا المشروط في حقهم القاء العلمين والقيام بالوظيفتين ، فان المذكور جامع لذلك ، واف بما هنالك لا سيما ان الفروع المشار إليها مهمة مقصودة في نفسها بالنظر ، وكثير قد ظفرت به في كتب غريبة ، أو عثرت به في مظنته ، أو استخراجته أنا وصورته ، وكل ذلك ستراه مبينا ان شاء الله تعالى . وقد مهدت بكتابي هذا طريق التخریج لكل ذي مذهب ، وفتحت به باب التفریع لكل ذي مطلب ، فلتستحضر ارباب المذاهب قواعدها الأصولية وتفاريحها ، ثم تسلك ما سلكته فيحصل به ان شاء الله تعالى لجمعهم التمرن على تحرير الأدلته وتهذيبها ، والتبين لماخذ تضعيفها وتصويبها ويتبها لأكثر المستعدين الملازمين للنظر فيه نهاية الأرب و غاية الطلب وهو تمهيد الوصول الى مقام استخراج الفروع من قواعد الأصول ، والتبریح الى ارتقاء مقام ذوی التخریج“۔^۱

(میں پہلے اصولی مسئلوں کو اس کے تمام گوشوں کے ساتھ منہج، مہذب اور شخص انداز میں لکھوں گا، پھر اس اصولی مسئلہ سے متفرع ہونے والے کچھ مسائل کو ذکر کروں گا تاکہ غیر مذکور مسائل کے لئے نمونہ کام کریں۔ میرے ذکر کردہ اصول چند طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن کے بارے میں ہمارے فقہاء کا جواب اصولی قاعدہ کے موافق ہے۔ اور کچھ وہ ہیں

جن کے بارے میں فقہاء کا جواب قاعدہ کے مخالف ہے۔ اور کچھ وہ ہیں جن کے بارے میں مجھے کوئی منقول چیز نہیں ملی تو وہاں پر میں وہ چیز ذکر کرتا ہوں جو ہمارے اصولی قاعدہ کا تقاضہ ہے اور مذہبی قاعدے اور فرعی نظائر کو بھی مد نظر رکھتا ہوں۔ اس طرح ان بحثوں کا مطالعہ کرنے والا ہمارے فقہاء کے مخصوص مسائل کا ماخذ، قائم کردہ اصول اور ان کی اجمالی اور تفصیلی بحثوں سے واقف ہو جاتا ہے اور جن مسائل کا جواب ہمارے فقہاء کے یہاں موجود نہیں ہے ان کے بارے میں حکم شرعی طریقہ استخراج سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بحثیں اہل افتاء کے لئے تھیاریکا اور مدرسین کے لئے اساس کا کام دیتی ہیں۔ خصوصاً وہ مدرسین جن کے ذمہ فقہ اور اصول فقہ دونوں کا درس ہوتا ہے۔ کیونکہ ہماری کتاب میں مذکور بحثیں اصول و فرودوں کو جامع ہیں۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جن فروعات کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے وہ بڑی اہم اور بحث و نظر کا موضوع ہیں۔ ان میں سے بہت سے فرود وہ ہیں جو مجھے ثاب کتابوں میں یا غیر محل میں دستیاب ہوئی ہیں یا میں نے خود ان کا استخراج اور تصویر کشی کی ہے۔ یہ تمام چیزیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس کتاب میں واضح انداز میں پائیں گے۔ میں نے اس کتاب کے ذریعہ ہر مذہب والے کے لئے تخریج مسائل کا راستہ ہموار کیا اور تفریح کا دروازہ کھولا ہے۔ لہذا مختلف مذاہب کے علماء کو اس کتاب میں مندرج اصول قواعد اور تفریحات کو مستحضر کر لینا چاہئے۔ پھر میرے ہموار کئے ہوئے اسی راستہ پر چلنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام مذاہب والوں کے دلائل کو منسج کرنے کی مشق ہو جائے گی اور قوی اور ضعیف مسائل کا فخذ واضح کرنے کی اہلیت ہو جائے گی اور جو لوگ اس کتاب کو پابندی سے بار بار پڑھیں گے ان میں اکثریٰ مراد پوری ہوگی۔ یعنی انہیں اصولی قواعد سے فرود کے استخراج کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اصحاب تخریج میں ان کا شمار ہونے لگے گا)

ابو حامد بہاء الدین السبکی (متوفی ۱۹۷ھ - ۷۷۳ھ)

لغت عربیہ، فقہ، اصول، معنی و بیان اور ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ تقی الدین (متوفی ۷۵۶ھ) شارح المنہاج البیضاوی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ جب ان کے والد شام میں قاضی مقرر ہوئے تو ان کی جگہ منصور یہ اور جامع طولون میں تدریس کی۔ مشہد شافعی میں مذہب شافعی کی تدریس کرتے اور شام میں اپنے بھائی کی جگہ قاضی کے طور پر خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح (مطلوب) علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی۔ بدر الطالع میں ہے :

”کان شرع فی شرح مختصر ابن الحاجب فکتب منہ قطعة لطيفة فی مجلد ، ولو اتمه

لکان عشر مجلدات“۔

(انہوں نے شرع مختصر ابن الحاجب لکھنا شروع کی تھی اور اس کا ایک حصہ ایک مجلد میں لکھا اور اگر وہ اس کو مکمل کر لیتے تو

ضرور یہ کتاب دس مجلدات میں ہوتی)

۱۔ ابو حامد بہاء الدین احمد بن علی بن عبد الکانی بن علی بن تمام (۱۳۶۹-۱۳۷۱ء) کہہ میں وفات پائی

۲۔ اللطیفین ۱۸۹/۲، مجلہ الاصولین ۱۷۳/۱-۱۷۳ (۱۳۵)

عمر بن اسحاق الغزنوی حنفی (متوفی ۵۰۳ھ - ۵۷۳ھ) ^۱

فقہ، اصولی، نظار اور متصوف تھے۔ امام وجیہ الدین دہلوی وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر ۵۴۰ھ میں مصر تشریف لے گئے، وہاں قاضی عسکر بنائے گئے اور پھر ۵۶۹ھ میں ایک مستقل حنفی قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ سلطان حسن کے یہاں اعلیٰ قدر و منزلت رکھتے تھے۔ اپنی زبان اور قلم سے مذہب حنفی کی مدد کرتے تھے۔

مولفات اصولیہ :

- ۱۔ زبدة الاحکام فی اختلاف الانمہ الاعلام
- ۲۔ اللوامع فی شرح جمع الجوامع
- ۳۔ شرح المنازل للنسفی فی الاصول
- ۴۔ المنیر الزاهر من الفیض الباهر من شرح المغنی الخبازی فی الاصول۔ یہ کتاب ایک مجلد میں ہے اور تاج التراجم کے مطابق یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔^۲

یحییٰ الرھونی مالکی (متوفی ۵۷۴ھ) ^۳

فقہ اصولی ادیب منطقی اور متکلم تھے۔ ابوالعباس احمد بن ادریس السجائی سے فقہ کی اور ابو عبداللہ الیلبی سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔ قاہرہ میں اقامت اختیار کی متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لائے۔ فقہ میں "کتاب التہذیب" پر آپ کی تصنیفات ہیں۔ جس میں مذاہب اربعہ پر بحث کی مگر مذہب مالک کو سب پر ترجیح دی۔

مولفات اصولیہ : مختصر ابن الحاجب الاصولی پر عمدہ و مفید شرح لکھی، جس میں معانی و مبانی کی منفرد انداز سے تحقیق پیش کی۔^۴

منصور الخوارزمی حنفی (متوفی ۵۷۵ھ) ^۵

فقہ و اصولی تھے۔ اپنے زمانے کے فن میں ماہر اکابر علماء سے فقہ و اصول کا علم حاصل کیا۔ خود مہارت حاصل کر کے افتاء تدریس و تصنیف میں مشغول ہوئے۔

مولفات اصولیہ : انہوں نے شرح مغنی الخبازی فی الاصولی تالیف کی۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمد لله الذي تجلى على عباده - الخ ^۵

۱۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الہندی الغزنوی (۱۳۰۳ء - ۱۳۷۱ء) دہلی میں ولادت اور مصر میں وفات پائی
 ۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۰ھ، اللع العربین ۲/۱۸۸، تاج التراجم ۳۸-۳۹ (۱۳۳) مع یحییٰ بن موئی الرھونی متوفی ۱۳۷۲ء
 ۳۔ اللع العربین ۲/۱۹۰
 ۴۔ ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی متوفی ۱۳۷۳ء، اصلاً وارزم سے تعلق تھا
 ۵۔ الفوائد السبعیہ ۲۱۵-۲۱۶، اللع العربین ۲/۱۹۱-۱۹۲

شمس الدین الغماری مالکی (متوفی ۷۶۷ھ) ^۱

فقہ اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو ان کے علم و فضل اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔ ^۲

عبداللہ الحسینی النیشاپوری حنفی (متوفی ۷۶۷ھ) ^۳

فقہ اور اصولی تھے۔ شریف جمال الدین نے ان سے متعلق لکھا : "کسان النیشاپوری بارعاً فی الاصول والعربیة" (نیشاپوری اصول اور لغت عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں) مدرسہ شافعیہ (الاسدیہ) میں تدریس کی، بعض لوگوں کو اس سے یہ وہم ہو گیا کہ شاید وہ شافعی المذہب تھے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ حنفی تھے اور یہی ان کی شرح المنار کے مطالعہ سے نظر آتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ ہے اور شافعی کے نزدیک اس طرح ہے۔ پھر مذہب حنفیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ نیشاپوری قاہرہ میں بھی مقیم رہے اور دمشق میں قیام کے دوران مدرسہ حنفیہ میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : "شرح المنار فی الاصول"۔ ^۴

لسان الدین التلمسانی مالکی (متوفی ۷۱۳ھ-۷۷۷ھ) ^۵

فقہ، اصولی، طبیب و ادیب تھے۔ مختلف علوم میں تقریباً ساٹھ تصانیف لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفیہ فی اصول الفقہ" تالیف کیا۔ ^۶

الحسینی الواسطی شافعی (متوفی ۷۱۷ھ-۷۷۷ھ) ^۷

فقہ، اصولی، متکلم و محدث تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کرنے کے بعد قاہرہ آکر فقہ و اصول میں کمال حاصل کیا، پھر شام واپس لوٹ کر درس و تدریس میں مشغولیت اختیار کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱- "شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول"۔ اس میں شرح الاصفہانی سے مواد جمع کیا ہے۔

۲- "وشرح تاج الدین السبکی فی اسلوب سهل به ماخذ الاصول وقربه الی الاذهان والعقول"

۳- "کتاب فی الرد علی الاسنوی"۔ ^۸

۱ شمس الدین محمد الغماری متوفی ۱۳۷۴ھ

۲ الخ لمبین ۱۹۳/۲

۳ عبداللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری متوفی ۱۳۷۴ھ

۴ الخ لمبین ۱۹۳/۲

۵ ابو عبد اللہ لسان الدین محمد بن عبد اللہ بن سعید التلمسانی الغرناطی ابن الخطیب (۱۳۱۳-۱۳۷۴) فارس میں انتقال ہوا

۶ الخ لمبین ۱۹۵/۲

۷ محمد بن حسین عبداللہ السید الشریف الحسینی الواسطی (۱۳۱۷-۱۳۷۴) دمشق میں انتقال ہوا

۸ ہدیۃ العارفین ۱/۶، الخ لمبین ۱۹۶/۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

عبداللہ بن محمد بقرکار (متوفی ۷۷۶ھ)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح تنقیح الاصول (۲) شرح المنار للنسفی فی الاصول

لسان الدین ابن الخطیب (۷۱۳-۷۷۶ھ)

انہوں نے سد الذریعہ فی تفضیل الشریعہ تالیف کی۔^۲

احمد الاربدی شافعی (متوفی ۷۷۶ھ)

فقہ و اصول و ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ شروع میں حنبلی المسلک تھے پھر شافعی بن گئے۔ مصر میں قاضی رہے۔ مختلف علوم و فنون میں ان کے عمدہ سوالات ہیں۔^۳

جمال الدین القونوی حنفی (۷۰۰-۷۷۷ھ)

فقہ، اصولی، نحوی، مفسر، متکلم اور نظار تھے۔ اپنے والد اور دیگر علماء سے فقہ کا علم سیکھا۔ مختلف فنون میں مکمل دسترس رکھتے۔ تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ دمشق کے قاضی بنائے گئے۔ تالیف و تصانیف کی کثرت میں شہرت رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "المنتہی علی المغنی فی اصول الفقہ" یہ شرح تین مجلدات میں ہے۔ جبکہ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : "البہنی شرح المغنی للبخاری فی اصول الفقہ مکتوب"

۲۔ الاعجاز فی الاعتراض علی الادلة الشرعية"۔^۴

بہاؤ الدین السبکی شافعی (۷۰۷-۷۷۷ھ)

فقہ، اصولی، مفسر، محدث اور متکلم تھے۔ تقی الدین السبکی متوفی ۷۵۶ھ شارح منہاج البیہاوی اور علاؤ الدین علی الضحاجی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

دمشق میں تقی الدین السبکی کے نائب اور پھر مستقل قاضی کی حیثیت میں خدمات انجام دیں۔ طرابلس وغیرہ کے قاضی رہے، قاہرہ بھی تشریف لائے اور قاضی بنائے گئے۔ دمشق جا کر مستقل سکونت اختیار کی۔

۱۔ عبداللہ بن محمد جمال الدین السبکی متوفی ۱۳۷۳ھ بقرکار، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۷

۲۔ ابو عبداللہ لسان الدین محمد بن عبداللہ بن الفقیہ الخطیب سعید المسلمان الغرناطی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۷

۳۔ احمد بن سفیان بن محمد سلمان الاربدی دمشقی متوفی ۱۳۷۳ھ معجم الاصلیین ۱/۱۳۰ (۹۲)

۴۔ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمن القونوی (قبل ۱۳۰۰ء۔ ۱۳۷۵ء) دمشق میں وفات پائی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۰۹، اللعالمین ۲/۱۹۷

۶۔ ابوالقاسم بہاؤ الدین محمد بن عبدالبر بن یحییٰ بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام بن حامد السبکی (۱۳۰۷ء۔ ۱۳۷۵ء)

فہم اصول کی تاریخ عبدالرسالت سے عمر حاضر تک حصہ اول

مؤلفات اصولیہ : ابن عسقلانی نے لکھا :

”انہ کتب علی الروضة وعلی مختصر ابن الحاجب فی الاصول“^۱

(انہوں نے) مؤلف الدین ابن قدامہ دمشقی حلی متوفی ۶۲۰ھ کی اصول فقہ میں کتاب الروضة (الناظر وجنة المناظر) اور مختصر ابن الحاجب فی الاصول پر کتاب لکھی

علی بن ابراہیم۔ ابن الشاطر (۷۰۴ھ۔۷۷۷ھ)

انہوں نے کتاب ”نہایة السؤل“ تالیف کی۔^۲

احمد الشار مساجی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ)^۳

فقہ و اصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ)، شارح منہاج للبیضاوی وغیرہ سے تفقہ حاصل کیا۔ مصر میں دمیاط اور منفلوط وغیرہ کے قاضی رہے۔^۴

محمد بن عثمان الزرعی (متوفی ۷۷۹ھ)

انہوں نے قاضی بیضاوی کی ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ کو منظوم کیا۔^۵

احمد بن علی البلسینی حنفی (متوفی ۷۷۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”جوہر الافکار فی مختصر المنار للنسفی“ تالیف کی۔^۶

ضیاء القزوینی شافعی (متوفی ۷۸۰ھ)^۷

فقہ، اصول و اصول دین، تفسیر، لغت عربیہ اور معانی و بیان کے عالم و امام تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ : ”انا حنفی الاصول، شافعی الفروع“ (میں حنفی الاصول اور شافعی الفروع ہوں)، شیخ سعد الدین النفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) اور صاحب التلویح نے ان سے بھی علم حاصل کیا جبکہ عضد الدین الابنہجی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح ابن الحاجب وغیرہ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔

www.kitabosunnat.com

۱۔ الخ طبعین ۱۹۸/۲

۲۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن الہمام ابن ابراہیم بن الطعم الانصاری الدمشقی، ابن الشاطر متوفی ۱۳۷۵ء

۳۔ شہاب الدین احمد بن یوسف بن فرج اللہ بن عبدالرحیم الشار مساجی متوفی ۱۳۷۵ء غالباً مصر میں وفات پائی

۴۔ مجمع الاصولین ۱/۲۳۹ (۱۹۲) ۵۔ محمد عثمان بن فرمود الزرعی، ہدیۃ العارفین ۱/۱۶۹

۶۔ احمد بن علی بن عبدالرحمن الکتابی البلسی، ہدیۃ العارفین ۱/۱۱۳

۷۔ ضیاء الدین ضیاء سعد بن محمد بن عثمان القزوینی القرظی لعقلی متوفی ۱۳۷۸ء، غالباً مصر میں وفات پائی۔ الخ م الزاہرہ میں آپ کا نام ضیاء الدین ابو محمد عبداللہ بن الشیخ سعد الدین سعد لعقلی القزوینی الشافعی ابن قاضی القرم مذکور ہے

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

مؤلفات اصولیہ :

ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ قاہرہ میں شافعی مدرسہ میں مدرس تھے۔ مذہب حنفی و شافعی دونوں کے مطابق تدریس کرتے دُتویٰ دیتے اور دونوں میں مستحضر رہتے۔ الخبوا الزاہرہ میں مذکور ہے : کان یلرس فی الملہین : "الحنفیۃ والشافعیۃ"۔^۱

ابن الحرانیہ الماردینی حنفی (۷۰۲ھ - ۷۸۰ھ)^۲

فقہ، خلاف اور اصول میں مقبولیت پائی اور ان کے ساتھ کئی دوسرے فنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ اپنے زمانے میں نام پیدا کیا۔ ماردین میں تدریس کی۔ بہت سے حضرات مستفید ہوئے، حنفیہ اور شافعیہ کے مابین خلاف اور فقہ میں "ارجوزہ" تالیف کیا جو ایک عمدہ کام ہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مختصر اصول فقہ" تالیف کی۔ اس میں انہوں نے اپنے مذہب کا دفاع کیا اور مخالفین کا دلائل کے ساتھ بھرپور انداز میں رد کیا۔^۳

ابو جعفر الثقفی مالکی (۷۲۷ھ - ۷۸۰ھ)^۴

فقہ، اصولی، مقررہ، نحوی، محدث اور مفسر تھے۔ اصیلین میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اندلس میں ریاست کا مالک یہاں پر ختم ہوئی تھی۔ تقریباً چار سو سا تازہ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے کتاب "شرح الاشارة للماجی فی الاصول" تالیف کی۔^۵ المرانی نے ان کا دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ تو ان کی تاریخ وفات ۷۰۸ھ بتائی ہے اور دوسری جگہ ۷۸۰ھ تاریخ وفات کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔^۶

ابن منصور الدمشقی حنفی (۷۱۷ھ - ۷۸۲ھ)^۷

فقہ اور اصولی تھے، دمشق کے قاضی رہے۔ ابن ترکمانی کی وفات کے بعد مصر میں منصب قضاء کی پیشکش کی گئی تھی مگر انہوں نے نجم الدین بن العزکو یہ منصب عطا کرنے کی سفارش کی۔ مصر میں مقیم ہو گئے اور تدریس کی۔ ۷۷۷ھ میں یہاں کے قاضی مقرر کئے گئے مگر ۷۷۸ھ میں قاضی کا عہدہ چھوڑ کر واپس دمشق چلے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۸

۱۔ السور الکامنة ۲/۲۰۹ (۱۹۸۸)، بحکم الاصولین ۲/۱۳۶ (۲۸۱)، الخبوا الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، جمال الدین ابوالحسن یوسف بن قزری بردی الاتاکی متوفی ۸۷۳ھ - ۱۹۳/۱۱، مصر وزارة الثقافة دار الارشاد القوی

۲۔ بدر الدین محمد بن محمد بن ابی العزنی ابن الحرانیہ الماردینی (۱۳۰۲ء - ۱۳۷۸ء) مع اللغ اللسین ۱۹۹/۳

۳۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر اشعی اندلسی (۱۳۳۷ء - ۱۳۸۷ء)، اندلس میں ولادت و وفات ہوئی

۴۔ الدبیاج ص ۱۰۶، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۳۸۳، مع اللغ اللسین ۲۰۰/۲

۵۔ احمد بن علی بن منصور بن ناصر الدمشقی حنفی ۱۳۱۷ء - ۱۳۸۰ء

۶۔ الفوائد الجیہ ص ۲۸ - ۲۹، بحکم الاصولین ۱/۱۷۸ - ۱۷۹

اکمل الدین الباری حنفی (۷۱۴ھ - ۷۸۶ھ) ؒ

فقہ، اصولی، ادیب، نحوی، متکلم و مفسر تھے۔ حصول علم کے لئے حلب آئے۔ توام الدین محمد بن محمد الکاکی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب مصر تشریف لائے تو کئی بار منصب قضا کی پیشکش کی گئی مگر بار بار اس پیشکش کو ٹھکراتے رہے۔ مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول

۲۔ شرح علی اصول البزدوی فی الاصول

ہدیہ العارفین میں اس طرح مذکور ہے :

☆ النقود والرود فی شرح منتهی السؤل والامل لابن الحاجب

☆ التقرير فی شرح اصول البزدوی .

اور تاج التراجم میں بھی شرح اصول بزدوی کا نام التقریری ہی مذکور ہے۔ اور شرح مختصر ابن الحاجب الاصلی مذکور ہے۔

۳۔ الانوار فی شرح المنار للنسفی، مکتبہ حلب میں اس کا مخطوطہ موجود ہے جسے ان کے شاگرد عبد الرحمن بن

محمد السامانی نے الباری کے زندگی میں ۷۶۰ھ میں تحریر کیا تھا۔ بسم اللہ کے بعد آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

الحمد لله مظهر بدائع الحكم بالایات الخارقة للعقول۔ اور اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

”ان يجعله ذخرا لنا فی دار القرار انه علی ما یشاء قدیر وبالاجابة جدید۔“

شمس الدین الکرمانی شافعی (۷۱۷ھ / ۷۸۶ھ) ؒ

فقہ، اصولی، محدث، مفسر، متکلم، ادیب اور نحوی تھے۔ اپنے والد بہاء الدین اور العہد وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ حصول علم کے لئے دمشق، مصر، حجاز، بغداد گئے، متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی اور اس کا نام السبعة السیارة رکھا، حج سے واپسی پر انتقال ہوا۔ ان کی میت وہاں سے بغداد منتقل کر کے ابواسحاق الشیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) صاحب اللمع والبصرة فی اصول الفقہ کے پہلو میں دفن کئے گئے جسے انہوں نے خود اپنے لئے تیار کیا تھا۔

۱۔ اکمل الدین محمد بن محمود الباری (۱۳۱۳ھ / ۱۳۸۳ھ)۔ بغداد میں ولادت اور قاہرہ میں وفات ہوئی۔

۲۔ ہدیہ العارفین ۱/۶، ۱۷۱، تاج التراجم۔ ص ۶۶ (۱۹۹)، اللؤلؤ الخبین ۲/۴۔ فہرست المنتخب من المخطوطات العربیہ فی حلب۔

ص ۱۶۳-۱۶۴، بیروت، عالم الکتب ۱۳۰۷ھ - ۱۹۸۶ء

۳۔ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید الکرمانی بغدادی (۱۳۱۷ھ / ۱۳۸۳ھ)۔ بغداد میں مدفون ہوئے۔

۴۔ ہدیہ العارفین ۱/۶، ۱۷۲، اللؤلؤ الخبین ۲/۴

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

فضل اللہ الشامکانی شافعی (متوفی ۷۸۷ھ) ۱

فقہ، اصولی اور نحوی تھے، قاضی المعتمد سے علم حاصل کیا۔ کئی علوم اور خاص کر علوم عقلیہ میں تبحر حاصل تھا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔ ۲

سریجا المصلطی شافعی (۷۲۰ھ/۷۸۸ھ) ۳

اپنے زمانے میں اپنے شہر میں فقہ، قرأت، ادب اور دیگر علوم میں ممتاز مقام رکھتے تھے علم الکلام، نحو، تفسیر و قرأت وغیرہ پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) تدقیق الوصول الی تحقیق الاصول

(۲) مستقصی الوصول الی مستصفی الاصول

(۳) وسائل الوصول الی مسائل الاصول ۴

ابو اسحاق الشاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ) ۵

فقہ، محدث، اصولی، لغوی، مفسر، محقق اور نظار تھے۔ الشریف تلمسانی (متوفی ۷۷۷ھ) صاحب مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الموافقات“ تالیف کی۔

الموافقات کا تحقیق تجزیہ :

الموافقات امام شاطبی کی مشہور اور ایک اہم تصنیف ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ مصنف نے پہلے اس کا نام عنوان التعریف، باسرار التکلیف رکھا پھر اس کا نام بدل کر ”الموافقات“ رکھا۔ اس سے بعض نے یہ سمجھا کہ یہ دو الگ الگ کتابوں کے نام ہیں جیسا کہ رضا کمالہ نے یہی گمان کیا۔ ۱

الموافقات کے مقدمہ میں حُشی عبد اللہ دراز کے کلام سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اس کتاب کو مصر میں متعارف کرانے کا سہرا شیخ عبدہ کی مرہون منت ہے اور اس کی مصری طباعت کا ذکر کیا۔ اس میں بھی یہ تاثر نظر آتا ہے کہ اس کی

۱ سعد الدین فضل اللہ بن ابراہیم بن عبد اللہ الشامکانی (السارکاری) متوفی ۱۳۷۵ھ نیشاپور سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲ الفتح السین ۲۰۳/۲ ۳ سریجان محمد بن سریجان بن الدین، المصطلعی، الماروی (۱۳۲۰/۱۳۸۶ھ)

۴ کشف الظنون ۲/۲۳۸۲/۱-۱۶۷۵-۲۰۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۲-۳۸۳، مجموعہ الاصولین ۲/۱۱۸ (۳۵۴)

۵ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللغنی الفرناطی شاطبی متوفی ۱۱۳۸ھ

۶ مجمع المولفین ۱۱۸/۱

پہلی طباعت بھی مصر میں ہوئی ہوگی مگر درست بات یہ ہے کہ پہلی مرتبہ یہ کتاب تیونس سے ۱۳۰۲ھ-۱۸۸۲ھ میں طبع ہوئی اور علماء و طلاب زیتونیہ میں متداول رہی اور اس پہلی طبع میں تین زیتونی علماء کی تصحیح بھی شامل تھی جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) الشیخ علی الشنوننی (۲) الشیخ احمد الوردانی (۳) الشیخ صالح قابجی

مصر میں تو یہ کتاب ۱۳۳۱ھ/۱۹۲۲ء میں یعنی پہلی طباعت کے تقریباً ۳۸ برس بعد طبع ہوئی۔ اور اس کی طباعت شیخ محمد انصر حسین کی مرہون منت تھی اور یہ مطبعہ سلفیہ سے شائع ہوئی۔ طباعت کے اخراجات عبد الہادی بن محمد منیر الدمشقی نے برداشت کئے۔ اس کے جزء اول و ثانی پر شیخ محمد انصر کی تعلق تھی جبکہ جزء ثالث و رابع پر محمد حسین مخلوف کی تعلق تھی۔ اس کے بعد اس کی دو طباعتیں مصر میں ہوئیں ایک تو محمد الی الدین عبد الحمید کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ صبیح مصر سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ شیخ عبداللہ دراز کی تحقیق اور تعلق کے ساتھ مکتبہ التجاریہ الکبریٰ مصر سے طبع ہوئی، تاریخ طباعت درج نہیں تھی۔

علم المقصد پر تدوین کی اولویت :

تقریباً سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ امام شاطبی علم المقاصد کے مبتدع ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ سیبویہ کو علم النحو اور خلیل بن احمد الفراء ہی کو علم العروض میں مبتدع کی حیثیت حاصل ہے۔ عبداللہ دراز لکھتے ہیں :

”ہكذا بقى علم الاصول فاقد اقسما عظيماً هو شطر هذا العلم، الباحث عن احد ركيبه ، حتى هيا الله سبحانه وتعالى ابا اسحاق الشاطبي في القرن الثامن الهجري لتدارك هذا النقص ، وانشأ هذا العمارة الكبرى في هذا الفراغ المترامي الاطراف في نواحى هذا العلم الجليل“^۱

(یوں علم الاصول کی ایک بڑی قسم (مقاصد الشارح) مدت مدید تک ناقابل التفات ہی رہی حالانکہ وہ زیر بحث علم کا ایک اہم رکن و جزء تھا پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آٹھویں صدی ہجری میں ابواسحاق شاطبی کو اس کی کوپورا کرنے کی توفیق بخشی جنہوں نے اس عظیم الشان علم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس واقعہ شدہ خلا کو احسن طریقے سے پُر کیا اور اس فن کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی)

وہ اس کے بعد مزید لکھتے ہیں :

”لم تقف به الهمة في التجديد والعمارة لهذا الفن عند تاصيل القواعد ، وتأسيس الكليات المتضمنة لمقاصد الشارع في وضع الشريعة ، بل جال في تفاصيل مباحث الكتاب اوسع مجال ، وتوصل باستقرائها الى استخراج درر غوال لها اوثق صلة بروح الشريعة ، واعرق نسب بعلم الاصول“^۲

(مصنف شاطبی نے اس فن کی تجدید و تعمیر کی قواعد کے اصل تلاش کرنے اور وضع شریعت کے معاملہ میں شارع کے مقاصد سے کلیات کی بنیاد بتانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کتاب کے مباحث کی تفصیل پیش کرنے میں بڑی تک دتا سے کام لیا

وہ اپنی تلاش و تجسس سے ایسی قیمتی اور پوشیدہ موتیوں کو نکالنے میں کامیاب ہوئے جن کا روح شریعت سے گہرا واسطہ ہے اور علم اصول سے ان کی گہری نسبت ہے)

شیخ عبد المجید التركي لکھتے ہیں :

”منشئہ الشاطبی الاندلسی الذی اختار له من الاسماء علم مقاصد الشریعہ“^۱

(امام شاطبی اندلسی نے سب سے پہلے اس علم کے لئے علم مقاصد شریعہ کا نام استعمال کیا)

شیخ محمد خضریٰ بک لکھتے ہیں :

”ومن الغریب انه ، علی کثرۃ ما کتب فی اصول الفقہ ، لم یعن احد بالکتابۃ فی الاصول التی اعتبرها الشارح فی التشریح ، وہی التی تکون اساس الدلیل القیاس..... والاشتغال بها خیر من قتل الوقت فی الخلاف والجدل فی کثیر من المسائل التی لا یترتب علیها ولا علی الخلاف فیها حکم شرعی..... واحسن من رایتہ کتب فی ذلک ابو اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی المتوفی سنہ ۷۸۰ھ فی کتابہ الذی سماہ (الموافقات) وهو کتاب عظیم الفائدة سهل العبارة لا یجد الانسان معه حاجة الی غیرہ“^۲

(کتنی عجیب بات ہے کہ اصول فقہ پر کثرت سے کتابیں لکھی جانے کے باوجود کسی نے بھی اصول فقہ کے اس پہلو کے بارے میں لکھنے کی طرف توجہ نہیں دی جس کا شارع نے تشریحی احکام میں اعتبار کیا ہے اور وہ قیاس کی دلیل کی اساس ہے..... اور اس میں مشغولیت خلاف وجدل کے ان کثیر مسائل میں وقت کا قتل کرنے سے بہتر تھی جن پر کوئی حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا..... اور اس فن میں میری نظر سے جو عمدہ کتب گزری ان میں ابو اسحاق ابراہیم بن موسی شاطبی متوفی سنہ ۷۸۰ھ کی الموافقات تھی اور وہ اہل عبارت میں ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم الفائدة کتاب ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں کرتا)

شیخ علی حسب اللہ نے لکھا :

”وقد جاء ابو اسحاق الشاطبی (متوفی سنہ ۷۸۰ھ) . فی کتابہ الموافقات بما لم

یسبق بہ ، فعنی بیان قواعد الاصول ، وتوضیح مقاصد الشارح مع سہولۃ فی العبارة ،

ووضوح فی الغرض“^۳

امام شاطبی نے اس فن پر اپنے مبتدع ہونے کا اظہار ان کلمات کے ساتھ کیا :

”فان عارضک دون هذا الكتاب عارض الانکار . وعمی عنک وجه الاختراع فیہ والابتکار ، وغر الظان انه شنی ماسمع بمثلہ ، ولا الف فی العلوم الشرعیۃ الاصلیۃ او الفرعیۃ ما نسج علی منوالہ ، او شکل بشکلہ وحسبک من شر سماعہ . ومن کل بدع فی الشرعیۃ ابتداعہ فلا تلتفت الی الاشکال دون اختصار ولا نثرم بمظنۃ الفائدة علی غیر اعتبار“^۴

۱۔ الفکر الصوری و اشکالیۃ السلطۃ العلمیۃ فی الاسلام قراءۃ فی نشأة علم الاصول ومقاصد الشریعہ ، عبد المجید الصغیر ص ۳۳۔

بیروت دارالکتب العربی ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۹۳ء ۲۔ اصول الفقہ ، شیخ محمد خضریٰ بک ص ۱۱۔

۳۔ اصول التشریح الاسلامی ، شیخ علی حسب اللہ ص ۷۔ معر دار المعارف طبع ۱۳۸۳ھ۔ ۱۹۶۳ء

۴۔ الموافقات فی اصول الشریعہ ، ابو اسحاق الشاطبی القرطابی مالکی متوفی ۷۹۰ھ ۲۵/۱۔ بیروت دار المعرفۃ سنہ

(پھر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انکار کی صورت پیش آئے اور تم پر وجہ استدلال اور اس کا ایک اچھوتا ہونا واضح نہ ہو سکے اور کوئی شخص اس قسم کا دھوکہ دے کر ایسی بات کہے جو پہلے کبھی سُنی ہی نہیں۔ نہ ہی علوم شریعہ کے اصول و فروع کی بحث میں کسی مؤلف نے پہلے اس قسم کی باتیں لکھیں یا کچھ اشکال پیش آئے اور ایسی باتوں کا سُنتا تیرے لئے شرکاً موجب بن جائے تو ایسی صورت میں بلا تحقیق اشتباہ کی طرف متوجہ نہ ہونا اور جانچ کے بغیر مزعومہ فوائد کا ارادہ نہ کرنا)

الغرض مذکور بالا اقوال امام شاطبی کے علم المقاصد میں متبدع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ مقاصد کا ظہور پہلے ہی ہو چکا تھا مگر وہ سرسری تھا۔ مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان : تحدث للناس اقصیه بقدر ما احسنوا من الفجور، اس کی مثل امام مالک کا فرمان : "ان دین الله یسر" وغیرہ وغیرہ۔

علم المقاصد کے تاریخی ارتقاء پر ایک تحقیقی تجزیہ :

کہا جاتا ہے کہ مقاصد الشریعہ کی جانب سب سے پہلے ابراہیم خنی تابعی (متوفی ۹۶ھ) متوجہ ہوئے اور اپنے اجتہاد میں اس کو پیش نظر رکھا، یہ حماد بن سلیمان اور امام ابو حنیفہ کے استاد تھے۔ ابراہیم خنی عراق میں رہتے تھے ان کے مقابلہ میں ایک اور کبار تابعی سعید بن المسیب (متوفی ۹۳ھ) حجاز میں مقیم تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حلقہ درس سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ابراہیم خنی "اصحاب الرنہ" کہلاتے کیونکہ وہ ضرورت پڑنے پر قیاس پر خوب عمل کرتے اور یہ مذہب خنی کے لئے بنیاد بنی۔ جبکہ سعید بن المسیب "اصحاب الامر" کہلائے، مذہب مالکی کی بنیاد سے پڑی۔ ابراہیم خنی احکام کے استنباط میں مقاصد الشارح کا خوب خیال رکھتے اور اس کی تعبیر میں کہتے : "ان احکام الله لها غایات ہی حکم و مصالح راجعة الینا" (بلاشبہ اللہ کے احکام کی غایات وہ حکمتیں اور مصالح ہیں جو ہم تک لوٹی ہیں) اور اس پر کئی آیات استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً

"یسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم فاحوا انکم فی الدین واللہ یعلم

المفسد من المصلح ولو شاء اللہ لا عنتکم ان اللہ عزیز حکیم"۔^۱

اور اسی طرح اکثر ائمہ اہل سنت نے مصلحت کو مد نظر رکھا اور مصالح مرسلہ کو اصول فقہ میں ایک اصل مانا مقاصد شرعیہ مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اور اس میں محصور ہوتے ہیں۔

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) کی علم مقاصد شرعیہ میں خدمات :

امام غزالی نے اپنی کتاب "المبستصفی" میں مقاصد پر کلام کیا اور اس کے مباحث میں توسع پیدا کیا اور پانچ کلیات ضروریہ کو اس میں شامل کیا اور ہر ایک کو مقاصد کے لئے اصل قرار دیا اور پھر مصلحت پر ایک مستقل بحث لائے جو "الاستصلاح" کے تحت ہے۔^۲

۱ الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن الحسن الخلیفی الشعالی الفاسی (۱۲۹۱ھ-۱۳۲۶ھ) ۱/۲۹۵، تاریخ احادیث وتعلیق عبدالعزیز بن عبداللہ القاری، مدینہ المنورہ مکتبہ العلمیہ

۲ حوالہ سابق ص ۳۱۸، ج ۱، البقرہ : ۲۲۰، ج ۱، المصلحی، امام غزالی ۱۳۹/۱-۱۴۰

عزالدین شافعی (متوفی ۲۶۰ھ) کی اس فن میں خدمات :

امام عزالدین نے امام غزالی کی پیروی کرتے ہوئے المستصفی کے منہج پر ایک کتاب "القواعد الکبریٰ" تالیف کی جس کا مشہور نام "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" ہے۔ انہوں نے احکام کی نظری مصلحت کے اعتبار سے دو قسمیں کیں ایک عبادات اور دوسری معاملات۔ اور کہا کہ عبادات جو احکام تعبدیہ ہیں اور شارع نے ان کو لازم کیا ہے اس میں تو کسی قسم کے کلام کی گنجائش نہیں ہاں البتہ معاملات میں عقل کے ذریعہ علل و اسباب تک رسائی ممکن ہے کیونکہ معاملات کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہاں اگرچہ ظاہر یہ کا اختلاف ہے وہ پوری شریعت کو ہی تعبدی تصور کرتے ہیں خواہ عبادات ہوں یا معاملات۔ جمال الدین عظیمی اپنی کتاب میں امام عزالدین کے متوقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"وقد ارجع العز بن عبد السلام قواعد الفقه وفروعها الى جلب المصالح وردء المفساد ، بل ارجع الكل الى اعتبار المصالح لان درء المفساد من جملتها"۔^۱

(امام عز بن عبد السلام نے تمام فقہی قواعد و فروع و عبادات کا مرجع جلب منفعت اور دفع مضرت کو قرار دیا بلکہ کل احکام کی بنیاد جلب منفعت ہی کو بتایا ہے اس لئے کہ دفع مضرت حصول منفعت ہی کی ایک قسم ہے)

نجم الدین طوفی جنبیلی (متوفی ۷۱۶ھ) کی علم مقاصد شریعہ میں خدمات :

عزالدین بن عبد السلام کے بعد نجم الدین طوفی نے مصالح شریعہ کے اہتمام کی طرف توجہ مرکوز کی اور تمام مقاصد کو مصالح شریعہ کے تحت محصور کیا اور وہ اس حد تک گئے کہ نص اور اجماع پر اس کو مقدم کیا۔ اور اپنے مذہب پر ایک مشہور رسالہ تصنیف کیا جس کا نام "المصالح العروسہ" رکھا۔^۲ مصالح مرسلہ ماکنی مذہب کے اصول میں سے ایک اصل ہے جس کا مرتبہ کتاب، سنت، اجماع و قیاس کے بعد آتا ہے۔ یعنی ان مذکورہ مصادر میں کوشش کے باوجود حل نہ پانے کی صورت میں مصالح مرسلہ سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے جبکہ امام طوفی کے یہاں مصالح مرسلہ کا درجہ سب سے مقدم ہے یعنی وہ اس اصل کو نصوص الکتاب والسنہ پر بھی مقدم رکھتے ہیں۔^۳ امام طوفی نے اپنے رسالہ کو عبادات و معاملات میں تقسیم کیا۔ عبادات میں نصوص یا اجماع موجود ہونے کی صورت میں توقف کیا۔ جبکہ معاملات میں نظری مصلحت کو مقدم رکھا کیونکہ شریعت کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہیں۔^۴ احکام، مطلق کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اس کی تائید میں امام طوفی حضور ﷺ کے فرمان "لا ضرر ولا ضرار" کو پیش کرتے ہیں۔^۵

۱ قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۷۳/۲ ج العظیم العظمی، جمال الدین اعظمی۔ ص ۶۳۔ الدرر مطبوعہ الدرر ۱۳۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

۲ مع نظریات اہل بلد، ج ۱، العظیمی۔ ص ۵۲ ج مصادر التشريع الاسلامی فیما لا نص لہ، عبدالوہاب خلاف۔ ص ۸۷

۳ حوالہ سابق نجم الدین طوفی کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ شیخ جمال الدین القاسمی کی تحقیق کے ساتھ شیخ محمد شید رضانے طبع کروایا۔ دوسری مرتبہ دارالکتب مصریہ میں موجود خطوط پر استناد کرتے ہوئے مصطفیٰ زیدی کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا گیا۔

۴ سنن ابن ماجہ، ابوالعباس محمد بن یزید، ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، ایوب الاحکام، باب من ننی حذر مضر بہارہ

امام شاطبی، بحیثیت موجود یا مدون علم المقاصد :

مذکورہ بالا حضرات کے بعد آٹھویں صدی ہجری میں ابواسحاق شاطبی کا ظہور ہوتا ہے انہوں نے اپنی کتاب "المواصفات" کے دوسرے جزء کو علوم المقاصد کے لئے مخصوص کر دیا۔ علم المقاصد کی نشاۃ و تطور کے بیان سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ امام شاطبی نہ تو اس علم کے مجدد ہیں اور نہ ہی مدون اول، بلکہ اس علم میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو تالیف میں سبقت حاصل ہے جنہوں نے "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" تالیف کی۔ اس کے بعد امام طوفی نے اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے "المصالح المرسلہ" لکھی جو علم المقاصد پر ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود امام شاطبی کی فضیلت و شان میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس علم کے میدان کو وسیع و عریض کیا۔ اس کے مباحث میں گہرائی و گیرائی پیدا کی اور تقریباً چاروں اجزاء میں ان کا کلام اسی محور پر رہتا ہے۔ ان کے اس عمل کے دو پہلو ہیں، پہلا یہ کہ مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم میں تلاش و جستجو کرنا، کیونکہ قرآن کریم شریعت کے مصادر میں سے علی الاطلاق اول مصدر ہے۔ دوسرا یہ کہ اس علم میں ایسے مباحث جدیدہ کے اضافہ کے ساتھ توسیع پیدا کرنا جنہیں ان سے قبل کے مصنفین نے نہیں کیا۔ اس راہ میں انہیں مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑا جس کا اظہار انہوں نے ان کلمات کے ساتھ کیا ہے :

"فلقد قطع فی طلب هذا المقصود مهامة فيحا، وكابد من طوارق طريقة حسنا وقيحا ، ولاقى من وجوه المعترضة هجا وصبيحا ، وعانى من راكبه المختلفة مانعا ومنيحا ، فان شنت الفتنة لنعيب السير طليحا ، اولما حالف من العطاء طريحا ، اولمحاربة العوارض الصالحة جزيحا ، فلا عيش هنيئا ولا موت مريحا ، وجملة الامر (في التحقيق) ان اذهى مايلقاه السالك للطريق فقد الدليل ، مع ذهن لعدم نور الفرقان كليل ، وقلب بصدمات الاضغاث عليل ، فيمشى على غير سبيل ، وينتمى الى غير قبيل الى ان الرب الكريم ، البر الرحيم ، الهادي من يشاء الى صراط مستقيم ، فبعث له ارواح تلك الجسوم ، وظهرت حقائق تلك الرسوم ، وبدت مسميات تلك الوسوم ، فلاح في اكنافها الحق واستبان ، وتجلي من تحت سحبها شمس الفرقان وبان"۔

(بلاشبہ اس شخص (مصنف) نے اس منہد کی طلب میں وسیع سے وسیع جنگل طے کئے ہیں۔ ان راہوں کی تنگی ترشی سب کچھ برداشت کیا ہے، ترش رو اور نرس کچھ ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات کی ہے۔ نرم خور اور درشت سوار یوں کی مشقت اٹھائی ہے پھر اگر تو اس سفر سے تھکا مانا، مشقت سے گرا پڑا اور پیش آمدہ عوارضات سے زخمی پائے تو نہایت زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسی موت کوئی راحت بخش چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سالک راہ کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی رہنما میسر نہ آئے بالخصوص جب کہ حق و باطل میں فرق کرنے والی روشنی نہ ہونے کے سبب اس کا ذہن بے کار ہو چکا ہو اور دل حوادث زمانہ کے بے بیار پڑ گیا ہو۔ ایسی صورت میں ایسا آدمی غلط راستے میں جا پڑتا ہے اور

اپنے آپ کو کسی غیر خاندان کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ رب رحیم و کریم جس شخص کے لئے چاہتا ہے ہدایت کی راہ کھول دیتا ہے۔ بڑا احسان فرمایا اور اس شخص (مصنف) کے لئے ان اجسام کی ارواح بیدار ہوئیں اور ان عبارتوں کے حقائق ظاہر ہونے لگے۔ نیز ان نشانات (الفاظ) کے مسیات واضح ہونے لگے تو اس (مصنف) کے اطراف و جوانب میں حق چمک کر ظاہر ہوا، اس کے بادلوں کے نیچے سے فرقان کا سورج جلوہ گر ہوا)

وہ جدید مباحث جن کا امام شافعی نے علم المقاصد میں اضافہ کیا ان کا مندرجہ ذیل ابواب میں احاطہ کیا :

- | | |
|----------------------------------|--|
| (۱) المصلحہ وضوابطها | (۲) نظریۃ القصد فی الافعال وسوء استعمال الحق |
| (۳) النواہی بین الاحکام والمقاصد | (۴) المقاصد والعقل |
| (۵) المقاصد والاجتهاد | (۶) الغایات العامہ للمقاصد |

الموافقات کا اختصار :

ابوبکر محمد بن محمد بن محمد بن عاصم اللاندی غربالی مالکی (متوفی ۸۲۹ھ) نے نیل المعنی کے نام سے الموافقات کا اختصار کیا :

سعد الدین التفتازانی (۷۱۲ھ - ۷۹۱ھ) ^۲

اصولی مفسر، متکلم، محدث، بلاغی اور ادیب تھے۔ عوام و خواص میں مقبول رہے۔ اپنے زمانے میں ریاست مذہب حنفیہ آپ پر ختم ہو گئی۔ ابن نجیم مصری وغیرہ نے دیباچہ فصح العفسار شرح منار الانوار میں ان کو حنفی بتایا ہے۔ صاحب کشف الظنون اور ملا حسن چلبی نے حاشیہ مطول کی بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے۔ انہوں نے حنفی فقہ اور اس کی کتب پر خاص توجہ مرکوز رکھی، جس سے خیال ہے کہ وہ حنفی المسلک تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱- التلویح فی کشف حقائق التنبیح فی الاصول
- ۲- حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول لکھا۔ انہوں نے اپنے استاد عضد الدین (متوفی ۷۵۶ھ) کی شرح المختصر پر حاشیہ لکھا تھا۔

التلویح پر حواشی و تعلیقات :

التلویح کا شمار ان بعض کتب میں ہوتا ہے جن پر کثرت سے حواشی و تعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ ہم صدر الشریعہ اصغر (متوفی ۷۴۷ھ) کی کتاب التوضیح شرح التنبیح کے تعارف میں اس کی شروع اور ان شروع پر حواشی و تعلیقات کے ضمن میں التلویح کے حواشی و تعلیقات وغیرہ کو بیان کر چکے ہیں۔ ^۳

۱۔ اللع السین ۲۵/۳

- ۲۔ سعد الدین مسعود (حمود) بن عمر بن عبداللہ التفتازانی (۱۳۱۲ھ - ۱۳۸۹ھ) خراسان میں ولادت اور مرقدہ میں وفات پائی
- ۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۹، انباء اللہ بانباء العر، ابن حجر عسقلانی ۱/۳۸۹-۳۹۰، اس میں ان کا نام مسعود کی جگہ محمود مذکور ہے۔ اللع السین ۲۰۶/۲، حاشیہ مطول ملا حسن چلبی، بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے

عمر بن رسلان البلقینی شافعی (۵۷۵ھ-۵۹۱ھ) ^۱

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی شرح الاستوی لمنہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی ^۲

محمد بن سلیمان الصرخدی شافعی (۵۳۰ھ-۵۹۲ھ) ^۳

فقہ، اصولی، متکلم اور اشعری تھے۔ صرخد سے دمشق آ کر فقہ و اصول و دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر ان فنون میں دسترس حاصل کرنے کے بعد مختلف مقامات پر تدریس کی۔ اشعری مذہب کے پُر زور حامی تھے۔ متعدد فنون پر تصانیف لکھیں مگر معظم مصنفات کو تہذیب سے قبل ہی جلادیا۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو تین اجزاء میں ہے۔
- ۲۔ مختصر تمہید الاستوی فی الاصول مع زیادات و انتقادات، یہ عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۵۷۲ھ) کی کتاب "التمہید فی تنزیل الفروع علی الاصول" کا اختصار ہے۔ ^۴

ابو عبداللہ السیوری شیعہ (متوفی ۵۹۲ھ بعدہ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مبادی الاصول اور تنقیح الراعی شرح مختصر الشرائع تالیف کی۔ ^۵

خواجہ زاد حنفی (متوفی ۵۹۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ التلویح للفتاوانی فی الاصول۔ ^۶

جلال الدین التہانی (متوفی ۵۹۳ھ) ^۷

اصولی، نحوی و محدث تھے۔ قوام الدین الکاکی (متوفی ۵۳۹ھ)، شارح السنار اور پھر قوام الدین امیر کاتب الاتقانی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ کئی مرتبہ منصب و قضاء کی پیشکش کی گئی مگر قبول نہیں کیا۔ تدریس کے ساتھ فقہ، اصول بلاغت وغیرہ میں کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ ابوالحسن بدرالدین محمد بن سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی معری

۲۔ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبداللہ الصرخدی (۱۳۳۰ھ-۱۳۹۰ھ) صرخد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۳۔ کشف الظنون ۲۸۳/۱، ہدیۃ العارفین ۱۷۳/۶، اللعالمین ۲۰۷/۲

۴۔ ابوعبداللہ مقداد بن عبداللہ بن محمد بن الحسن بن محمد الحلی الطہسی، السیوری ہدیۃ العارفین ۲۷۰/۶

۵۔ مصلح الدین مصطفیٰ یوسف بن صالح البرسوی الرومی حنفی، خواجہ زادہ ہدیۃ العارفین ۳۳۳/۶

۶۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوع رسلان الشیری التہانی متوفی ۱۳۹۱ھ، قاہرہ میں وفات پائی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے، اللعالمین وغیرہ میں جلال بن احمد بن یوسف جلال الدین التہانی ہے۔ بحکم المؤلفین ۱۵۲/۳ وغیرہ میں جلال الدین بن احمد التہانی اور کشف الظنون

ہدیۃ العارفین وغیرہ میں رسول بن احمد بن یوسف جلال الدین لاجاتی ہے

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ شرح منار الانوار للنسفی تالیف کی اور اس کا نام منهاج الشریعة رکھا۔ حاجی خلیفہ نے اس شرح پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "وہو شرح حسن الی الغایة"۔
- ۲۔ تعلیقہ علی اصول البزدوی، صاحب تاج الترمذی نے لکھا: "وتعلیقته علی البزدوی لم تکمل"۔ (انہوں نے اصول بزدوی پر ایک نامکمل تعلیقہ لکھا) کشف الظنون وهدیة العارفين میں اس طرح مذکور ہے: "تعلیقہ علی شرح الارزنجانی لاصول البزدوی"

۳۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول۔^۱

بدرالدین الزرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۹۴۴ھ)^۲

فقیر، اصولی و محدث تھے۔ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) صاحب "نہایة السؤل فی شرح منهاج الاصول للبیضاوی" اور سراج الدین بلقینی (متوفی ۸۰۵ھ) سے تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ مصر کے شیخ الشافعیہ میں شمار ہونے لگے۔ شمس البرادوی (متوفی ۸۳۱ھ) جنہوں نے "منظومة فی الاصول" تالیف کی، امام زرکشی کے شاگرد تھے۔ امام زرکشی تیس (۳۰) سے زائد کتب کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ البحر المحيط فی الاصول
- ۲۔ تشنیف المسامع بجمع الجوامع فی الاصول۔^۳
- ۳۔ لقطۃ العجلان وبلۃ الظمان فی اصول الفقہ و الحکمۃ والمنطق۔^۴ یہ کتاب مصر سے ۱۳۲۶ھ میں چھپ چکی ہے۔

کتاب "لقطۃ العجلان" کی شرح :

- (الف) خلیل بن محمد بن زہران بن علی الرشیدی الخفیری شافعی (متوفی ۱۱۸۱ھ) نے "اتحاف الیقظان باسرار لقطۃ العجلان" تالیف کی جو لقطۃ العجلان کی شرح ہے۔^۵
- (ب) شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے "فتح الرحمن علی متن لقطۃ العجلان" تالیف کی۔ یہ کتاب مطبعہ اللیل قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے اور اس پر شیخ یاسین کا حاشیہ ہے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، ایضاح المسکون ۳/۵۵۳، ہدیة العارفين ۵/۳۶۷، تاج التراجم ۳۱/۵۳، الفتح المبین ۲/۲۰۸، معجم الاصولیین ۱۸-۱۷/۲ (۲۳۷)

۲۔ ابو عبد اللہ بدرالدین محمد بن عبد اللہ الترمذی المصری الزرکشی (۱۳۳۳ء-۱۳۹۲ء) مصر میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

۳۔ ہدیة العارفين ۲/۱۷۵

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۹۸ (۲۳۵) الفتح المبین ۲/۶۹، معجم الاصولیین ۲/۱۰۸ (۲۳۵)

البحر المحيط میں امام زرکشی کا منہج :

- ۱۔ امام زرکشی نے اس کتاب کی تالیف میں جس اسلوب کو اختیار کیا اسے مندرجہ ذیل نقاط میں پیش کیا جاسکتا ہے :
 - ۱۔ کسی مسئلہ سے متعلق جتنے مذاہب کا علم ہو سکا امام زرکشی نے انہیں اسی مسئلہ کے تحت یکجا کر کے بیان کر دیا اور ان بقول غریبہ سے جن فوائد کو جان سکے ان کو اور ان فوائد سے نایاب موتیوں اور ان کے ایک خاص صورت سے اظہار کو ایک مسئلہ کے تحت بیان کر دیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انہوں نے ہر فائدہ اور ذہن سے نکلنے والی مشکلات کے حل کو ایک مضبوط سانچے میں ڈھال کر ہر ایک کو اس کے مناسب مقام پر رکھ دیا۔
 - ۲۔ اکثر مسائل میں تصویر کشی، توضیح، تدلیل اور تعلیل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہ جیسے علوم جو منقول و معقول سے مستمد ہوں ان کے لئے یہ بات خاص طور پر اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور یہ عام قاعدہ بھی ہے کہ اولاً مسائل کی صحیح تصویر پیش کی جاتی ہے اور پھر ثانیاً تدلیل کے ذریعے ہر مذہب پر حجت و برہان قائم کی جاتی ہے اور اخیراً تعلیل کے ذریعے اس علت کو بیان کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے قائل نے وہ قول کیا ہوتا ہے۔
 - ۳۔ وہ اکثر مسائل میں جب علماء شافعیہ کے حوالہ سے اقوال ذکر کرتے ہیں تو اس کے لئے ”عندنا“ یا کبھی ”عند اصحابنا“ یا اپنا قول پیش کرتے ہیں۔ مگر بعض مسائل میں وہ قول کی نسبت قائل کی طرف کئے بغیر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تالیف کے وقت تک اس کے قائل کی نسبت میں عدم وضوح رہا ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود اس کو بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جو اہم تھا اس کی نسبت کر دی اور جس کو باطل یا غیر ضروری سمجھا اس کو بغیر قائل کی نشاندہی کے بیان کر دیا۔
 - ۴۔ امام زرکشی نے بہت سے دقیق معاملات کو سابقین کی کتب سے انہی کے الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل کیا مگر کئی مواقع پر کتب سابقین سے نقل باللفظ نظر نہیں آتا، شاید اس کی وجہ نسخہ کا اختلاف ہو کہ ان کو جو نسخہ انہیں دستیاب ہوا اس میں یہی کلمات ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے روایت بالمعنی کو اختیار کیا ہو۔
 - ۵۔ امام زرکشی نے تمام نسخوں اور مقامات میں اسی طرح استدلال کیا جس طرح الجوبینی نے البرہان وغیرہ میں آیت مبارکہ ”فأقلسوا المشركين“^۱ میں تعبیر ”فا“ کے وقت کیا۔ گویا ان دونوں نے ”فا“ کو ایک مستقل کلمہ سمجھا مگر علماء کے یہاں راجح یہ ہے کہ اس طرح مناسب نہیں ہوتا۔ شاید ناقل کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو اور ہمیں امید کھنی چاہئے کہ وہ غلطی سے مبرا ہوں گے۔
 - ۶۔ امام زرکشی کی عبارت اور صیغت میں کچھ صعوبت بھی پائی جاتی ہے لیکن قدرے تامل سے وہ دشواری دور ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی عبارت میں شدید قسم کی پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ جس طرح اس علم میں بعض لکھنے والوں کی شان رہی۔^۲

اہم زکشی اپنے منہج اور اس کی امتیازی خصوصیت اور مصداقوں الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

”وقد اجتمع عندی بحمد اللہ من مصنفات الاقدمین فی هذا الفن ما یربو علی المنین ، وما برحت لی ہمة تھم فی جمیع اشتات کلماتھم وتحول ، ومن دونھا عوائق الحال تحول ، الی ان من اللہ سبحانہ نبیل المراد ، واعد بلطفہ بکثیر من المواد ، فمخصت زید کتب القدماء ، ووردت شرائع المتأخرین من العلماء ، وجمعت ما انتھی الی من اقوالھم ، ونسجت علی منوالھم ، وفتحت منہ ماکان مقفلا ، وفصلت ماکان منجملا ، بعبارة تستعذب ، واشارة لا تصعب ، وزدت فی هذا الفن من المسائل ما ینیف علی الالوف ، وولدت من الغرائب غیر المالوف ، ورددت کل فرع الی اصلہ وشکل قد حیل بینہ وبين شکلہ ، واتیبت فیہ بمالم اسبق الیہ ، وجمعت شوارده المتفرقات علیہ بما یقضی منہ العجب ، وان اللہ یهب لعبادہ ما یشاء ان یهب ، وانظم فیہ ، بحمد اللہ ما لم ینتظم قبلہ فی سلک ، ولا حصل لمالک فی ملک ، وکان من المہم تحریر مذهب الشافعی وخلاف اصحابہ وكذلك سائر المخالفین من ارباب المذاهب المتبوعۃ ، ولقدرایت فی کتب المتأخرین الخلل فی ذلک ، والزلزل فی صیر من التقریرات والمسالک ، فاتیت البیوت من ابوابھا ، وشافھت کل مسألة من کتابھا ، وربما اسوقھا بعبارة تھم لا شتھا لها علی فوائد ، وتنبیھا علی خلل ناقل وما تضمنتہ من الماخذ والمقاصد“۔^۱

(بجز اللہ میرے پاس متقدمین کی اس فن پر دو سو کتب اکٹھی ہوئیں اور ان سے زیادہ متفرقات کے جمع پر ہمت نہ ہوگی)..... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے احسان فرما کر اس کی صحیح معرفت عطا فرمائی اور اپنے لطف کثیر سے اس کے سواد کے پانے میں مدد فرمائی۔ میں نے قدماء کی کتب سے کھن نکالا اور متاخرین علماء کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کے اقوال میں سے کچھ مجھ تک پہنچ سکا ان کو ان کے طریقوں پر جمع کیا۔ خلاصہ (آراستہ) کیا اور میں نے شیریں کلام اور آسان اشاروں کے ذریعہ اس کے متشکل کو کھولا۔ اس کے مجمل کو مفصل کیا اور میں نے اس فن میں ہزاروں سے زائد مسائل کا اضافہ کیا اور غیر مروجہ (غیر مستعمل) غرائب نکالے اور ہر فرع کو اس کی اصل شکل کی طرف لوٹایا جو اس کے اور اس کی شکل کے درمیان مانع تھی۔ اور اس (کتاب) میں جدید باتیں پیش کیں جنہیں پہلے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ میں نے متفرقات منتشرہ کو جمع کیا، جن پر توجہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ایسے کام کی توفیق عطا کرتا ہے۔ بجز اللہ میں نے اس کتاب کو اس طریقہ پر مرتب کیا جسے اس سے قبل اس طرح مرتب نہیں کیا گیا تھا اور نہ کوئی ایسا کرنے پر قادر تھا۔ ان کے یہاں تو بس یہ اہم تھا کہ امام شافعی کا مذہب بتانے کے بعد ان کے اصحاب کا اختلاف بیان کر دیں اور اسی طرح اور باب مذہب متبوعہ کے تمام مخالفین کا ان سے اختلاف بیان کر دیتے۔ اور میں نے متاخرین کی کتب میں یہ نقص پایا، بہت سی تقریرات و مسائل میں چونک دیکھیں، میں ان کے دروازوں سے گھر دوں میں داخل ہوا، اور میں نے ہر مسئلہ (بذات خود) ان کی کتاب میں پڑھا اور بسا اوقات میں ان (مسائل) کو ان کی عبارات کے ساتھ مفید ہونے کی بناء پر نقل کر دیتا ہوں اور کبھی اس نقل کا مقصد ناقل کی غلطی پر متنبہ کرنا ہوتا ہے جو ماخذ و مصداق پر مشتمل ہوتا ہے)

اس کے فوراً بعد امام زرخشی نے اس کتاب کے مصادر بتائے جو بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ مصادر کی اس فہرست میں کتب شوافع، احناف، مالکیہ، ظاہریہ، معتزلہ اور شیعہ کو بالترتیب بعد ان کے مصنفین کے بیان کیا ہے۔ حمد و صلاۃ کے بعد مقدمہ میں متقدمین و متاخرین کے اسالیب میں آنے والی تبدیلیوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور کہا:

”اما بعد ا فان أولى ما صرفت الہم الی تمہیدہ، و احرى ما عنیت بتسدید قواعدہ و تشییدہ، العلم الذی ہو قوام الدین، المرقی الی درجات المتقین. و کان علم اصول الفقہ جوادہ الذی لا یلحق، و جملہ المتین الذی ہو اقوی و اوثق، فانه قاعدہ الشرع، و اصل یرد الیہ کل فرع، و قد اشار المصطفیٰ ﷺ فی جوامع کلمہ الیہ، و نبہ ارباب اللسان علیہ، فصدر فی الصدر الاول منہ جملة سنیة، و رموز خفیة، حتی جاء الامام المجتہد محمد بن ادیس الشافعی ؒ، فاهتدی بمنارہ، و مشی الی ضوء نارہ، فشم عن ساعد الاجتہاد، و جاهد فی تحصیل هذا الغرض السنی حق الجہاد، و اظهر دفاثنہ و کنوزہ و اوضح اشاراتہ و رموزہ، و ابرز مخباتہ و كانت مستورة، و ابرزها فی اکمل معنی و اجمل صورة، حتی نور بعلم الاصول دجا الافاق، و اعداد سوقہ بعد الکساد الی نفاق. و جاء من بعده فینبوا و اوضحوا و بسطوا و شرحوا، حتی جاء للفاضیان: قاضی السنة ابو بکر بن الطیب، و قاضی المعتزلة عبد الجبار، فوسعا العبارات، و فکا الاشارات، و بینا الاجمال، و رفعوا الاشکال، و اقضی الناس بانارہم، و ساروا علی لاجب نارہم، فحرروا، و قرروا، و صوروا، فجزاہم اللہ خیر الجزاء، و منهم بكل مسرة و هناء، ثم جاءت اخرى من المتاخرین، فحجروا ما کان واسعاً، و ابعدوا ما کان شاسعاً، و اقتصروا علی بعض رورس المسائل، و کنثروا من الشبہ و الدلائل، و اقتصروا علی نقل مذاهب المخالفین من الفرق، و ترکوا اقوال من هذا الفن اصل، و الی حقیقیة وصل، فکاد یعود امرہ الی الاول، و تذهب عنہ بهجة المعول، فیقولون: خلافا لابی ہاشم، أو وفاقا للجبانی، و تكون للشافعی منصوصة، و بین اصحابہ بالاعتناء مخصوصة، و فاتہم من کلام السابقین عبارات رانقة و تقریرات فانقة، و نقول غریبہ، و مباحث عجیبہ“۔^۱

(حمد و صلاۃ کے بعد اس کی تمہید اور قواعد کی تسدید و تشدید کی طرف متوجہ ہونا بہتر و مناسب تھا۔ علم وہ ہے جس کی بنیاد دین ہو اور جو متقین کے درجات تک رسائی دلانے والا ہو اور علم اصول فقہ اس تیز رفتار گھوڑے کی مانند ہے جس کے ساتھ ساتھ نہیں چلا جا سکتا، اور اس کی مضبوط رہتی اس کے لئے ہے جو اتوی و اوثق ہو، وہ (اصول) تو بلاشبہ شرع کا قاعدہ ہیں اور ہر فرع کے لوٹنے کی اصل ہیں۔ اور (حضرت محمد) مصطفیٰ ﷺ نے جوامع میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ارباب اللسان کو اس پر آگاہ کیا ہے صدر اول میں ان سے بلند قیمت کلمات اور پوشیدہ اسرار کا صدور ہوا۔ یہاں تک کہ امام الجعد محمد بن ادیس شافعی ؒ تشریف لے آئے اور انہوں نے ان (حضور ﷺ) کے مینارہ نور سے ہدایت پائی اور ان کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں چلے، اجتہاد کے لئے تیار ہوئے۔ آسانی پیدا کرنے کی غرض پانے کے لئے کما حقہ جدہ جہد اور سعی کی اور اس کے دفتینوں اور خزینوں کو ظاہر کیا۔ اس کے رموز و اشارات کو واضح کیا۔ اس کی پوشیدگی کو ظاہر کیا

مکمل ترین معنی اور خوبصورت ترین صورت میں اس کو پیش کیا یہاں تک کہ علم اصول سے آفاق کی تاریخی منور ہوگئی اور واپس اس کساد بازاری کی جگہ گرم بازاری لوٹ آئی۔ اور ان (امام شافعی) کے بعد آنے والوں نے شرح و وسط کے ساتھ تبیین و توضیح کے کام کو آگے بڑھایا، یہاں تک کہ دو قاضی آئے قاضی السنّت ابو بکر مطہب اور قاضی مقترلہ عبد الجبار ان دونوں نے عبارات کو توسیع دی، اشارات کو کھولا اس کے اجمال کو بیان کیا، اشکال کو رفع کیا اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کی جلائی ہوئی آگ کی روشنی میں ان کے آثار پر چلے۔ انہوں نے اس فن پر لکھا، بیان کیا، اس کی تصویر کشی کی، اللہ ان سب کو بہترین جزا، خوشی و ہنسا عطا فرمائے۔ پھر متاخرین میں سے دوسرے آئے انہوں نے اس کی وسعت میں تنگی پیدا کی اور اس کے بعد میں اضافہ کیا اور بعض روڈس المسائل پر اختصار کیا، و اشباہ و دلائل کی کثرت کی، فرقوں میں سے مخالفین کے مذاہب کی نقل پر اکتفا کیا۔ اس فن کی اصل بیان کرنے والے اور حقیقت تک رسائی دلانے والے اقوال کو ترک کیا۔ یہ فن قریب قریب اپنی ابتدا کی طرف لوٹ آیا اور اس کی رونق جس پر اعتماد کیا جاتا تھا، ختم ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں:

”خلافا لابی ہاشم، یا وفاقاً للمجبانی“ یا یہ امام شافعی کا فرمان ہے اور اپنے اصحاب کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بیان کیا اور کلام سابقین کی عمدہ عبارتوں اور اعلیٰ تقریروں اور نقول غریبہ اور مباحث عجیبہ کو ترک کر دیا۔

امام زرکشی کی کتاب ”البحر المحيط“ کے اثرات کا تحقیقی جائزہ :

امام زرکشی کی اس کتاب نے بعد کے لکھنے والوں پر گہرے اور دُور رس اثرات چھوڑے کیونکہ امام زرکشی نے اپنی کتاب میں ان کتب سے اقوال و نقول پیش کیں جو بعد کے لکھنے والوں کے زمانہ تک ضائع ہو چکی تھیں اور ان سے براہ راست استفادہ کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ اس طرح اس کتاب کی تالیف سے امت اسلامیہ کے لئے اس قابلِ فخر و خیریم سرمایہ کی حفاظت ہوگئی۔ چند ضائع شدہ کتب کے اسماء مندرج ذیل ہیں جن سے امام زرکشی مستفید ہوئے تھے :

۱۔ ابن العارض معتزلی کی کتاب ”النکت“

۲۔ ابو یوسف عبدالسلام کی کتاب ”الواضح“

۳۔ ابو الوفا ابن عقیل حنبلی کی کتاب ”الواضح“ وغیرہ

اور یہ تک بھی کہا گیا کہ البحر المحيط کے مقدمہ میں امام زرکشی نے مراجع کی جس فہرست کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں سے صرف بیس فیصد تک دستیاب ہیں باقی کتب یا تو مفقود ہیں یا مفقود حکم میں ہیں۔

البحر المحيط سے مستفید ہونے والے :

۱۔ البغدادی نے ”شرح ابیات المعنی“ میں احکام ”انما“ میں اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

۲۔ آپ کے ایک شاگرد شمس الدین البربادی محمد بن عبدالداؤد بن موسیٰ العسقلانی الاصل البربادی المصری (متوفی ۸۳۱ھ) نے اصول فقہ میں منظوم کلام پیش کیا جس کا اکثر حصہ بحر المحيط سے ماخوذ ہے۔

۳۔ امام شوکانی نے ارشاد الفول میں اس کتاب سے کافی نقل کیا ہے اور یہ تقریباً البحر المحيط کی تلخیص ہے اور امام شوکانی نے انہی کے اسلوب کو اپنایا ہے۔

- ۴۔ محدثین میں سے شیخ عیسیٰ منون نے "نبر اس العقول" میں البحر المحيط سے کثرت سے نقل کیا۔
- ۵۔ فقہ ثوابع اور اصول شافعی کی تقریباً ان تمام کتب میں زرخشی کا حوالہ ملتا ہے جو ان کے بعد لکھی گئیں۔
- البحر المحيط کی طباعت اور اس پر تحقیق :

- یہ کتاب بجنہ علماء ازہر کی تحقیق کے ساتھ آٹھ جلدوں میں مکتبہ دارالکتب مصر سے پہلی مرتبہ ۱۳۱۳ھ-۱۹۹۳ء میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب کی مسئلہ اہمیت کے پیش نظر اس پر دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں میں تحقیق پیش کی گئیں اور ان پر مختلف شہادات حاصل کی گئیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جو جامعہ ازہر قاہرہ کا یہ شریعہ والقانون میں موجود ہیں یہاں صرف ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی میں پیش کئے گئے رسالوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔
- ۱۔ (المقدمات) من البحر المحيط للزرکشی : محمد احمد ابوسالم نے استاذ دکتور محمد حسنی عبدالکیم ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۳ء کی زیر نگرانی تحقیق و دراست مکمل کر کے ماہستر کار سالہ پیش کیا، اس کا نمبر ۱۱۸۲ ہے۔
- ۲۔ مباحثہ الاحکام من البحر المحيط للزرکشی : فاروق احمد حسین ابودنیانے استاذ دکتور رمضان عبدالودود، عبدالتواب کی زیر نگرانی ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۳ء میں تحقیق و دراست مکمل کر کے ماہستر کا مقالہ پیش کیا اس کا نمبر ۱۱۵۲ ہے۔
- ۳۔ مباحث التکلیف و بعض مباحث القرآن من البحر المحيط : احمد مختار محمود نے دکتور محمد عبداللطیف جمال الدین ۱۳۰۴ھ-۱۹۸۳ء کی زیر نگرانی تحقیق مکمل کر کے ایم۔ اے کا رسالہ لکھا، جس کا کلیہ شریعہ والقانون الازہر کی لائبریری میں ۱۲۲۲ نمبر ہے۔
- ۴۔ الحقیقۃ و المجاز و ادوات المعانی و مباحث الامر و النهی من الكتاب الکریم : احمد عبدالعزیز السید نے دکتور محمد حسنی عبدالکیم ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۵ء کی زیر نگرانی ایم۔ اے کا رسالہ لکھا جس کا نمبر ۱۱۹۲ ہے۔
- ۵۔ مباحث العام من البحر المحيط للزرکشی : محمد محمد انور شلبی نے تحقیقی دراست کر کے ایم۔ اے کا رسالہ لکھا اس کا نمبر ۱۳۷۵ ہے۔
- ۶۔ الخاص و الخصوص و التخصیص و المطلق و المقید و الظاهر و المؤول من ابحاث الكتاب العزیز : علی جمعہ نے شعبان محمد اسماعیل کی زیر نگرانی ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۵ء میں ایم۔ اے کا رسالہ لکھا اس کا نمبر ۱۳۲۵ ہے۔
- ۷۔ البحر المحيط المجمع والمبین : علاء الدین حسن داہش نے تحقیق پیش کی اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کلیہ شریعہ والقانون کی لائبریری میں اس کا نمبر ۲۳۳۱ ہے۔
- ۸۔ البحر المحيط فی اصول الفقہ ، الاخبار و کتاب الاجماع .

۹۔ الادلة المختلف فيها والتعادل والترجيح والاجتهاد والتقليد والافتاء والاستفتاء : النجدي احمد محمد العيسوي نے دکتور عبدالخليل سعد القرناوي کی زیر نگرانی ۱۹۸۸ء میں تحقیق ودراسات پیش کر کے دکتوراه کی شہادت حاصل کی۔^۱

ابوالعباس الربعی مالکی (متوفی ۹۵ھ) ۲

فقہ، اصولی اور نظارت تھے۔ شمس الدین الاصفہانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، اسکندریہ سے قاہرہ اور پھر دمشق جا کر وہاں کے بعض مشائخ سے علم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی مختصر ابن الحاجب الاصلی

۲۔ رفع الاشکال عمافی المختصر من الاشکال، اس کتاب میں ان اشکال اربعوں کی تشریح کی جو ان کی مختصر الاصلی میں پائے گئے ہیں۔^۲

احمد البقاعی (۲۲ھ - ۹۵ھ) ۳

اصول فقہ میں مہارت تارہ رکھتے تھے، اصول فقہ کی کتاب ”المختصر“ اور ”المنهاج“ کے حل میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم شیخ نور الدین الارذیبلی اور پھر شیخ برہان الدین الانجمی سے حاصل کی، تدریس، افتاء وغیرہ میں خدمات انجام دیں، قاضی بنائے گئے۔^۳

احمد السیرامی (متوفی ۹۵ھ) ۴

فقہ، اصول و معانی و بیان میں کمال حاصل تھا۔ کئی شہروں میں تدریس کی ظاہر برقوق نے جب اپنا مدرسہ تعمیر کروایا تو اس کی درخواست پر ۸۸ھ میں تدریس کی۔^۴

حافظ ابن رجب حنبلی (۳۶ھ - ۹۵ھ) ۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قواعد فقہ پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ”القواعد الکبریٰ“ رکھا۔ حاجی خلیفہ نے ان کی مذکورہ کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا :

۱۔ حوالہ سابق ص ۶۷۔ ۲۔ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن عمر بن علی بن ہلال الاسکندری دمشقی متوفی ۱۳۹۳ھ

۳۔ الفتح المبین ۲/ ۲۱۰، معجم الاصلیین ۱/ ۱۸۵ (۱۳۳)

۴۔ ابوالعباس شمس الدین احمد بن صالح بن احمد بن قطاب قاضی القضاة لعدوی الزہری البقاعی دمشقی (۱۳۲۲ھ - ۱۳۹۲ھ) دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ معجم الاصلیین ۱/ ۱۳۱ - ۱۳۲ (۹۳) ۲۔ احمد بن علاء الدین السیرامی متوفی ۱۳۹۲ھ ۳۔ معجم الاصلیین ۱/ ۱۹۳ (۱۴۱)

۴۔ زین الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بن حسن بن رجب بغدادی دمشقی حنبلی، کتاب الدلیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب بیروت دار المعرفہ سنہ ۱۳۸۰ھ کے پہلے صفحہ پر ان کا نام اسی طرح مذکور ہے۔

”وہو کتاب نافع من عجائب الدهر حتی انه استكثر عليه وزعم بعضهم انه وجد قواعد مبدوءة الشيخ الاسلام ابن تيمية فجمعها وليس الامر كذلك بل كان رحمه الله فوق ذلك كذا قيل“۔

(یہ بڑی مفید کتاب ہے، یہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن رجب نے علامہ ابن تیمیہ شیخ الاسلام کے متفرق قواعدوں کو صرف جمع کر دیا، خود کوئی اضافہ نہیں کیا۔ لیکن بات اس طرح نہیں ہے، خدا ان (ابن رجب) پر رحم کرے وہ ان باتوں سے بہت بلند تھے)

حافظ ابن رجب نے یہ قواعد مجتہدانہ شان سے اور اس انداز سے لکھے ہیں کہ مسائل کی طرف مراجعت اصول کے ماتحت کی جائے اور تاکہ وہ سب ایک لڑی میں پروئے جائیں۔ چنانچہ وہ کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اما بعد فهذه قواعد مهمة ، وقواعد جمعة ، تضبط للفقهاء اصول المذهب ، وتطلع من ماخذ الفقه على ما كان قد تغيب ، وتنظم له منشور المسائل في سلك واحد وتفيد الشوارد ، وتقرب عليه كل متباعد“۔

(اما بعد! یہ قواعد ہمہ اور فوائد جمہ ایک فقہ کے لئے مذہب کے اصول فراہم کرتے ہیں اور فقہ کے جو ماخذ اس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں انہیں واضح اور نمایاں کرتے ہیں اور بہت سے بکھرے ہوئے مسائل کو ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں)

شیخ ابو زہرہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

اس کتاب میں علامہ ابن رجب نے ”فروع کو اصل فقہی کی طرف ضابطہ اور قاعدہ کے ساتھ لونا یا ہے۔ اور فروع کو منقلم اور جمع کیا ہے، ضروری قاعدے بتائے ہیں پھر ان کے مختلف پہلو واضح کئے ہیں پھر تقریرات کا ذکر کیا ہے۔ خلافت کے ذکر میں بھی بخل سے کام نہیں لیا، مشہور اور غیر مشہور کی تصریح بھی کی ہے، صحیح اور غیر صحیح کا بیان بھی اس میں موجود ہے، قواعد کے ذکر میں بھی اگر کوئی قاعدہ متفق علیہ نہیں ہے تو اختلاف کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں فقہی نظریات و تقریرات کا ایک صحیح گراں مایہ نظر آتا ہے اور مذہب حنبلی کے بارے میں تمام ضروری باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ فروع اور جزئیات کے تمام پہلو نظر کے سامنے آ جاتے ہیں، جملہ اہم تفصیلات، لاطالک مباحث سے قطع نظر کرتے ہوئے جیش نگاہ ہو جاتی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انسان کے علم و نظر کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

اہل دانش و تبحر کہتے ہیں کہ یہ کتاب عجائبات دہر میں سے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے۔ اس میں جامع نظریات وضع کئے گئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کوئی ایسا مجموعہ جزئیات نہیں ہے جس کے قواعد غیر مربوط ہوں اور جس کا ضابطہ لکھری غیر منضبط ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جامع ضابطہ کی حامل ہے اور فقہ حنبلی تو وہ فقہ ہے جو آثار سلف پر قائم ہے، عام اس سے کہ وہ احادیث رسول اللہ ہوں یا اکابر سلف سے ماخوذ انقیاد اور فتاویٰ ہوں۔ کیونکہ فقہ حنبلی میں جو فتوے دیئے گئے ہیں وہ واقع پر مبنی ہیں و مفروضات پر نہیں۔ اس میں جو مسائل جمع کئے گئے ہیں وہ صرف قیاسی تئیں ہیں جو علت مطردہ کے حامل ہوں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہونا یہ چاہئے تھا کہ فقہ حنبلی ایسے منتشر جزئیات سے عبارت ہو

جو باہم غیر مربوط ہوں لیکن واقعہ یہ نہیں بلکہ ان مظاہر خاصہ کے باوجود یہ فقہ اس خصوصیت کی حامل بھی ہے کہ اس کے قواعد مرتب اور اس کے مسائل ضوابط کے ساتھ منضبط ہیں۔ یہ ضابطے ہر اعتبار سے جامع و مانع ہیں ان میں صرف فروغ ہی نہیں ایسے احکام بھی ہیں جو مستقیم ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس فقہ میں ایسے فتاویٰ نہیں جو خیالات و آراء پر مبنی ہوں بلکہ وہ مناج و مسلک ثابتہ پر مبنی ہیں جو مضبوط عناصر کے ساتھ وابستگی اور گہرا ربط رکھتے ہیں۔ اور جب فقہ ضابطی ان قواعد و ضوابط کی حامل ہے تو لازمی تھا کہ فحقی، مالکی اور شافعی فقہ میں بھی قواعد فقہیہ موجود ہوتے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ فقہ اسلامی کے تمام مذاہب میں یہ قواعد و ضوابط موجود ہیں مذہب مالک میں ابن جزئی کے ”قواعد“ اور قرآنی کی ”الفروق“، مذہب شافعی میں عثمان بن عبد السلام کے ”قواعد“، مذہب حنفی میں ابن نجیم کی ”اشباہ و نظائر“ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قواعد سے متعلق یہ کتابیں، فردغ سے متعلق ربط قواعد کی قوت کے سلسلہ میں، نیز ضبط احکام اور فہم عناصر مشترک اور جمع اشباہ و نظائر کے اعتبار سے مختلف اور متفادات و درجات کی حامل ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے فقہی مذہب کی خصوصاً اور فقہ اسلامی کی عموماً یہ کتابیں لکھ کر بڑی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔^۱

احمد بن الجابی شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)

فقہ و اصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم البہاء الاخمیمی سے حاصل کی، مصر میں بھی تدریس کی۔^۲

ابن العاقول شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح منہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی“ تالیف کی۔ مستنصریہ میں مدرس رہے، نحوی تھے۔^۳

ابن فرحون مالکی (۷۱۹ھ/۷۹۹ھ)

فقہ، اصولی، نحوی، ادیب وغیرہ تھے، اپنے والد و چچا سے تعلیم حاصل کی، ابن الجابی سے سند اجازت حاصل کی۔ حصول و نشر علم کے لئے مصر، قدس دمشق کے اسفار کئے۔ مدینۃ المنورہ میں طویل قیام کیا، ۷۹۳ھ میں مدینۃ المنورہ میں مالکی منصب قضاء پر فائز رہے۔ الدبیان المذہب فی اعیان المذہب کے مصنف ہیں جن میں ۶۳۰ سے زائد علماء کے حالات زندگی درج ہیں۔

۱ حوالہ سابق ص ۳۸۳-۳۸۴، شخص اور ۳۸۹-۳۹۰ شخص

۲ ابوالعباس محمد الدین احمد بن علی بن حسن بن عبدالحسن الدمشقی ابن الجابی متوفی ۱۳۹۳ھ دمشق میں وفات پائی

۳ معجم الاصلیین ۱/۱۶۱ (۱۱۳)

۴ محمد بن محمد عبداللہ بن محمد بن علی الواسطی خیاث الدین ابی القاسم ابی ابن العاقول، مدینۃ العارضین ۱۷۵/۶

۵ مدہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن فرحون البصری (۱۳۱۹ء-۱۳۹۷ء) مدینۃ المنورہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر تنقیح القرافی تالیف کی اور اس کا نام "اقلید الاصول" رکھا۔

۲۔ کشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب^۱

احمد الارزنجانی (متوفی ۸۰۰ھ)^۲

انہوں نے "التلویح" پر حاشیہ لکھا اور اس کا نام "الترجیح" رکھا اور یہ حاشیہ علماء کے یہاں مشہور و مقبول ہے۔^۳

احمد السیواسی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ)^۴

حلب اور پھر قاہرہ کے فضلاء سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الترجیح" تالیف کی۔ یہ تفتازانی کی "التلویح" پر حاشیہ ہے حاجی ثلیف نے کہا :
 "وہی مفیدہ مقبولہ" ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الترجیح شرح التنقیح فی الاصول تالیف کی
 اور ہو سکتا ہے کہ دو الگ الگ کتابیں ہوں اور انہوں نے دونوں ہی تالیف کی ہوں۔^۵

تمت

۱۔ ایضاح المسکون ۳/۳۶۸، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۸، الصحیح المستقیم ۲/۲۱۱، مجملہ الاصولین ۱/۳۷-۳۸ (۱۷)

۲۔ برہان الدین احمد الارزنجانی قاضی آرزوبان متوفی ۱۳۹۸ھ

۳۔ کشف الظنون ۱/۳۳۳، مجملہ الاصولین ۱/۶۷ (۳۹)

۴۔ احمد بن عبداللہ قاضی برہان الدین السیواسی متوفی ۱۳۹۸ھ

۵۔ کشف الظنون ۱/۳۳۳، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۷، المطبوعات اسلامیہ ۱/۳۳۱-۳۳۲، مجملہ الاصولین ۱/۱۵۲ (۱۰۵)

دارالمنین قائم العزیزہ ﷺ نے فریضہ کا ذکر حدیث کے بعد ہی دہلی
 اصولی رسوا ایچ۔ اسٹینما، انجرائج سماجی اور نفسی تربیت کی نو تصنیف
 نظریات و پیشہ معیار کے علم کو اصول فقہ کے نام سے مدینہ لیا ہے۔ ہر
 دور میں اس فن میں حکوم، مشورہ، مفسر و مطلق کتابیں تصنیف ہوئیں۔

زیر نظر کتاب "علمی اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ تا عصر
 حاضر" مجدد حقیقت و انکشاف دینی فن صاحب کاپی ایچ اے لائی کا مختصر
 ہے جس میں انہوں نے عہد رسالت سے عصر حاضر تک کے ایک ایک دور
 سے زائد اصول فقہ کی علمی اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتب کا تعارف و
 سوسے زائد نام کتب کا ارتقائی اعجاز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے۔ ہر
 مختلف ممالک کے معروضی، سیاسی و جغرافیائی حالات میں ان اصول فقہ
 کے نقیب و فرارہ مصطلحین کے مزاج، کتب کے مشتمل تہذیب و تمدن و
 معاش اور شہر و دیہاتی کوہ نظموں کی تاریخ و حالات کی لسانی ترمیم کے
 لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔ اولاً تا آخر عنوانات و مضامین میں اس
 ترتیب تکمیل، سہولیت و یکسانیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ادباً بہ علم و ادب کے لئے اصول علمی تحریر

www.KitaboSunnat.com

